فتاوی رشیدیہ (کامل)

افادات

قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

جلد اول

جدید مطول حاشیہ

احقر العباد محمد خالد حنفی

فاضل جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ

المكتبة الحنفية

فہرست مضامین

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح

باب اخلاق اور تصوف کے مسائل

ملفوظات

کتاب التقلید والاجتہاد

تقلید واجتہاد کے مسائل

ملفوظات

کتاب التفسیر والحدیث

ملفوظات

کتاب العلم

ملفوظات

ملفوظات

کتاب الایمان اور کفر کے مسائل

ملفوظات

کتاب العقائد

ملفوظ

کتاب البدعات

کتاب الجنائز

جنازے اور میت اور قبروں کے مسائل کا بیان

ملفوظات

مسائل منثورہ

کتاب الطہارت

اس پانی کا بیان جس سے وضو اور غسل جائز ہے

باب کنوئیں کے احکام و مسائل

ملفوظات

باب نجاستوں اور اس کو پاک کرنے کے مسائل

ملفوظات

کتاب الصلوٰۃ

نماز کے مسائل

باب نماز کے وقتوں کا بیان

ملفوظات

اذان اور اقامت کا بیان

باب نماز کی کیفیت کا بیان

قرأت اور تجوید کا بیان

ملفوظ

باب کن امور سے نماز میں کراہت آتی ہے اور کن سے نہیں

کن امور سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کن سے نہیں

باب نماز میں وضو ٹوٹ جانے کا بیان

باب فوت شدہ نمازوں کی قضا پڑھنے کا بیان

باب امامت اور جماعت کا بیان

ملفوظات

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم خلیل صاحب دامت برکاتہم
رئیس دارالافتاء مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام کوئٹہ

بسم اللہ الرحیم الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، امابعد!

علم فقہ کی اہمیت سے ہر صاحب علم واقف ہے اور یہ کہ یہ قرآن وحدیث کے مقابل کوئی علم نہیں بلکہ انہیں مصادر کی توضیح وتشریح ہے۔ اکابرینِ امت نے اسی توضیح کے پیش نظر اپنی زندگیاں اس میں صرف کر کے بے مثال خدمتیں سرانجام دئیں، جن میں استاذ المحدثین، فقیہ النفس، قطب الاقطاب، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے ''فتاوی رشیدیہ'' کو بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

لیکن مرورِ زمان کیساتھ وقت کے تقاضوں کے مطابق ذکر کردہ مسائل کی تخریج کا کام ضروری تھا، اس لئے مولانا محمد خالد حنفی صاحب حفظہ اللہ (فاضل جامعہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ) نے طویل حاشیہ کی صورت میں اس پر تخریج وتعلیق کا کام کیا ہے، جس نے کتاب کے حسن اور افادیت میں بے پناہ اضافہ کیا اور علماء کرام خصوصاً مفتیان کرام کیلئے عربی عبارات کی روشنی میں کتاب سے استفادہ کرنا بہت سہل کر دیا۔

اللہ رب العزت اصل کتاب کی طرح مذکورہ حاشیہ کو بھی قبولیت سے نوازیں اور پوری امت خصوصاً موصوف محشی کی نجات کا ذریعہ بنا دیں، آمین۔

دعا گو ودعا جو: محمد ابراہیم خلیل عفی عنہ

دارالافتاء مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام زونکی رام روڈ کوئٹہ

۲۹/ ذی العقعدۃ/ ۱۴۴۱ھ

۱۰/ جولائی/ ۲۰۲۱ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی نیاز حسنی صاحب دامت برکاتہم

دارالافتاء والارشاد جامعۃ الحسن کوئٹہ

الحمد للّٰہ جامع الشتات والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد المبعوث بالآیات البینات وعلی آلہٖ وصحبہٖ وأزواجہٖ الطاهرات.

وبعد:

''فتاوی رشیدیہ'' امام ربانی قطب الاقطاب علامہ رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کے گرانقدر فتاوی کا بے مثال مجموعہ ہے جس میں نہ صرف فتاوی بلکہ تفسیر، حدیث مناظرہ اور تزکیہ واحسان وغیرہ سے متعلق سوالوں کے جوابات دل نشین پیرایہ میں دیے گئے ہیں کتاب کی جامعیت اظہر من الشّمس ہے۔

''فتاوی رشیدیہ'' کا یہ جدید مطول حاشیہ برادرم مولانا محمد خالد حنفی کی تحقیق وعرق ریزی کا نتیجہ ہے جو اہل افتاء کے لئے بلخصوص اور دیگر شائقین علم فقہ کے لئے بلعموم جتنا مفید ہوگا وہ محتاج بیان نہیں کیونکہ ''مشک آن است کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید''۔

اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنی شان عالی کے مناسب دارین کی سعادتوں سے بہرہ ورفرمائے۔آمین

وصلی اللّٰہ علی نبینا محمد وعلی آلہٖ وصحبہ وسلم.

نیاز حسنی

دارالافتاء والارشاد

جامعۃ الحسن سریاب کوئٹہ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد قاسم شاہ صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحیم الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، امابعد!

مولانا محمد خالد عزیز الحنفی صاحب کے نئے کاوش اور تحقیقی اور مستند کتاب حاشیہ برفتاویٰ رشیدیہ کو مختلف جگھوں سے دیکھنے کا توفیق ملا، الحمدللہ زبردست استخراج ہے، اللہ تعالیٰ مزید نکھار پیدا کرے، فتاوی رشیدیہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا کتاب ہے اور چونکہ خود حضرت امام ابوحنیفہ ثانی کا لقب رکھتا تھا اور کتاب بھی اعلیٰ شان کی تصنیف تھی آج کل ہمارے علماء کرام کا اس کتاب سے استفادہ کرنا مشکل تھا لہٰذا ہمارے دوست محترم نے اس کتاب کا استخراج فرمایا اور تمام مسائل کا حوالہ نکالا جو کہ بہت زبردست کاوش ہے اور یہ کتاب تمام لائبریریز اور کتب خانہ اور دارالافتاء کے زینت ہونی چاہئے اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس کتاب کو مقبول ومنظور فرمایا تھا اسی طرح کتاب کے حاشیہ واستخراج کو بھی مقبول ومنظور فرمالیں اور مصنف کیلئے ذخیرہ حسنات فرمالیں۔آمین

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

کتبہ: حضرت مولانا مفتی قاسم شاہ صاحب دامت برکاتہم

عرض محشی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه اجمعين.

امابعد!

فتاوی رشیدیہ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ایک عمدہ تصنیف ہے۔ کتاب اور صاحب کتاب دونوں کسی تعارف کے محتاج نہیں، اہل علم خصوصاً اصحاب فتاویٰ کے ہاں فتاوی رشیدیہ اور فقیہ النفس حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا جو مقام ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے اندازاً ہر دار الافتاء میں اس کتاب سے استفادہ کیا جارہا ہے۔ استاذ الاساتذہ حضرت اقدس مولانا عبدالمالک شاہ چاغوی صاحب دامت برکاتہم نے تقریباً ایک سال قبل بندہ کو فتاوی رشیدیہ پر تخریج کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس وقت تو بندہ کا رجحان اس کام کی طرف تو نہیں ہوا۔ لیکن اس کے چند دنوں بعد میرا بھی دلی میلان اس کام کی طرف ہوا۔ تو اس کے بعد میں نے استخارہ کیا الحمد للہ استخارہ کرنے کے بعد بندہ کا دلی رجحان اس کام کی طرف پختگی کے ساتھ مبذول ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے اس کام کو شروع کیا۔ اور اس کے ساتھ میں اپنے دونوں اساتذہ حضرت مولانا عبدالمالک شاہ چاغوی صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی محمد قاسم شاہ صاحب دامت برکاتہم کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کام میں کافی حد تک بندہ کی رہنمائی کیا۔ **فجزاهما الله تعالىٰ خير الجزاء.**

بندہ محمد خالد حنفی

۲۳ ذی الحجۃ ۱۴۴۱ھ بمطابق ۱۳ اگست ۲۰۲۰ء

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح

ولادت

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء بروز سوموار چاشت کے وقت اس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے۔ گویا سوموار کی ولادت میں غیر اختیاری سنت نبویہ علیہ الصلاۃ والسلام کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی پیدائش مشہور تاریخی مقام گنگوہ میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مزار مبارک سے مشرقی جانب تقریباً تیس قدم دور اپنے جدی مکان میں ہوئی۔

سلسلہ نسب

آپ والد ماجد اور والدہ ماجدہ دونوں کی جانب سے شریف النسب اور نجیب الطرفین شیخ زادہ انصاری اور ایوبی النسل تھے اور آپ کا نسبی سلسلہ جدہ کی جانب سے گیارہوں پشت پر قطب العالم شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے جا ملتا ہے۔ اور روحانی سلسلہ بھی جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا حضرت شیخ موصوفؒ سے ملتا ہے۔ گویا آپ نسبی اور روحانی دونوں طور پر گنگوہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح جانشین ہوئے کہ آپ کی ذات گرامی قدر سے گنگوہ کا نام دوبارہ چاردانگ عالم میں پھیلا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ گنگوہ کی گذشتہ عظمت وشہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ صاحب تذکرۃ الرشید حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی تذکرۃ الرشید میں رقم فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۲۳ جمادی الآخر ۹۴۵ھ ہجری کو اس عالم جسمانی سے انقطاع فرمایا اور تیسری صدی کا آخری سال ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ اس خاندان ایوبی کا نام باقی رکھنے والے اور قدوسی مسند کی عزت سنبھالنے والے نونہال نے اپنے وجود مسعود سے خانہ عالم معمور اور وہی قصبہ گنگوہ آباد کیا جس میں قدوسی خانقاہ اپنے شیخ کے سچے جانشین کی تلاش میں تین سو برس سے پریشان حال و ویران پڑی ہوئی تھی یعنی تیسری صدی کے پورے اختتام پر شیخ عبدالقدوس کے وصال کا سال اور مہینہ اور دن یعنی ۲۳ جمادی

الآخر ۱۲۴۵ء کا روز جب آیا ہے تو ہمارے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ پورے سات ماہ اور سات دن کی عمر پا چکے تھے۔ فالحمد اللہ علی احسانہٖ۔ (تذکرۃ الرشید، ص ۱۵)

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دادھیال دراصل قصبہ رام پور ضلع سہارنپور تھی مگر حضرت کے دادا قاضی پیر بخش صاحب مرحوم نے گنگوہ کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ اس لیے آئندہ نسل کا انتساب گنگوہ کی جانب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح جانشین نسبی روحانی اور وطنی طور پر ان کا جانشین ہو۔

والدین

حضرت مولانا کے والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب گنگوہ ہی میں پیدا ہوئے۔ یہیں تربیت ہوئی اور پھر یہیں انصاری خاندان میں مولانا محمد نقی صاحب کی ہمشیرہ سے شادی ہوئی۔ مولانا محمد نقی صاحب کے چھوٹے بھائی مولوی محمد شفیع صاحب ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں شہید ہوئے مولانا محمد نقی صاحب حضرت مولانا گنگوہی کے خسر بھی ہیں اور ماموں بھی کیونکہ ان کی صاحبزادی خدیجہ حضرت مولانا کے عقد میں آئیں۔ حکیم مولانا مولوی مسعود احمد گنگوہی اور مولانا مولوی محمود احمد صاحبؒ (صاحبزادگان حضرت گنگوہی) اسی عفت مآب خاتون سے پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا کے والد ماجد اپنے زمانہ میں مقدس عالم اور بڑے دینی مقتدا تھے آپ نے تعلیم شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے علماء سے حاصل کی اور روحانی تربیت حضرت مولانا شاہ غلام علی مجددی دہلوی سے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کامل سے مولانا ہدایت احمد مرحوم سلوک وتصوف سے بھی خاصہ حصہ پائے تھے۔ نہایت خوشنویس اور زودنویس تھے عملیات اور تعویذ گنڈے بھی کیا کرتے تھے اور بروایت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سے مجاز بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پنتیس سال کی عمر میں ۱۲۵۲ھ میں اس جہاں سے اٹھالیا۔ جبکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف سات سال کی تھی۔ اور حضرت مولانا صرف والدہ ماجدہ کی تربیت میں رہ گئے اور سرپرستی جدامجد قاضی پیر بخش صاحب نے کی۔

حضرت مولانا کا بچپن

جن لوگوں نے آگے چل کر بڑا آدمی بننا اور لوگوں کی اصلاح وفلاح میں اپنی زندگی بسر کرنا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ انہیں شروع ہی سے بیکار باتوں، لایعنی حرکتوں اور فضول کھیل کود سے دور بلکہ متنفر رکھتا ہے اور جن لوگوں نے تجدید واحیائے دین کا کام سرانجام دینا ہوتا ہے وہ بچپن ہی سے اپنی فطرت میں متبع سنت وشریعت ہوتے ہیں یہ نہیں کہ بڑے ہو کر محض لوگوں کے دکھاوے کے لیے یا طعن وتشنیع سے بچنے کے لیے شرعی شکل وصورت بنالی۔ تاکہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں۔

لم تقولون مالاتفعلون. (القرآن) کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

یہ لوگ اگرچہ تعلیم وتدریس حاصل کرتے ہیں لیکن وہبی طور پر سلیم الفطرت ہوتے ہیں کہ اگر ان کی تعلیم وتربیت نہ بھی ہوتی تو اپنی سلامتی طبع سے بہرحال صراط مستقیم پر چلتے چاہے شیخ ومرشد نہ ہوتے حضرت مولانا گنگوہی بچپن ہی سے ؎

بالائے سرش زہوشمندی — می تافت ستارۂ بلندی

کا مصداق تھے چنانچہ اس سلسلے میں ان کے بچپن کی بیسیوں حکایات میں سے دو چار پیش کی جاتی ہیں۔

تصویر سے نفرت

حضرت مولانا قدس سرہٗ چونکہ بچپن ہی سے بالطبع سلیم القلب اور شیدائی سنت تھے۔ اس لیے کبھی آپ نے اپنے مکان میں کوئی تصویر نہیں رہنے دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ساڑھے چار برس چھوٹی آپ کی صرف باپ شامل علاتی بہن ـــــــ بچپن میں گڑیاں کھیلتی تھیں۔ حضرت قدس سرہٗ جس وقت باہر سے تشریف لاتے تو گڑیوں کو توڑ مروڑ کر پھینک دیا کرتے تھے۔

خدا اور رسول پر پختہ یقین

ایک مرتبہ اثنائے وعظ میں فرمایا: میں اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے طفولیت ہی میں مجھے وہ

یقین عطا فرمایا تھا کہ لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتا اور جمعہ کا وقت آجاتا تو کھیل چھوڑ کر چلا آتا اور لڑکوں سے کہہ دیتا تھا کہ ہم نے اپنے ماموں صاحب سے سنا ہے کہ تین جمعہ کا چھوڑنے والا (ہاں جمعہ فرض ہو) منافق لکھا جاتا ہے لوگوں کو کہتا ہوں آخر مسلمان ہیں خدا اور رسول پر تو یقین ہوگا ہی۔ پھر ایسے غافل کیوں ہیں۔

اندازہ کیجئے کہ جس فرمان (رسول اللہ ﷺ) پر لوگ بڑے ہو کر عمل نہیں کرتے۔ حضرت مولانا بچپن میں اس کا کتنا خیال کرتے اور کیسا پختہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ آدمی منافق ہو جائے گا جو مسلسل تین جمعے چھوڑ دے گا۔ اور بچوں کے ساتھ کھیلنے وغیرہ میں اکثر ایسا ہوتا کہ اکثر ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے بلکہ ایک طرف بیٹھ جاتے اور یوں کہہ دیا کرتے تھے کہ بھئی تم سب کھیلو۔ میں تمہارے کپڑوں کی حفاظت کرونگا۔

بچپن ہی میں عبرت و نصیحت آموزی

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ آپ کی عمر چار یا پانچ سال کی تھی کہ والدہ ماجدہ نے آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی عنایت احمد کو دودھ بانٹ کر دیا۔ آپ بتقاضائے عمر ضد کرنے لگے کہ مجھے دودھ کم دیا ہے۔ بڑے بھائی نے دونوں جگہ کا دودھ پی لیا۔ مولانا کو زیادہ تو کیا ملتا۔ اپنا حصہ بھی گیا۔ بس اسی عمر میں یہ سبق حاصل کر لیا کہ بے جا ضد کرنا یا ہٹ کرنا اپنا نقصان اور حق کا ضائع کرنا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد پھر کبھی ضد نہیں کی۔ فرمایا کرتے کہ "مجھے دودھ کے قصہ سے یہ تجربہ حاصل ہو چکا ہے ضد کرنے کا نتیجہ اپنے اصل حصہ سے محروم ہو جانا ہے"۔

ایک تمغائے جوانمردی ہے ناسخ ترک عرض
عمر بھر میں ہے دم آب اکتفا تلوار کو

بچپن میں قناعت و استقلال

جس عظیم ہستی نے لوگوں کو قناعت و استقلال اور صبر و شکر کی تلقین کرنا تھی۔ اور لوگوں کے دلوں سے حرص و طمع اور غرض و جاہ اور دنیا کی محبت کو نکال کر اس میں خدا اور رسول کی محبت پیدا کرنا تھی۔ ضروری تھا کہ وہ خود اس پر بچپن ہی سے عامل ہو۔ صبر و قناعت اور استقامت کا یہ جوہر بچپن میں کس قدر تھا اس کی مثال تذکرۃ

الرشید سے پڑھیے:

''ایام طفولیت میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بخار میں مبتلا ہوئے اور مرض کو اس قدر امتداد ہوا کہ کامل چار سال تک بخار نے پیچھا نہ چھوڑا۔ ایام مرض اور اثنائے معالجہ میں طبیب نے صرف مونگ کو غذا بنا دیا اور تمام اشیاء سے پرہیز کرا رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت نے اس طویل مدت تک مونگ ہی پر اکتفا فرمایا۔ اور متواتر چار سال تک مونگ کی دال اور مونگ کی روٹی یا مونگ کی کھچڑی تناول فرمائی نہ کبھی اکتائے نہ گھبرائے نہ شکایت کی نہ رونی صورت بنائی نہ دوسری چیز کی خواہش کی اور نہ اس ایک قسم کے کھانے سے جی پر میل لائے۔''

ایک طعام پر گذران جوان اور پختہ عمر کے لوگوں کے چاہے وہ کتنا لذیذ ہی کیوں نہ ہو کس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ ہر ایک کر سکتا ہے۔ مگر یہاں ایک بچے کے صبر اور حوصلہ کو دیکھئے کہ کس طرح چار سال ایک کھانے پر اکتفا کی ہے۔

نماز کا شوق اور غیبی حفاظت

ساڑھے چھ سال کی عمر تھی کہ آپ سے ایک ایسی کرامت حسیہ اور استقلال وتوکل کا ظہور ہوا کہ جس سے آپ کے مقبول بارگہ احدیت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ آپ بچپن ہی میں نماز کے پابند تھے جمعہ کا قصہ تو گزر ہی چکا۔ عام نمازوں کے اوقات کا بھی خیال رکھتے۔ ایک دن شام کو ٹہلتے ٹہلتے قصبہ سے باہر نکل گئے وہاں غروب آفتاب کا وقت ہو گیا تو احساس ہوا کہ مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ عباس کے پھولوں کی دو چھڑیاں ہاتھ میں لیے بسرعت پلٹے پہلے گھر آئے اور والدہ کو چھڑیاں پکڑائیں کہ یہ رکھو میں نماز پڑھنے جاتا ہوں۔ جھپٹتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے تو جماعت کھڑی تھی۔ وضو کے لیے لوٹوں کی طرف بڑھے تو خالی تھے۔ دیر میں دیر اور ہوئی گھبرا کر پانی کھینچنے کے لیے کنویں میں ڈول ڈالا۔ ڈول وزنی تھا گھبراہٹ میں رسی پاؤں میں الجھ گئی تھی ہاتھ پاؤں جماعت کے فوت ہونے کے کے خدشہ سے پھولے ہوئے تھے۔ ذرا جھٹکا لگا اور ڈرہم سے کنویں میں گر گئے۔ نمازیوں کو نماز میں احساس ہوا کہ کوئی کنویں میں گر گیا۔ امام صاحب نے جلدی نماز پوری کرائی اور تمام نمازی جلد کنویں کی طرف لپکے۔ اب ہر ایک کنویں میں جھانکنے لگا۔ اندر سے آواز آتی ہے ''گھبراؤ نہیں

میں بہت آرام سے بیٹھا ہوں‘ قدرت حق تعالیٰ یہ ہوئی کہ ڈول اُلٹا پانی میں گرا آپ جب گرے تو حواس مجتمع کر کے فوراً اس پر بیٹھ گئے جب آپ کو باہر نکالا گیا تو معلوم ہوا کہ پاؤں کی چھوٹی انگلی میں خفیف سی خراش آئی ہے اور بس اب اس قصہ سے استقامت و استقلال اور مصیبت سے نہ گھبرانا۔ اطمینان سے نماز ختم ہوئے تک بیٹھے رہنا کشائش و فرج من اللہ کا انتظار دوسروں کو اطمینان دلانا۔ خدا پر توکل و اعتماد اور مقدمات نماز میں تکالیف کا ایسا تحمل کہ کلمہ شکایت زبان پر نہ آئے یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ابتدا ہی سے آپ کو اللہ کی حفاظت و رہنمائی میں فطرت کی راہوں پر چلتے ہوئے عمدہ خصائل و عادات کے حامل تھے۔ غرضیکہ بقول صاحب تذکرۃ الرشید: ’’حق تعالیٰ شانہ نے علمائے زمانہ کے مقتدا بننے والے امام کو ابتداء ہی سے عادات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے ساتھ سنوارا اور آراستہ فرمایا تھا۔ بچپن ہی میں ایک خدا ترس، رحمدل، عابد، خوش خلق، متین و سنجیدہ غیور و باحیاء، صابر و مستقل مزاج، حلیم و بردبار، مہذب و باادب اور نہایت درجہ سلیم الطبع ثابت ہو چکے تھے آپ کو ضد اور اصرار، ہٹ دھرمی و شرارت چھچھوراپن اور بے تہذیب و غیر تربیت یافتہ بچوں کی عادتوں سے طبعاً نفرت تھی آپ کا سات سال تک ناز پروردگی اور لاڈ پیار کا زمانہ اور آٹھویں سال یتیمی یعنی سرپرست و مربی کا سایہ سر سے اٹھ جانا جن عادات کو مقتضی ہے ان بدخصلتوں کا آپ میں نام بھی نہ تھا۔

تعلیم و ذہانت

آپ کے قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کے متعلق معلوم نہیں ہوسکا کہ کہاں سے پڑھا غالباً گھر ہی میں والدہ ماجدہ سے یا والد ماجد سے پڑھ لیا ہوگا۔ آپ کے سوانح میں آپ کے پہلے استاد کا اسم گرامی میانجی قطب بخش صاحب مرحوم ہے۔ آپ نے ان سے چند دن بعد اپنی ذہانت و ذکاوت کا اعتراف کرالیا۔ میاں جی مرحوم حضرت کے ننھیال کی طرف سے رشتہ دار بھی تھے لہٰذا غایت شفقت کے ساتھ ساتھ استادانہ سختی و ڈانٹ ڈپٹ بھی رکھتے تھے۔ ان کے بعد فارسی آپ نے کرنال میں اپنے منجھلے ماموں مولوی محمد نقی مرحوم سے پڑھی جو فارسی کے مسلم الثبوت استاذ تھے۔ اسی طرح فارسی کا کچھ حصہ مولوی محمد غوث مرحوم سے پڑھا۔ فارسی پڑھنے کے بعد عربی کا شوق ہوا اور آپ نے ابتدائی صرف و نحو کی کتابیں جناب مولوی محمد بخش صاحب رامپوری سے

پڑھیں۔ رامپور حضرت کی دادھیال اور آپ کے دادا قاضی پیر بخش کا اصل مسکن تھا۔ لہٰذا آپ کی روحانی تربیت کا سلسلہ بھی ادھر منتقل ہوا۔ مولوی محمد بخش موصوف آپ کے نہایت شفیق استاد تھے آپ کو حزب البحر اور دلائل الخیرات کی اجازت اپنے استاد مولوی محمد بخش صاحب ہی سے ملی۔ مولوی صاحب نے ابتدائی کتب پڑھانے کے بعد مشورہ دیا کہ آپ تکمیل تعلیم کے لیے دہلی چلے جائیں۔ وہاں بڑے بڑے کامل الفن اساتذہ موجود ہیں۔ یہ قصہ ۱۲۶۱ھ کا ہے جب کہ آپ ہدایۃ النحو پڑھتے تھے چنانچہ آپ نے استاد کے صائب مشورہ پر دہلی کا سفر کیا۔

ورود دہلی

ان دنوں دہلی میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ، مولانا شاہ احمد سعید صاحبؒ اور حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کی بہت شہرت تھی۔ آخر الذکر عربک سکول میں صدر مدرس تھے اپنی علمی قابلیت اور فکری صلاحیتوں کی وجہ سے آفاقی شہرت کے مالک مولانا مملوک علی نانوتہ کے رہنے والے تھے ۱۲۶۰ھ کو ایام تعطیل گذارنے گئے تو واپسی پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو تعلیم کے لیے اپنے ساتھ لے آئے۔ حضرت گنگوہیؒ ۱۲۶۱ھ کو دہلی پہنچے۔ اِدھر اُدھر پھر پھرا کر درسگاہوں کو جانچتے رہے لیکن کہیں تسلی نہ ہوئی ایک دن مولانا مملوک علی کے ہاں پہنچے تو آتے ہی دل لگ گیا اور فیصلہ کرلیا کہ یہیں پڑھوں گا۔ اللہ کو منظور تھا کہ اپنے زمانہ کے شمس وقمر ایک جگہ تعلیم حاصل کر کے برصغیر میں اشاعت کتاب وسنت کی ایسی تحریک چلائیں کہ تاقیامت اس کا سلسلہ چلتا رہے۔ چنانچہ محمد قاسم کو نانوتہ سے رشید احمد کو گنگوہ سے لاکر ایک استاد کے دامن سے باندھ دیا جس طرح ذہین شاگرد کو لائق استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح قابل استاد کو ذکی شاگردوں کی۔ اپنے دور کے سب سے ذہین لڑکے مولانا مملوک جیسے نادرہ روزگار استاد کو مل گئے۔ اور انہوں نے ان کو ایسی تعلیم دی کہ ان کی وجہ سے پورا ہندوستان علم دین سے جگمگا اٹھا۔

ذہانت وذکاوت

دونوں ساتھی مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی میر زاہد، قاضی، صدرا شمس بازغہ ایسے

پڑھا کرتے تھے جیسے حافظ منزل سناتا ہے کبھی کہیں کوئی لفظ پوچھنا ہوتا تو پوچھ لیتے ورنہ ترجمہ تک نہ کرتے فرفر پڑھتے جاتے۔ دوسرے شاگردوں کو خیال ہوتا کہ یونہی عبارت پڑھے جاتے ہیں سمجھتے کچھ نہیں کتابوں کے ختم کر لینے کا نام چاہتے ہیں چنانچہ ایک دفعہ استاد سے شکایت کی۔ استاد نے فرمایا کہ میرے سامنے طالب علم بے سمجھے نہیں چل سکتا۔ (بیس بڑے مسلمان)

قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کی ابتداء تعلیم کا تفصیلی حال تذکرۃ الرشید میں مفصل لکھا ہے۔ اس میں صفحہ اٹھائیس پر لکھا ہے کہ حضرت گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ ایسے ہم سبق اور ساتھی بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ اللہ جل شانہ نے فلک علم کے ان منیرین کو وہ برکات عطا فرمائی تھی کہ میر زاہد قاضی صدرا شمس بازغہ ایسا پڑھا کرتے تھے جیسے حافظ منزل سناتا ہے کہیں کوئی لفظ دریافت کرنا ہوتا تو دریافت کر لیتے تھے باقی ترجمہ تک بھی نہیں کرتے تھے۔ مولانا کے دوسرے شاگردوں کو یوں خیال ہوتا تھا کہ کچھ سمجھے سمجھائے نہیں یوں ہی ورق گردانی کرتے اور کتابوں کے ختم کرنے کا نام چاہتے ہیں۔ چنانچہ کسی نے حضرت مولانا سے کہہ بھی دیا مگر مولانا مملوک العلی صاحب نے یہ جواب دیا کہ ''میاں میرے سامنے طالب علم بے سمجھے چل نہیں سکتا'' اور دوسری جگہ صفحہ انتیس ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے مشکوٰۃ شریف مخصوص اللہ بن رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ نور اللہ مراقدہم کو پڑھ کر سنائی۔ یعنی ترجمہ وغیرہ کچھ نہیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ کبھی کبھی ان دونوں منیرین اور قمرین کے درمیان میں کسی مسئلہ پر بحث ہو جاتی اور گھنٹوں تک رہا کرتی، استاذ نور اللہ مرقدہ ہم بھی بہت غور سے ان دونوں کے مباحثہ کو سنتے اور ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو جاتے اور کبھی لوگوں کے ٹھٹ لگ جاتے اور خاص و عام کا مجمع ہو جاتا۔

ایک مرتبہ ایک استاذ نے دونوں کی تقریر سن کر یہ کہا قاسم ذہین آدمی ہے اپنی ذہانت سے قابو میں نہیں آتا ورنہ اس مسئلہ میں رشید احمد حق پر ہے۔ (آپ بیتی)

اساتذہ کرام

مولانا مملوک علی کے علاوہ آپ نے بعض علوم عقلیہ مولانا مفتی صدر الدین سے بھی پڑھے اور

حدیث قدوۃ العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی سے پڑھی۔ نانوتوی وگنگوہی دونوں شاگرد یہاں بھی (یعنی حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے پاس) اپنی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے استاد کی خصوصی عنایات کے مستحق ٹھہرے۔

مریدوں میں حضرت شاہ صاحب کی توجہ کا مرکز زیادہ تر حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند تھے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہٗ سے بھی تلمذ کا شرف حاصل کیا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے معقولات کی اکثر کتب اور تفسیر اصول فقہ ومعانی وغیرہ کی اکثر کتابیں مولانا مملوک علی صاحب سے۔ اور صحاح ستہ کی کل کتابیں حرفاً حرفاً حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ تھوڑا بہت تلمذ جو دوسرے اساتذہ سے رہا ان میں مفتی صدرالدین صاحب، مولانا شاہ احمد سعید صاحب اور قاضی احمد دین صاحب پنجابی ہیں۔ رحمہم اللہ اجمعین۔

تعلیمی مدت

آپ کی دہلی میں تعلیمی مدت تقریباً چار سال بنتی ہے اس مدت کو ملاحظہ کیجئے اور پھر آپ کے مبلغ علم اور استعداد کو دیکھئے کہ جس کا مخالفین بھی اعتراف کرتے ہیں دونوں طرف کو دیکھ کر نہایت تعجب ہوتا ہے کہ علم کا اتنا سمندر آپ نے اس تھوڑی مدت میں کیسے پی لیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بہت ذہین ذکی اور فطین تھے۔ شب وروز کے چوبیس گھنٹوں میں بمشکل سونے کھانے اور دیگر ضروریات میں سات آٹھ گھنٹے صرف کرتے ہوں گے۔ باقی سارا وقت مطالعہ وکتب بینی میں صرف ہوتا تھا اور مطالعہ میں آپ اس قدر منہمک ہوتے کہ پاس پڑا ہوا کھانا کوئی دوست اٹھا کر لے جاتا مگر آپ کو خبر نہ ہوتی۔ بارہا ہوا کہ مطالعہ کرتے کرتے سو گئے۔ صبح کو اٹھے تو معلوم ہوا کہ کھانا شام کا اسی طرح پڑا ہے رات کھایا نہیں ہے۔ مدرسہ کو آتے جاتے اِدھر اُدھر کبھی نہ دیکھتے۔

نکاح

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے چار حقیقی ماموں تھے جن میں بڑے ماموں مولانا محمد نقی صاحب کی

صاحبزادی مسماۃ خدیجہ خاتون سے آپ کی منگنی ہوچکی تھی۔حضرت گنگوہی صاحبؒ جب اکیس برس کے ہوئے تو ماموں نے آپ کے دادا سے تقاضا کیا کہ نکاح کر دیا جائے۔اس لئے دہلی سے واپس آپ پران کے نکاح کی تاریخ مقرر ہوگئی۔آپ جب کپڑے پہنا کر گھر لائے گئے تو ایک اندھی میراثن چندیا نامی نے دنیا کی رسم کے مطابق ایک بے تکا مصرعہ گوندھ لائی مالن سہرا منہ سے نکالا۔حضرت کہ متبع سنت وشریعت تھےاس کے سننے کی کہاں تاب رکھتے بے اختیار جلال میں آکر ایک دھول رسید کی اس کو تو منہ بند ہوگیا مگر گھر کے چھوٹے بڑے اس میراثن پر روپے پیسے نچھاور کرنے لگے کہ خدا کے لیے دولہا کو کوسیے مت جو ہونا تھا سو ہوا بدشگونی کا کوئی لفظ منہ سے نہ نکلے۔

مردانہ جائے نکاح میں تشریف لائے تو مہر پانچہزار سکہ چہرہ شاہی سنکر دولہا بننے کی حالت ہی میں صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس مقدار کا متحمل نہیں ہوسکوں گا۔آپ کے خسر اتفاق سے موجود نہ تھے بالآخر بڑے بوڑھوں کے اصرار پر راضی ہوئے۔لیکن نکاح کے متصل ہی آپ کی زوجہ محترمہ نے سارا قصہ سنکر مہر معاف کر دیا۔اس طرح حضرت کے صفا کیش قلب کو کلی راحت حاصل ہوئی۔حضرت کی اہلیہ کی عمر پندرہ سال اورآپ کی اکیس سال تھی۔

حفظ قرآن

جوانی میں شادی کے دن سے ایسے ہوتے ہیں کہ اِدھر اُدھر کے تمام مشاغل بالائے طاق رکھ دیئے جاتے ہیں لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عین ان دنوں قرآن پاک حفظ کرنا شروع کر دیا۔اپنے جدی مکان میں ایک کوٹھری میں سارا دن قرآن پاک یاد کرتے رہتے نماز کے اوقات میں کلام مجید پر رومال ڈال کر اُٹھ کھڑے ہوتے اور مسجد میں نماز باجماعت ادا کر کے پھر اُسی جگہ آبیٹھتے۔آخر اس لازوال دولت سے مالا مال ہوئے اور رمضان المبارک کی تراویح میں قرآن پاک سنایا۔

سلوک وتحصیل معرفت

خدا طلبی اور معرفت خدواندی کا شوق ازل سے آپ کے قلب مبارک میں ودیعت تھا چنانچہ تحصیل

علم اور نکاح کے بعد اب مرشد کامل کی تلاش ہوئی جو آپ کو تھانہ بھون ضلع مظفر نگر لے آئی اور اس نعمت عالی سے سرفراز ہوئے کہ جس کی طلب میں سلاطین دنیا کو تخت و تاج کا چھوڑنا آسان معلوم ہوتا ہے

بازار عشق وشوق محبت کے جان فروش
لپکیں کہ چل چلاؤ ہے دنیائے دون کا
سیکھیں طریق وصل ولقاء خدائے پاک
دل بیچ کہ خریدلیں سودا جنون کا

دہلی میں تعلیم کے دوران میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ چار سال اس طرح یک جان و دو قالب رہے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ازل سے ایک دوسرے کے ساتھی چلے آرہے ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نانوتہ کے تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی ننھیال نانوتہ میں حضرت نانوتویؒ کے خاندان میں تھی اس طرح آپس میں خاندانی رابطہ بھی تھا اور حضرت حاجی صاحبؒ کی ہمشیرہ بھی نانوتہ بیاہی ہوئی تھیں اس لیے حضرت حاجی صاحب اکثر نانوتہ تشریف لاتے۔ تو حضرت مولانا محمد قاسم اور حضرت مولانا محمد یعقوب دونوں حاضر خدمت ہوتے۔ حاجی صاحب کا ان دونوں نونہالان چمنستان علم کے ساتھ بچپن ہی سے غایت شفقت ومحبت اور اخلاص کا معاملہ تھا۔ کتاب کی جز بندی دونوں بزرگوں نے حضرت حاجی صاحب سے سیکھی۔ حضرت نانوتوی جب وطن سے دہلی اور دہلی سے وطن جاتے تو تھانہ بھون ضرور حاضری دیتے یہ ہمیشہ کا معمول تھا۔ اور اعلیٰ حضرت حاجی صاحب جب دہلی جاتے تو مولانا مملوک علی کے پاس قیام فرماتے۔ اس طرح شاگرد رشید مولانا مملوک علی حضرت نانوتوی کو حاجی صاحب کی زیارت ہوتی رہتی۔ حضرت نانوتوی تمام ساتھیوں سے عموماً اور خصوصی رفیق ومحبّ حضرت گنگوہی سے خصوصاً حاجی صاحب کا تذکرہ کرتے رہتے۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی جو پہلی زیارت حضرت گنگوہی صاحبؒ نے کی وہ یہیں دہلی میں مولانا مملوک علی کے ہاں کی۔ دونوں بزرگ دہلی میں جب پڑھتے تھے تو مولانا مملوک علی سے عرض کیا کہ سُلّم پڑھا دیجئے۔ انہوں نے فرصت نہ ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا۔ آخر شاگردوں کے اصرار پر ہفتہ میں دو دن مقرر

ہوئے۔ایک دن سبق ہو رہا تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے یہ کون تھے یہ قصہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیے بڑا لطف آئے گا۔

''ہفتہ میں (سُلّم کے) دو سبق ہونے لگے تو اس سبق کی ہمیں بڑی قدر تھی۔ایک روز یہی سبق ہو رہا تھا کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آنکلے اور ان کو دیکھ کر حضرت مولوی صاحب معہ تمام مجمع کے کھڑے ہوگئے اور فرمایا لو بھائی حاجی صاحب آگئے۔حاجی صاحب آگئے اور (حضرت مولانا سے) مخاطب ہو کر فرمایا کہ لو بھائی رشید اب سبق پھر ہوگا۔ مجھے سبق کا بہت افسوس ہوا۔اور میں نے مولوی محمد قاسم صاحب سے کہا کہ بھئی یہ اچھا حاجی آیا ہمارا سبق ہی رہ گیا۔مولوی محمد قاسم نے کہا ہا ہا ایسا مت کہو یہ بزرگ ہیں اور ایسے ہیں ایسے ہیں۔ہمیں کیا خبر تھی کہ یہی حاجی ہمیں مونڈ لیں گے۔اول زیارت مجھے اس وقت ہوئی تھی اس کے بعد حضرت حاجی صاحب ہم دونوں کا حال دریافت فرمایا کرتے۔اور یوں کہا کرتے تھے کہ سارے طالب علموں میں وہ دو طالب علم (مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی رحمہما اللہ) ہوشیار معلوم ہوتے ہیں اور بس''۔

دوسری ملاقات تھانہ بھون میں ہوئی جبکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی طالب علموں کے ساتھ تھانہ بھون گئے اور سب طلبہ نے مسجد میں قیام کیا۔حضرت گنگوہی کا جوتہ بدلا گیا اتنے میں حاجی صاحب آگئے اور فرمایا کہ جوتہ (بدلا ہوا) دکھاؤ اور چراغ کے سامنے دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو حبیب حسن کا ہے۔حالانکہ حاجی صاحب حبیب حسن کو بھی نہ جانتے تھے جوتا تو کیا پہچانتے۔حضرت گنگوہی نے یہ ماجرا دیکھا تو کشش سی پیدا ہوئی کہ حاجی صاحب صاحب کشف آدمی ہیں (ان کی پہلی تعریفات ان کے ذہن میں تھیں) ویسے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ تھا کہ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونگا۔کیونکہ آپ کے صحاح کی کتب پڑھنے کے دوران ان کے تقویٰ و زہد اور اخلاص عمل کا خوب مشاہدہ کر چکے تھے مگر دل کی بات زبان پر نہ لا سکے اور بغیر کسی کے بیعت ہوئے تکمیل علوم کرکے گنگوہ آگئے۔

تیسری ملاقات

ایک مرتبہ گنگوہ مسجد میں بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ ایک بزرگ تشریف لائے اور پاس آکر کھڑے

ہو گئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے نظر اوپر اُٹھائی تو ایک نورانی صورت نظر پڑی لیکن پہلی نظر میں پہچان نہ سکے اور پوچھا کون جواب ملا۔ امداد اللہ۔ حضرت فوراً اُٹھے اور تعظیم وتکریم سے پیش آئے اور اس سے زیادہ شفقت ومحبت کا مظاہرہ حاجی صاحب کی جانب سے ہوا۔

چوتھی ملاقات

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی گنگوہ بالقصد آنے یا کہیں آتے جاتے گنگوہ اتفاقیہ قیام ہوتا تو مولوی سراج الدین کے مکان پر قیام فرماتے تھے جو ملازم ہونے کے باوجود نہایت پارسا اور متقی انسان تھے کبھی رشوت یا اس قسم کا کوئی پیسہ کسی سے نہیں لیا۔ یہ حضرت گنگوہی کے رشتہ دار تھے۔ ایک ملاقات ان کے ہاں ہوئی۔ اسی ملاقات یا کسی اور ایسی ہی ملاقات میں حضرت حاجی صاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میاں رشید احمد اللہ کا نام سیکھنے اور کہیں مرید ہونے کی تمنا ہے یا نہیں؟ مولانا نے جواب دیا کہ حضرت جی تو بہت چاہتا ہے۔ حاجی صاحب نے پوچھا کہ کہاں اور کس طرف میلان ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ اب تک جتنا غور وفکر کیا دو حضرات میں ایک کا غلام بنوں گا یا حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا یا آپ کا۔ اعلیٰ حضرت مسکرائے اور یہ فرما کر ٹال دیا کہ ہاں صاحب شاہ عبدالغنی صاحب عالم بھی مشہور ہیں محدث ہیں علماء تو علماء ہی کی طرف جھکتے ہیں مجھے کیوں شامل کرتے ہو۔ میں بے چارہ پڑھا نہ لکھا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے بظاہر تو اپنی طرف سے رغبت کم کی مگر اندر ہی اندر دل کھینچ لیا۔ اس گفتگو کے بعد آپ کا ارادہ حاجی صاحب کے متعلق ہو گیا۔

تھانہ بھون حاضری اور بیعت

تھانہ بھون میں ایک بڑا عالم حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی مولانا شیخ محمد صاحب رہتے تھے ان کی ایک تحریر کسی نے حضرت گنگوہیؒ کو بھیجی جس میں لکھا تھا کہ ''روضہ سرور کائنات ﷺ میں جو جگہ ایک قبر کے لیے چھوٹی ہوئی ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہونگے اور یہ امر قطعی ہے اس کا منکر ایسا ہے اور ویسا ہے''۔ حضرت مولانا نے بجائے تصدیق وتصویب کرنے کے لکھدیا کہ سارا ثبوت باحادیث واخبار

احاد ہے اس لئے علم ظنی حاصل ہوگا قطعیت کا ثبوت دشوار ہے۔حضرت شیخ محمد صاحب کی نظر سے یہ تحریر گزری تو غضب میں آگئے کہ ایک طفل مکتب نے میرا رد کرنا چاہا اسی حالت میں ایک رسالہ اپنے موقف کی تائید میں لکھ کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا مولانا نے دیکھا تو سوائے ان احادیث وآثار کے ذکر اور اسناد کی تفصیل کے جن میں یہ مضمون وارد ہے اور کچھ بھی نہ تھا۔اور اس کا اقرار مولانا نے اپنی پہلی تحریر میں ہی کرلیا تھا۔مولانا نے اس رسالہ کے پشت پر لکھ دیا کہ:''میں نے نہ احادیث کا انکار کیا نہ اس کا دعویٰ کہ یہ مضمون ثابت نہیں ہاں میں نے یہ لکھا ہے اور اب بھی لکھتا ہوں کہ اس بحث کی جملہ اخبار واردہ احاد ہیں ان سے مضمون کی قطعیت کیونکر ثابت ہو جائے گی جو میرا شبہ ہے اس کا اس رسالہ میں جواب نہیں اور جو احادیث مذکور ہیں ان کا میں منکر نہیں''۔

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب اگرچہ بہت نیک صالح اور فاضل شخص تھے علم کا غلبہ تھا اور علم کے لیے تفقہ لازم نہیں اس مسئلہ میں چوک گئے تھے۔مگر اپنی غلطی سمجھ نہ آئی لیکن چونکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بات مدلل تھی لہٰذا جواب بھی پھر نہ دے سکے البتہ دو چار جگہ کہا کہ کل کا بچہ مجھے طفل لکھتا ہے۔حضرت مولانا نے جواب دیا کہ نہیں میں نے تو آپ کی اس شعر میں تعریف کی ہے کہ شہ سوار ہونے کے باوجود گر گئے بچہ کیا گرے گا اور کہاں سے گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلتا ہے۔بہر حال بات چل نکلی تھی حضرت مولانا کا علمی جوش جسے حمیت دین کہیے آپ کو تحریک کرتا تھا کہ آپ بالمشافہ تھانہ بھون جا کر حضرت مولانا شیخ محمد سے بات کریں۔ایک سفر برات کا پیش آیا۔اس سفر میں حضرت مولانا سے بات چیت اور حضرت حاجی صاحب سے درخواست بیعت کا ارادہ کرلیا۔رسالہ ساتھ لے لیا اور برات کی واپسی پر تھانہ بھون چلے گئے۔جلدی واپس آنے کا خیال تھا لہٰذا جو کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کے علاوہ کوئی اور جوڑا ساتھ نہ تھا اور اس بات چیت کرنے کے لیے کئی دفعہ تصحیح نیت کی استخارہ کیا اور غور وفکر کے بعد ارادہ کیا کہ حق کے اظہار کے لیے جا رہا ہوں۔

ظہر کی نماز کے بعد تھانہ بھون پہنچے حضرت حاجی صاحب سہ دری میں تلاوت قرآن کر رہے تھے

حضرت مولانا حاضر ہوئے سلام مسنون کے بیٹھ گئے۔حاجی صاحب نے تلاوت قرآن کے بعد پوچھا کہ کیسے آئے آپ نے فرمایا مناظرہ کے لیے آیا ہوں۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا! ہاہا ایسا ارادہ نہ کرنا میاں وہ ہمارے بزرگ ہیں۔بس مباحثہ کا تو یہیں فیصلہ ہو گیا۔مولانا نے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ کے بڑے ہیں تو میرے بھی بڑے ہیں۔اس کے بعد گفتگو ہوتی رہی مناسب الفاظ میں بیعت ہونے کی درخواست کی۔حضرت حاجی صاحب نے تامل ہی نہیں کیا بلکہ طلب صادق دیکھنے کے لیے انکار فرمایا۔مولانا نے بہت اصرار کیا مگر آپ انکار کرتے رہے۔مولانا کے ہاں علمی غرور ونخوت نام کو بھی نہ تھی سراپا شوق واخلاص بنکر آئے تھے۔حاجی صاحب استغناء ظاہر کرتے تھے اور یہ احتیاج وافتقار ظاہر کرتے رہے دو تین دن گزر گئے کہ حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آنے کا سبب اور حال دل پوچھا تو آپ نے بے اختیار فرمایا کہ ''جدھر دل کا میلان ہے وہ قبول نہیں کرتے دوسرے اپنی طرف کھینچتے ہیں''۔حافظ صاحب نے دلاسہ دیا کہ ابھی جلدی کیا چند روز ٹھہرو یہاں کے حالات دیکھو۔آخر جب آپ کی پختگی ہر طرح ظاہر ہو گئی تو حافظ صاحب نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں سفارش کا اجر حاصل کیا اور دو تین روز بعد اعلیٰ حضرت نے آپ کو سلاسل اربعہ میں بیعت فرمالیا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ علماء میں سے پہلے آدمی تھے جنہوں نے حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی تھی اس کے بعد تو اس کثرت سے علماء بیعت ہوئے کہ اس کی مثال شاید دنیا میں ایک آدھ ہی مل سکے۔سات آٹھ سو کے قریب علماء حاجی صاحب کے مرید تھے عوام تو پوچھنا ہی کیا۔اور اس چیز کی بشارت حضور ﷺ حاجی صاحب کو ایک خواب کے ذریعے دے چکے تھے اور یہ بشارت کا ثمرۃ تھا اور بشارت حاجی صاحب کے مقام ومرتبہ کی وجہ سے تھی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ابھی تک بیعت نہیں ہوئے تھے یہ عجب قصہ تھا کہ حضرت نانوتویؒ کے تعریف کرنے سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان ہوا۔لیکن حضرت نانوتویؒ کو حضرت گنگوہیؒ نے سفارش کر کے بیعت کرایا۔

چالیس دن میں خلافت

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن کے ارادہ سے تھانہ بھون گئے تھے لیکن حضرت حاجی صاحب کے دربار میں پہنچ کر کچھ ایسے شیخ کی محبت میں گرفتار ہوئے کہ خود ہی ایک دفعہ فرمایا کہ ''پھر تو مرمٹا'' ظاہر ہے کہ جو محبوب محبوب حقیقی سے ملا دے اس سے زیادہ محبوب اور کون ہوگا۔ اور بقول صاحب تذکرۃ الرشید: حقیقت میں حضرت مولانا اس کے بعد مرمٹے آپ نے اپنے نفس کو مار دیا ہوائے نفس کو ملیا میٹ کر دیا جس پاک نام کو سیکھنے کا قصد کیا تھا اس میں کھپ گئے۔ فنائیت حاصل کی اور اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ فناء عن الفنا پر پہنچے کہ اپنی فنائیت سے بھی بے خبر اور فانی محض بن گئے۔ حاضری کے وقت مختصر قیام کا خیال تھا۔ مگر یہ خیال کرتے کرتے کہ آج نہیں کل چلا جاؤں گا پورا ایک چلہ یعنی چالیس دن وہیں گزار دیئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی ہی رات ذکر کیا تو صبح کو حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ''تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا ہو''۔ اگر چہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کے وقت کہا تھا کہ ''حضرت مجھ سے ذکر و شغل اور محنت ومجاہدہ کچھ نہیں ہوسکتا''۔ اور اعلیٰ حضرت نے تبسم کے ساتھ فرمایا تھا کہ اچھا کیا مضائقہ ہے۔ اور مولانا نے جواب دیا تھا کہ پھر مرمٹا۔ لیکن حاجی صاحب جب آخر شب بیدار ہوئے تو مولانا کی آنکھ بھی کھل گئی دو چار کروٹیں بدلیں کہ نیند آجائے۔ مگر اعلیٰ حضرت کی توجہ کام کر چکی تھی مضطربانہ اٹھے وضو کیا مسجد کے ایک گوشے میں اعلیٰ حضرت نوافل تہجد کے بعد ذکر و شغل میں مصروف تھے اور دوسرے گوشے ہمارے ممدوح حضرت گنگوہیؒ اس کام میں مصروف تھے کہ جس کام کے نہ کرنے کی اجازت شیخ سے لی تھی۔ ایک ہی رات میں ایسی کایا پلٹ ہوگئی کہ بقول حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا ہو''۔

اور پہلی ہی شب محبوب کے ذکر سے ایسے لطف اندوز ہوئے کہ پھر ساری عمر کا وظیفہ بن گیا خود فرماتے ہیں: ''اس دن سے ذکر جہر کے ساتھ مجھے محبت ہوگئی پھر کبھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہا اور نہ کوئی وجہ شرعی اس کی ممانعت کی معلوم ہوئی''۔

یہ تو پہلی شب کا صلہ تھا ایک ہفتہ گزرنے کے بعد آٹھویں دن ہی حضرت شیخ کی جانب سے دوسری خوشخبری یہ سنائی گئی کہ ''میاں مولوی رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کو دے دی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے''۔

کپڑوں کا جوڑا ایک ہی تھا میلا ہونے پر خود ہی دھو لیتے تھے۔آخری دنوں میں بخار ہو گیا اور مولانا گنگوہیؒ اس خیال سے کہ شیخ کو تیمارداری کی تکلیف دینا گستاخی ہے اور گھر سے تقاضے بھی شروع ہو گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے بخوشی اجازت دے دی اور آپ کو شیخ نے مع متعلقین دور تک مشایعت کر کے الوداعی وقت ایک طرف کر کے کہا کہ ''اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اس کو بیعت کر لینا''۔حضرت امام ربانی حضرت مولانا گنگوہیؒ نے عرض کیا مجھ سے کون درخواست کرے گا اعلیٰ حضرت نے فرمایا تمہیں کیا جو کہتا ہوں کرنا یہ تیسرا انعام تھا جو اس پہلی حاضری کی آخری ملاقات کے وقت عطاء ہوا۔لوگ برسوں مشائخ کی خدمت میں رہ کر مجاہدہ وریاضت کی زندگی بسر کرتے ہیں پھر بھی کچھ ملا ملا نہ ملا نہ ملا۔لیکن بمصداق

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈھنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

تحریک آزادی اور حضرت گنگوہیؒ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور اس میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ سمیت ان حضرات نے جو حصہ لیا اس کا اجمالاً تذکرہ آچکا ہے تفصیل کی نہ وہاں گنجائش تھی نہ یہاں۔حضرت حاجی صاحبؒ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ تینوں حضرات کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔حضرت نانوتویؒ پیغمبر ﷺ کی سنت غار ثور پر عمل کرتے ہوئے تین دن روپوش رہے اور چونکہ غار ثور میں روپوشی کے پیغمبر ﷺ پر دشمن قابو نہ پا سکے تھے،اسی طرح اس ہندی نژاد محبّ رسول اللہ ﷺ نے تین دن کی روپوشی کے بعد (باوجودیکہ وارنٹ گرفتاری جاری اور پولیس تلاش کر رہی تھی) روپوشی سے خلاف سنت

ہونے کی وجہ سے جب مزید روپوشی سے انکار کر دیا تو سید الکونین ﷺ کی سنت کے اتباع کے صدقے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری عمل میں نہ آئی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت کا ارادہ فرمالیا اور خفیہ طریقے سے ساحل کی راہ لی۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے روانہ ہونے کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ کی مفارقت کا بے پناہ صدمہ تھا۔ آپ کو اس صدمہ میں نیند نہیں آتی تھی یہی خواہش تھی کہ کسی طرح ایک مرتبہ اور زیارت کرلوں لیکن شیخ کی جائے قیام کا علم نہ تھا بصد وقت پتہ چلا کہ آپ پنجلاسہ میں ہیں چنانچہ وہاں پہنچے ملاقات ہوئی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اصرار کیا کہ مجھ کو بھی اپنے ہمراہ لے لیجیے مگر حضرت حاجی صاحبؒ راضی نہ ہوئے اور فرمایا: میاں رشید احمد تم سے تو حق تعالیٰ نے بہتیر کام لینے ہیں گھبراؤ نہیں ہندوستان سے نکلتے وقت تم سے ضرور ملوں گا۔ اور حاجی صاحب نے ملاقات کا یہ وعدہ پورا فرمایا۔

گرفتاری اور زنداں

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پنجلاسہ سے گنگوہ تشریف لائے یہاں ان کے احباب نے اصرار کیا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں آپ کی گرفتاری کا وارنٹ نکل چکا ہے چنانچہ اپنی دادھیال قصبہ رام پور چلے گئے اور حکیم ضیاء الدین کے مکان میں مقیم ہوئے کچھ دنوں کے بعد گارڈن کرنیل فرانسیسی غلام علی سکنہ قصبہ ملی پور ضلع سہارنپور مخبر کے ہمراہ ستر سواروں کے ساتھ گنگوہ پہنچا اور آتے ہی مولانا کی تلاش کی، سوار اِدھر اُدھر پھیل گئے مسجد اور خانقاہوں کے حجروں کو دیکھا ان کے ملنے والوں کے مکان کی تلاشی بھی لی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں زاد بھائی ابوالنصر صاحب جو صورت و وضع میں حضرت سے مشابہت رکھتے تھے مسجد کے گوشہ میں گردن جھکائے مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ دوڑ کر سپاہی نے گردن پر زور کا ہاتھ مارا اور قبضہ میں لے کر پکارا چل کھڑا ہو کیا گردن جھکائے بیٹھا ہے مولوی ابوالنصر نے گردن اٹھائی اور جدھر اس نے کہا چل کھڑے ہوئے حضرت مولانا کے دروازے پر ان کو لا کھڑا کیا اور کہا کہ گھر کی تلاشی دلوا اور دکھا کیا کیا ہتھیار ہیں عرصہ تک

مولوی ابوالنصر مار کھاتے ذلت سہتے رہے مگر یہ نہیں بتایا کہ میں مولوی رشید احمد نہیں ہوں جب فوجیوں کو معلوم ہوا کہ یہ مولانا رشید احمد نہیں ہیں اوران کو حکیم امیر بخش نے بتلایا کہ حضرت مولانا رام پور ہیں اس وقت مولوی ابوالنصر کی رہائی ہوئی۔

فوجی رام پور پہنچے اور مولانا گنگوہیؒ کو حکیم ضیاء الدین صاحب کے مکان سے گرفتار کرلیا آپ کے چاروں طرف محافظ پہرہ دار تعینات کر دیئے گئے اور بند بہلی میں آپ کو سوار کر کے سہارنپور روانہ کیا بیل تیز رفتار تھے اور حکم یہی تھا کہ جلد سے جلد لے جاؤ۔ اس لیے کچی سڑک پر وہ خاک اُڑتی تھی کہ راہ گیروں کی آنکھیں اندھی ہوجاتی تھیں مولوی ابوالنصر پریشان اوران کے بوڑھے باپ مولوی عبدالغنی جنہوں نے مولانا کو روپوش کیا تھا ننگے پاؤں پا پیادہ سواروں کی تیز رفتاری کا مقابلہ کرتے بہلی کے پیچھے پیچھے آرہے تھے صبح سے کچھ کھایا پیا نہیں تھا عالم پریشانی میں ڈوبے ہوئے غبار سے آنکھیں بند ببول کے کانٹوں سے پاؤں زخمی خدا جانے کہاں جارہے تھے اور کس طرف قدم اٹھ رہا ہے آخر ایک جگہ بے ہوش ہوکر گر پڑے حضرت مولانا سہارنپور پہنچتے ہی جیل خانے بھیج دیئے گئے اور جنگی پہرہ کی نگرانی لگادی گئی۔

مولانا عبدالغنی کو جب ہوش آیا وہ دوڑ سے راستہ میں سہارنپور کے ایک صاحب نے بتایا کہ مولانا سہارنپور کے جیل خانہ میں ہیں مولانا عبدالغنی خود بھوکے پیاسے تھے مگر ان کو حضرت کی بھوک کا زیادہ خیال تھا چنانچہ انہوں نے نانوتہ کے کسی کیلی برادر کی معرفت حضرت کو کھانا پہنچایا وہاں سے کنکریوں پر کوئلہ سے لکھا ہوا یہ فقرہ ان کے پاس پہنچا کچھ مت گھبراؤ بحمداللہ آرام میں ہوں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ جن کے والد ماجد مولوی محمد تقی صاحب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شہید ہو چکے تھے انہوں نے جب حضرت کی گرفتاری کی خبر سنی تو خدا کا شکرادا کیا کہ حق کی راہ میں باپ شہید ہوا اور خاوند جیل میں ہے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ تین چار یوم کال کوٹھڑی میں بند رہے اور پندرہ روز جیل خانہ میں رہے۔ تحقیقات اور پیشی ہوتی رہی آخر عدالت سے حکم ہوا کہ واقعہ تھانہ بھون کا ہے اس لیے مقدمہ مظفر نگر منتقل کیا جائے چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی ننگی تلواروں کے پہرہ میں دیوبند کے راستہ سے دو پڑاؤ کر کے پاپیادہ مظفر نگر لائے گئے اور مظفر نگر کے جیل خانہ کی حوالات میں بند کر دیئے گئے دیوبند کے قریب سے جب مولانا گنگوہیؒ

گزرے تو مولانا محمد قاسم صاحبؒ مقررہ راستہ سے کچھ ہٹ کر بغرض ملاقات پہلے سے آ کھڑے ہوتے تھے گو خود بھی ان کا وارنٹ تھا اور روپوش زندگی گزار رہے تھے بیتابی شوق نے اس وقت انہیں چھپنے نہیں دیا دور سے سلام ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرائے۔

ثابت قدمی اور رہائی

مظفر نگر کے جیل خانہ میں آپ کو تقریباً چھ ماہ رہنے کا اتفاق ہوا اس زمانہ میں آپ کے استقلال عزم ہمت اور ارادوں میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی ابتدا سے لے کر انتہا تک آپ کی نماز ایک وقت بھی قضا نہیں ہوئی حوالات کے دوسرے قیدی آپ کے معتقد ہو گئے تھے ان میں سے بہت سے آپ کے مرید ہوئے با جماعت جیل خانہ کو کوٹھڑی میں نماز ادا کرتے تھے۔ ارشاد ظاہری و باطنی سے آپ کسی دن غافل نہیں ہوئے وعظ و پند و نصیحت کے ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ لوگوں کو سناتے اور وحدانیت کا سبق دیا کرتے تھے۔ جب عدالت میں جاتے جو دریافت کیا جاتا بے تکلف اس کا جواب دیتے آپ نے کبھی کوئی کلمہ دبا کر یا زبان موڑ کر نہیں کہا کسی وقت جان بچانے کی کوشش نہیں کی، جو بات کہی سچ کہی اور جس بات کا جواب دیا خدا کو حاضر ناظر جان کر واقعات اور حقیقت حال کے مطابق دیا پوچھا گیا کہ تم نے سرکار کے مقابلے میں ہتھیار اُٹھائے تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا کبھی حاکم دھمکاتا ہم تم کو پوری سزا دیں گے آپ فرماتے کیا مضائقہ ہے بالآخر چھ مہینے جیل میں رہنے کے بعد آپ کی رہائی ہوئی۔

درس و تدریس

گرفتاری سے رہائی کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ نے باوجود مسند آرائے تلقین وارشاد ہونے کے درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گویا علوم باطنی کے ساتھ ظاہری علوم شرعیہ وفنون کی تعلیم میں بھی مشغول ہو گئے اسی دوران میں آپ نے تیسرا حج کیا اور اس کے بعد ایک سال میں صحاح ستہ کے دورہ کو ختم کرانے کا آپ نے التزام کیا اور اپنے آپ کو اس کے لیے وقف کر دیا چنانچہ درس حدیث کا یہ سلسلہ ۱۲۶۵ھ سے لے کر ۱۳۱۴ھ انچاس سال تک چلتا رہا اور اس دوران میں تین سو سے زائد حضرات نے آپ سے دورہ حدیث کی

تکمیل کی ۔آپ کے سب سے پہلے شاگرد (گنگوہ میں) سید مومن علی تھے جنہوں نے آپ سے شرح جامی پڑھنا شروع کی اور آخری شاگرد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جس سال حضرت مولانا کاندھلویؒ نے دورہ حدیث پڑھا ہے حضرت کی بینائی جارہی تھی اور آنکھوں میں پانی اتر رہا تھا یہ آپ کا آخری سال تھا اس کے بعد فتاوی اور ارشاد وتلقین کا مشغلہ تو جاری رہا لیکن تعلیم دینا ترک کردیا۔ انچاس سالہ تعلیمی دور میں آپ سے پڑھنے والے ہند، برما، کابل، افغانستان ہر جگہ سے آئے بعض سالوں میں سترّ اسّی طلبہ کا مجمع رہا۔

کسرنفسی اور تواضع

باوجود اس فضل وکمال کے آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے اور کبھی اپنے آپ کو کسی دوسرے پر ترجیح نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت نے ایسی بلیغ تقریر فرمائی کہ طلبہ جھوم گئے اور بے اختیار درس ہی میں حضرت کے سامنے آپ کی تعریف کرنے لگے آپ نے بے ساختہ قسم کھا کر فرمایا میں نے اپنے کو تم میں سے کسی کے برابر بھی نہیں سمجھتا چہ جائیکہ زیادہ سمجھوں، آپ کو قسم کھانے کے مطلق عادت نہ تھی لیکن اس موقع پر بلا اختیار قسمیہ الفاظ آپ سے صادر ہوگئے

طلبہ کے جوتے اُٹھائے

ایک دفعہ درس حدیث میں بارش شروع ہوگئی طلبہ نے جلدی جلدی کتابیں اور تپائیاں اور کتابیں رکھنے والے چھوٹے چھوٹے میز اٹھائیں اور چل دیئے اس کے بعد طلبہ نے دیکھا کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کندھے کی چادر میں طلبہ کی جوتیاں ڈالی ہوئی ہیں اور اٹھائے چلے آرہے ہیں، طلبہ بہت نادم وحیرت زدہ ہوئے فرمایا کہ اس میں کونسی بری بات ہے تمہاری خدمت کرنا تو میری نجات کا باعث ہے طلبائے دین کے لیے تو حدیث شریف کے الفاظ ہیں مچھلیاں سمندر میں چیونٹیاں بلوں میں دعا کرتی ہیں اور فرشتے تمہارے قدموں کے نیچے اپنے پَر بچھاتے ہیں اور تم تو مہمانان رسول اللہ ﷺ ہو کہ حدیث پڑھنے آئے ہو۔

مولوی احمد رضا خاں کے متعلق

مولوی احمد رضا خان بریلوی آپ کے سب سے بڑے مخالف تھے اور اگر ان کے فتاوی کو جمع کیا جائے جو حضرت امام ربانیؒ کے متعلق لکھے ہیں تو ایک رسالہ بن سکتا ہے اور ان کی تمام کوششوں کو شمار کیا جائے جو انہوں نے حضرت امام ربانیؒ کی تکفیر کے متعلق روا رکھیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے کہ کاش وہ اس مشغلے کے بجائے بطحائی پیغمبر ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنے پر صرف کرتے۔ ان صاحب سے حضرت گنگوہیؒ کو اتنی ایذائیں پہنچیں کہ شاید انہوں نے کسی دوسرے کو نہ پہنچائی ہوں۔ مگر جو ہستی خلق پیغمبر کا نمونہ بن کر آئی ہو اور دنیا کو اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی ترغیب و مشق پر جس نے ساری عمر اپنے آپ کو لگا رکھا ہو اُس کی زبان سے بھلا کیوں اپنے مخالف کے لئے کوئی بُرا لفظ نکلتا۔ اس بارے میں حلف اٹھایا جا سکتا ہے کہ حضرت سے تا عمر کوئی ایسا لفظ نہیں سنا گیا کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ جس زمانہ میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کو مرضِ جذام ہوا اور خون میں فساد پیدا ہوا، بعض لوگوں کو مسرت ہوئی کے سب وشتم کا ثمرہ دنیا میں ظاہر ہوا۔ مگر جس وقت کسی شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ ''بریلی مولوی کوڑھی ہو گئے'' تو حضرت گھبرا اُٹھے اور یہ الفاظ فرمائے کہ ''میاں کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہونا چاہئے خدا جانے اپنی تقدیر میں کیا لکھا ہے''۔ ایک دن ڈاک میں خط آیا جس میں اطلاع تھی کہ آپ کے ایک بڑے مخالف مولوی ہدایت رسول کو ایک منکوحہ عورت سے نکاح کرنے کے جرم میں عدالت سے سزائے قید کا حکم سُنایا گیا۔ بعض سامعین کو مسرت ہوئی مگر آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ اناللّٰہ و انا الیہ راجعون.

حدیث جنی کی اجازت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ علمیہ کے موافق اگر علماء یا متعلمین میں سے کوئی (بشرطیکہ اہل ہو) پوری کتاب یا کسی خاص حدیث کی اجازت چاہتے تو آپ بلا دریغ عطا فرما دیتے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے حدیث الجنی کی اجازت چاہی آپ نے ان کو بے تامل اور ان سب کو جو خواہش رکھتے تھے یا آئندہ رکھیں اجازت دے دی۔ ہم اس حدیث کی سند

قارئین کے لیے یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ جو کوئی چاہے اس سند کو اجازت سمجھ لے۔

حدثنی الشاہ احمد سعید المجددی قال حدثنی ابی الشاہ ابو سعید المجددی قال حدثنی شیخ الشیوخ الشاہ عبدالعزیز دھلوی قال عمی الشاہ اہل اللّٰہ الدھلوی عن القاضی الجنی المعمر قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ من قتل فی غیر زیہ فدمہ ھدر.

تصنیفات وتالیفات

۱۔تصفیۃ القلوب: حضرت حاجی صاحب کی تصنیف ضیاء القلوب کا اردو ترجمہ

۲۔امدادالسلوک: تصوف کے رسالہ مکیہ کا ترجمہ جو اوائل شباب میں کیا۔

۳۔ہدایۃ الشیعہ :ہادی علی شیعی لکھنوی کے اعتراضات کے جوابات۔

۴۔زبدۃ المناسک: حج کے متعلق تمام مسائل ضروریہ۔

۵۔لطائف رشیدیہ۔ چند آیات قرآنی کے نکات اور پردہ مروجہ شرفائے ہند کا حدیث سے ثبوت۔

۶۔فتاوی میلاد وعرس وغیرہ مع تصدیقات دیگر علماء۔

۷۔رسالہ تراویح: بیس رکعت تراویح کا احادیث سے ثبوت۔ **الزی النجیح فی اثبات التراویح.**

۸۔قطوف دانیہ: محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ کی کراہت کا فقہ سے ثبوت۔

۹۔ جمعہ فی القریٰ: اہلحدیث کے اس فتوے کا جواب ہے جس میں انہوں نے گاؤں میں جمعہ جائز ہونے کا ثبوت دیا ہے۔اوثق العریٰ۔

۱۰۔ردالطعیان: کلام مجید کے اوقات کو بدعت ثابت کرنے والوں کا جواب۔

۱۱۔احتیاط الظہر :اس کا ثبوت کہ جہاں جمعہ ہوجاتا ہے وہاں احتیاط ظہر کی ضرورت نہیں۔

۱۲۔ہدایۃ المعتدی: قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے جوابات۔

۱۳۔سبیل الرشاد: ردعدم تقلید۔

۱۴۔براہین قاطعہ: انوار ساطعہ کا جواب نیز رد بدعات وتحقیق سنت میں لاثانی کتاب جو حضرت کے حکم سے

لکھی گئی اور آپ نے اول تا آخر بغور مطالعہ کر کے تصدیق فرمائی۔

وصال

۱۲ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ کو آپ تہجد کی نماز میں مشغول تھے کہ آپ کے پاؤں کی دون انگلیوں کے درمیان کسی جانور نے کاٹا۔ آپ کو محویت نماز کے سبب احساس بھی نہ ہوا۔ جب فجر کی نماز کے لئے باہر آئے تو کپڑوں پر خون کی سُرخی تھی۔ جلدی کپڑے تبدیل کر کے جماعت کرائی اور جب چارپائی پر جا کر لیٹے تو معلوم ہوا کہ انگلیوں پر خون جما ہوا ہے۔ خاصہ خون نکل چکا تھا۔ جس کی وجہ سے ضعف ونقاہت اور کمزوری وغنودگی طارہ رہنے لگی۔

۲۷ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۰۵ء آپ کو تپ لرزہ ہوا۔ پاؤں کے زخم کو معمولی سمجھ کر خاص علاج نہ کیا تھا۔ اب اس جگہ نیلگوں چھالے پڑ گئے۔ یہ بھی خیال ہوا کہ کسی نے سحر نہ کیا ہو۔ ہر طرح کا علاج معالجہ کیا گیا۔ مگر جو وقت مقدر تھا وہ کب ٹل سکتا تھا۔ اسی زخم کی وجہ سے ورم ہو گیا جو بڑھتے بڑھتے اوپر کو چڑھتا گیا۔

حضرت امام ربانیؒ کو چھ روز سے جمعہ کا انتظار تھا۔ بیوم شنبہ دریافت فرمایا کہ آج کیا جمعہ کا دن ہے؟ خدام نے عرض کیا کہ حضرت آج تو شنبہ ہے اس کے بعد درمیان میں کئی بار یوم جمعہ کو دریافت کیا۔ حتیٰ کہ جمعہ کے دن جس روز وصال ہوا صبح کے وقت پھر دریافت فرمایا کہ کیا دن ہے؟ اور جب معلوم ہوا کہ جمعہ ہے تو فرمایا انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ باختلاف روایت ۸ یا ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ھ کو بیوم جمعہ بعد اذان یعنی ساڑھے بارہ بجے آپ نے دنیا کو الوداع کہا اور اٹھتر (۷۸) سال سات ماہ تین یوم کی عمر میں رفیق اعلیٰ کی طرف ہنستے اور مسکراتے ہوئے سدھارے۔ (بیس بڑے مسلمان)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اس سلسلے میں سب سے اول قطب الارشاد سید الطائفہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ قدس سرہٗ اعلی اللہ مراتبہ کا حادثہ وصال دیکھا، جو ۸ یا ۹ جمادی الثانیہ علی اختلاف رویۃ الہلال ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء جمعہ کے دن چاشت کے وقت ہوا، وہ

منظر اب تک آنکھوں کے سامنے ہے جمعہ کی نماز کے بعد تدفین عمل آئی۔صبح کے بعد سے اور جنازہ کے اٹھنے تک اس قدر سناٹا رہا کہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آدمی کی آواز نہیں جانور کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی، لب ہر شخص کے خوب ہل رہے تھے اور اس قدر مکمل سکوت کہ قرآن پڑھنے کی بھی آواز نہیں نکل رہی تھی۔حفاظ بھی قران پڑھ رہے تھے مگر زبان پر ایسا سکوت کہ آواز کا نام نہیں۔اگر کوئی شخص کسی سے بات پوچھتا بھی تھا تو ایک دومنٹ کے بعد اشارہ سے جواب ملتا۔جمعہ کی نماز تو میرے والد صاحبؒ نے جو پہلے سے حضرت قدس سرہٗ کی علالت سے امامت کررہے تھے پڑھائی۔ بہت بھرائی ہوئی آواز میں جنازہ حضرت شیخ الہند نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے حکم سے پڑھائی۔اس لیے کہ سارے ہی اجل خلفاء موجود تھے۔حضرت صاحبزادے سے پوچھا گیا، انہوں نے کہا ''مولوی محمود پڑھائیں گے''۔ میں تو بہت ہی بچہ تھا، چھپ چھپ کر قبرستان جارہا تھا اور جگہ جگہ سے ہٹایا جارہا تھا، راستے میں مخلص کہتے کہ ہٹ جاؤ، ہٹ جاؤ، قبر شریف تک تو پہنچ ہی نہ سکا اس لیے کہ تقریباً چاروں طرف سے ایک میل زائد جگہ کا لوگوں نے احاطہ کررکھا تھا۔منظر وہ خوب یاد ہے۔
(آپ بیتی)

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

(تفصیل کے لیے ''تذکرۃ الرشید'' دیکھئے)

مسلک صاحب فتاویٰ

صاحب فتاوی مذاہب اربعہ میں کسی پر طعن نہیں کرتے

الحمد للّٰہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم مٰلک یوم الدین والصلوة والسلام علیٰ رسولہ الکریم. سید الانبیاء والمرسلین وعلٰی الہٖ واصحابہ الطیبین الطاھرین علٰی مجتھدی ملتہ و اتباعہ الی یوم الدین.

امابعد۔احقر العباد بندہ رشید احمد گنگوہی عفا اللہ عنہ بخدمت ارباب فہم و دیانت عرض کرتا ہے کہ بندہ کا مذہب حسب مسلک حق جملہ حق ودین یہی ہے کہ جس مسئلہ میں صحابہ ومجتہدین علیہم الرحمۃ کا اختلاف ہوتو اس میں جس جانب کو اپنی تحقیق سے یا تقلید کسی مجتہد اہل حق سے راجح سمجھے اس پر عمل درآمد رکھے اور دوسری جانب پر بھی کوئی طعن و تشنیع نہ کرے اور عند الضرورت اس پر عمل بھی کرلے۔اسی وجہ سے یہ بندہ عاجز کہ حنفی المذہب ہے کسی اہل مذہب پر طعن نہیں کرتا اور نہ اپنے مذہب کی خواہ مخواہ ترجیح کے درپے ہوتا ہے مگر عند الضرورت جہاں کچھ رفع فساد یا اصلاح متصور ہوتی ہے تو اس مسئلہ میں کچھ لکھ دیتا ہے. انتھیٰ.

جواب: مذاہب سب حق ہیں، مذہب شافعیؒ پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو عذر یا حجۃ شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں ہے سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے۔سب کو اپنا امام جانے۔فقط۔

کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

باب اخلاق اور تصوف کے مسائل

طریقت اور شریعت کا فرق

﴿سوال﴾ شریعت کہ جس کو علم سفینہ اور طریقت کہ جس کو علم سینہ کہتے ہیں فی الحقیقت یہ ایک چیز ہیں یا دو اگر یہ ایک ہی ہیں تو فقط علم ظاہر سے ہی تزکیہ کیوں نہیں ہوجاتا اور ہر عالم صوفی کیوں نہیں ہوتا اور ہر صوفی کو عالم ہونا کیوں شرط نہیں ہے اور جو حضرات علم ظاہری کے مجتہد ہوئے ۔انہوں نے طریقت کا اجتہاد کیوں نہ فرمایا۔ مثلاً حضرت امام اعظم صاحبؒ شریعت کے امام ہیں۔اور خواجہ معین الدین چشتیؒ طریقت کے مجتہد ہیں۔ کہیں اس کے برعکس نہیں سنا گیا صوفیا کرام نے جو اشکال افکار، اذکار، مراقبہ، ذکر جہر ذکر ارہ رگ کیماس کا پکڑنا، تصور شیخ ضربیں لگانا، چلہ کرنا، حبس دم وغیرہ وغیرہ بہت سے امر تعلیم فرمائے کہیں یہ بات نہیں سنی گئی کہ امام اعظم صاحبؒ نے بھی کوئی بات اس قسم کی کہیں کسی کو تعلیم فرمائی ہو یا حضرت خواجہ صاحب نے کسی مسئلہ شریعت میں اجتہاد فرمایا ہو یا ان کو کوئی شخص امام اور مجتہد جانے یا امام صاحبؒ کو کوئی شخص طریقت کا امام جانے بلکہ بعض علماء کو تو تصوف کے ہونے سے ہی انکار ہے میری غرض یہ ہرگز نہیں کہ طریقت شریعت کے خلاف ہے یا امام صاحبؒ طریقت نہیں جانتے تھے یا حضرت خواجہ صاحب شریعت نہیں جانتے تھے "**معاذاللّٰہ منہا**" مثلاً اویس قرنیؓ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دیدار سراپا انوار سے فیضیاب نہ ہوئے تھے اور کوئی عالم بھی ایسے نہ تھے کہ اپنے زمانہ کے عالم ہوں۔لیکن ان کو فیض باطنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عطاء ہوا تھا کہ وہ واصل الی اللہ ہوئے اور تمام صوفیوں کے سرحلقہ اور اہل سلسلہ اور مقتداء ہوئے۔اور ان سے ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت سلسلہ جاری رہے گا۔اگر طریقت علم ظاہری کی ہی وجہ سے ہوتی تو سلسلۂ رویہ میں غالباً بہت سے آدمی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے علم ظاہری میں زیادہ ہوئے ہوں گے۔تو اس قیاس سے جو عالم و فاضل زیادہ ہو وہی مرتبہ ولایت میں زیادہ ہونا چاہئے اور یہاں اس کے برعکس معاملہ ہے اس میں ایک صوفی صاحبؒ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہاں علم ظاہری کا کچھ تعلق نہیں ہے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے نسبت تھی۔ لہٰذا یہ بڑے لوگ ہوئے اور جن کو اولیاء اللہ سے نسبت ہوگی، وہ اسی درجہ کے ولی ہوں گے۔ مثلاً حضرت بابا صاحب اور حضرت صابر صاحب وحضرت نظام الدین وغیرہم یہ سب لوگ عالم اور بڑے فاضل ہیں۔ لیکن ان میں سے اس وقت تک علم ظاہری کا کوئی سلسلہ نہیں سنا گیا۔ اور طریقت میں یہ اہل سلسلہ ہیں ہزار ہا عالم فاضل ان کے سلسلۂ طریقت میں موجود ہیں۔ مگر زمرۂ علماء میں ان کا کہیں پتہ نہیں اور نیز ابن تیمیہ اور ابن قیم محدث کہ جو نقد میں بڑے فاضل ہیں۔ لیکن ان سے کوئی سلسلہ صوفیوں میں نہ چلا بلکہ زمرہ صوفیوں میں ان کا کہیں نام نہیں اس کی کیا وجہ ہے حالانکہ طریقت اور شریعت ایک ہوں اور ایک ان میں سے صوفی ہو اور ایک ان میں سے عالم ہو یہ کیا معنی۔ امام محمد غزالیؒ شافعی ہیں۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حنبلی ہیں۔ بڑے پیر صاحب حنبلی ہیں۔ لیکن یہ لوگ حنفی صوفیوں کے بھی مقتداء ہیں۔ اور اہل نسبت کو برابر ان سے فیض ہوتا ہے اور کبھی لحاظ مذہب کا اس میں نہیں ہوتا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

علم حق در علم صوفی گم شود

ایں سخن کے باور مردم شود

یعنی اس بات کا آدمیوں کو کب یقین آئے گا کہ علم حق صوفیوں میں ہے اور یقین نہ آنے کی وجہ کیا ہے یہ ہے کہ آدمی جانتے ہیں کہ خدا کا جو علم ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے وہ کتابوں پر ختم ہو گیا ہے جو کچھ ہے وہ علماء ظاہر ہی جانتے ہیں اور یہاں اس کے برعکس معاملہ ہے علم شریعت علماء کو عطاء ہوا اور علم طریقت فقراء کو عطاء ہوا۔ اور اگر مولانا کی یہ غرض نہ ہوتی تو یوں فرماتے کہ ''علم حق در علم عالم گم شود'' اور مصرع ثانی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہر عالم کا صوفی ہونا تو کیا معنی بلکہ بہت سے عالم تو صوفیوں کی روایت بھی نہیں لیتے مثلاً اگر کسی فقط عالم سے پوچھا جاوے کہ اہل نسبت کو قبر اولیاء پر مراقب ہونا کیسا ہے اور دل میں مرشد کا خیال جمانا اور اس کا تصور کرنا جائز ہے یا نہیں تو وہ عالم صاحب بے محابا یہ فرمائیں گے کہ یہ شرک ہے کفر ہے گور پرستی اور تصور پرستی ہے اور ہرگز یہ خیال نہ فرمائیں گے کہ پہلے صوفی ہی اس کو رکن اعظم فرما چکے ہے۔ ہم صرف حرام ہی پر اکتفا کر لیں شرک اور کفر بتانے میں تو بہت سے آدمی مرتکب کفر ہو جاہیں گے تو اب ایسے علماء کو بھی کیا صوفی جانیں نہیں نہیں بلکہ اس کا جواب یہ کہ بھائی شریعت اور چیز ہے۔ اور طریقت اور چیز ہے یہ

حضرات جوفرماتے ہیں۔ان کا بھی فرمانا بجا ہے جو شخص واقف طریقت نہ ہوا اہل نسبت نہ ہو واقعی وہ یہی کہے گا کہ چشت پرستی ہے اور تصور پرستی جو اہل مذاق ہو تو اس کو بیشک ان باتوں سے فیض ہوتا ہے چنانچہ صوفیہ چشت کی بہت کتابیں ان مقدمات سے مملو ہیں۔ اکثر صوفیا فرماتے ہیں کہ علم حجاب اکبر ہے۔ پھر شریعت اور طریقت کو ایک چیز کیسے جانیں گے۔حضرت مولانا مخدومنا ہادینا حاجی محمد امداد اللہ صاحب سلمہ اپنے کلمات پند ونصیحت میں فرماتے ہیں کہ بعد ادائے فرائض وواجبات وسنن شغل بہ باطن گذار وبرزیادتی اوراد ونوافل نہ پرداز وبلکہ شغل باطنی فرائض دائمی بداند اگر کسی فقط عالم سے کہ جو صوفی نہ ہو یہ مسئلہ دریافت کیا جائے تو بیشک وہ کہہ دے گا کہ نماز افضل العبادت ہے ہروقت اسی میں رہنا چاہئے نوافل سے قریب ہوتا ہے اور شغل باطن چیز ہی کیا ہے صرف صوفیوں کی باتیں ہیں تو اب ہم اسے سوائے اس کے اور کیا کہیں کہ بھائی وہ عالم صاحب اس راہ سے واقف نہیں۔ شغل ایسی چیز ہے کہ بعض اوقات میں جمیع عبادت سے بہتر ہوتا ہے اور جو نہ جانے اس کا کہنا خلاف ہے اب میں یہ چاہتا ہوں کہ شریعت اور طریقت کے ایک ہونے کی کیا دلیل ہے اور فی الحقیقت یہ ایک ہی چیز ہے یا دو۲ اور اس میں صوفیہ کیا فرماتے ہیں؟

﴿جواب﴾ اس سوال کو بے فائدہ اس قدر طویل لکھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ علم شریعت وعلم طریقت ایک ہی ہے(۱)۔ جب آدمی کو حکم شریعت معلوم ہوا علم شریعت حاصل ہوا۔اور جب کنہ(حقیقت)

---

(۱):قال ابن عابدینؒ :''الطریقة سلوک طریق الشریعة، والشرعیة : أعمال شرعیة محدودة، وهماوالحقیقة ثلاثة متلازمة''. الخ .(ردالمحتار علی الدر المختار، مقدمه،مطلب و یجوزتقلید المفضول مع وجود الأفضل،ط،دارالعالم الکتب، ریاض)

وقال ابن حجرؒ:''الطریقة مشتملةعلی منازل السالکین، وتسمی مقامات الیقین، والحقیقة موافقة للشریعة فی جمیع علمها، عملها، أصولهاوفروعها، وفرضهاومندوبها، ولیس بینهما مخالفة اصلاً''. (الفتاوی الحدیثیة، مطلب فی الفرق بین الحقیقت والشریعة، ص: ۴۰۹قدیمی کتب خانه کراچی)

وقال مجدد الألف الثانی رحمه اللّٰه تعالٰی :'' ظاهررابظاهِرشریعت وباطن را=

اس حکم کی معلوم ہوئی وہ علم طریقت ہوا اور عمل بقدر ادائے فرض و واجب کے بتکلف نفس سے کرانا عمل بشریعت کہلاتا ہے اور جب اخلاص وحب حق تعالیٰ تہ دل میں ساری ہوگئی۔اس کو عمل بطریقت کہتے ہیں جب تک کشاکش علم وعمل کی ہے شریعت ہے جب طمانیت ہوگئی وہ طریقت ہے ابتداء اور انتہاء کا فرق ہے جس نے اصل شیئے کے واحد ہونے کو خیال کیا ایک کہا اور یہ بھی درست ہے جس نے اول آخر کا تفرقہ کیا دو کہہ دیا یہ بھی صحیح ہے مطلب دونوں کا واحد ہے اور ائمہ مجتہدین بھی صاحب طریقت تھے مگر اس فن کی تحقیق میں مصروف نہ ہوئے کہ ظاہر شریعت فرض تھا اس کا شرح کرنا زیادہ ضرور جانا اگرچہ طریقت سے خوب ماہر تھے کہ طریقت احادیث سے ہی ثابت ومستنبط ہے اور اکثر ائمہ طریقت عالم تھے۔مگر وہ ظاہر شرع کی تحقیق میں مصروف نہ ہوئے کہ ایک جماعت علماء کی اس میں تھی وہ کافی تھی انہوں نے باطنی شرع کی تحقیقات لکھی۔ ہر ہر فن کو ایک ایک جماعت نے لیا۔اور بعض اولیاء جو قدرت ضرورت علم رکھتے تھے، وہ ماہر وعلم دقائق طریقت کے تھے مگر دونوں امر کو تحریر نہیں کیا۔ بہرحال بعض علماء دونوں علم کے محقق ومتبحر تھے اور بعض ایک کے اور بعض دونوں میں دوسرے سے کم تھے اس کے تفاوت سے سمجھ لینا چاہیے مگر ضروری علم شرع سے سب واقف تھے کہ امتثال حکم شرع کے عمل مقبول نہیں ہوتا اور بدون قبول عمل کے ولایت نہیں ملتی۔فقط واللہ اعلم۔

شریعت اور طریقت کا فرق

﴿سوال﴾ شریعت اور طریقت دو ہیں یا ایک۔اگر دو۲ ہیں تو کس صورت سے اور اگر دونوں ایک ہیں تو کیسے اور طریقت کا موجد کون ہے؟

=بباطن شریعت که عبارت ازحقیقت است، متحلی ومتزین دارندچه حقیقت وطریقت عبارت از حقیقت شریعت است وطریقت آن حقیقت نه آن که شریعت امری دیگر است و طریقت و حقیقت دیگر که الحاد وزندقه است.'' (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب۵۷، ج: ۱،ص: ۱۳۵، ط، سعید ایم ایچ کمپنی کراچی)

﴿جواب﴾ یہ دونوں ایک ہیں (۲) ظاہر سے عمل کرنا شرع ہے اور جب قلب میں حکم شرع کا داخل ہو کر طبعاً عمل شرع پر ہونے لگے وہ طریقت ہے دونوں کا حکم قرآن وحدیث سے ہے ادنی درجہ شرع ہے اس کا ہی اعلیٰ درجہ طریقت کہلاتی ہے۔

پیر استاد مرشد کا تصوّر

﴿سوال﴾ تصور کرنا پیر کا یا استاد یا مرشد وغیرہ کا جائز ہیں نہیں؟

﴿جواب﴾ کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہیں مگر رابطہ جو مشائخ میں مروج ہے کہ اس کو مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اسی حد پر بزرگوں نے تجویز کیا تھا تو چنداں دشوار نہیں (۳) گو ترک اس کا بھی اولیٰ ہے کہ مختلف فیہ بین العلماء ہے اور ایسا ضروری بھی نہیں کہ بدون اس کے کام نہ چل سکے اور جو اس حد سے بڑھ جاوے تو البتہ ناجائز ہے (۴).فقط واللہ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

---

(۲): تفصیل کے لئے دیکھئے: حاشیہ نمبر (۱)۔

(۳): قال الامام شاہ ولی اللّٰہ الدھلوی نور اللّٰہ مرقدہ: قالوا والرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علیٰ وصف المحبة والتعظیم وملاحظة صورته.الخ. (شفاء العلیل ترجمه القول الجمیل، پانچویں فصل، ص: ۶۸،ط، ایجوکیشنل پریس، کراچی)

وقال العلامة فقیر اللّٰہ الحنفی رحمه اللّٰہ تعالیٰ: واذا غاب الشیخ عنه یخیل صورته فی خیالہٖ بوصف المحبة والتعظیم فانه یفید فائدة صحبة تحصل له کیفیة الغیبة والفناء عن نفسه یکرر ھذہ المعاملة حتی یصیر تلک الحالة ملکة له ولا طریق اقرب من ھٰذا لمن عرف شروطه وادابه .الخ. (قطب الارشاد، الشغل العاشر، ۵۵۸، ۵۵۹، ط، مکتبة الاسلامیة میزان مارکیٹ کوئٹہ)

(۴): "عن علی قال: قال لی رسول اللّٰہ ﷺ :قل : اللّٰھم اھدنی ،وسددنی،=

الجواب صحیح محمد یعقوب نانوتوی

محمد یعقوب

شجرہ خاندان صبح وشام پڑھنا

﴿سوال﴾ اکثر آدمی شجرہ خاندان کا ہر صبح وشام پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے۔

﴿جواب﴾ شجرہ پڑھنا درست ہے کیونکہ اس میں بتوسل اولیاء(۵) کے حق تعالیٰ سے دعا کرتے

=واذكر بالهداية هداية الطريق، واذكر بالسداد تسديدك السهم". وفى بذل المجهودتحت هذا الحديث: وفيه اشارة الى جواز التصور الشيخ، فان الشيخ ليس أقل مرتبة عندالله من السهم والطريق، لاسيما عند معتقديه، كيف وفيه جمع للخواطر ولو الى جهة أسفل من التى يجب ارجاعهااليها، وهوا لواجب تعالىٰ شأنه، ولاضير أيضاً فى حبه اياه عند التصور، نعم يضره أن يتصور شيخه متصرفاً فى أمر باطنه حين التصور، أو حاضراً لديه، أو عالماً بحاله، ولذلك اختلفت فيه الشيوخ، ولعل النزاع بينهمالفظى، فمن جوّزه أراد الأول، ومن منعه أراد الثانى، الّا أن العلماء لما رأو أنه منجر الى فساد عقائد العوام أطلقوا فيه المنع، وهو الحق حسب اقتضاء المقام، فكم من مستحب صار حراماً لعارض مّا، فكيف بما كان مباحاً،انتهىٰ (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، ج: ١٢، ص:٢٥٣،ط، دارالبشائرالاسلامية،بيروت لبنان/ وشريعت وطريقت كا تلازم، ص: ١٧٧،١٧٨،ط،مكتبة الشيخ بهادر آباد كراچى/و الدرالمنضود على سنن أبى داؤد، ج:٦،ص:١٩٨،١٩٩،ط،مكتبة الشيخ بهادرآباد كراچى)

(۵): قال العلامة خليل احمد السهارنفوى نورالله مرقده:عندناوعند مشائخنا يجوز التوسل فى الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والشهداء والصديقين فى حيٰوتهم وبعد وفاتهم بان يقول فى دعائه اللّٰهمّ انى اتوسل اليك بفلان ان تجيب=

ہیں اس کا کوئی حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ کے تصور کا حکم

﴿سوال﴾ تصور شیخ کو جو صوفیہ چشت کا معمول ہے اور اقوال حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت مجدد صاحبؒ اس کے مؤید ہیں اور مولوی اسمٰعیل صاحب دہلویؒ اس کو حرام اور کفر وشرک بتاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک نفس تصور شیخ جائز ہے یا حرام اور کفر وشرک۔

﴿جواب﴾ نفس تصور جائز ہے اگر کوئی امر ممنوع اس کے ساتھ نہ ہو جیسا تمام اشیاء کا آدمی خیال وتصور کرتا ہے جب اس کیساتھ تعظیم اس شکل کا کرنا اور متصرف باطن مرید میں جاننا مفہوم ہوا تو موجب شرک کا ہوگیا لہٰذا قدماء اس کی تجویز کرتے تھے کہ اس میں خلط معصیت کا نہ تھا اور متأخرین نے اسکو حرام کہا تو یہ حکم کا اختلاف بسبب اختلاف اہل زمانہ کے ہوا ہے۔

شیخ یا استاد یا والدین کے تصور کا حکم

﴿سوال﴾ تصور کرنا پیر یا استاد یا والدین وغیرہ کا جائز ہے یا ناجائز۔

﴿جواب﴾ کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہیں مگر رابطہ جو مشائخ میں مروج ہے کہ اس کو

=دعوتی وتقضی حاجتی الی غیر ذلک...الخ. (المهند علی المفند، ص:۳۵، ط، قدیمی

وقال العلامة بدرالدین العینیؒ: وفیه من الفوائد: استحباب الاستشفاع بأهل الخیر و الصلاح و أهل بیت النبوة...الخ.(عمدة القاری ج:۷، ص:۴۸، رقم الحدیث: ۱۰۱۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان)

وقال ابن حجرؒ: ویستفاد استحباب الاستشفاع بأهل الخیر والصلاح وأهل بیت النبوة.....الخ. (فتح الباری، ج:۲، ص:۵۷۷، رقم الحدیث: ۱۰۱۰، ط، مکتبة الملک الفهد الوطنیة، ریاض)

مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اس ہی حد پر رہے کہ جس حد پر بزرگوں نے تجویز کیا تھا تو چنداں دشواری نہیں گوترک اس کا بھی اولیٰ ہے کہ مختلف فیہ بین العلماء ہے اور ایسا بھی نہیں کہ بدون اسکے کام نہ چل سکے اور جو اس حد سے بڑھ جاوے تو البتہ ناجائز ہے(٦)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بدعتی صوفی کی بیعت

﴿سوال﴾ اگر کوئی صوفی بعض کام خلاف شریعت کرتا ہو، مثل مولود شریف معہ قیام وعرس بلا راگ وفاتحہ برآب وطعام دست برداشتہ ونماز معکوس ومراقبہ قبور بسورۂ الم نشرح و پارچہ رنگین اور کوئی بات کفر شرک کی کرتا ہو تو فرمایئے کہ ایسے صوفی سے مرید ہونا اور اس کی صحبت میں بیٹھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے صوفی کو بوجہ اپنے مجاہدہ اور تہجد گزاری کے اور حب الٰہی کے محنت شاقہ کے کچھ کمال بھی حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو صوفی ہو اور خلاف شرع کام کرے وہ قابل بیعت کے نہیں اور نہ وہ صاحب

---

(٦): ''عن علی قال: قال لی رسول اللہ ﷺ: قل: اللّٰهم اهدنی، وسددنی، و اذکر بالهداية هداية الطريق، واذکر بالسداد تسديدک السهم''. وفی بذل المجهود تحت هذا الحديث: وفيه اشارة الى جواز التصور الشيخ، فان الشيخ ليس أقل مرتبة عنداللّٰه من السهم والطريق، لاسيما عند معتقديه، کيف وفيه جمع للخواطر ولو الى جهة أسفل من التی يجب ارجاعهااليها، وهوا لواجب تعالٰی شأنه، ولاضير أيضاً فی حبه اياه عند التصور، نعم يضره أن يتصور شيخه متصرفاً فی أمر باطنه حين التصور، أو حاضراً لديه، أو عالماً بحاله، ولذلک اختلفت فيه الشيوخ، ولعل النزاع بينهمالفظی، فمن جوّزه أراد الأول، ومن منعه أراد الثانی، الّا أن العلماء لما رأو أنه منجر الى فساد عقائد العوام أطلقوا فيه المنع، وهو الحق حسب اقتضاء المقام، فکم من مستحب صار حراماً لعارض مّا، فکيف بما کان مباحاً،انتهٰی (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، ج: ١٢، ص: ٢٥٣، ط، دارالبشائر الاسلامية، بيروت لبنان)

طریقت ہے بلکہ شیطان ہے(۷)،شعر:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید

کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

سعدی لکھ گئے ہیں جس قدر امور آپ نے لکھے ہیں۔کوئی جائز ہے کوئی ناجائز مثلاً پارچہ رنگین میں کوئی گناہ نہیں یا قبر پر بیٹھ کر سر جھکا کر کچھ پڑھے یہ گناہ نہیں اور خلاف شرع کو کوئی کمال ہووے تو کچھ عجب نہیں کفار جوگیوں کو بھی ہوجاتا ہے مگر وہ کمال کہ مقبولیت عنداللہ تعالیٰ ہو حاصل نہیں ہوسکتا۔

فاسق کے ہاتھ پر بیعت کرنا

﴿سوال﴾ زید کو جناب مولانا و مرشدنا حاجی امداداللہ صاحب مدظلہ نے ایک دستار مکہ معظّمہ سے بایں غرض ارسال کیا ہو کہ زید کو اجازت ہے کہ مرید کیا کرے اور سابق میں زید کا حال جناب موصوف نے بخوبی دیکھا ہو اور اب زید تارک الجماعت ہے تو ایسے مرشد تارک الجماعت کی تقلید مریدان کو کرنی چاہئے یا نہیں اور مرید کرے یا نہ کرے؟

﴿جواب﴾ زید نے اگرچہ اجازت اخذ بیعت شیخ سے حاصل کی مگر چونکہ تارک جماعت فاسق

---

(۷):قال الامام شاہ ولی اللّٰہ الدھلوی رحمہ اللّٰہ: والشرط الثانی العدالة والتقوٰی فیجب ان یکون مجتنباً عن الکبائر غیر مصرّ علی الصغائر. (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، دوسری فصل، شروط دوم مرشد،ص:۲۴،ط،ایجوکیشنل پریس،کراچی)

وقال العلامة محمود الحسن الکنکوھی نوراللّٰہ مرقدہ :ھٰذا الشیخ لیس بشیخ الطریقة المعروفة بل ھو شیخ النجد، ولیس ھو ولی الرحمٰن، بل ھو ولی الشیطان..الخ.
(فتاوی محمودیہ، ج:۴،ص:۳۶۰، ۳۶۱)

ہے(۸) ہرگز ہرگز اس سے بیعت نہ کرنا چاہئے کہ وہ لائق شیخ نہیں ہے اگر چہ اوّل صالح تھا اب فاسق ہے اور لائق شیخ نہیں رہا(۹)۔فقط واللہ اعلم۔

عورت کا بیعت لینا

﴿سوال﴾ مسئلہ عورت نیک خصلت پابند شریعت واقف طریقت اپنے ہاتھ پر عورتوں کو اور

---

(۸):قال العلامة ابن عابدين الشامی رحمه اللّٰه تعالٰی: وقال فی شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب، من أن تاركها بلاعذر يعزّر وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه...الخ.(رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج:۲،ص:۲۸۷،ط،دارعالم الكتب، رياض)

وقال العلامة المحدث الكبير محمد انور شاه الكشميری رحمه اللّٰه تعالٰی: المراد من الاجابة هی الفعلية، الجماعة واجبة فی القول الراجح لنا فتاركها فاسق وفی قول: سنة مؤكدة.الخ. (العرف الشذی شرح سنن الترمذی ،الجزء الاول، ص: ۲۲۹، ط،دارأحياء التراث العربی بيروت،لبنان)

(۹):قال الامام شاه ولی اللّٰه الدهلویؒ: والشرط الثانی العدالة والتقوٰی فيجب ان يكون مجتنباً عن الكبائرغيرمصرّعلی الصغائر. (شفاء العليل ترجمه القول الجميل، دوسری فصل، شروط دوم مرشد،ص:۲۴، ط،ایجوکیشنل پریس، کراچی)

وقال العلامة فقير اللّٰه الحنفی رحمه اللّٰه تعالٰی :اعلم ان للمشيخة واخذ البيعة شروط :..منها العدالة والتقوٰی فيجب ان يكون مجتنباً عن الكبائرغيرمصرّعلی الصغائر.الخ . (قطب الارشاد،فصل اعلم للمشيخة واخذالبيعة شروط، ص: ۵۲۶، ۵۲۷،ط،مكتبة الاسلامية ميزان ماركيٹ كوئٹه)

مردوں کو بیعت کرنا شروع کر دے تو از روئے تصوف وشریعت کے درست ہے یا منع فقط۔

﴿جواب﴾ اخذ بیعت اہل تصوف کے نزدیک عورت کو درست نہیں مگر ہاں کسی کو شغل وظیفہ بتا دینا جائز ہے چنانچہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں ''درآخر مکتوب شصت وششم بجانب بوجہ اسلام خاتون در بیان عدم جواز خلافت مرزنان راہر چند بکمال مردان رسد آں خواہر در ہمت میاں مردان حق تعالیٰ قدم زدہ است لائق است کہ چشمہ پیران فرستادہ نہ شد ولباس خرقہ مشائخ حوالت کردہ نہ شد ومجاز گردانیدہ نہ شد۔ ابا باید چوں صادقے از عورت مرد التماس ارادت کند عورات بحضور وغیبت ومرداں رابغیبت کلاہ داد منے بوکالت پیر خود دہد وشجرہ پیر خود نویسا نیدہ بدہد ومرید پیر خود گردند وایں دولت را دولتے عظیم دانند۔ عاقبت محمود باد''۔ انتہیٰ کلامہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عمل کا چھپانا

﴿سوال﴾ بندہ گرمی میں پہلے کوٹھے پر رہتا تھا وہیں ذکر بھی کرتا تھا بعض شخص میری آواز سن کر اٹھتے تھے اب نیچے مکان میں سوتا ہوں تو آواز دور نہیں جاتی ہے اب مجھ سے لوگوں نے کہا کہ تم ذکر نہیں کرتے ہو یہ طبیعت نہیں چاہتی کہ ان سے ایسا کہا جاوے نہ انکار کیا جاوے تاکہ جھوٹ بھی نہ ہو اور اقرار بھی نہ ہو بلکہ یہی ہوتا ہے کہ کہتا ہوں کہ اب اوپر نہیں سوتا انکار کو طبیعت نہیں چاہتی باوجودیکہ اظہار میں ریاء وغیرہ کو دخل ہوتا ہے اب عرض ہے کہ ایسی صورت میں گناہ تو نہیں ہے یا جہر ترک کر دوں؟

﴿جواب﴾ اپنے ذکر کے اخفا واظہار میں آپ مختار ہیں اگر نیت اچھی ہو تو مضائقہ نہیں ہے مگر حتی الوسع اپنے عمل کا اخفاء مناسب ہے کیونکہ مآل کار ریاء کا اندیشہ ہو جاتا ہے(۱۰)۔ فقط والسلام۔

---

(۱۰):قال العلامة احمد الطحطاوی رحمه الله تعالیٰ : اختلف هل الاسرار فی الذکر افضل فقیل : نعم لاحادیث کثیرة تدل علیه منها خیر الذکر الخفی، وخیر الرزق ما یکفی ولأن الاسرار أبلغ فی الاخلاص، وأقرب الی الاجابة.الخ.(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی صفة الاذکار، ص: ۳۱۸،ط،دارالکتب العلمیة، بیروت،لبنان)=

ذکراورطول قرأت

﴿سوال﴾ ذکرنفی اثبات وپاس انفاس سے طول قرأت نمازتہجد کا زیادہ ثواب ہے یاذکر کا؟

﴿جواب﴾ ذکرنفی اثبات وپاس انفاس سے طول قرأت کا زیادہ ثواب ہے(۱۱)۔

شیخ کے تصور کا حکم

﴿سوال﴾ تصورشیخ وشغل برزخ جو برائے جمعیت خاطرودفع خطرات مشائخ زمانہ کرتے ہیں اور اس کورکن طریقت وواجبات سے جانتے ہیں کہ بدوں اس کے حصول فیوض وبرکات محال ہیں۔لہٰذاایسی

= وقال العلامة ابن عابدين الشامی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقد حرر المسألة فی الخيرية وحمل مافی فتاوی القاضی علی الجهر المضر وقال : ان هناک أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث طلب الاسرار، والجمع بينهما بأن ذلک يختلف باختلاف الأشخاص والاحوال، فالاسرار أفضل حيث خيف الرياء او تأذی المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر.الخ.(رد المحتار علی الدرالمختار،کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره،ج: ۹،ص: ۵۷۰،ط،دارعالم الکتب، رياض)

(۱۱):عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:قراء ة القرآن فی الصلاة، أفضل من قراء ة القرآن فی غيرالصلاة، وقراء ة القرآن فی غير الصلاة افضل من التكبير والتسبيح، والتسبيح أفضل من الصد قة،والصدقة أفضل من الصوم، والصوم جنّة من النار.(رواه البيهقی فی شعب الايمان) قال العلامة المحدث الكبير الشيخ محمد زكريا الكاندهلوی تحت هذا الحديث ان أفضلية التلاوة علی الاذکار ظاهرة، لأن القرآن كلام الٰهی، وقد علم أن كلام اللّٰه أفضل من كلام الأخرين كفضل اللّٰه علی العباد. الخ.(منهج الحياة الايمانية والتربية الدينية في ضوء الكتاب والسنة، ص: ۲۲۲، ط، المكتبة اليحيوية سهارنفور، الهند)

صورت میں یہ شغل کرنا کیسا ہے اور قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں کسی صحابی وتابعین وائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے یا نہیں؟ کیونکہ جب ایسا ضروری ہوتو صحابہ کس طرح اس فعل سے محروم رہے ہوں گے اور جو زمانہ خیر القرون میں اس کا وجود نہ تھا تو پھر کس طرح ایسا ضروری مذکور سوال ہوسکتا ہے گو عقیدہ شرک تک نہ پہنچا ہو۔

﴿جواب﴾ اس شغل میں متأخرین صوفیہ نے غلو کیا اور شرک تک نوبت پہنچی لہٰذا متاخرین علماء نے اس کو منع فرمایا اور اب علمائے متاخرین کے قول پر عمل کرنا چاہئے اس شغل کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ صحابہ میں اس شغل کا کچھ اثر تھا (۱۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

استغفار زبانی

﴿سوال﴾ زبان سے کہے استغفر اللہ ربی اور توبہ وغیرہ کا دل میں کوئی اثر نہ ہوتو یہ استغفار کچھ

---

(۱۲): ''عن علی قال: قال لی رسول اللہ ﷺ: قل: اللّٰهم اهدنی، وسددنی، واذكر بالهداية هداية الطريق، واذكر بالسداد تسديدك السهم''. وفی بذل المجهود تحت هذا الحديث: وفيه اشارة الى جواز التصور الشيخ، فان الشيخ ليس أقل مرتبة عنداللّٰه من السهم والطريق، لاسيما عند معتقديه، كيف وفيه جمع للخواطر ولو الى جهة أسفل من التى يجب ارجاعهااليها، وهوالواجب تعالىٰ شانه، ولاضير أيضاً فى حبه اياه عند التصور، نعم يضره أن يتصور شيخه متصرفاً فى أمر باطنه حين التصور، أو حاضراً لديه، أو عالماً بحاله، ولذلك اختلفت فيه الشيوخ، ولعل النزاع بينهمالفظى، فمن جوّزه أراد الأول، ومن منعه أراد الثانى، الّا أن العلماء لما رأو أنه منجر الى فساد عقائد العوام أطلقوا فيه المنع، وهو الحق حسب اقتضاء المقام، فكم من مستحب صار حراماً لعارض مّا، فكيف بما كان مباحاً، انتهىٰ (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، ج: ۱۲، ص: ۲۵۳، ط، دارالبشائرالاسلامية، بيروت لبنان)

کفارہ گناہ ہوگا یا نہیں۔

﴿جواب﴾ استغفار زبانی میں ذکر زبان کا تو ہر حال حاصل ہے خالی ثواب سے نہیں۔

صوفیہ کرام کے اشغال

﴿سوال﴾ صوفیہ کرام کے یہاں جو اکثر اشغال اوراذکار مثل رگ کیماس کا پکڑنا اور ذکر ارہ اور حلقہ برقبور اور حبس دم وغیرہ جو قرون ثلثہ سے ثابت نہیں بدعت ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾ اشغال صوفیہ بطور معالجہ کے ہیں سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے(۱۳) جیسا اصل علاج ثابت ہے مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں ایسا ہی سب اذکار کی خاص اصل ہیئت ثابت ہے جیسا توپ بندوق کی اصل ثابت ہے اگرچہ اس وقت میں نہ تھی سو یہ بدعت نہیں ہاں ان ہیئات کو سنت ضروری جاننا بدعت ہے اور اس کو بھی علماء نے بدعت لکھا ہے(۱۴)۔

---

(۱۳):قال العلامة المحدث الكبير محمد انور شاه الكشميرى رحمه الله تعالىٰ: و اعلم ان لفظ الاحسان شامل لجميع انواع البرمن الاذكار، والاشغال وغيرها، والاذكار تقال للأوراد المسنونة، وماذكره المشايخ من الضربات والكيفيات يقال لها الأشغال.الخ.(فيض البارى على صحيح البخارى، باب سؤال جبريل النبىﷺ عن الايمان والاسلام والاحسان، ج: ١،ص:٢٢٧،ط، دار الكتب العلمية بيروت،لبنان)

(۱۴):فكل من أحدث شيئاً ونسبه الى الدين ولم يكن له اصل من الدين يرجع اليه، فهو ضلالة والدين برئ منه. (جامع العلوم والحكم فى شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم، الحديث الثامن والعشرون، ص: ٥٩٧،ط، دارابن كثير دمشق.بيروت)

ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ١، ص: ٤٦، ط، مكتبة التوحيد)

صوفیہ کے مجاہدات

﴿سوال﴾ بعض حضرات صوفیہ و بزرگان دین کے احوال جو سنے جاتے ہیں **والعلم عنداللّٰہ** کہ وہ اپنے نفس پر تکالیف شاقہ دشوار میں مشقتیں اٹھاتے ہیں۔ مثلاً ٹاٹ زنجیریں پہننا۔ خصی کر ڈالنا، جنگلوں میں نکل جانا، سختی میں پڑنا، ترک طیبات لحم وغیرہ وغیرہ امور کو گویا اپنے اوپر حرام کر لینا کہ جو حسب شرع شریف سنن اور مستحسن یا مباح ہیں اور مصائب و سختی میں پڑنا ممنوع کیونکہ آیت **لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا** (۱۵) اور قول **ان الدین یسر** (۱۶) کے خلاف ہے البتہ یہ رہبانیت یہود و نصاریٰ میں تھی سو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی **قال اللّٰہ تعالیٰ: ورھبانیۃ نِ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الایۃ** (۱۷). اور ابوداؤد میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللّٰہ علیکم فان قوما شددوا علی انفسھم فیشدد اللّٰہ علیھم فتلک بقایا ھم فی الصوامع والدیار ورھبانیۃ نِ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم** (۱۸) جب کہ ایسے امور بدعت اور ممنوع ٹھہرے تو ان کے باعث کمال تو کیا بلکہ زوال ہوگا بعض کو سنا ہے کہ بارہ برس چاہ میں لٹکے رہے اور دریا میں چھ ماہ سرما میں اور چھ ماہ گرما میں دھوپ میں پڑے رہے ان امور سے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ نماز وغیرہ حوائج دین و دنیا کس طرح ادا ہوئے ہوں گے کیونکہ یہ احوال بزرگان اہل دین کے لوگ بیان کرتے ہیں اور عوام جہال صوفیوں کا کیا ذکر اور کیا پوچھنا لہٰذا عرض یہ ہے کہ اسلام کی درویشی تو محض اتباع سنت و اتباع شریعت پر موقوف ہے۔

---

(۱۵): (البقرۃ: ۲۸۶).

(۱۶): رواہ البخاری فی کتاب الایمان، باب الدین یسر، ج: ۱، ص: ۶۷، مکتبۃ رحمانیہ لاھور.

(۱۷): (الحدید: ۲۷)

(۱۸): رواہ ابو داؤد فی کتاب الأدب، باب فی الحسد، ج: ۲، ص: ۳۲۹، ۳۳۰، ط، مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ.

خلاف اس کے ہرگز نہیں ہوسکتی اگرچہ کیسا ہی کمال حاصل کرے مگر معتبر نہیں پھر یہ امور تو سنت اور صحابہ کے رویہ کے خلاف ہیں چہ جائیکہ ان کو کمال مانا جاوے ان امور کو اولیاء کی طرف نسبت کرنا اور کمال معتبر جاننا چاہئے یا خلاف قرآن وحدیث جان کر ان کو رد کرے؟

﴿جواب﴾ بزرگان دین نے جو مجاہدات کئے ہیں کوئی ایسا امر نہیں کیا جس سے کوئی بروئے شرع کے ان پر طعن کر سکے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وجاھدوا فی اللّٰہ حق جھادہ.(۱۹) اور مخالفت نفس وشیطان کی کرنا خود جہاد اکبر ہے(۲۰)۔نص سے یہ بات ثابت ہے پس تہذیب نفس کے واسطے لذائذ ومباحات لباس وراحت وغیرہ کو انہوں نے ترک کیا تھا کہ نفس ان کا تقاضائے معصیت سے باز رہے اور نفس امارہ ان کا مطمئنہ ہوجاوے، خود فخر عالم علیہ السلام نے بعض اوقات مرغوب شئے کو ترک کر دیا ہے(۲۱) صحابہ

---

(۱۹):(الحج:۷۸)

(۲۰):قال العلامة الحافظ ابن العربی المالکی رحمه اللّٰه تعالیٰ:(نکتة): قال والمجاهد من جاهد نفسه وهذا هو مذهب الصوفية أن الجهاد الاکبر جهاد العدو الداخل وهی النفس قالوا وهو المراد بقوله" والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا". وليس المجاهد من جاهد العدو المباين وانما المجاهد من جاهد العدو المخالط وهوالنفس. (عارضة الاحوذی بشرح الترمذی،ابواب فضائل الجهاد، ج:۷،ص: ۱۲۲ ،ط،دارالکتب العلمية ،بيروت،لبنان)

(۲۱):وعن عائشة قالت:اتی رسول اللّٰه ﷺ بقدح فيه لبن وعسل، فقال: شربتين فی شربة وأدمين فی قدح، لاحاجة لی به،أما انی لاأزعم أنه حرام، أكره ان يسالنی اللّٰه عن فضول الدنيا يوم القيامة، أتواضع للّٰه، فمن تواضع للّٰه رفعه اللّٰه ومن تكبر وضعه اللّٰه، ومن اقتصد اغناه اللّٰه، ومن اكثر ذكرالموت أحبه اللّٰه.رواه الطبرانی فی الاوسط،وقال الهيثمی: وفيه نعيم بن مورع العنبری وقد وثقه ابن حبان وضعفه غير واحد، وبقية رجاله ثقات.(مجمع الزوائد، ج: ۱۰ ، ص: ۳۲۵،ط، دارالكتب العربی بيروت،لبنان)

نے بھی (۲۲) اور بحکم اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدینا (۲۳). لذائذ کو نہیں کھایا اور خود زینت مکان کرنے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر رنج ظاہر کیا (۲۴) تو اشارۃً ثابت فرما دیا کہ اگر مباحات کو تہذیب نفس کے واسطے چھوڑ دیں درست ہے اور آپ علیہ الصلوۃ کا فقر اختیاری تھا نہ اضطراری تو اس سے ان مباحات کے ترک کرنے سے اجازت نکلتی ہے اور بزرگوں نے ترک مباحات لذائذ کا کیا ہے نہ یہ کہ تحریم اپنے نفس پر کر لی ہو۔ مریض اگر بسبب مرض کے کوئی شئے ترک کرے اور تمام عمر بیماری کی وجہ سے اس کو نہ کھاوے تو کچھ ملامت شرع کی نہیں اور نہ وہ مجرم ہوتا ہے ایسا ہی بزرگوں نے طیبات کو ترک کیا ہے بوجہ معالجہ باطنی اخلاق بدنفس کے نہ بوجہ تحریم کے اور خصی ہونا اور دریا میں پڑا رہنا ترک صلوٰۃ وغیرہ یہ بزرگوں سے نہیں صادر ہوا۔ کسی احمق نے بزرگوں پر تہمت لگائی ہے۔ ہاں اگر چاہ میں لٹکے اور دریا میں کسی وقت سزائے نفس کے

---

(۲۲):و قال قتادة: ذكر لنا ان عمر رضى الله عنه قال: لو شئت كنت اطيبكم طعاماً، أليـنكم لباساً، و لكنى أستبقى طيباتى،للآخرة. (الجامع لأحكام القرآن، ج: ۱۹، ص:۲۰۷،ط، مؤسسة الرسالة بيروت،لبنان)

(۲۳):(الاحقاف: ۲۰).

(۲۴):واخرج أحمد، والبيهقى فى شعب الايمان،عن ثوبان قال: كان رسول الله ﷺ اذا سافر كان آخر عهده بانسان من أهله فاطمة، وأول من يدخل عليه اذا قدم فاطمة، فقدم من غزاة له فأتاها، فاذا بمسح على بابها، ورأى على الحسن والحسين قلبين من فضة، فرجع ولم يدخل عليها، فلما رأت ذلک فاطمة ظنّت انه لم يدخل عليها من أجل ما رأى،فهتكت الستر ونزعت القلبين من الصبين فقطعتهما، فبكى الصبيان فقسمته بينهما،فانطلقا الى رسول الله ﷺ وهما يبكيان فأخذه رسول الله ﷺ منهما فقال: يا ثوبان اذهب بهذا الٰى بنى فلان أهل بيت بالمدينة واشتر لفاطمة قلادة من عصب وسوارين من عاج، فان هؤلاء اهل بيتى، ولا أحب أن يأكلوا طيباتهم فى حياتهم الدنيا. (الدر المنثورفى التفسير بالمأثور، ج:۱۳، ص:۳۳۴،۳۳۵،ط،القاهرة)

واسطے گرے تو نماز فرائض واوراد کو بوجہ احسن ادا کر کے یہ کام کیا ہوگا ورنہ تمام مشتاق صلاح وتکمیل صلوٰۃ وصوم کے واسطے کرتے تھے، اس کو کیسے ترک کرتے یہ غلط تہمت ہے اور ترک نکاح کرنا اکثر بزرگوں سے ہوا بوجہ شہوت پر اعتماد کر کے کہ معصیت سرزد نہ ہووے گی اور فراغ خاطر کی وجہ سے عبادت میں اور مال حرام سے بچنے کو نفقہ حلال کا پیدا کرنے میں زوجہ کے واسطے دشواری جانتے تھے اور اپنے نفس پر گھاس حلال پر قانع ہوتے تھے تو ان وجوہ سے ترک نکاح معیوب نہیں بلکہ بعض اوقات واجب ہوجاتا ہے کہ نکاح نہ کرے (۲۵)۔ پس یہ طعن شرعاً بالکل خطافہمی وناواقفیت دین کے قواعد سے ہے۔ بہرحال ان کا مجاہدہ باشارہ نصوص ہے اور اس مجاہدہ کے سبب ان کو قوت روحانی اور تہذیب اخلاق ونفس حاصل ہوتی تھی۔ لہٰذا یہ ان کے حق میں عبادت تھا اور ترک مباح پر کوئی گناہ وعتاب نہیں ہوتا۔ البتہ مباح کو حرام کرنا بدعت ومخالفت ہے سو ان سے یہ امر ہرگز سرزد نہیں ہوا۔ ترک مباحات بطور معالجہ امراض نفس کے ہوا ہے پس ان اکابر کے جملہ افعال عین کمال تھے اور عین موافقت حکم شرع کے ہے۔

کار پاکاں را قیاس از خود میگر

---

(۲۵): قال العلامة شبیر احمد العثمانیؒ : أما الافضل من النكاح وتركه فقال اصحابنا: الناس فيه اربعة أقسام: قسم تتوق اليه نفسه ويجد المؤن فيستحب له النكاح، وقسم لاتتوق ولايجد المؤن فيكره له، وقسم تتوق ولايجد المؤن فيكره له، وهذا مأمور بالصوم لدفع التوقان، و قسم يجد المؤن ولاتتوق، فمذهب الشافعي وجمهور أصحابنا: ان ترك النكاح لهذا والتخلي للعبادة أفضل، ولايقال النكاح مكروه بل تركه افضل، ومذهب أبى حنيفة وبعض اصحاب الشافعي وبعض اصحاب مالك: أن النكاح له أفضل .والله اعلم. (موسوعة فتح الملهم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت الخ، ج: ٦، ص: ۵۴۴، ط، دار أحياء التراث العربى، بيروت، لبنان)

(وكذا فى تفسير المظهرى، ج: ٦، ص: ٦٠۵، ط، ندوة المصنفين الكائنة فى بلدة دهلى)

گرچہ ماند درنوشتن شیر وشیر

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

استغفار کی حقیقت

﴿سوال﴾ شرع شریف میں فضائل استغفار کے بہت آئے ہیں اور قرآن شریف اور احادیث شریف میں جابجا اس کی تاکید وترغیب ہے اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ مراد استغفار سے کیا ہے آیا توبہ مراد ہے اور توبہ استغفار ایک ہی چیز ہے یا غیر اور جو لوگ گناہوں سے توبہ نہیں کرتے اور کبائر وصغائر میں مبتلا ہیں وہ اگر استغفار کریں تو کس طور سے کریں۔ اور کس نیت سے کریں اور ان کو فوائد وفضائل استغفار کے کیسے حاصل ہوں یا بغیر توبہ کے استغفار صحیح نہیں اور فضائل ونتائج اس کے بغیر توبہ کے حاصل نہیں ہوتے اور استغفار فقط ندامت معاصی بغیر توبہ کے حاصل کئے کافی ہوگی یا نہیں اور استغفار کفار کی کہ قرآن شریف میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا ہے **وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون** (۲۶) آیا توبہ کفر سے مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ توبہ استغفار ایک شئے ہے **اللّٰھم اغفرلی** کہیں **استغفر اللہ** کہیں۔ الٰہی میری سب گناہوں سے توبہ ہے یہ کہیں یا جس عبارت سے چاہیں فقط دل میں نادم ہونا ہی استغفار ہے (۲۷)۔ اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہے وہ لوگ کفار غفرانک کہا کرتے تھے (۲۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۶): (الانفال: ۳۳)

(۲۷): عن عبداللّٰہ بن مغفل قال: دخلت مع أبی علی عبداللّٰہ فقال أبی: أسمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: الندم توبۃ قال: نعم أنا سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: الندم توبۃ". رواہ الحاکم فی المستدرک وقال: ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ بھذہ اللفظہ، قلت: و أقرہ الذھبی فی التلخیص. (المستدرک علی الصحیحین، ج: ۴، ص: ۲۷۱، ۲۷۲، ط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

(۲۸): أخرج ابن جریر الطبری عن احمد بن منصور الرمادی، قال: ثنا أبو=

قبروں پر شرح صدر کی اصلیت

﴿سوال﴾ بعض بعض صوفی قبور اولیاء پر چشم بند کر کے بیٹھتے ہیں اور سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے اس بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر بہ نیت خیر ہے (۲۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=حذيفة، قال: ثنا عكرمة، عن أبى زميل، عن ابن عباس، أن المشركين كانوا يطوفون بالبيت يقولون: لبّيك لبّيک، لاشريک لک: فيقول النبیﷺ:" قد قد". فيقولون: الاشريک هو لک، تملکه وماملک. و يقولون: غفرانک غفرانک. فأنزل اللّٰه: "وما كان اللّٰه ليعذّ بهم وأنت فيهم وما كان اللّٰه معذّبهم و هم يستغفرون". (تفسير الطبرى، ج: ۱۱،ص: ۱۵۰، ۱۵۱،ط، دار هجر،القاهرة)

(۲۹): اخرج الترمذى عن ابن عباس قال: ضرب بعض اصحاب النبیﷺ خباء ه على قبر وهو لايحسب انه قبر، فاذا فيه انسان يقرأ سورة الملک حتى ختمها، فاتى النبیﷺ فقال: يا رسول اللّٰه[انى] ضربت خبائى على قبر وانا لاأحسب انه قبر، فاذا فيه انسان يقرأ سورة الملک حتى ختمها، فقال النبیﷺ: هى المانعة هى المنجية تنجيه من عذاب القبر. وقال ابو عيسٰى: هـٰذا حديث حسن غريب من هٰذا الوجه. (جامع الترمذى، أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء فى سورة الملک، ج: ۲، ص: ۳۲۰، ۳۲۱، ط، الطاف اینڈ سنز کراچی)

حکیم الامت حضرت اقدس اشرف علی تھانوی صاحب نوراللہ مرقدہ ترمذی شریف کے اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان صحابی رضی اللہ عنہ کو بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے۔ (التکشف =

بیعت کی حقیقت

﴿سوال﴾ بیعت ہونے سے یعنی کسی پیر کے مرید ہونے سے مراد اصلی کیا ہے اور بغیر ہوئے واصل الی اللہ ہونا ممکن یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مراد بیعت سے تحصیل اخلاص اور نور اسلام کا تجلیہ ہے اور یہ بدون شیخ کے بھی حاصل ہوجاتا ہے۔اگر چہ اکثر یہی ہے کہ کسی کے توسل کی ضرورت ہے(۳۰)۔

=عن مہمات التصوف،ص:٦٦٩،ط،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

واثبته المشائخ الصوفيه قدس اللّٰه اسرار هم وبعض الفقهاء رحمهم اللّٰه تعالٰى وذلك امر مقدر عند اهل الكشف والكمال منهم ولا شك فى ذلك عندهم حتى ان كثيراً منهم حصل لهم الفيوض من الارواح وتسمى هذه الطائفة اويسية فى اصطلاحهم قال الامام الشافعىؒ قبر موسى الكاظمؒ ترياق مجرب لاجابة الدعاء قال حجة الاسلام محمد الغزالىؒ من يستمد فى حياته يستمد بعد مماته..الخ. (حاشية مشكوة المصابيح، باب زيارة القبور، ص: ۱۵۴ ،ط،مكتبة الحرمين كانسى روڈ كوئٹه)

وقال العلامة فقير اللّٰه الحنفى رحمه اللّٰه تعالٰى :وقالوا اذا دخل المقبرة....ثم يجلس مستقبل الميت مستدبر القبلة فيقراء سورة الملك ويكبر ويهلل ويقراء سورة الفاتحة احدى عشرة مرة ثم يقرب من الميت فيقول يارب احدى وعشرين مرة ثم يقول يا روح الروح يضربه فى القلب حتى يجد انشراحا ونورا ثم ينتظر لما يفيض من صاحب القبر على قلبه. هو تعالىٰ اعلم وعلمه احكم (قطب الارشاد،ص: ۵۵۵،ط،مكتبة الاسلامية ميزان ماركيٹ كوئٹه/ وكذا فى نجم الفتاوى فى كتاب مايتعلق بالتصوف والسلوك،ج: ۱ ، ص: ۳۳۹،۳۴۰)

(۳۰):ولا يتيسر ذلك الا بالمجاهدة على يد شيخ كامل قد جاهد نفسه، و=

اس قول کا مطلب کہ پیران پیر کا قدم سب پیروں کی گردن پر ہے

﴿سوال﴾ بعض بعض صوفیوں کا یہ قول ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے اور پیرانِ پیر صاحب کا قدم سب پیروں کی گردن پر ہے اور جب تک بندہ کا بندہ نہ ہوجائے تب تک خدا نہیں ملتا تو اب یہ فرمایئے کہ ان باتوں کا پتہ کہیں طریقت اور تصوف میں بھی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس قول کے یہ معنی ہیں کہ جسکا کوئی راہ بتانے والا نہیں وہ شیطان کی کمند میں ہے قرآن حدیث استاد باپ کوئی اگر دین نہ سکھاوے گا تو خود شیطان کی تقلید کرے گا سو یہ بات درست ہے پیر سے مراد پیر مروج نہیں باقی پیرانِ پیر کا قدم ہونا سب کی گردن پر مراد انکی بزرگی اور بڑائی ہے اس میں کیا حرج ہے جو ان سے بڑے ہیں ان کا قدم حضرت پیرانِ پیر کی گردن پر ہے اور بندہ کا بندہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کسی خدائے تعالیٰ کے مقبول کا مطیع ہوکر عمل کرے یہ بھی درست ہے مگر بظاہر لفظ ایسا بولنا اچھا نہیں جو موہم برے معنی کا ہو (۳۱) مگر اصل مراد درست ہے۔

=خالف هواه و تخلى عن الأخلاق الذميمة، وتحلى بالأخلاق الحميدة. و من ظن من نفسه أنه يظفر بذلک بمجرد العلم ودرس الكتب فقد ضل ضلالاً بعيداً، فكما ان العلم بالتعلم من العلماء كذلک الخلق بالتخلق على يدالعرفاء .(اعلاء السنن، باب الترهيب عن مساؤى الأخلاق، ج:۱۸،ص:۴۵۴،ط،ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى)

(۳۱): اخرج الدارمى في سننه عن الشعبى قال: سمعت النعمان بن بشير يقول: سمعت رسول اللهﷺ يقول: الحلال بيّن والحرام بيّن، وبينهما مشتابهات، لايعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لعرضه ودينه، ومن وقع فى الشبهات، وقع فى الحرام. الخ. وفى فتح المنان تحت هٰذا الحديث: قوله (ومن وقع فى الشبهات، وقع فى الحرام): يريد أنه اذا اعتادها واستمر عليها أدته الى الوقوع فى الحرام بأن يتجاسر عليه فيواقعه، يقول: فليتق الشبهة ليسلم من الوقوع فى المحرم. (فتح المنان شرح المسند=

اس قول کا مطلب کہ العلم حجاب الاکبر

﴿سوال﴾ العلم الحجاب الاکبر اس کے کیا معنی ہیں، سالک کی جس وقت علم کی جانب توجہ ہوگی، وہ اس راہ سے محروم رہ جائے گا۔ علم کو کیا اس وجہ سے حجاب کہا ہے۔ اگر علم بھی اس وجہ سے حجاب ہو گیا تو نماز اور روزہ اور زکوۃ اور حج اور اطاعت والدین بلکہ کل کام دارین کے سوائے یاد الٰہی حجاب ہو جانا چاہئیں اور یہاں صرف علم کی ہی نسبت فرمایا ہے۔ اور اگر یہ وجہ ہے کہ علم پڑھنے سے دو عالموں میں باعث اختلاف رائے نقیض اور جھگڑے واقع ہو جاتے ہیں اور لڑنا اور جھگڑے کرنا تو فعل ہے جو چاہے سو کرے۔ اس میں علم کا کیا قصور ہے بلکہ اختلاف رائے علماء تو رحمت ہے اور اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ درمیان بندہ اور معبود کے علم کا ایک حجاب حائل ہے تاوقتیکہ علم کا حجاب طے نہ ہو جاوے یعنی علم نہ سیکھ لے خدا نہ ملے تو یہ معنی صوفیہ نے اس کے ہرگز نہیں لئے اس معنی سے تو تاکید نکلتی ہے اور یہاں یہ مقصود ہی نہیں اور اگر یہ کہا جاوے کہ یہاں مراد علم سے علم دنیوی مثل معقول و فلسفہ وغیرہ ہے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا چونکہ صوفیہ اور علماء علم دین کو علم کہتے ہیں نہ اور فنون کو۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ قول صوفیہ کا نہیں ہے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہرگز انکار مت کر کہ علم حجاب نہیں ہے علم بیشک حجاب اکبر ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ علم جو ارشاد ہے خدا اور رسول کا اگر یہی حجاب اکبر ہو گیا بے حجاب کونسی چیز ہوگی اس میں باریکی کیا ہے اور صوفیہ نے کس معنی سے اس کو حجاب کہا ہے؟

﴿جواب﴾ اس فقرے کے یہ معنی ہیں کہ اپنا جاننا کہ میں بھی اصل ہوں یہ حجاب ہے جب تک اپنی خودی تکبر و عجب کو نہ فنا کر دیوے محجوب ہے مثل شیطان کے اور جب خود اپنے آپ کو لاشئے جان لیوے اور اپنے سب کمالات کو محض موہب حق تعالیٰ کی جان گیا اور تہ دل میں اپنی حقیقت کھل گئی حجاب رفع ہو گیا۔ مراد علم سے اپنی خودی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

امیر خسروؒ کے شعر کا مطلب

﴿سوال﴾ حضرت خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ۔

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند
آرے آرے میکند باخلق عالم کار نیست

شعر مذکور کا مطلب کیا ہے کیونکہ اولیاء اللہ سے اور بت پرستی سے کیا علاقہ غالبًا کوئی اصطلاح ہوگی۔ اگر چہ حسب ظاہر تو خلاف معلوم ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾ حسب اصطلاعات شعراء مطلب صحیح ہے بت پرستی سے مراد ان کی تابعداری محبوب کی ہوتی ہے تو محبوب ان کے سیدی شیخ نظام الدین قدس سرہٗ تھے ان کی اطاعت، اطاعت حق تعالیٰ کی تھی (۳۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۳۲):یا أیها الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم. (سورة النساء: ۵۹)

وفی تفسیر ابن کثیر تحت هٰذه الآیة: وقال علی بن أبی طلحة، عن ابن عباس: (وأولی الأمر منکم) یعنی: أهل الفقه والدین. وکذا قال مجاهد، وعطاء، والحسن البصری، وأبو العالیة: (وأولی الأمر منکم) یعنی: العلماء. والظاهر ـ واللّٰہ أعلم ـ أن الآیة عامة فی جمیع أولی الأمر من الأمراء والعلماء کما تقدم. وقد قال تعالیٰ: (لولا ینهاهم الربانیون والأحبار عن قولهم الاثم وأکلهم السحت) [المائدة: ٦٣]. وقال تعالیٰ: (فاسألوا أهل الذکر ان کنتم لاتعلمون) [النحل: ۴۳]، وفی الحدیث الصحیح المتفق علیه، عن أبی هریرة، عن رسول اللّٰہ ﷺ أنه قال: من أطاعنی فقد أطاع اللّٰہ، ومن عصانی فقد عصا اللّٰہ، ومن أطاع أمیری فقد أطاعنی، ومن عصا أمیری فقد عصانی. فهٰذه أوامر بطاعة العلماء والأمراء. (تفسیر ابن کثیر، ج: ۲، ص: ۳۴۵، ط، دار طیبه ریاض)

فنا فی الشیخ والرسول کا مطلب

﴿سوال﴾ فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول کیا ہوتا ہے اور کہاں سے ثابت ہے اور اس کی نسبت صوفیہؒ کیا فرماتے ہیں؟

﴿جواب﴾ یہ دونوں لفظ اصطلاح مشائخ کے ہیں اتباع کرنا اور محبت کا غلبہ بوجہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ. الایة(۳۳).

بندہ کے بندہ ہونے کا مطلب

﴿سوال﴾ بعض بعض صوفی یہ کہتے ہیں کہ جب تک بندہ کا بندہ نہ ہو خدا نہ ملے تو یہ کلمہ کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اس کے معنی درست ہیں مگر بظاہر لفظ موہم ہیں اس واسطے یہ لفظ نہ کہے(۳۴)۔

مرید ہونا ضروری ہے یا مستحب

﴿سوال﴾ عالم یا فقیر سے مرید ہونا کوئی ضروری بات ہے یا مستحب ہے؟

---

(۳۳):(آل عمران: ۳۱)

(۳۴):اخرج الدارمی فی سننہ عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینھما مشتابھات، لایعلمھا کثیر من الناس، فمن اتقی الشبھات استبرأ لعرضہ ودینہ، ومن وقع فی الشبھات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت ھٰذا الحدیث: قولہ (ومن وقع فی الشبھات، وقع فی الحرام): یرید أنہ اذا اعتادھا واستمر علیھا أدتہ الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیہ فیواقعہ، یقول: فلیتق الشبھة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

﴿جواب﴾ مرید ہونا مستحب ہے واجب نہیں (۳۵)۔

عورتوں کا رسمی بیعت کرنا

﴿سوال﴾ اکثر عورتیں جو بعض صوفیوں سے بیعت ہوتی ہیں۔ بلا حجاب بے پردہ سامنے آتی ہیں اور ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت ہوتی ہیں اور کچھ عیب نہیں سمجھا جاتا ہے اور خود بیعت بھی رسمی ہوتی ہے کیونکہ خود شرک وبدعت میں مبتلا ہوتی ہیں نماز تک نہیں پڑھتیں چہ جائیکہ طریقت اور اس پر فخر ہوتا ہے۔ اور جو عورتیں کہ بیعت نہیں ہیں ان کو طعن کیا جاتا ہیں لہٰذا ایسا بیعت ہونا حرام ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾ ایسے پیر سے بیعت ہونا حرام ہے اور ایسی بیعت بھی حرام اور پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دینا غیر محرم عورتوں کو حرام ہے (۳۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وسلم بوقت بیعت عورتوں کا ہاتھ نہیں پکڑتے

---

(۳۵):قال الامام شاہ ولی اللّٰہ الدھلوی رحمہ اللّٰہ:ان البیعۃ سنۃ ولیست بواجبۃ . (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، دوسری فصل، ص:۱۸،ط،ایجو کیشنل پریس، کراچی)

وقال العلامۃ فقیر اللّٰہ الحنفی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: وھی سنۃ لیست بواجبۃ.(قطب الارشاد، ص:۵۴۳،ط،مکتبۃ الاسلامیۃ میزان مارکیٹ کوئٹہ)

(۳۶):قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ فی الدرالمختار :(الامن اجنبیۃ) فلا یحل مس وجھھا وکفھا وان أمن الشھوۃ لأنہ اغلظ، ولذا تثبت بہ حرمۃ المصاھرۃ.الخ.(الدر المختارشرح تنویر الأبصار وجامع البحار، کتاب الحظر والأباحۃ، فصل فی النظر والمس، ص:۶۵۵،ط،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،لبنان)

وقال العلامۃ محمد بن حسین الطوری الحنفی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ : قال رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: (و یمس مایحل لہ النظر الیہ) یعنی یجوز أن یمس ماحل لہ النظر الیہ من محارمہ ومن الرجل لا من الأجنبیۃ...الخ.(تکملۃ البحرالرائق،کتاب الکراھیۃ، فصل فی النظر=

تھے(۳۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

صوفی کے لئے زیادتی علم کی ضرورت

﴿سوال﴾ صوفی کو علم وافر کی ضرورت ہے یا صرف مسائل ضروریات روزمرّہ ہی سیکھ لینا کافی ہیں۔اورسالک کو طلب حق کے واسطے تعلم وتعلیم قرآن وحدیث وفقہ وکثرت نوافل کافی ہوجائیں گے یا بغیر ان باتوں کے کہ جو صوفیہ کرام نے مقرر و تعلیم فرمادی ہیں کام نہ چلے گا؟

﴿جواب﴾ قدر حاجت کے علم صوفی کو ضرورت ہے کہ فرض واجب عقائد وعبادات سے مطلع

=واللمس، ج:۸،ص: ۳۵۶، دارالکتب العلمیة،بیروت،لبنان)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة،کتاب الکراهیة،الفصل التاسع فیمایحل للرجل النظرالیه وما لایحل،ج:۱۸،ص:۹۵، ط،مکتبة زکریا بدیوبند الهند)

(وکذا فی مجمع الانهرفی شرح ملتقی الابحر،کتاب الکراهیة، فصل فی النظرو نحوه، ج:۴، ص:۲۰۳،ط،دارالکتب العلمیة،بیروت،لبنان)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریه،الباب الثامن فیمایحل للرجل النظر الیه ومالایحل له و مایحل له مسه ومالایحل،ج:۵،ص:۳۲۹)

(۳۷): واخرج عبدالرزاق، وسعید بن منصور، عبد بن حمید، وابن سعد، واحمد، والترمذی وصحّحه، والنسائی، وابن ماجة، وابن جریر، وابن المنذر، وابن مردویه عن أمیمة بنت رقیقة قالت: أتیت النبی ﷺ فی نساء لنبایعه فأخذ علینا مافی القرآن، ان لانشرک باللّٰه شیئاً حتی بلغ:" ولایعصینک فی معروف". فقال: فیما استطعتن واطقتن، قلنا: اللّٰه رسوله أرحم بنا من أنفسنا، یا رسول اللّٰه ، ألاتصافحنا ؟ قال: انی لأأصافح النساء، انما قولی لمائة امرأة کقولی لامرأة واحدة. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور،ج: ۱۴،ص: ۴۲۴، ۴۲۵)

ہوجاوے تبحر علم ضروری نہیں (۳۸) اور طلب راہ حق کے واسطے قرآن وحدیث وفقہ کا کافی ہے مگر تحصیل نسبت بدون شیخ کے حاصل ہونا شاذ ونادر ہے اگرچہ ممکن ہے اور بعض کو حاصل بھی ہوجاتا ہے۔

کسی سے حسن ظن کا فائدہ

﴿سوال﴾ زید عمرو سے مرید ہے اور عمرو بکر سے مرید ہے اور بکر خالد سے مرید ہے اب ولید زید سے مرید ہونا چاہتا ہے اور خالد کو کہ جو زید کے دادا پیروں میں ہیں خوش عقیدہ اور بزرگ نہیں جانتا۔ اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ یہ شخص ولید زید سے مرید ہوکر کچھ فیضیاب بھی ہوسکتا ہے یا نہیں درآنحالیکہ خالد کو بُرا جانتا رہے اور اپنے دل میں خالد کی جانب سے کچھ بغض شرعی بھی رکھتا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر زید کو کامل جانتا ہے اور فی الواقع زید میں کمال ہے تو یہ شخص زید سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔ (۳۹)۔

---

(۳۸): قال العلامة ابن عابدين الشامی رحمه الله تعالىٰ: قال العلامی فی فصوله: من فرائض الاسلام تعلم مايحتاج اليه العبد فی اقامة دينه واخلاص عمله لله تعالىٰ ومعاشرة عباده. وفرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل و الصلاة والصوم، وعلم الزكاة لمن له نصاب، والحج لمن وجب عليه، والبيوع على التجار ليحترزوا عن الشبهات و المكروهات فی سائر المعاملات، وكذا أهل الحرف، وكل من أشتغل بشئ يفرض عليه علمه و حكمه ليمتنع عن الحرام فيه. (ردالمحتار المقدمة، ج: ۱، ص: ۱۲۵، ۱۲۶، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۳۹): قال الامام الشاه ولیّ الله: وأما المسئلة الثالثة فشرط من ياخذ البيعة امور احدها علم الكتب والسنة، والشرط الثانی العدالة والتقوىٰ، والشرط الثالث ان يكون زاهداً فی الدنيا راغباً فی الآخرة، والشرط الرابع ان يكون اٰمراً بالمعروف ناهيا عن المنكر، والشرط الخامس ان يكون صحب المشائخ وتأدب بهم دهراً طويلاً واخذمنهم=

حال کی تفصیل

﴿سوال﴾ مسئلہ یہ جو بعض لوگوں کو حال آتا ہے یہ کیا بات ہے حال کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا یہ مکروہ ہے؟

﴿جواب﴾ صلحاء کا حال صالح ہے اور فساق کا حال خراب ہے صحابہؓ کو بھی حال آتا تھا (۴۰)۔مگر قرآن وحدیث ذکر وعظ پر نہ ڈھول سارنگی پر، کسی کو دنیا کے غم میں رونا آتا ہے۔کسی کو آخرت کے غم میں۔اس میں کیا شبہ ہوتا ہے جو حدیث سے دلیل طلب ہے جہاں معاصی ہوں۔اس مجلس میں شریک ہونا حرام ہے (۴۱)۔فقط۔

=نور الباطن والسكينة.(شفاء العليل ترجمه القول الجميل، ص: ۲۰ تا ۲۵، ط، ایجو کیشنل پریس، کراچی)

یعنی اگر زید میں فی الواقع یہ مذکورہ پانچ شرائط پائی جائیں تو یہ شخص زید سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (محمد خالد حنفی)

(۴۰):عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰهﷺ: "اول من يدعیٰ به يوم القيامة "الحديث. وفيه قال "شفی": فاخبرت معاوية رضی اللّٰه تعالیٰ عنه بهذا الحديث عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فقال: قد فعل بهولاء هٰذا فكيف بمن بقی من الناس؟ ثم بكیٰ معاوية رضی اللّٰه تعالیٰ عنه بكاء شديداً حتی ظن انه هالک، ثم افاق ومسح عن وجهه. اخرجه مسلم والترمذی واللفظ له والنسائی.(التكشف عن مهمات التصوف، ص: ۵۲۷،ط،اداره تاليفات اشرفية،ملتان)

(۴۱):قال العلامة ابوبكر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمه اللّٰه تعالٰی: (فلاتقعد بعد الذكری مع القوم الظالمين) يعنی بعد ماتذكر نهی اللّٰه تعالٰی لاتقعد مع الظالمين وذلک عموم فی النهی عن مجالسة سائر الظالمين من أهل الشرک و=

وجد وتواجد کا مسئلہ

﴿سوال﴾ مسئلہ وجد شرعاً مذموم ہے یا مباح ہے یا مستحب ہے کہ جو بے اختیار ذوق وشوق سے ہو کیونکہ فقہاء کرام اس کو بُرا کہتے ہیں۔

﴿جواب﴾ وجد جو بے اختیار ہو ہو مستحسن ہے اور باقی اس پر واجب ومستحب کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ وجوب واستحباب خاص مکلّف واختیاری کی صفت ہے البتہ یہ وجد جو بے اختیاری، شرعی اگر چہ مستحسن ہے کہ ثمرہ ذکر ہے مگر اس سے جو اہل اس کا نہ ہو اور اس سے تکلیف ہوتی ہو۔ اس کو مسجد سے نکال دینا جائز ہے اور تواجد جو بہ تکلف ہو فقہاء نے منع لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز میں وسوسہ

﴿سوال﴾ ایک شخص کو نماز پڑھنے میں اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ میں نے الحمد شریف نہیں پڑھی، کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ بیچ کا قعدہ نہیں کیا۔ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ سجدہ ایک کیا ہے دوسرا نہیں کیا۔ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ نیت ہی نہیں کی اس سبب سے اکثر اس کو نیت توڑنا اور سجدہ سہو کرنا پڑتا ہے اور نماز میں قسم قسم کے تخیلات باطلہ پیدا ہوتے ہیں اس کا کیا علاج ہے اور ایسے شخص کو بار بار نیت توڑنا اور سجدہ سہو کرنا چاہئیں یا نہیں؟

=أهل الملة لوقوع الاسم عليهم جميعاً وذلک اذا کان فی تقية من تغييره بيده أو بلسانه بعد قيام الحجة على الظالمين بقبح ماهم عليه فغير جائز لأحد مجالستهم مع ترک النكير سواء كانوا مظهرين فی تلک الحال للظلم والقبائح أوغير مظهرين له لأن النهی عام عن مجالسة الظالمين.الخ. (احكام القرآن للجصاص، باب النهی عن مجالسة الظالمين، ج: ۳، ص: ۲، ط، دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان)

(وكذا فی معارف القرآن للمفتی شفيع رحمه الله تعالىٰ، ج: ۳، ص: ۳۷۲، ط، مكتبه معارف القرآن كراچی)

﴿جواب﴾ ایسے ایسے خطرات پر التفات نہ کرے(۴۲) ظن غالب پر عمل کرے(۴۳)۔

---

(۴۲):عن مالک: انه بلغه ان رجلاً سال القاسم بن محمد فقال: انی اهم فی صلاتی، فیکثر ذلک علیّ، فقال القاسم بن محمد: امض فی صلاتک، فانه لن یذهب عنک، حتی تنصرف وأنت تقول ما اتممت صلاتی.وقال المحدث الکبیرمحمد زکریا بن یحییٰ الکاندهلوی رحمه اللّٰه تعالٰی تحت هذا الحدیث:وهذا دواء للوسواس، بأنه لایلتفت الیه اصلاً.(اوجزالمسالک الیٰ مؤطا امام مالک،کتاب السهو، ج:۲، ص: ۳۵۱،۳۵۲،رقم: ۲۱۸،ط،دارالقلم،دمشق)

(۴۳):فی الهندیة:وان کثر شکه تحری وأخذ بأکبررأیه، کذا فی التبیین.(فتاوی عالمکیریه، الباب الثانی عشر فی سجود السهو،ج:۱،ص:۱۳۰)

وفی القدوری:فان کان شک یعرض له کثیراً: بنیٰ علیٰ غالب ظنه ان کان له ظن.

وقال العلامة عبدالغنی الغنیمی الدمشقی تحته:(فان کان شک یعرض له) فی صلاته (کثیراً: بنیٰ علٰی غالب ظنه) لان فی الاستئناف مع کثرة عروضه حرجا.(اللباب فی شرح الکتاب شرح لمختصر القدوری،باب سجود السهو،ج:۲،ص: ۲۲۱،ط،دار السراج،المدینة المنورة ،ودار البشائرالاسلامیة، بیروت،لبنان)

(وکذا فی البنایه شرح الهدایة،باب سجود السهو،ج:۲،ص: ۶۳۱،۶۳۲،ط، دار الکتب العلمیة،بیروت،لبنان)

(وکذا فی ملتقی الابحرمع مجمع الأنهر، باب سجود السهو،ج:۱،ص: ۲۲۶، ۲۲۷، ط،دار الکتب العلمیة،بیروت،لبنان)

(وکذا فی الاختیارلتعلیل المختار،باب سجود السهو، ج: ۱، ص: ۷۴، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت،لبنان)

وسوسہ پرمواخذہ

﴿سوال﴾ دل کے خیال فاسدہ سے جو گناہ کبیرہ ہوتے ہیں دل سے دور نہ ہوں اگرچہ ان کو بُرا جانتا ہے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ صرف دل میں خطرہ آوے اور اس پر عمل نہ کرے اور اس کو دفع کرتا رہے تو گناہ نہیں ہے اور اگر اس کا ارتکاب دل میں ٹھان لے گا تو بیشک گنہگار ہوگا (۴۴)۔فقط۔

---

(۴۴):عن أبی هريرة رضى الله عنه، قال قال رسول الله ﷺ: ان الله (تعالىٰ) تجاوزعن امتى ما وسوست به صدورها،مالم تعمل به أو تتكلم.متفق عليه.وفى المرقات تحت هذا الحديث:(مالم تعمل به) أى مادام لم يتعلق به العمل ان كان فعلياً(أو تتكلم)به أى مالم تتكلم به ان كان قولياً، كذا فى الأزهار قال صاحب الروضة فى شرح صحيح البخارى: المذهب الصحيح المختار الذى عليه الجمهور أن أفعال القلوب اذا استقرت يؤاخذ بها، فقوله ﷺ : " ان الله تجاوز عن امتى ما وسوست به صدورها " محمول على ما اذا لم تستقر ذلک معفو بلاشک لأنه لايمكن الانفكاک عنه بخلاف الاستقرار. (مرقاة المفاتيح، كتاب الايمان، باب الوسوسة، الفصل الاول، ج:۱،ص: ۲۳۲، ۲۳۳، رقم : ۶۳، ط،دار الكتب العلمية،بيروت)

وقال العلامة محمد بن على بن آدم : قال الجامع عفا الله تعالىٰ عنه: قد تبين بما تقدّم أن الأرجح فى هذه المسألة أن ما يخطر فى القلب على قسمين :(أحدهما): الهواجس التى لاتستقرّ، فهى التى لا مؤاخذة بها، وهى المرادة بحديث الباب: "ان الله تجاوز لأمتى ماحدثت به أنفسها"، وعليه محمل آية قصّة يوسف، فانه من هذا القبيل.

(والثانى): مايستقرّ فى النفس، ويعزم به الانسان، ويوطّن عليه نفسه، فهذا القسم يؤاخذ به، لأنه عمل القلب، فيشمله قوله ﷺ : "مالم تعمل" ، فانه اذا عزم،=

کتاب سے دیکھ کر ذکر مقرر کرنا

﴿سوال﴾ حضور نے جو ذکر بتلایا تھا اس کو کرتا ہوں کچھ حضور نے باتیں زبانی بتلائی تھیں۔ ان میں سے بعض بعض میں بھول گیا تھا مگر ضیاء القلوب کے دیکھنے سے یاد آ گئیں بندہ کو اور بھی فرصت ہے اگر ضیاء القلوب سے دیکھ کر اور کچھ پڑھوں تو حضور کیا فرماتے ہیں جو ارشاد عالی ہو وہ کیا جاوے، فدوی سابق سے مسبعات عشر پڑھتا تھا اب حضور نے واسطے منافع دنیا کے یا باسط گیارہ سو مرتبہ و یا مغنی گیارہ سو مرتبہ بعد نماز فجر بتلایا تھا وہ بھی پڑھتا ہوں مگر مسبعات عشر کی یہ شرط ہے کہ قبل طلوع پڑھے اگر پہلے بعد نماز فجر کے مسبعات پڑھتا ہوں تو وظیفہ مسطورہ کے ختم تک طلوع ہو جاتا ہے اور اگر وظیفہ بعد کو پڑھتا ہوں تو مسبعات کے وقت طلوع ہو جاتا ہے لہٰذا عرض ہے کہ اس وظیفہ کا یا تو اور وقت حضور اپنی زبان فیض ترجمان سے فرماویں یا طلوع کی شرط نہ ہو ذکر نفی و اثبات میں معنی کی طرف خیال کرتا ہوں مگر ذکر اثبات مجرد و ذکر اسم ذات میں کیا خیال کروں؟

﴿جواب﴾ بخدمت شریف مولوی محمد یحییٰ صاحب و حکیم مسعود احمد صاحب السلام علیکم! بندہ نے جو ذکر آپ کو بتلایا تھا اگر زیادہ فرصت ہے تو اس کو ہی دوگنا ڈیوڑھا کر لیں مگر اپنی رائے سے کتاب دیکھ کر کوئی ذکر مقرر کرنا مناسب نہیں ہے اور ذکر نفی و اثبات میں جب پورے معنی کی طرف دھیان رہتا ہے ان ہی پورے معنی کی طرف اثبات مجرد اور ذکر اسم ذات میں بھی اسی طرف خیال کرنا چاہیے مسبعات عشر جو آپ فجر کو پڑھتے ہیں۔ وہ پہلے پڑھ لیا کیجئے اور بعد اس کے وظیفہ یا مغنی اور یا باسط پڑھا کریں کہ دین کا کام کار دنیوی سے مقدم ہونا چاہیے۔

=ووطّن نفسه عليه، فهذا عمل القلب، ومنه حديث: ”فانه كان حريصاً على قتل صاحبه“، فهذا التفصيل هو الذى به تجتمع الأدلّة المختلفة فى هذا الباب. (البحر المحيط الثجاج فى شرح صحيح الامام مسلم بن الحجاج، كتاب الايمان، باب بيان تجاوز الله سبحانه و تعالىٰ عن حديث النفس والخواطر مالم تستقر، ج:۳، ص: ۱۷۵، ط، دارابن الجوزى، سعوديه)

صبر وشکر

﴿سوال﴾ زید کہتا ہے کہ مصائب میں صبر اور راحت وخوشی میں شکر کرنا چاہئے کہ اس کا امر قرآن وحدیث میں وارد ہے۔ اور عمرو کہتا ہے کہ نہیں بلکہ مصائب اور امراض وغیرہ میں شکر کرنا چاہئے۔ یہ حصہ انبیاء علیہم السلام کو عطاء ہوا تھا۔ یہ نعمت ورثہ انبیاء علیہم السلام کی مرحمت ہوئی ہے اور راحت وعیش میں صبر کرنا چاہئے کہ یہ عیش دنیا کا کفاروں کا حصہ ہے لہٰذا قول کس کا صحیح ہے؟

﴿جواب﴾ تکالیف میں صبر کرنا اور نعمت پر شکر کرنا چاہیے (۴۵) اور تکالیف پر راضی ہونا اعلیٰ

---

(۴۵): یٰایّھا الّذین اٰمنوا اصبروا واصابروا و رابطوا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون. (اٰل عمران / ۲۰۰)

قال العلامة ناصر الدین عبداللّٰہ بن عمر الشیرازی البیضاویؒ: (یٰایّھا الّذین اٰمنوا اصبروا) علی مشاق الطاعات وما یصیبکم من الشدائد. (أنوار التنزیل واسرار التأویل، ج: ۱، ص: ۵٦، ط، دارأحیاء التراث العربی ومؤسسة التاریخ العربی بیروت، لبنان)

وأخرج عبد بن حمید، وابن المنذر، وابن أبی حاتم، عن الحسن فی الآیة قال: (اصبروا) عند المصیبة، (وصابروا) علی الصلوات، (ورابطوا) جاھدوا فی سبیل اللّٰہ. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۴، ص: ۱۹۸)

وأخرج ابن أبی الدنیا، والبیھقی، عن سلمان التیمیّ قال: ان اللّٰہ عزوجل أنعم علی العباد علی قدرہ، وکلّفھم الشکر علی قدرھم. (الدرالمنثور، ج: ۲، ص: ۵۷)

وأخرج مسلم، والبیھقی، عن صھیب قال: قال رسول الله ﷺ: عجبا لأمر المؤمن، ان أمر المؤمن کله خیر، ان أصابته سرّاء فشکر کان خیراً له، وان أصابته ضرّاء فصبر کان خیراً له. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۲، ص: ٦۳)

وقال شیخ الاسلام محمد تقی العثمانی دامت برکاتھم تحت ھذا الحدیث:=

درجہ کے اولیاء کی شان ہے جو اپنے ارادہ سے فنا ہورہے ہیں وہ دوسری شان ہے۔اورصبر وشکر بلا ونعمت پر دوسری شان ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم اس میں دونوں قول بجائے خود صحیح ہیں۔اورعلی الاطلاق سب افراد میں دونوں بے جا ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اولیاء اللہ کا بچشم ظاہر دیدار الٰہی کرنا

﴿سوال﴾ یہ قول کہ حضرات اولیاء اللہ بچشم ظاہری در بیداری دیدار رب العزت تعالیٰ شانہ کرتے ہیں غلط ہے یا صحیح؟

﴿جواب﴾ یہ قول ان کا صحیح نہیں (۴۶) بلکہ مأوّل ہے اگر کسی عالم سے منقول ہے اوراورمردود ہے اگر کسی جاہل سے مروی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=(فكان خيرا له) فيه فضيلة الشكر والصبر، ولاينبغي للمؤمن أن تخلو أوقاته من أحد منهما. (تكلمة فتح الملهم، كتاب الزهد والرقاق،باب،المؤمن أمره كله خير، ج: ٦، ص:٣٨٨،ط،داراحياء التراث العربى،بيروت،لبنان)

(۴۶):قال العلامة شبير احمد العثمانى رحمه الله تعالىٰ:وقال عياض: رؤية الله سبحانه و تعالىٰ جائزة عقلاً، وثبت الأخبار الصحيحة المشهورة بوقوعها للمؤمنين فى الآخرة، وأما فى الدنيا فقال مالک: انما لم يرسبحانه فى الدنيا لأنه باق والباقى لايرى بالفانى، فاذا كان فى الآخرة ورزقوا أبصاراً باقية: رأوا الباقى بالباقى. (فتح الملهم بشرح صحيح مسلم، كتاب الايمان،باب معنى قول الله عزوجل:"ولقد رء اه نزلة اخرى"وهل رأى النبى ﷺ ربه ليلة الاسراء؟، ج:٢،ص: ٣٠١،ط، دار احياء التراث العربى، بيروت، لبنان)

وقال العلامة بدرالدين العينى الحنفى رحمه الله تعالىٰ : وأما رؤية الله فى الدنيا فممكنة ولكن الجمهور من السلف والخلف من المتكلمين وغيرهم على أنها لاتقع =

اپنے یا کسی کے شیخ پر اعتراض

﴿سوال﴾ کوئی مرید اپنے شیخ پر یا کوئی غیر شخص کسی غیر پیر پر کوئی شرعی اعتراض کرے تو وہ شیخ اپنے معترض کو جواب بہ نرمی دے یا بجائے جواب ناخوش ہو جاوے اور بالفرض اگر یہ شخص اپنے معترض کو جواب کافی نہ دے گا کہ جس سے معترض کی تسکین ہو جاوے تو گنہگار رہو گا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جواب نرمی سے بھی درست ہے بعض مواقع میں اور غصہ سے بھی درست ہے بعض محل میں اور بعض مضمون فہمائش کے قابل ہوتے ہیں بعض نہیں لہٰذا ہر شخص اور ہر محل کا جدا معاملہ ہے اس کا جواب کلی نہیں ہوسکتا۔

کشف کمال ہے یا نہیں

﴿سوال﴾ فقراء کے یہاں کشف کوئی بڑی بات ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کوئی کمال معتبر نہیں اگر چہ کمال ہو کیونکہ یہ امر مشترک ہے مومن و کافر میں تو کمال تو ہوا مگر خیر سے خیر ہے اور شر سے شر (۴۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=فی الدینا. (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: انّ اللّٰه لایظلم مثقال ذرة، ج: ۱۸، ص: ۲۲۹، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان)

وقال العلامة محمد بن علی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقد ثبت بالنصوص الصحیحة، واتفاق سلف الأمة أنه لایری اللّٰه أحد فی الدنیا، بعینه، الا ما نازع فیه بعضهم من رؤیة نبیّنا محمد صلی اللّٰه علیه وسلم خاصةً، واتفقوا علی أن المؤمنین یرون اللّٰه تعالیٰ یوم القیامة عِیاناً، کما یرون الشمس والقمر....الخ. (البحر المحیط الثجاج شرح صحیح الامام بن الحجاج، کتاب الایمان، باب، قوله صلی اللّٰه علیه وسلم: نور انی أراه؟ وفی روایة رایت نوراً، ج: ۵، ص: ۷۷، ط، دار ابن الجوزی، المملکة العربیة السعودیة)

(۴۷): قال علماؤنا رحمة اللّٰه علیهم: من اظهر اللّٰه تعالیٰ علی یدیه ممن لیس=

کلمہ کو خلاف طریقہ صوفیہ پڑھنا

﴿سوال﴾ یہ قول بعض حضرات صوفیہ رحمہم اللہ کہ **لاالٰہ الا اللّٰہ** اگر بطریق صوفیا کے کہا جائے تو عاقبت میں نافع ہوگا۔ ورنہ نہیں تو کیا محض اقرار باللسان وتصدیق بالقلب جو ہر خاص وعام پر فرض ہے نافع نہ ہوگی تاوقتیکہ خاص صوفیہ کے طور پر نہ ہو ہاں وہ ایک اعلیٰ درجہ ہوگا نہ کہ نافع ہی نہ ہو لہٰذا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ قول بھی بجائے خود صحیح ہے اور معنی بھی صحیح ہیں۔ مگر اس سوال کے جواب کی نہ مجھ کو لیاقت ہے نہ سائل لائق ہے نہ اس کا جواب قرطاسی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کلمہ پڑھے معنی سمجھ کر نافع ہووے گا بفضلہٖ تعالیٰ فقط۔

پاس انفاس

﴿سوال﴾ سانس کی آمد ورفت میں جو ذکر اللہ ہوا کرتے ہیں اس میں ثواب بھی ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو فقط زبان کی برابر ہے یا اس کا ثواب کم ہے یا زیادہ ہے؟

= بنبيّ كرامات و خوارق للعادات، فليس ذلک دالّاًعلى ولايته.(الجامع لاحكام القرآن للقرطبي، ج: ١، ص: ٤٤٣، ط، مؤسسة الرسالة،بيروت،لبنان)

قال العلامة على بن سلطان محمد القارى رحمه اللّٰه تعالىٰ: ان الفراسة ثلاثة أنواع : فراسة ايمانية وسببها نوريقذفه اللّٰه تعالىٰ فى قلب عبده .....وفراسة رياضية، وهى التي تحصل بالجوع، والسهر والتخلى، فان النفس اذا تجردت عن العوائق والعلائق باخلائق صار لها من الفراسة، والكشف بحسب تجردها،وهذه فراسة مشتركة بين المؤمن والكافر، ولاتدل على ايمان ولاعلى ولاية، ولاتكشف عن حق نافع، و لاعن طريق مستقيم، بل كشفها من جنس فراسة الولاة، وأصحاب عبارة الرؤيا والأطباء و نحوهم.....الخ. (شرح فقه الاكبر لملاعلى القارى،ص: ٧٠،ط،دارالكتب العربية الكبرى، مصر/وكذا فى تفسير ابن كثير،ج: ١،ص: ٢٣٢، ٢٣٣،ط ،دارطيبة، المملكة العربية السعودية)

﴿جواب﴾ سانس کی آمدورفت کا اور ذکر لسانی کا ثواب جو دریافت کیا تو بعض وجوہ سے تو ذکر لسانی افضل ہے اور بعض سے انفاس فقط۔

ملفوظات

بذریعہ خط بیعت کا جواز

﴿۱﴾ از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمانید۔ آپ کا خط بطلب بیعت کے آیا سو بندہ تم کو اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعت کرتا ہے (۴۸) سب امور موافق شریعت کے کرتے رہو اور پنجگانہ نماز اور ادائے فرائض میں چشت رہو۔ اگر کسی وقت فرصت ہو اور حرج نہ ہو تو ملاقات کا مضائقہ نہیں ورنہ دور قریب سب محبت میں یکساں ہیں۔ اگر وظیفہ ورد کی حاجت ہو تو دوسرے وقت بتایا جائیگا۔ فقط والسلام مورخہ ۴۔ رمضان۔

بذریعہ خط اپنے مرشد کی طرف سے بیعت کرنا

﴿۲﴾ از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام۔ آج کارڈ جوابی آپ کا آیا اگرچہ لائق اخذ بیعت نہیں ہوں مگر حسب درخواست آپ کے اپنے حضرت مرشد سلمہ کی طرف سے اخذ بیعت کر کے آپ کو داخل سلسلہ کرتا ہوں آپ صلوٰۃ خمسہ کو خوب بطمانیت و جماعت اپنے وقت پر ادا کرتے رہیں اور ممنوعات شرعیہ اور بدعات سے اجتناب رہے اور معاملات وسنت ادا کرتے ہیں یہی خلاصہ بیعت کا ہے اور اسی واسطے بیعت ہوتے ہیں (۴۹)۔ فقط والسلام مورخہ دوئم ذی الحجہ روز پنجشنبہ۔

(۴۸/۴۹): قال الامام شاہ ولی اللّٰہ الدھلوی رحمہ اللّٰہ: واستفاض عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس کانوا یبایعونہ تارۃ علی الھجرۃ والجھاد وتارۃ علی اقامۃ ارکان الاسلام وتارۃ علی الثبات والقرار فی معرکۃ الکفار وتارۃ علی التمسک بالسنۃ والاجتناب عن البدعۃ والحرص علی الطاعات. الخ. (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ص: ۱۳، ۱۴، ط، ایجو کیشنل پریس، کراچی)

خاندان حضرت شاہ ولی اللہ کے عقائد

﴿۳﴾ بندہ خاندان حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (رحمہ اللہ) میں بیعت ہے اور اسی خاندان کا شاگرد ہے گو ان کے عقائد کو حق اور تحقیقات کو صحیح جانتا ہے الا ماشاء اللہ کوئی امر جو بمقتضائے بشریت خاصہ لازمہ انسان ہے صادر ہو گیا ہو تفسیر شاہ عبدالعزیز صاحب عقد الجید مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا تنویر العین مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید جیسا کہ مشہور ہے ایسے ہی ہے اس خاندان کے عقائد تقویۃ الایمان سے ظاہر ہیں۔ فقط والسلام

بدعتی پیر کی بیعت فسخ کرنا

﴿۴﴾ اگر ایک شخص سے کوئی مرید ہوا اور پھر معلوم ہوا کہ پیر بدعتی ہے اور کسی وجہ سے قابل بیعت کرنے کے نہیں ہے تو اس کی بیعت کا فسخ کرنا واجب ہے اگر بیعت کو فسخ نہ کرے گا تو گنہگار رہوگا۔ حدیث میں آیا ہے ''المرأ مع من احب'' (۵۰) سو اگر بدعتی سے محبت کرے گا اسکے ہی ساتھ ہو جاوے گا اور بدعتی سے محبت حرام ہے اور وہ جو پیر قابل بیعت ہے مگر مرید کو اس سے فائدہ نہیں ہوتا تو بھی دوسرے پیر سے مرید ہو جانا درست ہے مگر پہلے پیر سے بھی اعتقاد رکھے اور جو پہلے پیر سے باوجود فائدہ ہونے کے بیعت فسخ کر دے اور دوسرے سے مرید ہو جاوے تو بھی گناہ نہیں پیری مریدی دوستی ہے آدمی جس سے چاہے دوستی دین کی کر لیوے اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں مگر ہاں اچھے پیر اہل سنت کو چھوڑنا بلا وجہ اچھا نہیں کہ ایسے مرید پر

---

(۵۰): (اخرجہ البخاری فی کتاب الأدب ،باب، علامۃ الحب فی اللّٰہ لقولہ تعالٰی: ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتّبعوانی یحببکم اللّٰہ، ج: ۲، ص: ۹۳۸، ط، مکتبہ رحمانیہ، لاھور/ وابوداؤد فی کتاب الأدب، باب الرجل یحب الرجل علی خیر یراہ، ص: ۷۲۱، رقم الحدیث: ۵۱۲۷، ط، دارالسلام، ریاض/ والترمذی فی ابواب الزھد، باب ماجاء ان المرء مع من احب، وقال الترمذی: ھذا حدیث صحیح ج: ۲، ص: ۶۲۱، رقم الحدیث: ۲۳۸۷، ط، الطاف سنز، کراتشی)

مشائخ التفات نہیں کرتے (۵۱) لہٰذا اس کو فائدہ نہیں ہووے گا ورنہ کوئی گناہ کی بات نہیں یہ سب کتب تصوف میں مشائخ صوفیہ نے لکھا ہے اور پہلے پیر کے چھوڑنے کو کفر کہنا تو یہ کسی نے بھی نہیں لکھا یہ مقولہ بالکل جاہل ناواقف کا ہے کہ اپنے دنیا کے کمانے کے واسطے مکر پھیلایا ہے یہ قول بالکل غلط اور مردود ہے مشائخ قدیمہ دو۲ دو۲ تین تین اور زیادہ سے بیعت ہوئے ہیں چنانچہ کتب سلاسل سے ظاہر ہے تو اس شخص کو قول فاسد پر سب پر کفر عاید ہووے گا۔ معاذ اللہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵۱):قال الامام شاہ ولی اللہ الدهلوی رحمه اللہ: فاعلم ان تكرار البيعة من رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم ماثور وكذلك عن الصوفية امامن الشخصين فان كان بظهور خلل فى من بايعه فلابأس وكذلك بعد موته او غيبته المنقطعة واما بلاعذر فانه يشبه المتلاعب ويذهب بالبركة ويصرف قلوب الشيوخ عن تعهدهٖ .واللہ اعلم. (شفاء العليل ترجمه القول الجميل، ص: ۲۹، ۳۰،ط، ايجو كيشنل پريس، كراچى

وقال العلامة فقير اللہ الحنفى رحمه اللہ تعالىٰ : واما تكرار البيعة فماثور من رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم وكذلك عن المشائخ الصوفية اما من شيخ واحد فظاهر امامن الشخصين فان كان لظهور الخلل فى من تبعه فلابأس وكذلك بعد موته والغيبة المنقطعة واما من غير عذر فلا لانها فانه شبيهة بالتلاعب وتذهب بالبركة وتعهد قلوب المشائخ لان قلوبهم تصرف عن تعهده.(قطب الارشاد ص: ۵۴۳،ط،مكتبة الاسلامية ميزان ماركيٹ كوئٹه)

کتاب التقلید والاجتہاد

تقلید واجتہاد کے مسائل

مطلق تقلید کا ثبوت

﴿سوال﴾ کتب اصول میں قاعدہ مقرر ہے کہ حکم مطلق کو مقید کرنا اور مقید کو مطلق کرنا اپنی رائے سے تعدی حدود اللہ اور حرام ہے اسی کو بدعت بھی کہتے ہیں۔ مثلاً مجلس مولود کہ اہل بدعت نے مطلق ذکر اللہ تعالیٰ خواہ امر و نہی و دیگر سیر و حالات ہوں مقید کر کے علیحدہ ایک مجلس ٹھہرالی ہے اسم با مسمیٰ لہٰذا بدعت و حرام ہوئی یا قیام مجلس مولود میں کہ مطلق ذکر اللہ تعالیٰ و ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندوب ہے مگر خاص ذکر مولود ہی پر مقید کرنا بدعت ہوگیا۔ ایصال ثواب الی المیت کہ مطلق تھا۔ بلاتعین و تخصیص کے جب چاہو کر و اہل بدعت نے اس کو مقید بقیود کرلیا ہے تعدی حدود اللہ اور بدعت ہے علیٰ ہذا تقلید مجتہدین مسائل اجتہادیہ میں کہ حکم شارع علیہ السلام مطلق ہے چاہے جس فرد مامور پر بلاتعین عمل کرے جس اہل ذکر مجتہدین سے چاہے دریافت کرلے کوئی قید شارع نے مقرر نہیں فرمائی۔ جو مقید کرلیا جائے البتہ نوع واحد پر عمل بوجہ سہولت واصلاح عوام بلالزوم عقیدہ وجوب مضائقہ نہیں کہ یہ مطلق ہی ہے مگر وجوب مقرر کرنا تعدی حدود اللہ ہو کر حرام ہوگا اور صرف مصلحتاً عمل کرنے کو وجوب کا عقیدہ کرلینا تغیر حکم شرع ہے اور مثلاً جو لوگ جہال مجتہدین کو بُرا کہیں وہ خود فاسق ہیں۔ مگر حکم شرع کو ان کی وجہ سے مقید کرنا داخل تعدی حدود اللہ ہوگا ورنہ لازم ہوگا کہ جو جہال محدثین و حدیث کی توہین کریں ان کی وجہ سے وجوب شخصی کو غیر شخصی کردیا جاوے مگر ایسا نہیں لہٰذا شخصی و غیر شخصی دونوں مامور اور داخل حکم مطلق ہیں۔ برابر جانیں اور کسی مصلحت سے ایک پر ہی عمل کرنے کو مناسب و مندوب جانے اور عقیدہ وجوب و ضروری کا نہ رکھے تو وہ مصیب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں مامور من اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور جس پر عمل کرے عہدۂ امتثال سے فارغ ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ مسئلہ درست ہے اور جو ایک فرد پر عمل کرے اور دوسری پر عمل نہ کرے

اس میں دراصل کوئی عیب نہ تھا اور بوجہ مصلحت ایک پر عمل کرنا درست ہے پس فی واقع اصل یہی ہے لہذا جو تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں کہ مامور من اللہ تعالیٰ کو حرام کہتے ہیں اور جو بدون حکم شرع کے غیر شخصی کو حرام کہتا ہے وہ بھی گنہگار رہے کہ مامور کو حرام بتاتا ہے دونوں ایک درجہ کے ہیں۔ اصل میں سائل خود اقرار کرتا ہے کہ مطلق شرعی کو اپنی رائے سے مقید کرنا بدعت ہے یہ قول اس کا صحیح ہے مگر حکم شرع سے خواہ اشارۃً ہو یا صراحۃً اگر مقید کرے تو درست ہے پس اب سنو کہ تقلید شخصی کا مصلحت ہونا اور عوام کا اس میں انتظام رہنا اور فساد وفتنہ کا رفع ہونا۔ اس میں ظاہر ہے اور خود سائل بھی مصلحت ہونے کا اقرار کرتا ہے لہذا یہ استحسان اور عدم وجوب اسی وقت تک ہے کہ کچھ فساد نہ ہو اور تقلید غیر شخصی میں وہ فساد وفتنہ ہو کر تقلید شخصی کو شرک اور ائمہ کو سب وشتم اور اپنی رائے فاسد سے رد نصوص ہونے لگے جیسا کہ اب مشاہدہ ہو رہا ہے تو اس وقت ایسے لوگوں کے واسطے غیر شخصی حرام اور شخصی واجب ہو جاتی ہے اور یہ حرمت اور وجوب لغیرہ کہلاتا ہے کہ دراصل جائز ومباح تھا کسی عارض کی وجہ سے حرام اور واجب ہو گیا تو اس سبب فساد عوام کی وجہ سے کہ ہر ایک مجتہد ہو کر خرابی دین میں پیدا کرتا ہے۔ خود مولوی محمد حسین بٹالوی ایسے مجتہدین جہلاء کو فاسق لکھتے ہیں۔ پس اس رفع فساد کے واسطے شخصی کا واجب ہونا اور غیر شخصی کا ایسے جہلاء کے واسطے حرام ہونا اور عوام کو اس سے بند کرنا واجب ہوا۔ اور اس کی نظیر شرع میں موجود ہے لہذا یہ تقلید مطلق کی نص سے کی گئی ہے نہ بالرائے دیکھو کہ جناب فخر عالم علیہ السلام نے قرآن پڑھنا ہفت زبان عرب میں حق تعالیٰ جائز کرایا اور علی سبیل البدل کسی لغت میں پڑھو جائز ہے اور اس وسعت کو آپ علیہ السلام نے بڑی مشقت وسعی سے حلال کرایا اور حق تعالیٰ نے اجازت فرمائی (۱) مگر جب

---

(۱): عن ابی بن کعب، ان النبی ﷺ کان عند اضاۃ بنی غفار، قال: فأتاہ جبریل علیہ السلام فقال: انّ اللّٰہ یأمرک أن تقرأ أمتک القرآن علی حرف، فقال: أسال اللّٰہ معافاتہ و مغفرتہ، وانّ أمتّی لاتطیق ذلک. ثم أتاہ الثانیۃ، فقال: انّ اللّٰہ یأمرک أن تقرأ أمتک القرآن علی حرفین، فقال: أسال اللّٰہ معافاتہ ومغفرتہ، وان أمتّی لاتطیق ذلک. ثم جاءہ الثالثۃ، فقال: انّ اللّٰہ یأمرک أن تقرأ أمتک القرآن علی ثلاثۃ أحرف، فقال: أسال اللّٰہ معافاتہ ومغفرتہ، وانّ أمتّی لاتطیق ذلک. ثم جاءہ الرابعۃ فقال: انّ اللّٰہ یأمرک أن تقرأ=

اس اختلاف لغات کے سبب باہم نزاع ہوا اور اندیشہ زیادہ نزاع کا ہوا تو باجماع صحابہ قرآن شریف کو ایک لغت قریش میں کر دیا گیا۔ اور سب لغات جبراً موقوف کر دیئے گئے کہ جملہ دیگر لغات سے مصاحف جلا دیئے اور جبراً چھین لئے گئے (۲)۔ دیکھو یہاں مطلق کو مقید کیا مگر بوجہ فساد امت کے لہٰذا جبکہ تقلید غیر شخصی کرنے میں

= أمتک القرآن على سبعة أحرف، فأيّما حرف قرؤوا عليه، فقد أصابوا. (اخرجه مسلم فی كتاب فضائل القرآن ومايتعلق به، باب بيان أن القرآن على سبعة أحرف وبيان معناه، ج:۳، ص: ۱۴۲، رقم: ۱۹۰۵، ط، مكتبة البشرىٰ، كراتشى/ والنسائى فى سننه، فى كتاب الافتتاح، باب جامع ماجاء فى القرآن، ج: الجزء الثانى، ص: ۴۹۰، رقم: ۹۳۸، ط، دارالمعرفة، بيروت لبنان/ وأبو داؤد فى سننه، فى كتاب الصلاة، باب، أنزل القرآن على سبعة أحرف، ص: ۲۱۹، ۲۲۰، رقم: ۱۴۷۸، ط، دار السلام، رياض)

(۲): عن محمد بن اسماعيل البخارى رحمه اللّٰه تعالىٰ قال: حدثنا موسى قال: حدثنا ابراهيم قال: حدثنا ابن شهاب: ان انس بن مالک حدّثه: أن حذيفة بن اليمان قدم على عثمان، وكان يغازى اهل الشام فى فتح ارمينيّة وأذربيجان مع أهل العراق. فأفزع حذيفة اختلافهم فى القراء ة، فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين، أدرک هٰذه الأمة قبل أن يختلفوا فى الكتاب اختلاف اليهود والنصارى. فأرسل عثمان الى حفصة أن ارسلى الينا بالصحف ننسخها فى المصاحف ثم نردّها اليکِ. فأرسلت بها حفصة الى عثمان، فأمر زيد بن ثابت، وعبداللّٰه بن الزبير، وسعيد بن العاص، و عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام فنسخوها فى المصاحف. وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة : اذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت فى شيءٍ من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم، ففعلوا حتّى اذا نسخوا الصحف فى المصاحف ردّ عثمان الصحف الىٰ حفصة فأرسل الى كلّ أُفُق بمصحف ممّا نسخوا. وأمر بما سواه من القرآن فى كل صحيفة أو مصحف أن يحرق. (أخرجه البخارى فى صحيحه، فى كتاب الفضائل، باب جمع القرآن، ج: ۲، ص: ۲۵۱، ط، مكتبه رحمانيه، لاهور)

فساد ظاہر ہے اس میں کسی کو بشرط انصاف انکار نہ ہوگا تو اگر واجب لغیرہ شخصی کو کہا جاوے اور غیر شخصی کو منع کیا جاوے تو یہ بالرائے نہیں بلکہ بحکم نص شارع علیہ السلام کے ہے کہ رفع فساد واجب ہر خاص و عام پر ہے الحاصل جو کچھ سائل نے لکھا وہ درست ہے مگر یہ امر اس وقت تک ہے کہ فساد نہ ہو اور خواص کے واسطے ہے نہ عوام کے واسطے اور ایسی حالت موجودہ میں جو بچشم خود مشاہدہ ہو رہا ہے وجوب شخصی کا بالرائے نہیں بلکہ بالنصوص ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اجماع اور قیاس کا حجت ہونا

﴿سوال﴾ اجماع امت اور قیاس مجتہد کا ماننا کہاں سے واجب ہوا؟

﴿جواب﴾ **لاتجتمع امتی علی الضلالة** (۳) الحدیث اجماع کے قطعی ہونے کی دلیل ہے **فاعتبروا یا اولی الابصار** (۴) قیاس کی حجت ہے اور بہت دلائل ہیں اہل علم پر واضح ہیں فقط۔

تقلید شخصی

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اور مفتیان شرع رسول سید العالمین درباب تقلید شخصی آیا یہ واجب ہے یا جیسا غیر مقلدین معاذ اللہ گمان کرتے ہیں شرک یا بدعت ہے؟

﴿جواب﴾ تقلید مطلق فرض ہے. "**فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون**" (۵)۔ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرما دیا ہے اور تقلید کے دو فرد ہیں ایک شخصی کہ سب مسائل ضروریہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کر لیوے اور آیت بسبب

---

(۳): اخرجه ابن ماجة في سننه، في كتاب الفتن، باب سواد الأعظم، ص: ۲۸۳، ط، قديمی كتب خانه آرام باغ كراتشی)

(۴): (الحشر: ۲)

(۵): (الانبيآء: ۷)

اپنے اطلاق دونوں قسم کو تقلید متضمن ہے لہٰذا دونوں قسم تقلید کی مامور من اللہ تعالیٰ اور مفروض حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جس فرد تقلید پر کوئی عمل کرے گا حق تعالیٰ کے حکم فرض کا عامل ہوگا۔ لہٰذا جو شخص تقلید شخصی کو جو مامور ومفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل وگمراہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے مفروض کو شرک کہتا ہے اور نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ نے جہاں مطلق حکم فرمایا ہے۔ مکلّف کو مختار فرمایا ہے کہ جس فرد مقید پر چاہے عمل کرے کیونکہ مطلق کا من حیث الاطلاق کہیں خارج میں وجود نہیں ہوتا بلکہ اپنے افراد کی ضمن میں خارج میں موجود ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا وجود من حیث الاطلاق کہیں جدا نہیں پایا جاتا بلکہ افراد کے ضمن میں ہی خارج میں ہوتا ہے۔ ایسا ہی تقلید کا وجود جدا ہوا اور شخصی اور غیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ تقلید جہاں کہیں ہووے گی یا شخصی کے ضمن میں یا غیر شخصی کے ضمن میں ہووے گی۔ لہٰذا دونوں قسم میں مکلّف مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے اور عہدہ اُمر سے فارغ ہووے۔ پس مامور من اللہ تعالیٰ کو بدعت یا شرک کہنا خود معصیت ہے بلکہ دراصل دونوں نوع تقلید کے جواز میں یکساں ہیں مگر اس کے وقت میں کہ عوام الناس بلکہ خواص پر بھی ہوائے نفسانی کا غلبہ اور اعجاب کل ذی رائے برأیہ کا اور تقلید غیر شخصی ان کی ہوا اور اعجاب کو عمدہ ذریعہ جواز واجراء کا ہوجاتا ہے اور موجب لا ابالی پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان درازی وتشنیع کا شان مسلمین وائمہ مجتہدین میں ان کے واسطے بن جاتا ہے اور باعث تفرقہ وفساد کا باہم مسلمین میں ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ سب مشاہدہ ہے لہٰذا ایسے وقت میں تقلید غیر شخصی کا اختیار کرنا اس وجہ سے جہاں پر مفاسد برپا ہوتے ہوں درست نہیں رہا اور فقط شخصی امتثال امر فسئلوا کے واسطے معین ومشخص بحکم شرع ہوگئی ہے۔ کیونکہ اتفاق اور اتحاد رکن اعظم دین اسلام کا ہے تو اس کی محافظت بھی فرض اعظم ہے **قال اللّٰہ تعالیٰ: واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولاتفرقوا الایۃ (٦). ان اللّٰہ لایحب الفساد .....** الایۃ اور اکثر احادیث اس باب میں وارد ہیں لہٰذا محافظت اس فرض اعظم کے واسطے اور رفع ان مفاسد وشنائع کی ضرورت سے ایک شق مامور علی التخییر سوال کو ترک کرنا اور دوسری شق کو جو معین ومقوی اس فرض اعظم کو اور دافع شنائع مذکورہ کو ہے اختیار کرنا عین حکم صحابہ وختم شارع علیہ السلام ہوگیا ہے۔ چنانچہ قرأت

---

(٦):(اٰل عمران:۱۰۳)

قرآن شریف کی سبعۃ احرف میں مخیرّ تھی اور باجماع صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کومنع کرکے ایک لغت قریش میں مقصود کردیا۔اور یہ محض رفع فساد وتفرقہ کی وجہ سے ہوا تھا۔صحیح بخاری اس کی شاہد ہے(۷)۔ اورفخر عالم علیہ السلام قتل ذوالخویصرہ کے باب میں جوواجب القتل بسبب کلمات کفر وگستاخی فخر عالم علیہ السلام کے تھا۔فرمایا تھا:**دعہ فان الناس یقولون ان محمداً یقتل اصحابہ** (۸).اور یہ حکم بسبب فتنہ کے ہوا تھالاغیرالحاصل ایسے وقت نازک میں تقلید شخصی واجب مشخص ہے اورغیر شخصی ان فتن مشاہدہ کے سبب ممنوع ہے البتہ اگرکہیں یہ فساد غیر شخصی میں نہ پایا جاوے تو وہ بھی ما مور علی التخیر ہے مثل شخصی کے پس واضح ہوگیا کہ تقلید

---

(۷):عن محمد بن اسماعیل البخاری رحمه اللّٰه تعالٰی قال: حدثنا موسی قال: حدثنا ابراهیم قال: حدثنا ابن شهاب: ان انس بن مالک حدّثه: أن حذیفة بن الیمان قدم علی عثمان، وکان یغازی اهل الشام فی فتح ارمینیّة وأذربیجان مع أهل العراق. فأفزع حذیفة اختلافهم فی القراء ة، فقال حذیفة لعثمان: یا أمیر المؤمنین، أدرک هٰذه الأمة قبل أن یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود والنصاری. فأرسل عثمان الی حفصة أن ارسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردّها الیکِ. فأرسلت بها حفصة الی عثمان، فأمر زید بن ثابت، وعبداللّٰه بن الزبیر، وسعید بن العاص، و عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام فنسخوها فی المصاحف. وقال عثمان للرهط القرشیین الثلاثة : اذا اختلفتم أنتم وزید بن ثابت فی شیءٍ من القرآن فاکتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم، ففعلواحتّی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف ردّعثمان الصحف الٰی حفصة فأرسل الی کلّ أُفُق بمصحف ممّا نسخوا. وأمر بما سواه من القرآن فی کل صحیفة أو مصحف أن یحرق.(أخرجه البخاری فی صحیحه،فی کتاب الفضائل، باب جمع القرآن، ج: ۲، ص: ۱ ۵ ۲ ،ط، مکتبه رحمانیه،لاهور)

(۸):(الصحیح المسلم، کتاب البر والصلة، باب نصر الأخ ظالما او مظلوماً، ص: ۱۱۳۰ ، رقم: ۶۵۸۳ ، ط، دار السلام ریاض)

شخصی واجب ہے اور اس کو بدعت یا شرک کہنا جہل محض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تقلید شخصی کا وجوب

﴿سوال﴾ تقلید شخصی کے وجوب کی کیا دلیل ہے؟

﴿جواب﴾ **فاسئلوا اهل الذكر الاية**(۹) اور نا اتفاقی ہونا اور لا اُبالی ہو جانا عوام کا بسبب عدم تقلید کے دلیل وجوب شخصی کی ہے کہ اس میں انتظام عوام ہے۔

تقلید کا شخصی ثبوت

﴿سوال﴾ مسئلہ قرون ثلاثہ میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ تقلید شخصی خود قرآن شریف سے ہی ثابت ہے تو پھر قرون ثلاثہ کی کیا پوچھ ہے۔ **قولہ تعالیٰ فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون**(۱۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تقلید شخصی کس پر ضروری نہیں

﴿سوال﴾ جو شخص مجتہدین علیہ الرحمۃ کو یا مقلدین کو بُرا جانے یا تقلید مجتہدین کو شرک کہے۔ معاذ اللہ وہ تو فاسق اور گنہگار سخت ہے مگر جو شخص ایسا نہ جانے بلکہ سب ائمہ دین کو اپنا پیشوا و مقتدائے دین اپنے عقیدہ میں جانتا ہو تو وہ شخص عمل ظاہر سنت پر کہ حدیث سے ثابت ہوا اور کسی مذہب کے موافق ہو مذاہب اربعہ میں سے کرلیوے اور باعث فتنہ وفساد کا اور پریشانی عوام کا بھی نہ ہو اس کے عمل کرنے سے کیونکہ تقلید معین کو جو واجب اور ضروری کہتے ہیں تو اس باعث سے کہ موجب درستی اعمال اور صلاحیت اور بوجہ عدم پراگندی و پریشانی وفتنہ وفساد عوام کے ورنہ چاہے جس کی تقلید کرے۔ مذاہب اربعہ تو ایسی صورت میں کہ باعث فتنہ وفساد عوام کا نہ ہو مختار ہے چاہے جس پر عمل کرے یا نہیں فقط احقر آپ کا خادم وہاج احمد بازار چوک۔

﴿جواب﴾ اس صورت میں اگر ہوائے نفسانی سے بھی خالی ہے تو اس کو جائز ہے کہ کسی مذہب

(۹/۱۰):(الانبیآء:۷)

کے موافق عمل کرے(۱۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر مقلدوں کی بُرائی

﴿سوال﴾ غیر مقلدوں میں کیا برائی ہے۔

﴿جواب﴾ مجتہدین کو بُرا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا۔ مسلمان مقلدوں کو مشرک جاننا نفسانیت سے عمل کرنا بُرا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے، سب حدیث پر ہی عامل ہیں۔ مقلد ہو یا غیر مقلد فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ائمہ پر طعن

﴿سوال﴾ جو شخص ائمہ مجتہدین پر اور مقلدین پر طعنہ کرنے والے کو بُرا نہ جانے بلکہ ان کی تعریف کرے اور ان کو بزرگ ہی جانے وہ شخص بدعقیدہ ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾ طعن کرنے والا ائمہ مجتہدین پر فاسق ہے اور جو شخص طعن کرنے والے کو بزرگ جانے اس وجہ سے وہ بھی فاسق ہے اور اگر طاعن میں کوئی صفت دینی ہو اور اس وجہ سے اس صفت میں اس کو بزرگ جانے تو معذور ہے بشرطیکہ اس صفت طعن کو اس کی برائی جانتا ہے اور اگر باوجود اس کے کہ اس صفت شنیع طعن کو بھی اچھا جانے تو وہ بھی مثل اس کے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر مسلک والوں کو برا نہ کہنا

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ غیر مقلد مثل مولوی نذیر حسین یا مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ و نیچریان مثل سید احمد و مسٹر محمود وغیرہ کو پیچھے بُرا کہنا یا الفاظ سخت وسست کہنے یا ان کے معاونین کے سامنے جائز ہے یا نہیں اور مکروہ ہے تو تحریمی یا تنزیہی ہے یا غیر حرام؟ فقط

---

(۱۱): (تفصیل کے لیے دیکھئے فتاوی عبدالحیؒ ،ص:۱۴۹، بحوالہ: جامع الفتاوی، ج:۲ص:۴۵۶، ط،سلامت اقبال پریس ملتان)

﴿جواب﴾ جو غیر مقلدین ائمہ کو سب سے یاد کریں ان کو برا کہنا کہ اس وجہ بالا سے درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اہل حدیث کو برا نہ کہنا

﴿سوال﴾ مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ ان کو مردود اور خارج اہل سنت جانتے ہیں اور لا مذہب کہتے ہیں آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہیں باوجود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق، بدکار ہیں یا نہیں اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں اور حضرت سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں گو بعض جزئیات میں یا اکثر میں تحائف ہو تو یہ کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کو ایسا گمان کیا جائے جواب بطور بسط کے ارقام فرماویں۔ کیونکہ ایک عالم ان کو لعن طعن کرتا ہے اور بدتر فاسقین سے جانتا ہے۔ فقط۔

﴿جواب﴾ بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے لیکن جو لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بے جا ہے۔ عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وصیت شاہ ولی اللہ صاحب

﴿سوال﴾ **مقالة الوصية فی النصيحة والوصية مؤلفه مولانا شاه ولی الله صاحب محدث دهلوی علیه الرحمة.** اول وصیت این فقیر چنگ زدن است بکتاب وسنت در اعتقاد وعمل و پیوستہ بتدبیر ہر دو مشغول شدن و ہر روز حصہ از ہر دو خواندن واگر طاقت خواندن ندارد ترجمہ ورقے از ہر دو شنیدن ودر عقائد مذہب قدمائے اہل سنت اختیار کردن و از تفصیل وتفتیش آنچہ سلف تفتیش نکردند اعراض نمودن ونہ تشکیکات خام معقولیان التفات نہ کردن دور فروغ پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میاں فقہ وحدیث کردن و دائما تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در خیر قبول آوردن الاّ کالائے

بدبریش خاوند دادن امت را ہیچ وقت ازعرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغناء حاصل نیست وسخن متقشفہ ،فقہاء کہ تقلید عالمے رادست آویز ساختہ تتبع سنت راترک کردہ اندنشیندن وبدیشان التفات نکردن قربتِ خدا جستن بدوری اینان فقط اوروصیت قول الجمیل مؤلفہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ :**ومنها ان لايتكلم فی ترجيح مذهب الفقهاء بعضها على بعض بل يضعها كلها على القبول بجملة ويتبع منها وافق صريح السنة ومعروفها فان كا ن القولان كلاهما مخرجين اتبع ماعليه الاكثرون فان كانا سواء فهو بالخيار ويجعل المذاهب كلها كمذهب واحد من غير تعصب(١٢).**

﴿جواب﴾ ہر دو وصیت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حق ہیں۔ جملہ اہل حق یہی فرماتے ہیں بندہ کا بھی یہی عقیدہ اورعمل ہےاسی خاندان سے مستفید ومطمئن ہوا۔اس کے خلاف کا خیال مت کرو۔فقط۔

جماعت میں غیر مقلدوں کی شرکت

﴿سوال﴾ اگرکوئی غیرمقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہواوررفع یدین اورآمین بالجہر کرتا ہوتو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہ آئے گی یاہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا ؟

﴿جواب﴾ کچھ خرابی نہ آئے گی ۔ایسا تعصب اچھانہیں وہ بھی عامل بالحدیث ہے(١٣)اگرچہ

---

(١٢):(القول الجميل ومعه شفاء العليل،نوين فصل،ص: ١٥٩ ،ط،ایجو کیشنل پریس، کراچی)

(١٣):عن عبدالله بن عمر قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام فی الصلوٰة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه وكان يفعل ذٰلک حين يكبّر للركوع ويفعل ذٰلک اذا رأسه من الركوع ويقول سمع الله لمن حمده ولايفعل ذٰلک فی السجود. (اخرجه البخاری فی صحيحه، فی کتاب الاذان،باب رفع اليدين اذا كبر واذا رفع، ج: ١،ص: ١٧١، ط،مكتبه رحمانيه، لاهور)

=

نفسانیت سے کرتا ہوتو مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

شاہ اسمٰعیل شہید کا مسلک

﴿سوال﴾ جو لوگ کہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کو غیر مقلد کہتے ہیں کہ مجتہدین رحمہم اللہ کی تقلید نہیں کرتے تھے آپ کے نزدیک یہ قول صحیح ہے یا نہیں اور مولانا صاحب مرحوم کی تالیفات سے اس امر کی تصریح ہو سکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بندہ نے جو کچھ سنا ہے مولانا مرحوم کا حال وہ یہ ہے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملی اس پر عمل کرتے تھے اگر نہ ملتی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم اور بندہ نے ان کی زیارت نہیں کی جو مشاہدہ اپنا لکھوں اوران کی تصانیف سے بھی غالباً یہی نکلے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ)

ملفوظات

عندالضرورت مذہب شافعی پر عمل کرنا

۱۔ مذاہب سب حق ہیں۔ مذہب شافعی پر عندالضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو(۱۴)۔عذر یا حجت شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن

= عن وائل بن حجر قال: كان رسول الله ﷺ اذا قرأ ولا الضالين قال: آمين ورفع بها صوته. (اخرجه أبوداؤد فى كتاب الصلاة، باب التأمين وراء الامام، ص: ۱۴۲، رقم: ۹۳۲، ط، دار السلام رياض)

(۱۴):قال العلامة المحدث الكبير محمد فريد رحمه الله تعالىٰ :قلت بتوفيقه نعم جاز الافتاء والقضاء بمذهب الغير عند الضرورة. قال العلامة الشامى فى ردالمحتار ص: ۲۳۹، جلد: ۴،وفى جامع الفصولين قد اضطرب آرء هم وبيانهم فى مسائل الحكم=

نہ کرے سب کو اپنا امام جانے فقط۔

اصلیت تقلید شخصی

۲۔حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے رسول کا اتباع فرض کیا (۱۵) اوراحادیث تمام اس پر دال ہیں اور یہ بات سب کے نزدیک مقرر ہے مگر فہم کی بات ہے کہ اتباع حضرت وہ کر سکے جس نے آپ کی زیارت کی ہو ورنہ بدون حضور خدمت کیونکر ہوسکتا ہے۔ لہٰذا فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادیا کہ ''اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم'' (۱۶). حق تعالیٰ نے فرمایا:فاسئلوا اھل الذکر ان

= للغائب و علیه ولم یصف ولم ینقل عنهم اصل قوی ظاهر یبنی علیه الفروع بلا اضطراب ولا اشکال فالظاهر عندی ان یتأمل فی الوقائع ویحتاط ویلاحظ الحرج والضرورات فیفتی بحسبها جوازاً وفسادا (الی ان قال) دفعا للحرج والضرورات وصیانة للحقوق عن الضیاع مع انه مجتهدفیه ذهب الیه الائمة الثلثة الخ. وفی المجلد الثالث ص: ۴۵۶، عن القهستانی لو افتی به (مذهب احمد) وفی موضع الضرورة لابأس به علی ما اظن. فقط. (فتاوی فریدیه، ج: ۱، ص: ۲۲۷)

(۱۵):قال اللّٰه تبارک وتعالٰی: قل اطیعوا اللّٰه والرسول فان تولوا فان اللّٰه لایحب الکٰفرین . (آل عمران: ۳۲)

قال العلامة فخر الدین الرازی رحمه اللّٰه : فقال (قل أطیعوا اللّٰه والرسول)یعنی انما أوجب اللّٰه علیکم متابعتی لا کما تقول النصاری فی عیسی بل لکونی رسولاً من عنداللّٰه، و لماکان مبلغ التکالیف عن اللّٰه هوالرسول لزم أن تکون طاعته واجبة فکان ایجاب المتابعة لهذا المعنی لا لأجل الشبهة التی ألقاها المنافق فی الدین. (تفسیر الکبیر، ج:۸، ص: ۲۰، دار الفکر، بیروت لبنان)

(۱۶):(رواه مشکوة فی کتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، ص: ۵۵۴، ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

کنتم لاتعلمون (۱۷). تو پچھلوں پر پہلوں سے پوچھنا اور سیکھنا فرض فرمایا صحابہ سے تابعین نے پڑھا۔ اور ان کا اقتداء کیا اور علی ہذا تابعین سے تبع تابعین نے کہ خود فرما چکے ہیں۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم (۱۸). ان قرون کی تعریف سے بھی یہ مقصد ہے کہ تابعین نے صحابہ سے سیکھا اور تبع تابعین نے تابعین سے اور یہ ہر سہ قرن خیر امت ہیں تم ان سے میرا طریقہ لو کیونکہ خیریت ان کی بسبب علم وعمل کے ہے اور جو علم وعمل میں اولیٰ ہوتا ہے وہی مقتدیٰ ہوتا ہے تو بس اب متبعین سنت نبوی پر تحصیل دین محمدی علیہ السلام صحابہ سے اور ان کے بعد تابعین سے فرض ہوا اور علی ہذا آج تک یونہی قرن بقرن چلا آیا کہ خود فرمایا "بلغوا عنی" (۱۹) سب عالم کو خطاب کیا کہ تم تبلیغ دین کی کرو تو ہر زمانہ میں بعبارت صریح قرآن وحدیث کے علماء سے دین کی تحقیق اور علم نبوی کا سیکھنا فرض ہوا۔ کیونکہ بدون تقلید پہلوں کے پچھلوں کے ہرگز دین نہیں مل سکتا۔ مجتہد کو بھی تو دین پہلوں سے ہی معلوم ہوا ہے۔ کچھ اس پر القاء نہیں ہوا وحی بند ہی ہوگئی کہ کسی کی بات ماننا اور اُس کو صادق جان کر عمل کرنا اس کے ہی معنی تقلید ہیں۔ اتنی بات مقلدین وغیر مقلدین سب مسلم رکھتے ہیں مگر غیر مقلدین صرف لفظوں کی تقلید کرتے ہیں کہ پہلوں سے لفظ سن کر قبول کیئے اور معانی آپ خود لگادیئے۔ گو دین کے موافق یا مخالف سبحان اللہ۔ صحابہ جو عربی داں تھے۔ اور فصاحت ونکات اپنے کلام کے جانتے تھے۔ قرآن وحدیث کے معنی کو حضرت سے اور باہم تحقیق کرتے تھے اور مقصد ومعانی کے سیکھنے کی ضرورت جانتے تھے کہ مشہور ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس برس میں سورۂ بقرہ کو

(۱۷):(الانبیآء:۷)

(۱۸):(اخرجه أبو یعلی الموصلی فی مسنده فی مسند عبداللّٰہ بن مسعود، ج: ۴، ص: ۱۸۵، ۱۸۶، رقم: ۵۱۰۰، ط، دار الفکر بیروت لبنان)

(۱۹):(اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ج: ۱، ص: ۴۱۵، ط، مکتبه رحمانیة لاهور/ والترمذی فی جامعه، فی کتاب ابواب العلم، باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، ج: ۲، ص: ۲۰۲، رقم الحدیث: ۲۶۶۹، ط، الطاف اینڈ سنز کراچی)

سیکھا(۲۰) یہ معانی پڑھتے تھے یا الفاظ الفاظ کے پڑھنے کی ان کو کیا ضرورت تھی تفسیر پڑھی تھی اور علی ہذا تابعین اور سب علماء کو معنی کی تقلید ضروری ہوئی مگر جہلاء چند کو کچھ حاجت نہ رہی کہ فقط پہلے لوگوں کے لفظ دیکھ کر اپنی رائے سے جو چاہے معنی گھڑے لئے احادیث میں موجود سے کہ صحابہ وتابعین قرآن کے متعارض مضامین کو اور غریب لغات کو تحقیق کرتے تھے۔ بہرحال تقلید لفظ کی اور معنی کی دونوں کی دین میں واجب ہے تو پس اب

---

(۲۰): ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس برس میں سورۂ بقرۃ کو سیکھا''۔ یہ قول کافی تلاش کے باوجود کہیں بھی نہیں ملا، البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ کو بارہ سال میں سیکھا، پس جب انہوں نے سورۃ بقرۃ کو ختم فرمایا تو ایک اونٹنی ذبح کیا۔

قال العلامة محمد زكريا الكاندهلوی نور الله مرقده: وقال السيوطی فی الدر: اخرج الخطيب فی رواة مالک والبيهقی فی شعب الايمان عن ابن عمر رضی الله عنه قال: تعلم عمررضی الله عنه سورة البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلما ختمها نحر جزوراً.

(أوجز المسالک الٰی موطأ مالک، کتاب القرآن، باب ماجاء فی القرآن، ج: ۴، ص: ۲۷۴، ۲۷۵، ط، دار القلم، دمشق)

(وكذا فی شرح الزرقانی علی المؤطا، كتاب القرآن، باب ماجاء فی القرآن، ج: ۱، ص: ۳۷۰).

(وكذا فی الجامع لشعب الايمان، باب فی تعظيم القرآن، فصل فی تعلم القرآن، ج: ۳، ص: ۳۴۶).

(وكذا فی الدر المنثور فی التفسير بالمأثور، ج: ۱، ص: ۱۱۵، ط، القاهرة).

(وكذا فی الجامع لاحكام القرآن للقرطبی، ج: ۱، ص: ۲۳۴، ط، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان).

(وكذا فی اللباب فی علوم الكتاب، ج: ۱، ص: ۲۵۰، ط، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

حسب ارشاد شارع کی تقلید واجب ہوئی اور جو کوئی کسی عالم تابعین سے لے کر آج تک تقلید کرتا ہے تو تقلید صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی ہی تقلید ہے۔ کیونکہ یہ سب واسطہ و وسائل آپ کے ہیں سو تابعین اور تبع تابعین کی تقلید اور اُن کے شاگردوں کی تقلید صحابہ کی تقلید اور خود رسالت مآب علیہ السلام کی تقلید تو بالضرور تقلید ابوحنیفہؒ کی تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اور مقلد شافعیؒ وغیرہ کا بھی مقلد آپ کا ہی ہوا۔ اب باوجود اس بات کے کہ تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدون صحابہ کے اور تقلید صحابہ کی بدون تابعین کے محال ہے اور قرآن و حدیث میں ان کی تقلید کا حکم مصرح مذکور ہو چکا تو پھر پوچھتے ہیں کہ باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم تقلید ائمہ اربعہ کے وجوب کے کیا معنی ہیں آیا یہ مقصود ہے کہ قرآن شریف میں یا حدیث میں خاص کر بنام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا شافعی رحمہ اللہ مثلاً حکم ہو کہ فلاں امام کے تقلید کرنا واجب جانو اگر یہ مطلب ہے تو محض دھوکہ مسلمانوں کو دینا ہے۔ بخاری و مسلم کے الفاظ کی تقلید کی کونسی مصرح حدیث یا قرآن کی آیت ہے یا صحابہ میں سوائے چند نام کے کس کے نام کی تصریح آئی ہے معاذ اللہ اور اگر صحابہ کے قرن میں عموم لفظ اصحابی کالنجوم پر قناعت ہے تو ثم الذین یلونھم اور لفظ اھل الذکر کے عموم میں کیا قباحت دیکھی جو یہاں تخصیص اسمی کی ضرورت پڑی اگر مشتہر بمسمیٰ ابوحنیفہ یا شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی تصریح اسم کے نص مانگتا ہے تو ہم بھی صحابہ کے ہر ہر واحد کے نام کی صراحۃً نص پوچھتے ہیں اور بخاری و مسلم وغیرہما تمام ائمہ حدیث کی تقلید لفظی کی حدیث صریح طلب کرتے ہیں۔ الغرض یہ سب مغالطہ اور دھوکا ہے بات یہ ہے کہ جیسا صحابہؓ نے حضرت سے دین لیا ویسا ہی تابعین نے صحابہ سے لیا اور جب صحابہ کی تقلید کا ارشاد کیا تو سب صحابہ کا گویا نام ہی لے دیا اور جب کہ تابعین کا علم صحابہ کا علم ہے تو سب تابعین کی تقلید کو ضروری فرمادیا اور علیٰ ہذا القیاس بعد کے قرون میں اور امام ابوحنیفہ بھی تابعی ہیں۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ اس باب میں لکھا ہے(۲۱)

---

(۲۱):قال المحدث الکبیر العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه اللّٰه تعالیٰ: قال خاتمه الحفاظ جلال الدین السیوطی فی تبییض الصحیفة: ورفع هذا السؤال (أی ان أبا حنیفة یعد فی التابعین ام لا) الیٰ الحافظ ابن حجر فأجاب بما نصه: أدرک الامام ابوحنیفة جماعة من الصحابة، لانه ولد بمکة سنة ثمانین من الهجرة ، وبها یومئذ من=

تو ان کی تقلید نص سے ثابت ہوئی کیونکہ اُن کا سب فقہ حدیث اور صحابہ کے اقوال وافعال سے حاصل ومستنبط ہے اور علیٰ ہذا القیاس شافعی رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ تبع تابعین کے شاگرد ہیں اُن کا علم بھی صحابہ ہی سے مستفاد ہے سو اب کس منہ سے کوئی ان کی تقلید سے انکار کرسکتا ہے اور ان کے نام کی نص صریح مانگنے میں مشتہر کا قافیہ تنگ

=الصحابة عبداللّٰه بن ابی أوفی، فانه مات بعد ذلک بالاتفاق و بالبصرة یومئذ أنس بن مالک، ومات سنة تسعین أو بعدها ، وقد أورد ابن سعد بسند لابأس به أن أباحنیفة رأی أنساً، وکان غیر هذین من الصحابة بعده فی البلاد و أحیاء، وقد جمع بعضهم جزء ا فیما ورد من روایة أبی حنیفة عن الصحابة، لکن لایخلوا اسنادها من ضعف، والمعتمد علی ادراکه ماتقدم، وعلی رؤیته لبعض الصحابة ما أورد ابن سعد فی الطبقات، فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعین ولم یثبت ذلک لأحد من الائمة الامصار المعاصرین له، کالأوزاعی بالشام، والحمادین بالبصرة، والثوری بالکوفة، ومالک بالمدینة ومسلم بن خالد الزنجی بمکة واللیث بن سعد بمصر. واللّٰه تعالیٰ اعلم. (اعلاء السنن، مقدمة أبوحنیفة وأصحابه المحدثون، الفصل الأول، فی کون الامام ابی حنیفة تابعیا، ج: ۲۱، ص: ۷،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراتشی)

وقال العلامة محمد زکریا الکاندهلوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: قال ابن حجر المکی الشافعی رحمه اللّٰه کما قاله الذهبی: انه رأی أنس بن مالک وهو صغیر وفی روایة: رأیته مراراً، وکان یخضب بالحمرة، وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر : أنه أدرک جماعة من الصحابة کانوا بالکوفة، فهو من طبقة التابعین، ولم یثبت ذلک لأحد من أئمة الأمصار المعاصرین له، کالأوزاعی بالشام، والحمادین بالبصرة، والثوری بالکوفة، ومالک بالمدینة، واللیث بن سعد بمصر....

وقال صاحب الغرائب: فأثبت تبعیة الامام الثقات المعتمدون: الدار قطنی، وابن سعد، والخطیب، والذهبی، والحافظ ابن حجر، وولی العراقی، والسیوطی، والأکرم=

ہوگا۔ دیکھیں گے وہ کس کس اپنے مقتدایوں کے لئے نص صریح لاوے گا ہاں ایک بات باقی رہی وہ یہ ہے کہ مشتہر کا یہ مطلب ہو کہ تقلید سب صحابہ وتابعین کی درست وضرور ہے اور پھر خاص کر ایک ہی کی تقلید کرنے کی کیا ضرورت ہے اور وجوب تقلید ایک ہی شخص کا کس نص میں آیا ہے نص قرآن وحدیث تو علی العموم سب کی تقلید کی ارشاد فرماتی ہے (۲۲) اور تابعین اور تبع تابعین کے طرز سے بھی یہ ہی ظاہر ہے کہ وہ کسی ایک کے شاگرد نہیں

=السندهی، وأبو معشر، وحمزة السهمی، واليافعی، والجزری، والتوربشتی، وابن الجوزی، والسراج صاحب كشف الكشاف وغيرهم. وأثبت تابعية الامام الشيخ عبد الرشيد النعمانی فی رسالته الهندية المسماة بابن ماجة وعلم الحديث. (أوجز المسالک الیٰ موطأ مالک، الباب الرابع فی ذكر الامام الاعظم أبی حنيفة رضی اللّٰه عنه، الفائدة الثالثة: فی تابعية الامام، ج: ۱، ص: ۱۸۲ تا ۱۸۴، ط، دار القلم، دمشق)

(وكذا فی سير أعلام النبلاء، ج: ٦، ص: ۳۹۱، ط، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان).

(وكذا فی تهذيب التهذيب، ج: ۱۰، ص: ۴۴۹، ط، مجلس دائرة المعارف، الهند).

(وكذا فی تهذيب الكمال فی أسماء الرجال، ج: ۲۹، ص: ۴۱۸، ط، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان).

(وكذا فی اكمال تهذيب الكمال فی اسماء الرجال، ج: ۱۲، ص: ۵۸، ط، الفاروق، الحديثه، القاهرة)

(وكذا فی الفتاوی التاتارخانية، مقدمة التحقيق، الفصل الثانی فی تراجم الفقهاء، ج: ۱، ص: ۳۹، ط، مكتبه زكريا، بديوبند الهند)

(وكذا فی ردالمحتار، مقدمة، ج: ۱، ص: ۱۶۱، ط، دارعالم الكتب، رياض)

(وكذا فی البداية والنهاية، ج: ۱۰، ص: ۱۰۷، ط، مكتبة المعارف، بيروت، لبنان)

(۲۲): قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون. (الانبياء: ۷) =

بلکہ بہت لوگوں سے ان کا علم حاصل ہے(۲۳) تو البتہ یہ قابل التفات جواب ہے تو اول تو ہوش کرکے یہ بات سنو کہ حدیث اصحابی کالنجوم کے یہ معنی ہیں کہ میرے سارے اصحاب ہر ہر واحد مثل ستارہ کے ہے تم جس کسی ایک کی بھی اقتدا کروگے تو ہدایت پاؤگے تو مطلب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ فقط ایک صحابی خواہ کوئی ہو ہدایت کے واسطے کافی ہے یہ معنی نہیں کہ جو سب کی اقتداء کروگے تو ہدایت ہووے گی ورنہ نہیں مگر ہاں جب ایک کی اقتداء میں ہدایت ہے تو اگر چند صحابہ کی اقتداء ہوگی اور مسائل ومواقع متعددہ میں اصحاب متعددہ سے اقتباس کرے گا تو بھی ہدایت ہووے گی تو بس اس حدیث میں آپ نے ایک صحابی کی تقلید کو کافی فرمایا اور زیادہ کی تقلید کو منع نہیں فرمایا اور فی الواقع مسئلہ مختلف میں تو ایک ہی اقتداء ممکن ہے دو یا تین کی تقلید ہو ہی نہیں سکتی اور اوپر کی تقریر

= عن جابرؓ قال: خرجنا فی سفر فأصاب رجلاً منا حجر فشجه فی راسه ثم احتلم فسال اصحابه، فقال: هل تجدون لی رخصة فی التیمم؟ فقالوا: ما نجد لک رخصة وانت تقدر علی الماء، فاغتسل فمات، فلما قدمنا علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اخبر بذلک فقال: قتلوه قتلهم اللّٰه الّا سألوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال...الخ.(ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب، المجدور یتیمم، ص: ۶۱، ط، رقم الحدیث: ۳۳۶، ط، مکتبه دارالسلام، ریاض)

(۲۳): قال العلامة ابن حجر العسقلانی: وقال الحاکم شعبة امام الائمة فی معرفة الحدیث بالبصرة، رأی انس بن مالکؓ وعمرو بن سلمةؓ الصحابیین وسمع من اربعمائة من التابعین. (تهذیب التهذیب، ج: ۴، ص: ۳۴۶، ط، مجلس دائرة المعارف النظامیة الکائنة فی الهند)

وقال العلامة شمس الدین محمد الذهبی: روی العباس بن مصعب فی تاریخه عن ابراهیم بن اسحاق عن ابن المبارک قال حملت عن اربعة آلاف شیخ فرویت عن الف منهم، ثم قال العباس وقع لی من شیوخه ثمان مائة.(تذکرة الحفاظ للذهبی، الجز الاول، ص: ۲۷۶، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان)

سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ تقلید تابعی کی تقلید صحابی کی ہے اور علی ہذا تو یہ حکم جب صحابہ کی نسبت ہے ویسا ہی تابعین تبع تابعین وغیرہم کی نسبت بھی ہے کہ ایک کی تقلید ضروری ہے اور زیادہ کی منع نہیں تو بہر حال اتباع ایک عالم کا کرنا جس کا نام تقلید شخصی ہے جائز ہوئی کہ اس کے کرنے سے دین حاصل ہوتا ہے، اور ہدایت پاتا ہے اور امر فسئلوا الخ کا امتثال پورا حاصل ہوتا ہے اور اصحابی کالنجوم پر کامل عامل بنتا ہے اور اس تقلید میں کوئی کراہت یا کوئی ترک اولیٰ نہیں اور مطلق تقلید کی جو مامور ہے یہ بھی ایک فرد ہے۔ اگرچہ دوسرے فرد کہ چند علماء کا مقلد ہوتا ہے وہ بھی دراصل روا اور جائز ہے اور ہم پلہ اس تقلید کے ہے تو پس مقلد ابوحنیفہؒ کا اور شافعیؒ وغیرہما کا مقلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ان میں سے کسی کے نام لے کر فرمانے کی ضرورت نہیں کیونکہ کلیہ کے جزئیات اور عام کی افراد بحکم صراحت ہی ہوتے ہیں اور اگر مشتہر کا مذہب کلیہ میں صراحت اسی کا ہے تو تمام کلیات وعمومات کی وارادہ نصوص لغو ہو جاویں گے سب زانی سارق و غاصب اپنے نام کی تصریح مانگیں گے جیسا کفار کہا کرتے تھے کہ خاص ہمارے نام کا حکم نامہ لاؤ الحاصل یہ نہایت چر بوز مطالبہ اور واہی بات اور محض دھوکہ ہے بعد اس بات کے دریافت کے دوسری بات یہ سنو کہ حق تعالیٰ قرآن شریف میں بقولہ لاتفرقوا (۲۴) حکم اتفاق کا اہل اسلام کو دیتا ہے اور اجتماع اور عدم تنازع کو فرض فرماتا ہے اور جو امر تفریق ڈالنے والا ہو اس کو حرام ومنع فرماتا ہے اگرچہ وہ امر مستحب ہی ہو سو جو امر کسی وقت میں مستحب تھا جب اس امر سے مسلمانوں میں فساد ہونے لگے تو وہ امر حرام ہو جاتا ہے دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیشہ افتراق امت کے بیت اللہ کی دیوار کو اپنے موقع پر نہ بنایا (۲۵) اور خود اپنے طویل قرأۃ فی الصلوۃ کو مستحب فرمایا تھا کہ عمدہ نماز وہ ہے جس میں قرآن زیادہ پڑھا

(۲۴):(آل عمران:۱۰۳)

(۲۵):عن عائشة رضى الله عنها قالت سالت النبى ﷺ عن الجدار: أمن البيت هو؟ قال: نعم قلت: فمالهم لم يدخلوه فى البيت؟ قال: ان قومک قصرت بهم النفقة قلت: فماشان بابه مرتفعا؟ قال فعل ذلک قومک ليدخلوا من شاؤا يمنعوا من شاؤا، ولولاان قومک حديث عهدهم بالجاهلية فاخاف ان تنكر قلوبهم: ان ادخل الجدر فى البيت، وان الصق بابه بالارض. (اخرجه البخارى فى كتاب المناسک، باب فضل مكة=

جاوے(۲۶)اورحضرت معاذ نے اس پرعمل کیا تو جب ایک صحابی نے شکایت کی کہ ہم زراعت کرنے والے ہیں معاذؓ کی طویل قرأت سے ہم کوتکلیف ہوتی ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو فتان فرمایا(۲۷)اورچھوٹی قرأت کوواجب کردیا کیونکہ قرأت کے ادا کرنے کوادنیٰ درجہ کافی تھااور یہ طریقہ

=وبنیانها، ج: ا، ص: ۳۰۰،ط،مکتبه رحمانیه، لاهور)

(۲۶): عن جابرؓ قال: قیل للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم: أی الصلاه افضل؟ قال: طول القنوت. وفی معارف السنن تحت هٰذا الحدیث: والمراد هنا القیام ،وهوالراجح، بل یکاد یکون مجمعاً علیه بدلیل مارواه احمد وابوداؤد مرفوعاً من حدیث عبداللّٰه الحبشی: سئل ای الاعمال افضل؟ قال: طول القیام، هذا لفظ ابی داؤد ولفظ احمد فی مسنده (۳: ۴۱۲) قیل فأی الصلاة افضل؟ قال طول القنوت، وحدیث الباب رواه مسلم فی صحیحه ...الخ.

ولأن المنقول عنه صلی اللّٰه علیه وسلم انه کان یطول القیام اکثر من الرکوع والسجود، ولأن ذکر القیام القراء ة، وهی أفضل من ذکر الرکوع والسجود...الخ.

(معارف السنن شرح جامع الترمذی، ج:۳،ص: ۴۷۹، ۴۸۰،ط، ایجوکیشنل پریش)

(۲۷):عن جابربن عبداللّٰه ان معاذبن جبل کان یصلی مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ثم یاتی قومه، فیصلی بهم صلاة، فقرأ بهم البقرة، قال: فتجوّز رجل فصلی صلاة خفیفة، فبلغ ذٰلک معاذاً فقال: انه منافق، فبلغ ذٰلک الرجل فأتی النبیﷺ فقال: یارسول اللّٰه، انا قوم نعمل بأیدینا، ونسقی بنواضحنا، وان معاذاً صلی بنا البارحة فقرأ البقرة، فتجوزت فزعم أنی منافق، فقال النبیﷺ : یامعاذ أفتّان أنت؟ ثلاثاً اقرأ " و الشمس وضحاها" و "سبح اسم ربک الأعلی" ونحوها. (اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الأدب، باب من لم یرا کفار من متاولاً اوجاهلاً، ج: ۲، ص: ۹۲۸، ط،مکتبه رحمانیه، لاهور)

موجب اتفاق تھا اور دوسرا طریقہ حالانکہ مستحب تھا۔ مگر وقت افتراق کے اس کو فتنہ فرما دیا اور اس پر عمل کرنے والے کو فتنہ انگیز ٹھہرایا تو بس یہ قاعدہ مسلم شرع کا ہے کہ اگر ادائے واجب کے دو طریقہ ہوں ایک میں فساد ہوتا ہو اور دوسرے میں اتفاق رہتا ہو تو وہ طریقہ جس میں افتراق ہوتا ہے اصل میں عمدہ ہی کیوں نہ مگر اس عارض امر سے حرام بن جاتا ہے اب ان دونوں امر کے بعد جواب اس خدشہ کا صاف نکل آیا کہ تقلید شخصی کرنے والے اہل ہند کے مثلاً اپنے فرض سے فارغ تھے اور امتثال امر خداوندی ونبوی میں سرگرم اب اگر عدم تقلید شخصی کو کوئی گرایا چاہتا ہے تو بحکم مقدمہ ثانیہ معلوم ہوا کہ فتنہ افتراق امت میں ڈالتا ہے لہٰذا یہ امر نا جائز ہوا اور تقلید شخصی واجب ہوئی۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اب تقلید شخصی واجب بالغیر ہوگئی اور عدم تقلید حرام بالغیر بنی اور جو کچھ فتنہ اور نزاع اور باہم اختلاف اس عدم تقلید میں ہے وہ سب کو نظر آتا ہے مگر ہاں حق تعالیٰ جس کو کور باطن بنادے وہ اس فساد کے معائنہ سے معذور ہے اب بفضلہٖ تعالیٰ وجوب تقلید شخصی بخوبی ثابت ہوگیا اور تقلید ائمہ اربعہ میں کسی امام کی بالتعین واجب ثابت نص قرآنی سے اور حدیث نبوی سے ہوگئی کسی مسلمان کو تردد لائق نہیں اور یہ سوال مشتہر کا اصل سب سوالات کی ہے اور یہ بات اس کی جڑ ہے بہت سے خدشات کی اور ما بہ الافتخار اس کا ہے اس واسطے ہم نے اس کو بہت دراز لکھا ہے اس جواب کو بہت غور سے دیکھنا چاہیئے کہ صحت فہم کے سب خدشہ رفع ہوجاتے ہیں۔ واللہ اعلم اتم واحکم۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔

محرم سے نکاح پر امام صاحب کا مسلک

۳: امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کسی اپنی محرم سے نکاح کرلیوے تو بیشک وہ زانی ہے اس کو تعزیر دینی چاہیے اور امام جو تعزیر اس کی تجویز کرے درست ہے یہاں تک کہ قتل بھی کردیوے تو روا ہے مگر وہ شرعی کہ زنا میں ہوتی ہے (محصن کو سنگسار کرنا اور غیر محصن کو سو کوڑے مارنا) وہ اس میں نہیں آتے اور دلیل اس کی وہ حدیث ہے کہ ابوداؤد اور ترمذی روایت کرتے ہیں (۲۸)۔

---

(۲۸): وفی الکوکب: (باب فیمن تزوج امرأة ابیه) قوله (أن آتیه برأسه) فیه دلیل علی أنه لایحد ویعزر أغلظ تعزیر وهو المذهب. وقال العلامة محمد زکریا=

عن برء ابن عازب قال لقیت عمی ومعه رایة فقلت له این ترید فقال بعثنی رسول اللّٰہ ﷺ الی رجل نکح امراۃ ابیه فامرنی ان اضرب عنقه واٰخذ ماله(۲۹).

دیکھوخود شارع علیہ السلام نے اس واقعہ میں حد شرعی نہیں ماری بلکہ تعزیر سخت دی توامام صاحب پر کیاطعن ہے کہ وہ تو عامل بالحدیث ہیں چشم بینا ہوتو اعتراض نہ کرے۔واللہ اعلم۔

اگرکوئی شخص کسی عورت پردعویٰ کرے کہ وہ اس کی بیوی ہے اس میں امام صاحب کا مسلک

۴: جاننا چاہئے کہ بیگانے مال کا مالک ہونا بیگانے مال پر تصرف مالکانہ کرنا بدون کسی ایک عقد کے کہ شرع نے اسباب ملک مقرر فرمائے ہیں حلال نہیں ہوسکتا جیسا بیع یا ہبہ یا اجارہ مثلاً اور ایسا ہی دوسرے کے نفس پر تصرف روانہیں بدون اس عقد کے کہ حلت کے واسطے مشروع ہوئے ہیں، نکاح واجارہ خدمت کا مثلاً اگر بدون ان عقود موضوعہ شرع کے کوئی قبض وتصرف ہوگا تو وہ غصب وسرقہ وزنا کہلائے گا اور حرام ہوگا یہ امر تو مسلم تمام امت کا ہے حاجت دلیل وسند کی نہیں رکھتا دوسرے یہ کہ یہ تصرفات جیسے متعاقدین باہم کرسکتے ہیں

=الکاندھلوی فی حاشیة الکوکب: قال الخطابی: والظاهر قد اختلف العلماء فیمن نکح ذات محرم فقال الحسن علیه الحد وهو قول مالک والشافعی، وقال احمد ویوخذ ماله وکذا قال اسحاق علی ظاهر الحدیث، وقال ابوحنیفة یعزر ولایحد کذا فی البذل، وذکر مافی سند الحدیث من الاختلاف فارجع الیه لوشئت وحدیث الباب حجة للحنفیة لامخالف لهم لأنه علیه السلام قتله ولم یحد علیه. (الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ج:۲، ص: ۳۵۵،ط، ندوة العلماء لکهنؤ، الهند)

(۲۹):(اخرجه ابوداؤد فی کتاب الحدود، باب فی الرجل یزنی بحریمه، ص: ۶۲۸، رقم: ۴۴۵۷، ط، دار السلام ریاض / والترمذی فی ابواب الحدود، باب ماجاء فیمن یقول للآخر یا مخنث، ص: ۳۵۵، ط، دار السلام ریاض)

ایسا ہی حاکم اپنی طرف سے اس کی مصلحت کے واسطے کرسکتا ہے اور یہ تصرف حاکم درحق محکوم بحالت رضا وسکوت نافذ ہوتا ہے ظاہراً مثلاً مدیون کی جائیداد کو حاکم بلا رضا نیلام کرتا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام مدبر ایک صحابی کا کہ وہ مفلس تھے بیع کردیا (۳۰) اور کہیں ثابت نہیں ہوا کہ انہوں نے حضرت علیہ السلام کو وکیل کیا ہو بلکہ بظاہر خلاف رضا ان کی کے تھا کیونکہ وہ تو اس کی مدبر بنا چکے تھے اور مثلاً عنین کے واقعہ میں آپ نے زوج کی طرف سے عورت پر طلاق واقع کردی اور جس شخص نے اپنے غلام کو خصی کردیا تھا آپ نے اس غلام کو بدون رضا مالک کے آزاد کردیا (۳۱)۔ اور افعال صحابہ سے بھی ایسا ہی مستفاد

---

(۳۰):عن عطاء بن ابی رباح عن جابر بن عبداللّٰہ ان رجلاً اعتق غلاماً له عن دبر فاحتاج فاخذه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال من یشتریه منی فاشتراه نعیم بن عبداللّٰه بکذا وکذا فدفعه الیه. (اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب البیوع، باب المزایدة، ج: ۱، ص: ۳۸۱، ۳۸۲، ط، مکتبه رحمانیه، لاهور)

(۳۱):عن عمرو بن شعیب، عن ابیه، عن جده، عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من مثل به او حرق بالنار فهوحر، وهومولی اللّٰه ورسوله، قال: فأتی برجل قد خصی، یقال له: سندر، فاعتقه، ثم اتی ابابکر بعد وفاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فصنع الیه خیراً، ثم اتی عمر بعد ابی بکر، فصنع الیه خیراً، ثم انه اراد أن یخرج الیٰ مصر فکتب له عمرؓ الی عمرو بن العاص: ان اصنع به خیراً، او احفظ وصیة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فیه.(رواه احمد فی مسنده، ص: ۵۳۹، رقم: ۷۰۹۶، ط، بیت الافکار الدولیة، ریاض. والهیثمی فی مجمع الزوائد ومنبع الفوائد فی کتاب العتق، باب فیمن ضرب مملوکه أو مثل به، ج:۴،ص: ۲۳۹،ط، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، وقال الهیثمی: رواه احمد و الطبرانی ورجاله ثقات، وفیه الحجاج بن أرطاة وهو مدلس ولکنه ثقة)

ہے(۳۲)عنین کی زوجہ کوتفریق کر دینا اس قسم سے ہے تو ان سب واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم کو ایجاد عقد کا اختیار ہے تو حاکم نے اگر کسی کی شیئ بیع کر دی تو مشتری کو اس میں تصرف روا ہے اور اگر نکاح کر دیا تو زوجین کو مباشرت حلال ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب وجود عقد کا ثابت ہو جاوے گا تو حلت ظاہراً و باطناً ثابت

---

(۳۲):قال محمد رحمه الله تعالىٰ فى الاصل:وبلغنا عن عمر بن الخطاب أنه قال: يؤجل العنين سنة، فان وصل الى امرأته فهى امرأته، وان لم يصل اليها فرق بينهما، وجعلها تطليقة بائنة، وجعل لها مهراً كاملاً، وجعل عليها العدة.وقال وبلغنا عن على بن أبى طالب رضی نحو ذلک. (الأصل،كتاب النكاح، باب نكاح العنين، ج: ١٠، ص: ٢٥٣، ط،دارابن حزم، بيروت لبنان).

وقال العلامة محمد زكريا الكاندهلوى رحمه الله تعالىٰ: وقال محمد فى الآثار: أنا ابو حنيفة ثنا اسماعيل بن مسلم المكى عن الحسن عن عمر رضى الله عنه ان امراة أتته، فأخبرته ان زوجها لايصل اليها، فأجّله حولاً، فلما انقضى الحول ولم يصل اليها خيّرها، فاختارت نفسها، ففرّق بينهما عمر رضى الله عنه، وجعلها تطليقة بأئنة...الخ. (اوجز المسالک الىٰ موطأ مالک، كتاب الطلاق، باب، أجل الذى لايمس امرأته، ج: ١١،ص: ٣٧٧،ط،دارالقلم، دمشق.الكنز العمال،كتاب النكاح، باب العنين، ص: ٢٢١٨، رقم: ٤٥٩١٠،ط، بيت الافكارالدولية،رياض)

عن عبد الرزاق عن يحيى بن سعيدعن ابن المسيّب ان عمر جعل للعنين أجل سنة، و أعطاها صداقها وافياً.

عن عبدالرزاق عن ابن جريج عن عبدالكريم ان عمر وابن مسعود قضيا بانها تنتظر به سنةً،ثم تعتد بعد السنة عدة المطلقة، وهو أحق بأمرها فى عدتها.(المصنف لعبدالرزاق،كتاب النكاح، باب أجل العنين ،ج:٦، ص: ٢٥٣، ط، المكتب الاسلامى، بيروت لبنان)

ہووے گی جیسا کہ اگر متعاقدین باہم ان عقود کو کرلیویں تو حلال ہونا ظاہر و باطن ثابت ہوتا ہے۔ ہاں اگر قاضی کسی کی شئے دوسرے کو بغیر عقد وسبب دیوے تو غصب ہے اور حرام جیسا کوئی کسی کی شئے بلا عقد لیوے تو غصب ہوتا ہے اور تصرف حرام ہوتا ہے مگر یہ یاد رہے کہ بیع اپنے محل میں ہوتی ہے اور نکاح بھی اپنے محل میں ہوتا ہے تو باہم بیع ونکاح جب ہی ہوتا کہ شئے قابل بیع ہو اور عورت قابل اس شخص کے نکاح کے ہو یہ نہیں کہ جس عورت سے چاہے قاضی نکاح کردے اگرچہ ماں بہن ہی ہو اب سنو کہ امام صاحب نے بنابریں دوامر یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی نے کسی عورت پر دعویٰ نکاح کا کیا اور عورت انکار کرتی ہے مرد نے جھوٹے گواہ پیش کئے قاضی نے خوب حسب قاعدہ عدالت گواہوں کی تحقیق کرکے حکم نکاح کا دے دیا تو امام صاحب فرماتے ہیں اگرچہ پہلے سے نکاح نہیں ہوا تھا مگر اب قاضی کے حکم سے منعقد ہوگیا (۳۳) کہ قاضی ایجاد نکاح کا مختار ہے

(۳۳):قال العلامة محمدبن حسين الطورى الحنفى رحمه الله تعالىٰ: ومن فروع المسالة: ادعى على امراة نكاحاً وهى جاحدة وأقام بينة زور فقضى بالنكاح بينهما حل للمدعى وطؤها ولها التمكين عنده. (تكملة البحرالرائق شرح كنز الدقائق، كتاب القضاء، باب كتاب القاضى الى القاضى وغيره، ج:۷،ص: ۲۵ ،ط، دارالكتب العلمية،لبنان).

وقال العلامة فريد الدين عالم بن العلاء الهندى رحمه الله تعالىٰ:رجل ادعى على امراة النكاح وهى تجحد، وأقام عليها شاهدي زور، وقضى القاضى بالنكاح، حل للرجل وطيها، وحل للمرأة التمكين منه عندابى حنيفةؒ..الخ.(الفتاوى التاتارخانية، كتاب أدب القاضى، الفصل الخامس عشر فيما اذا وقع القضاء بشهادة الزور، ولم يعلم القاضى به، ج: ۱۱،ص: ۱۰۲ ،ط، مكتبه زكريا ديوبند، هند)

(وكذا فى فتح القدير فى كتاب أدب القاضى، ج:۷،ص:۲۸۶،ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى ردالمحتار على الدرالمختار فى كتاب القضاء، مطلب فى القضاء=

اور قاضی کا کہنا کہ میں نے نکاح کو نافذ کر دیا یہ کہنا ہے کہ میں نے نکاح کر دیا اور اس حکم کے وقت دو گواہ ہونے ضرور ہیں تو اب جب کہ عقد ثابت ہو گیا تو عورت مرد کو بسبب اس نکاح قاضی کے ظاہر و باطن حلال ہو گئی۔ اور عورت گو اوّل انکار کرتی ہے مگر قاضی نے اس کے انکار کو رد کر کے اب نکاح کر دیا اور حکم قاضی سے نکاح منعقد ہو گیا کہ اس میں مصلحت ہے اور رفع نزاع ہے اور قاضی اسی واسطے ہوتا ہے اور بعد عقد کے موجب اس کا حلال ہونا تصرف کا ہے اور بس اور یہ واقعہ جناب رسالت مآب علیہ السلام کے زمانہ میں نہیں ہوا کہ اس کی کوئی حدیث صریح لائی جاوے مگر یہ دونوں امر جس میں سے ثابت نکلے حدیث سے ہی ثابت ہوئے ہیں اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں یہ حادثہ ہوا اور اس حکم حضرت علیؓ سے یہی ثابت بات ہوتی ہے(۳۴) جو امام صاحب فرماتے

=بشهادة الزور، ج:۸،ص: ۹۴،۹۵،،ط،دارعالم الكتب، رياض)

(وكذا فى المحيط البرهانى فى كتاب القضاء، الفصل الخامس، فيما اذا وقع القضاء بشهادة الزور ولم يعلم القاضى به، ج:۱۲، ص: ۲۱۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۳۴):قال الامام ابو بكر احمد بن على الجصاص الحنفى رحمه الله تعالىٰ: ذكر ابو يوسف عن عمرو بن المقدام عن ابيه ان رجلاً من الحى خطب امراة وهو دونها فى الحسب فابت ان تزوجه فادعى انه تزوجها واقام شاهدين عند علیؓ فقالت انى لم اتزوجه قال قد زوجک الشاهدان فامضى عليها النكاح. (احكام القرآن للجصاص، ج: ۱،ص: ۲۵۳، ط، دارالكتاب العربى،بيروت لبنان).

وقال العلامة المحدث الكبير محمد ظفر العثمانى رحمه الله تعالىٰ: قال محمدؒ فى "الأصل": بلغنا عن على كرم الله وجهه أن رجلاً أقام عنده بينة على امرأة انه تزوجها فأنكرت، فقضى له بالبينة فقالت:انه لم يتزوجنى.فأما اذا قضيت على فجدد نكاحى. فقال:لاأجدد نكاحک، الشاهدان زوجاک. وقال: وبهذا نأخذ...الخ.(اعلاء السنن، كتاب القضاء، باب نفاذ قضاء القاضى ظاهراً وباطناً فى العقود والفسوخ،ج:۱۵،ص:=

ہیں تو بحسب ارشاد نبوی علیہ السلام کہ جس صحابی کا تم اقتداء کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے۔ امام مہتدی اور حق فرمانے والے ہیں۔ اور کوئی حدیث مخالف قول امام صاحب کے نہیں ہے اور وہ حدیث بخاری وغیرہ کی جس میں یہ لفظ ہیں۔ فمن قضيت له بشئ من حق اخيه فلا ياخذنه... (۳۵) جس کے واسطے حکم کر دوں میں دینے کا کچھ اپنے بھائی کے حق سے تو ہرگز نہ لیوے تو یہ مطلق شئے دلانے کے باب میں وارد ہوئی ہے نہ ایجاد سبب کے باب میں معلوم ہو چکا کہ بلا ذریعہ سبب کے کوئی شئے یعنی غصب ہوتا ہے بعد اس سنو کہ مشتہر نے جو تشریح کی کہ کسی کی جورو کو اپنی زوجہ ہونے کا دعویٰ کر کے دو جھوٹے گواہ گذران کر کے لیوے تو وہ عورت مدعی کو درست ہو جاتی ہے محض افتراء ہے کہ کوئی عالم اور کتاب اس کو نہیں کہہ سکتا کیونکہ غیر کی منکوحہ محرمات شرعیہ میں ہے اس کا نفاذ نکاح کب ہوسکتا ہے سو مشتہر کی محض خیانت ہے دوروغ گوئی کو شیوہ اغواء عوام کا ٹھہرایا ہے واللہ اعلم۔

دہ دردہ کی تحدید پر امام صاحب کا مسلک

۵: دہ دردہ کی تحدید ہرگز امام صاحب کا مذہب نہیں (كذا في المصفى ومعيار الحق

= ۱۱۱، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى)

(وكذا في مجمع الانهر في شرح ملتقى الابحر في كتاب القضاء، ج: ۳، ص: ۲۳۷، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۳۵): (اخرجه البخارى في صحيحه في كتاب الاحكام، باب موعظة الامام الخصوم، ج: ۲، ص: ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ط، مكتبه رحمانية لاهور/ والمسلم في صحيحه في كتاب الاقضية، باب الحكم بالظاهر واللحن بالحجة، ص: ۷۵۹، رقم: ۴۴۷۳، ط، دار السلام، رياض/ وابوداؤد في سننه في كتاب القضاء، باب في قضاء اذا أخطأ، ص: ۵۱۵، رقم: ۳۵۸۳، ط، دار السلام، رياض/ و الترمذى في جامعه في كتاب الأحكام، باب في التشديد على من يقضى له بشيء ليس له ان يأخذه، ج: ۱، ص: ۵۷۵، ۵۷۶، ط، الطاف اينڈ سنز كراچى)

وایضاح الحق) نہ اور کسی محقق حنفی کا بلکہ بعض متاخرین نے عوام کی فہم کے واسطے ایک حد لگا دی ہے اور یہ بھی اس واسطے ہوا کہ جو تحدیدات قلتین وغیرہ کی احادیث سے معلوم ہوتی ہیں ان کا ثبوت لفظاً نہیں با معنی کلام ہے تو اسی موقعہ پر امام صاحب نے حسب قاعدہ شرعیہ رائے مبتلی بہ پر چھوڑا تھا۔ عوام کی رفع حرج کے واسطے دہ دردہ مقرر کر دیا تھا کہ احتیاط ہاتھ سے نہ جاوے (۳۶) ایسے باب میں حدیث طلب کرنی جہالت ہے اگر مشتہر

(۳۶): دراصل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب مختار تفوض الی رائے مبتلی بہ ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا رجوع بھی اسی قول کی طرف ثابت ہے لیکن چونکہ لوگوں کی رائے مختلف ہوتی ہیں بلکہ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی رائے نہیں ہوتی، پس متاخرین علماء نے آسانی کیلئے دو درہ قول کا اعتبار کیا ہے۔ (محمد خالد حنفی)

قال العلامة محمود بن احمد بن عبدالعزيز ابن مازة الحنفى رحمه اللّٰه تعالىٰ: وابو سليمان الجوزجانى رحمه اللّٰه كان يقول: ان كان عشراً فى عشر فهومما لايخلص بعضه الى بعض، وان كان أقل من ذلک فهو مما يخلص، وعن محمد رحمه اللّٰه فى "النوادر" أنه سئل عن هذه المسألة فقال: ان كان مثل مسجدى هذا فهو مما لايخلص بعضه الى بعض، فلما قام مسح مسجده فكان ثمان فى ثمان فى رواية، وعشراً فى عشرفى رواية، واثني عشر فى اثني عشرفى رواية. (المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج: ۱، ص: ۹۵، ط، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

وقال العلامة عبد الرحمٰن بن محمد الكليبولي: (أو لم يكن عشراً فى عشر) والظاهر أن يكون تفيسراً آخر للغدير لأنهم فسروا الغدير العظيم بما بين آنفاً بعدم التحريک، او بالمساحة والمناسب على هذا التفسيرأن يقول: أو يكون عشراً فى عشر، لكن المصنف عطف على لم يكن غديراً، والمعنى لاتجوز الطهارة بماء قليل وقع فيه نجس مالم يكن غديراً، أو لم يكن عشراً فى عشر فكلتا الصورتين مستثنيان عن الحكم السابق الكلى يروى ذلک عن محمد، وبه أخذ مشايخ بلخ وابو سيلمان الجرجانى=

پہلے حدیث صحیح سے کوئی حد ثابت کر لیتا تو پھر دوسروں کو تکلیف حدیث تحدید کی دینی مناسب تھی۔ اللّٰھم احفظنا من شرور انفسنا ومن وسواس الخناس عدونا اٰمین.

ایمان کی زیادتی وکمی کے متعلق امام کا مسلک

۶: اول حقیقت اس مسئلہ کی سنو امام صاحب نے یوں فرمایا ہے (هکذا فی شرح الفقه الاکبر ملا علی القاری رحمة الله علیه) کہ اجزاء ایمان کی زیادت زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی تھی بایں معنی کہ ایک آیت یا حکم نازل ہوا اور مسلمانوں نے اس کو قبول کیا پھر دوسرا حکم آیا اس کو مان کر ایمان

=والمعلی، قال ابو اللیث: وهو قول اکثر اصحابنا، وعلیه الفتوی لأنهم امتحنوا فوجدوا هذا القدر مما لاتخلص الیه النجاسة فقدروه بذلک تیسیراً علی الناس. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر، ج: ۱، ص: ۴۷، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان)

وقال العلامة ابن نجیم المصری الحنفی رحمه الله تعالٰی: وقال رکن الاسلام ابو الفضل عبد الرحمٰن الکرمانی فی الایضاح: واختلفت الروایات فی تحدید الکثیر والظاهر عن محمد أنه عشر فی عشر والصحیح عن ابی حنیفة أنه لم یوقت فی ذلک بشیء وانماهو موکول الٰی غلبة الظن فی خلوص النجاسة. وقال الحکم الشهید فی الکافی الذی هو جمع کلام محمد قال ابو عصمة: کان محمد بن الحسن یوقت عشرة فی عشرة ثم رجع الی قول ابی حنیفة وقال: لا أوقت فی شیئاً. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج: ۱، ص: ۱۳۷، ط، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان).

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش فتاوی عالمکیریة، ج: ۱، ص: ۵)

(وکذا فی فتاوی عالمکیریه، ج: ۱، ص: ۱۸).

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار، ج: ۱، ص: ۱۴، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان)

زیادہ ہوا اور پھر اور حکم آیا اس کو قبول کر کے اور زیادہ ہو گیا اور علیٰ ہذا القیاس آیات واحکام بڑھتے جاتے تھے۔ ایمان بھی زیادہ ہو جاتا تھا۔ جب خاتم الانبیاء علیہ السلام تشریف فرمائے آخرت ہوئے تو احکام ختم ہو چکے ایمان کی بھی ایک حد معین ٹھہر گئی اب کمی زیادتی ایمان بایں معنی نہیں ہو سکتی (۳۷) اگر کوئی حکم زاہدان احکامات پر کوئی کر دیوے وہ بھی کافر ہے اور جو ایک حکم کو نہ مانے بھی کافر اور بایں معنی ایمان افراد مومنین کا اور انبیاء اور سب ملائکہ کا برابر ہے کہ جو امور مامور بہا کہ جس پر ایمان کا نافرض ہے مومنین کا وہی ملائکہ وانبیاء کا ''قال اللّٰہ تعالٰی اٰمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون. الایة'' (۳۸) غرض ایمان سب احکام خداوندی کا ماننا ہے اس میں مؤمن و نبی و جبرائیل وغیرہ فرشتے سب برابر ہیں ہاں اجمال تفصیل کا فرق ہے اور

---

(۳۷): قال العلامة علی بن سلطان محمد القاری رحمه اللّٰه تعالٰی: ومنهاان الایمان لایزید ولاینقص فان حقیقة الایمان وهو التصدیق القلبی الذی بلغ حد الجزم والاذعان کما هو المشهور عند الجمهور وان مال شارح العقائد وصاحب المواقف الی اعتبار الظن الغالب الذی لایخطر معه احتمال النقیض فهو ایضاً لایتصور فیه زیادة ونقصان حتّٰی ان من حصل له حقیقة التصدیق فسوا أتی بالطاعات أو ارتکب السیئات فتصدیقه باق علی حاله لاتغیر فیه أصلاً و الآیات الدالة علی زیادة الایمان محمولة علی ماذکره الامام أبو حنیفة رحمه اللّٰه انهم کانوا آمنوا فی الجملة ثم یأتی فرض بعد فرض فکانوا یؤمنون بکل فرض خاص وهذا التأویل بعینه مروی عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما ففی الکشاف عنه ان أول ما أتاهم به النبی صلی اللّٰه علیه وسلم التوحید فلما آمنوا باللّٰه وحده أنزل الصلاة والزکاة ثم الحج ثم الجهاد وازدادوا ایمانا الی ایمانهم، انتهٰی...و حاصل کلام الامام أن الایمان کان یزید بزیادة مایجب الایمان به وهذا مما لایتصور فی غیر عصر النبی صلی اللّٰه علیه سلم. (شرح فقه الاکبر لملا علی القاری، ص: ۱۲۳، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

(۳۸):(البقرة/۲۸۵)

کمی زیادتی کیفیت کی اورقوت وضعف اس کا اور شئے ہے وہ البتہ یکساں نہیں اب یہ عقیدہ کہوقرآن کی آیت سے نکلتا ہے یانہیں اوراس کا منکرکون ہوتا ہے اگرخود کی چشم بندہوں کوئی کیا کرے اورخودامام صاحب کے اس کلام سے یہ مطلب ظاہر ہے کہ یوں فرماتے ہیں کہ ”ایمانی کایمان جبرئیل ولا اقول مثل ایمان جبرئیل“ (۳۹). یعنی ایمان میرا مشابہ ایمان جبرئیل کے ہےاور میں یہ نہیں کہتا کہ مثل ایمان جبرئیل کے ہے اس واسطے کہ مماثلت جب ہوتی ہے کہ کل الوجوہ برابر ہوجاوے اور یہ بات نہیں ہے بلکہ آپ کوجس میں مشابہت ہےاور یہ بات فارسی خواں بھی جانتے ہیں کہ محبوب کوسرد سے مشابہت دیتے ہیں تو فقط راستی قد کی مشابہت مقصودہوتی ہے سب امور میں مشارکت ومماثلت نہیں ہوتی غرض یہ بات محض عناد کی ہے ورنہ اس کا فہم کچھ دشوار نہ تھا واللہ الہادی۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے لئے امام صاحب کی دلیل

۷:تیسیر الوصول میں روایت ہے۔”عن ابی جحیفة ان علیا رضی اللّٰہ عنه قال السنة وضع الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ اخرجه رزین“ اورسنت فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ہے تو بس اس روایت سے ناف کے نیچے باندھنے خوب روشن ہیں انکاراس کا بجز تعصب اور کیا ہوگا (۴۰)۔ واللہ اعلم۔

---

(۳۹):(شرح فقه الاکبر لملاعلی القاری، ص: ۱۲۴،ط، دارالکتب العربیة الکبری، مصر/ وفتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج، ۱،ص:۴۲۸،ط، دار احیاء التراث العربی بیروت،لبنان)

(۴۰): عن ابی جحیفة أن علیا قال: السنة وضع الکف علی الکف فی الصلاۃ تحت السرۃ. وفی بذل المجهود تحت هذا الحدیث:وقال الشوکانی: الحدیث ثابت فی بعض نسخ أبی داؤد، وهی نسخة ابن الأعرابی، ولم یوجد فی غیرها، وفی اسناده عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی، وهو ضعیف، انتهٰی.

قلت: وفی اسناده زیاد بن زید وهو مجهول، ولکن أخرج الدار قطنی وغیره=

. . . .

=بثلاثة أسانيد، روى فى سنديه عن عبد الرحمٰن بن اسحاق، عن زياد بن زيد، عن أبى جحيفة عن على، وروى فى السند الثالث عن عبد الرحمٰن بن اسحاق، عن النعمان بن سعد، عن على، فلايضر جهالة زياد بن زيد.

وأما ضعف عبد الرحمٰن فقد ينجبر بما أخرجه ابن أبى شيبة فى هذا الباب: حدثنا وكيع عن موسى بن عمير. وهو التميمى العنبرى الكوفى، عن علقمة بن وائل بن حجر عن أبيه قال: رأيت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يضع يمينه على شماله تحت السرة، قلت: ولفظ تحت السرة ليس فى النسخة الموجودة عندى، وسيجيء البحث فيه.

قال الشيخ النيموى:قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا فى تخريج احاديث الاختيار شرح المختار: هذا سند جيد، وقال العلامة محمد ابو الطيب المدنى فى شرح الترمذى: هذا حديث قوى من حيث السند، وقال الشيخ عابد السندى فى طوالع الأنوار: رجاله ثقات. انتهٰى.

قلت: وسماع علقمة من أبيه ثابت، وسيأتى تحقيقه فى باب الاخفاء بآمين،ثم لايخفى عليك ان العلامة حيات السندى قال فى رسالته فتح الغفور: فى ثبوت زيادة تحت السرة نظر، بل هى غلط، منشأه السهو، فانى راجعت الى نسخة صحيحة من المصنف فرأيت فيها هذا الحديث بهذا السند وبهذا الالفاظ، الا انه ليس فيها تحت السرة.

وأجاب عنه العلامة قائم السندى فى رسالته"فوز الكرام" بأن القول بكون هذه الزيادة غلطاً مع جزم الشيخ قاسم بعزوها الى"المصنف" ومشاهدتى اياها فى نسخة، و وجودها فى نسخة فى خزانة الشيخ عبد القادر المفتى فى الحديث والأثر، لايليق بالانصاف، وقال:ورأيته بعينى فى نسخة صحيحة عليها الأمارات المصححه، فقال:=

....

=فهذه الزيادة فی اکثر النسخ صحيحة.

قال النيموی: الانصاف أن هذه الزيادة وان کانت صحيحة لوجودها فی اکثر النسخ من "المصنف" لکنها مخالفة لروايات الثقات، فکانت غير محفوظة کزيادة علی الصدر فی رواية ابن خزيمة، ومع ذلک فيه اضطراب کما مر، فالحديث وان کان صحيحا من جهة السند ضعيف من جهة المتن. واللّٰه اعلم.

وايضاً أخرج ابن ابی شيبة فی هذا الباب: حدثنا وکيع، عن ربيع عن أبی معشر، عن ابراهيم قال: يضع يمينه علی شماله فی الصلاة تحت السرة.

وأيضاً أخرج ابن ابی شيبة: حدثنا يزيد بن هارون قال: اخبرنا الحجاج بن الحسان قال: سمعت أبا مجلز أو سألته قال: قلت: کيف أضع؟ قال: يضع باطن کف يمينه علی ظاهر کف شماله، ويجعلها أسفل من السرة، وذکر ابوداؤد تعليقاً.

وأيضاً اخرج ابن ابی شبية: حدثنا ابو معاويه عن عبد الرحمٰن بن اسحاق عن زياد بن زيد السوائی عن أبی جحيفة عن علی قال: من سنة الصلاة وضع الأيدی علی الأيدی تحت السرر.

وأيضاً سيأتی ما أخرجه ابوداؤد عن أبی وائل: قال ابوهريرة: أخذ الکف علی الکف فی الصلاة تحت السرة، وفيه عبد الرحمٰن بن اسحاق المذکور.

وقال الشيخ النيموی: منها ماأخرجه ابن حزم "المحلی" تعليقا عن عائشة أنها قالت: ثلاث من النبوة: تعجيل الافطار وتأخيرالسحور، ووضع اليد اليمنی علی اليسری فی الصلاة، وعن أنس مثل هذه ايضاً الا أنه قال: من اخلاق النبوة، وزاد: تحت السرة انتهٰی کلامه.(بذل المجهود،کتاب الصلاة، باب وضع اليمنی علی اليسری فی الصلاة، ج:۴،ص:۱۰۲ . ۱۰۵ ، ط، دارالبشائر الاسلامية،بيروت لبنان)

تکبیرات کے لئے نماز میں رفع یدین

۸: یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سوائے تحریمہ کے ہاتھ نہیں اٹھائے۔

قال عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ وفی الباب عن براء بن عازب قال ابو عیسی حدیث ابن مسعود حدیث حسن بہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل کوفہ (۴۱). اس حدیث کو ترمذی خود تصحیح کرتا ہے اور کوئی ضعف اس میں نہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین رکوع وغیرہ میں سوائے تحریمہ کے نہ کرنا بروایت عبداللہ بن مسعود و براء بن عازب کے ثابت ہو گیا اور فقط یہ دو۲ صحابی ہی یہ نہیں فرماتے بلکہ بہت سے صحابی کی یہی روایت ورائے ہے کہ تحریمہ رفع یدین نہ ہونی چاہئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت جیسے نماز پڑھنے کے یہ معنی تھے کہ جس طرح حضرت نے نماز پڑھی اور جو جو فعل آپ نے نماز میں ادا فرمائے وہ سارے کر کر دکھلا دیں پھر اب عدم رفع یدین میں سوائے تحریمہ کے کون سا خفاء رہا اور کوفہ میں بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو اصحاب تشریف رکھتے تھے اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جو اہل کوفہ کا مذہب عدم رفع دین کا تھا اکثر ان اصحاب مقیمین کوفہ کا یہ قول تھا کیونکہ اہل کوفہ نے ان ہی اصحاب سے دین لیا تھا (۴۲) بعد اس واضح روایت کے انکار کرنا محض نفسانیت ہے لہٰذا مسلمانوں کو ایسی تلبیسات پر التفات نہیں کرنا چاہیے۔

---

(۴۱):(اخرجہ الترمذی فی جامعہ فی کتاب الصلوۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع، ج: ۱، ص: ۱۳۸، ۱۳۹، رقم: ۲۵۷، ط، الطاف اینڈ سنز کراتشی)

(۴۲):قال العلامۃ محمد یوسف الکاندھلوی رحمہ اللّٰہ: (وخالفھم فی ذلک آخرون فقالوا لا نری الرفع الا فی التکبیر الاولیٰ) وممن ذھب الی ذلک عمربن الخطاب وعلی بن ابی طالب وابن عمر وابن مسعود کما سیأتی الروایات عنھم عند=

نماز میں آمین خفیہ کہنے میں امام صاحب کے دلائل

(۹): آمین کو خفیہ کہنا حضرت ﷺ کا حدیث سے ثابت ہے کہ مستدرک میں حاکم نے باسناد صحیح روایت کیا ہے وائل میں حجر انہ صلی مع النبی ﷺ فلما بلغ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین قال اٰمین وخفض بھا صوتہ (۴۳). اس حدیث سے حضرت ﷺ کا خفیہ آمین کہنا ثابت

=المصنف وعند غیرہ وابوبکر الصدیق عند البیھقی بسند جید وذکر فی البدائع عن العشرۃ المبشرۃ وقال الترمذی وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ، انتھٰی. وھذا بظاھرہ یستوعب جمیع اھل الکوفۃ ویؤیدہ ما نقل فی التعلیق الممجد عن الاستذکار لابن عبد البر قال ابو عبد اللّٰہ محمد بن نصر المروزی لانعلم مصرا من الامصار ترکوا باجماعھم رفع الیدین عند الخفض والرفع فی الصلوۃ الا اھل الکوفۃ فکلھم لایرفع الا فی الاحرام. انتھٰی. فھذہ العبارۃ صریحۃ فی استیعاب جمیع اھل الکوفۃ فی ترک رفع الیدین فی غیر افتتاح الصلوۃ وتدل ایضاً علی ان غیر اھل الکوفۃ تارکون ایضاً ولکن لیس من حیث المجموع وقد ذکر العجلی کما فی مقدمۃ نصب الرأیۃ انہ توطن الکوفۃ وحدھا من الصحابۃ نحو الف وخمسمائۃ صحابی بینھم نحو سبعین بدریاً وأخرج ابن سعد عن ابراھیم قال ھبط الکوفۃ ثلاثمائۃ من اصحاب الشجرۃ وسبعون من اھل بدر وقد کان فی الکوفۃ خلق کثیر من اصحاب الخلفاء الاربعۃ وغیرھم من اصفیاء الصحابۃ کما ذکر ھم ابن سعد فی طبقاتہ طبقۃ طبقۃ...الخ. (امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار، کتاب الصلوۃ، باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا، ج: ۳، ص: ۱۹۲، ط، ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

(۴۳): (اخرجہ الحاکم فی المستدرک فی کتاب التفسیر، ج: ۲، ص: ۲۵۳، =

ہوگیا بعد اس کے انکار کرنا محض تعصب ہے اس باب میں اور بھی روایات ہیں (۴۴) پس کسی کو اشتباہ نہ ہونا چاہیے۔

(۱۰) صحیح مسلم میں حدیث مروی ہے کہ انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر کبروا واذا قرأ فانصتوا (۴۵) اور خود حق تعالیٰ ہی قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا (۴۶). چونکہ خود قرآن شریف وحدیث صحیح سے انصات مقتدی کا ثابت ہوگیا تو پھر چون وچرا کرنا دھوکا دینا ہے واللہ الہادی۔

نماز کے اوقات کے لیے امام صاحبؒ کی دلیل

(۱۱) بخاری نے روایت کیا ہے عن ابی ذر قال کنا مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال له ابرد ثم اذا اراد ان یؤذن فقال له ابرد ثم اراد ان یؤذن

=ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، وقال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه، وأقره الذهبی فی التلخیص)

(۴۴): دیکھئے اعلاء السنن: کتاب الصلوة، باب ماجاء فی سنیة التأمین والاخفاء بها، ج: ۲، ص: ۲۴۷ تا ۲۵۱، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی.

(۴۵): (اخرجه مسلم فی صحیحه فی کتاب الصلوة، باب، ائتمام المأموم بالامام، ص: ۱۷۴، رقم: ۹۲۱، ط، دارالسلام ریاض/ وابو داؤد فی سننه فی کتاب الصلوة، باب الامام یصلی من قعود، ص: ۹۹، رقم: ۶۰۴، ط، دار السلام، ریاض/ والنسائی فی سننه فی کتاب الافتتاح فی الصلوة، باب تأویل قوله عزوجل[واذا قریء القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلکم ترحمون]. الجزء الأول، ص: ۴۸۰، رقم: ۹۲۱، ط، دارالمعرفة، بیروت لبنان)

(۴۶): (الاعراف: ۲۰۴)

فقال له ابرد حتی یساوی الظل التلول (۴۷). سنو کہ ٹیلوں کا سایہ جب مساوی ٹیلوں کی ہوتا ہے کہ سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ ہو جاوے جس کا دل چاہے مشاہدہ کر لیوے تو اگر بعد ایک مثل کے وقت باقی تھا تو آپ نے اس وقت میں نماز پڑھی بعد اس روایت صحیح کے طعن کرنا جہالت ہے واللہ اعلم۔

---

(۴۷): (اخرجه البخاری فی کتاب الأذان، باب الأذان للمسافر اذا کانوا جماعة و الاقامة، و کذلک بعرفة وجمع وقول المؤذن الصلوٰة فی الرجال فی اللیلة الباردة او المطیرة، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ط، مکتبه رحمانیه لاهور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب التفسیر والحدیث

ایمان میں کمی وزیادتی کا مطلب

﴿سوال﴾ زید کہتا ہے جو شخص کہے کہ ایمان کم زیادہ ہوتا ہے وہ کافر ہے اور یہ بات بھی علماء پر ظاہر ہے کہ اکابر صحابہ میں سے مثل حضرت علی وابن مسعود ومعاذ بن جبل وابو درداء وابن عباس وعبداللہ بن عمر وعمار وابو ہریرہ وحذیفہ وحضرت عائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کمی زیادتی ایمان کے قائل تھے از قسطلانی شرح بخاری وغیرہ اور ایسے ہی تابعین عظام اور اتباع ان کے اور جملہ محدثین اور فقہاء خاص کر تینوں امام مالک وشافعی واحمد بن حنبل جن کے مذہب حق سمجھے جاتے ہیں اور سفیان ثوری اور اوزاعی واسحٰق بن راہویہ خصوصاً حضرت امام نخعی استاد امام صاحب یہاں تک کہ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین یہ سب اہلسنت اکابران دین کمی زیادتی ایمان کے قائل تھے اور اہل حق میں شمار کیونکہ ان سب کا استدلال قرآن وحدیث رسول اللہ ﷺ سے تھا پس ظاہر ہے کہ زید کے قول بالا عام میں یہ سب اہلسنت اکابران دین شامل ہوتے ہیں بلکہ معاذ اللہ خدا اور رسول اللہ ﷺ تک نیز بے ادبی ہے ہاں اختلاف ائمہ کا دوسری بات ہے مگر اختلاف کی وجہ سے ایک نے دوسرے کو کافر نہیں فرمایا اور احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو کوئی کسی کو کافر یا ملعون کہتا ہے اگر وہ قابل کفر یا لعنت ہوتا ہے تو اس پر پڑتی ہے والاّ وہ کفر ولعنت کہنے والے کی طرف عاید ہوتی ہے اور اگر زید کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس قول سے توبہ کرو ہرگز نہیں مانتا بلکہ اپنے قول پر زیادہ مصر ہوتا ہے اور ہٹ کرتا ہے مطلقاً باز نہیں آتا پس صورت مذکورہ بالا کا کیا حکم ہے یعنی اکابران دین بفضلہٖ تعالیٰ کسی طرح کفر کے مصداق نہیں ہیں اب زید باوجود اس تکفیر عام کے اور اصرار کبیرہ کے قابل کفر ہے یا نہیں اور جب تک تائب نہ ہوئے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور امام صاحب سے لے کر سلف وخلف حنفیہ معتبرین میں سے کسی نے زید کا سا فتویٰ ایمان کے کم وزیادہ کہنے والوں کے حق میں دیا ہے یا نہیں؟ حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے اس کا جواب تحریر فرما کر مہر ثبت فرمادیں۔

﴿جواب﴾ از عدالت شرح شریف صدر ریاست ٹونک راجپوتانہ اختلاف سلف صالح کا اس مسئلہ میں ایمان کم وبیش ہوتا ہے یانہیں اہل علم میں مشہور اور کتب شرعیہ میں مذکور ہے اور اختلاف ائمہ امت میں یہی حکم ہے کہ جو قول وفعل ایک کے نزدیک راجح ہے آپ اس کا پابند رہے مگر دوسرا شخص جو اس کے خلاف پر ہے اس کی تضلیل نہ کرے چہ جائیکہ اس کی تکفیر کرے پس زید جو قائلان کمی بیشی ایمان کو بسبب اس قول کے کافر کہتا ہے وہ خود بسبب اس تکفیر کے دائرہ اسلام سے خارج ہے زید پر لازم ہے کہ جس طرح اس نے علی الاعلان قائلان کمی بیشی ایمان کی بسبب اس قول کے تکفیر کی ہے اسی طرح علی الاعلان اس تکفیر سے توبہ کرے اور نادم ہو ورنہ اہل اسلام نہ اس کا وعظ سنیں نہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں بلکہ اس کے اختلاط سے بالکل کنارہ کریں۔ فقط ۳۰ محرم ۱۳۱۷ھ مواہیر عدالت شرع شریف صدر ریاست ٹونک۔

دوست محمد ، عبدالحمید، محمد عظیم، محمد امام الدین

﴿جواب﴾ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایمان باعتبار کیفیت کے اور مراتب کمال کے کم وزیادہ ہوتا ہے اور باعتبار کمیت کے کم وزیادہ نہیں ہوتا پس نزاع مابین الفریقین صرف لفظی ہے (۱) جو نافی کم

---

(۱): قال العلامة الشيخ شبير احمد العثمانی رحمه اللّٰه تعالٰی: ظاهر الكتاب والسنة وهو المذهب الأشاعرة والمعتزلة والمحكی عن الشافعی وكثير من العلماء: أن الايمان يزيد وينقص، و عند أبی حنيفة وأصحابه وكثير من العلماء، وهو اختيار امام الحرمين: أنه لايزيد و لاينقص، لأنه اسم للتصديق البالغ حد الجزم والاذعان، ولايتصور فيه الزيادة والنقصان، و المصدق اذا ضم الطاعات اليه، أو أرتكب المعاصی، فتصديقه بحاله، لم يتغير أصلاً، وانما يتفاوت اذا كان اسماً للطاعات المتفاوتة، قلة وكثرة، ولهذا قال الامام الرازی وغيره: ان هذا الخلاف فرع تفسير الايمان، فان قلنا: هو التصديق فلايتفاوت، وان قلنا هو الاعمال، فمتفاوت، ثم قال فی وجه التوفيق بين القولين: ان ما يدل على أن الايمان لايتفاوت مصروف الى أصله، وما يدل على أنه يتفاوت مصروف الى =

وزیادت ہیں وہ کمیت کو کہتے ہیں اور جو مثبت کم وزیادت ہیں وہ کیفیت کے اعتبار سے اثبات زیادت ونقصان کرتے ہیں اور جب اصل منشاء اختلاف میں باعتبار مآل ومقصود اتحاد ہے تو فریقین کا قول حق ہوا اور نسبت خطا وضلال کسی ایک کی طرف بھی نہیں ہوسکتی اس لئے ان میں سے کسی ایک کو کافر یا مشرک کہنے والا خود خاطی اور سخت جری ہے مگر چونکہ اس کی تکفیر بناء بر تاویل ہے ہوائے نفس نہیں اس لئے اس کو بھی کہنا مناسب نہیں البتہ اس قدر ہے کہ فقہاء اور محدثین کی جماعت کو کافر کہنے سے وہ سخت درجہ کا فاسق اور گنہگار رہے (۲)۔ واللہ اعلم

= الكامل منه. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب الايمان، ج: ١، ص: ٤٢٠، ٤٢١، ط، دار الضياء، كويت)

(٢): اخرج عن عبدالله بن دينار أنه سمع ابن عمر يقول: قال رسول الله ﷺ ايما امرى قال لاخيه يا كافر! فقد باء بها أحدهما، ان كان كما قال، والا رجعت عليه. وفى البحر المحيط الثجاج تحت هذا الحديث: (والا رجعت عليه) هى "ان" الشرطيه ادغمت فى "لا" النافية، أى وان لم يكن المقول له كافراً بالفعل، بل كان بريئاً منه، فقد رجعت الكلمة على القائل، بمعنى أن وبالها، واثمها راجع عليه، فيستحق العقوبة بها، والله تعالىٰ اعلم بالصواب، واليه المرجع والمآب، وهو حسبنا ونعم الوكيل. (البحر المحيط الثجاج شرح صحيح الامام مسلم بن الحجاج، كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من لاخيه المسلم: يا كافر، ج: ٢، ص: ٣٩٨، ط، دار ابن الجوزى، المملكة العربية السعوديه)

قال العلامة فريد الدين عالم بن العلاء الهندى رحمه الله تعالىٰ: ومن أبغض، وفى الذخيرة: ومن شتم عالما أو فقيها من غير سبب خيف عليه الكفر.....و فى مصباح الدين: ولو قال لفقيه معين لايكفر. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السادس عشر فى العلم والعلماء والأبرار والصالحين وطلب أحد الخصمين صاحبه الذهاب الى الشرع والى باب القاضى، ج: ٧، ص: ٣٣٥، ط، مكتبة زكريا بديوبند، الهند)

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (رشید احمد ۱۳۰۱)
الجواب صحیح: عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی (وتوکل علی العزیز الرحمٰن) مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند۔
الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ (الٰہی عاقبت محمود گردان) مدرس عالیہ دیوبند۔

ایمان زیادہ ہوجاتا ہے یا ناقص ہوجاتا امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور اصل جوہر ایمان کو برقرار تصور کرنا حضرت امام ابوحنفیہ کا مذہب ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو سرے سے خلاف نہیں کیونکہ اگر ایمان نام تصدیق کا ہے تو وہ کیفیت اذہانی ہے قبول زیادت ونقصان نہیں کرتا اور اگر طاعات کا نام ہے تو قبول کرے گی۔ **قال الامام هذا بحث لفظی لان المراد بالایمان ان کان هو التصدیق فلایقبلهما وان کان الطاعات فیقبلهما.** عینی شرح بخاری قول بکفر ناجائز ہے اور قائل کو تعزیر دینا چاہیے۔ عبدالجمیل عفی عنہ (عبدالجمیل) مدرس اول مدرسہ فتحپوری دہلی۔
الجواب صحیح: محمد منفعت علی عفی عنہ (محمد منفعت علی) مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی۔ زید کا یہ مقولہ سخت فسق اور قریب بکفر ہے اگر یہ مقولہ زید باوصف علم۔

اس امر کے ہے جملہ صحابہ اور ائمہ اہل ملت والدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس عقیدہ پر ہیں تو قطعی کفر ہے اور ایسے مقولہ سے کافر ہوجاتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج اور باوجود عدم علم مذاہب سلف ائمہ امت کے یا علم اس حدیث موضوع منقولہ فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ مؤلفہ امام ربانی قاضی محمد بن علی الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث **من قال الایمان یزید وینقص فقد خرج من امر الله ومن قال انا مومن انشاء الله فلیس له فی الاسلام نصیب رواه محمد بن تمیم وهو واضعه** (۳). کفر نہ ہوگا اگرچہ فسق سے خالی بھی نہیں بالخصوص واعظ خلق اللہ ہوکر فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر بندہ ابوسعید عفا اللہ تعالیٰ عنہ۔ (ابوسعید احمد ۱۳۱۷)

---

(۳): (**الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة، کتاب الایمان، ص: ۴۵۳**)

قرآن کو غنا سے پڑھنا

﴿سوال﴾ احادیث میں جو تغنی بالقرآن کو محمود مستحسن فرمایا گیا ہے بالخصوص اس حدیث میں لیس منا من لم یتغن بالقرآن (۴). اس میں گویا واجب اوراس کے ترک کو حرام کر دیا گیا ہے لہٰذا مراد تغنی بالقرآن سے حسنِ صوت بے تکلف بلا زیادتی کمی الفاظ ہے یا بہ موسیقی ومطربان کیونکہ اقوال فقہاء مختلف ہیں بعض ممنوع مطلق کہتے ہیں بعض مطلق اجازت دیتے ہیں اگر چہ بقوانین موسیقی ہو بعض بے تکلف طبع وسماحت جواز وبہ موسیقی ومطربان عدم جواز کے قائل ہیں لہٰذا مطلب حدیث موید بقول ثالث ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس حدیث میں مراد حسن صوت سے اور خوش الحانی سے پڑھنا ہے اور ایسی طرح تغنی کرنا حروف میں زیادتی وکمی نہ ہو۔ جائز بلکہ مستحسن ہے اور ایسی طرح پر پڑھنا کہ حروف میں کمی زیادتی پیدا ہو جاوے جائز نہیں (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۴): (اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب التوحید، باب قول اللّٰه تعالیٰ: واسروا قولکم او اجهروا به انه علیم بذات الصدور، الا یعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر، یتخافتون یتسارون. ج: ۲، ص: ۱۲۸۱، ط، مکتبه رحمانیه، لاهور).

(۵): قال العلامة محمدبن اسماعیل الامیر الصنعاني رحمه اللّٰه تعالیٰ: (لیس منامن لم یتغن بالقرآن) یحسن صوته به لأن تحسین الصوت ممایزید القرآن حسنا عند السامع ویدعوه الی الاقبال علی سماعه ولکن شرطه أن لایغیر اللفظ ولایخل بالنظم ولایخفی حرفاً ولایزید حرفاً والاحرم اجماعاً... الخ. (التنویر شرح الجامع الصغیر، ج: ۹، ص: ۲۸۵، ط، مکتبة دار السلام، ریاض)

(وکذا فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج: ۵، ص: ۳۸۸، ۳۸۹، ط، دار المعرفة، بیروت لبنان)

غرائب قرآن کا مطلب

﴿سوال﴾ لفظ غریب سے ان عبارات میں جو ذیل میں درج ہیں سوائے اس اصطلاح کے جو اہل حدیث کی ہے کوئی اور معنی مراد ہیں یا کیا۔ اتقان میں ہے **اعربوا القرآن والتمسوا غرائبه. اعربوا القران واتبعوا اغرائبه.** عجالہ نافعہ میں ہے وبرائے شرح غریب وتوجیہات عبارات آن کتاب مجمع البحار شیخ محمد طاہر ختنی است از جمیع مواد۔ فوز الکبیر میں ہے۔ واز انجملہ شرح غریب است وبنائے آن بر تتبع لغت عرب ست یا تفطن بہ سیاق وسباق آیت ودانستن مناسبت لفظ باجزاء جملہ کہ دران واقع شدہ است وبعد چند سطور کے اسی کتاب میں ہے ولہٰذا اقوال صحابہ وتابعین درین باب مختلف شد وہر یکے رائے سلوک کرو تفسیر مصنف را دوبار شرح غریب می باید سنجید یکے در استعمالات عرب کہ کدام وجہ اقویٰ وارجح است ودیگر در مناسبت سابق ولاحق کہ کدام وجہ اولی واقع است بعد احکام مقدمات وتتبع موارد استعمال وتفحص آثار اور اسی کتاب میں ہے۔ فصل غریب قرآن کہ در احادیث ازبمز یدا ہتمام در بیان فصل تخصیص کردہ شد انواع است۔ مسوی میں ہے **وابين ماامست اليه الحاجة فى معانيه اللغوية من شرح غريب وضبط مشكل او معانيه الفقهية من بيان علة الحكم واقسامه.**

مصفی میں ہے پس منصب محدث روایت حدیث ست وتمیز تحریف از غیر آن وشرح غریب ودلالت عبارت کہ باعتبار لغت بودہ باشد۔ نیز اتقان میں ہے۔ **قال ابو بكر بن الانبارى قد جاء من الصحابة والتابعين كثير الاحتجاج على غريب القراٰن ومشكله بالشعر الى ان قال وليس الامر كما زعموه من انا جعلنا الشعر اصلا للقرآن بل اردنا تبين الحرف الغريب من القرآن بالشعر.** اور اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے۔ **وقال ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه الشعر ديوان العرب انتهى فاذا اخفى علينا حرف القرآن الذى انزل الله بلغة العرب رجعنا الى ديوانها فالتمسنا معرفة ذٰلك منه ثم اخرج من طريق عكرمة عن ابن قال اذا سالتمونى عن غريب القرآن فالتمسوه فى الشعر فان الشعر ديوان العرب.** پس ان احادیث صدر اور

عبارات مشکلہ مراد ہیں یا کیا اور نیز حدیث شریف و اتبعوا غرائبہ یا التمسوا غرائبہ میں غریب سے کیا مراد ہے جواب مشرح لکھوا دیجئے کہ باعث تسکین ہو۔

﴿جواب﴾ ان سب میں مراد غریب سے وہ لفظ ہے کہ جس کے معنی ظاہر نہ ہوں مگر لفظ اتبعوا غرائبہ میں غرائب کا لفظ عام ہے نکات و معانی غیر معروف اور الفاظ غیر معلومہ سب کو متناول ہے (٦)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سورۂ اخلاص و سورۂ یٰسین کے ثواب کا مطلب

﴿سوال﴾ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین بار سورہ اخلاص پڑھنے سے ایک قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے اور یٰسین شریف ایک بار پڑھنے کا ثواب دس ۱۰ قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے یہ ثواب مطابق ان لوگوں کے ملتا ہے جو کہ سورہ بقرہ سے سورہ والناس تک پڑھتے ہیں یا حدیث شریف کا کچھ اور مطلب ہے اور اس ثواب سے کس قدر ثواب مراد ہے۔

﴿جواب﴾ جو تمام قرآن پڑھے گا اس کا ثواب بے نہایت ہے مگر ثواب ایک اصل ثواب ہے

---

(٦): عن أبی هريرة رضی الله عنه، قال: قال رسول اللهﷺ: أعربوا القرآن، واتبعوا غرائبه، وغرائبه فرائضه وحدوده. وفی التعليق الصبيح تحت هٰذا الحديث: فقوله: (وغرائبه وفرائضه وحدوده) والمراد بالفرائض المأمورات وبالحدود المنهيات أو الفرائض الميراثية والأحكام الشرعية، أو مطلق الفرائض القرآنية ومايطلع عليه من الحدود أعنی الدقائق والرموز العرفانية، وحاصل المعنی بينوا مادلت عليه آياته من غرائب الاحكام وبدائع الحكم وخوارق المعجزات ومحاسن الآداب والأخلاق وأماكن المواعظ. الخ. (التعليق الصبيح علٰی مشكاة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث، ج:٣، ص: ٢٣)

ایک انعام ہے معنی یہ ہیں کہ قل ھواللہ تین بار کا انعام اصل ثواب تمام قرآن کے برابر ہے(۷)۔

سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کا سبب

﴿سوال﴾ شروع سورۂ توبہ میں بسم اللہ شریف نہ ہونے کا کیا سبب ہے یا سورۂ توبہ اور سورۂ انفال ایک سورۃ ہیں تو اس صورت میں فاصلہ کیوں ہے اور نام ان کے علیحدہ علیحدہ کیوں مقرر ہوئے اور اگر دو ہیں تو بسم اللہ شریف اس پر کیوں نہیں لکھی گئی اس واسطے کہ شروع ہر سورۃ پر بسم اللہ شریف ضرور ہوتی ہے اور اگر کوئی بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں اور جواز مع الکراہت ہے یا بدون کراہت اور بعض شخص جو بوقت شروع سورۂ توبہ کے یہ دعا پڑھتے ہیں یہ ثابت بالسنّت ہے یا نہیں اور وہ یہ ہے۔ **اعوذ باللّٰہ من النار ومن شرالکفار ومن غضب الجبار والعزة للّٰہ ولرسولہ وللمومنین.**

﴿جواب﴾ حدیث ابوداؤد میں ہے(۸) کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ انفال اول نازل ہوئی

---

(۷): اخرج مسلم عن أبی الدرداء عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: أیعجز أحدکم أن یقرأ فی لیلة ثلث القرآن؟ قالوا: وکیف یقرأ ثلث القرآن؟ قال: قل ھو اللّٰہ احد.تعدل ثلث القرآن. وفی البحر المحیط الثجاج تحت ھذا الحدیث: ظاھر حدیث الباب یدل علی أنه یحصل لمن قرأ(قل ھو اللّٰہ احد)من الثواب مثل ثواب من قرأ ثلث القرآن، وأصرح منه حدیث أبي أیوب عند أحمد والترمذی بلفظ: من قرأ (قل ھواللّٰہ احد)، فقد قرأ ثلث القرآن، وحدیث أبی بن کعب رضی اللّٰہ عنه عند أبی عبید: من قرأ (قل ھو اللّٰہ احد)، فکأنما قرأ ثلث القرآ ن، فکل منھما صریح فی أن قراء ة (قل وھو اللّٰہ أحد) تعدل ثلث القرآن.(البحر المحیط الثجاج شرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج، کتاب صلاة المسافرین و قصرھا،باب فضل قراء ة قل ھو اللّٰہ احد، ج: ۱۶، ص: ۴۰۱، ۴۰۲، ط، دار ابن الجوزی المملکة العربیة السعودیه)

(۸): عن یزید الفارسی قال: سمعت ابن عباس قال: قلت لعثمان بن عفان: ما=

تھی اورتوبہ اخیر میں اورآپ علیہ الصلوۃ نے یہ نہ فرمایا کہ دوسورتیں ہیں یا ایک اور قصہ دونوں کا شبیہ تھا۔لہٰذا بسم اللہ توبہ پر نہ لکھی کہ شاید انفال کا جزو ہواور جمع بھی نہ کیا کہ شاید دوسورتیں ہوں لہٰذا فصل بلاتسمیہ کے کردیا ہے اور بسم اللہ اگر کوئی اس پر پڑھے بلا کراہت درست ہے اور جو معمول بعض کا ہے کہ بجائے تسمیہ کے اعوذ مذکور سوال پڑھتے ہیں اس کی کوئی اصل معتد بہا نہیں اور دوسری روایت جو حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں وہ چنداں معتبر نہیں وجہ تسمیہ نہ لکھنے کی جو حضرت عثمانؓ سے نقل ہوئی معتبر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجدد کا مطلب

﴿سوال﴾اس حدیث **ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا. رواہ ابو داؤد (۹).** میں مراد شروع صدی ہے یا آخراور علامات مجدد کی کیا ہوتی ہیں جس

= حملکم ان عمدتم الی (براء ۃ) وھی من المئین، والی (الانفال) وھی من المثانی، فجعلتموھما فی السبع الطول ولم تکتبوا بینھما سطر بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم؟ قال عثمان: کان النبیﷺ مما تنزل علیہ الآیات فیدعو بعض من کان یکتب لہ ویقول لہ: ضع ھذہ الآیۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا و کذا، وتنزل علیہ الآیۃ والآیتان فیقول مثل ذلک وکانت (الانفال) من اول ما نزل علیہ بالمدینۃ و کانت (برآء ۃ) من آخر ما نزل من القرآن، وکانت قصتھا شبھۃ بقصتھا، فظننت أنھا منھا.فمن ھناک وضعتھما فی السبع الطول ولم أکتب بینھما سطر بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. (اخرجہ ابو داؤد فی سننہ فی کتاب الصلوۃ، باب من جھر بھا، ص: ۱۲۲،۱۲۳، رقم: ۷۸۶، ط، مکتبۃ السلام، ریاض، والترمذی فی جامعہ فی ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، ج:۲،ص:۳۷۷ رقم:۳۰۸۶،ط، الطاف اینڈ سنز، کراتشی، واحمد فی مسندہ، ص: ۷۳، رقم: ۳۹۹،ط، مکتبۃ بیت الافکارالدولیۃ،ریاض)

(۹):(اخرجہ ابو داؤد فی سننہ فی کتاب الملاحم ،باب مایذکر فی قرن المائۃ، ص: ۶۰۲، رقم: ۴۲۹۱،ط، مکتبۃ دارالسلام، ریاض)

سے وہ پہچانا جاوے اور تمام دنیا میں ایک ہی مجدد ہوتا ہے یا جگہ جگہ جہاں ضرورت تجدید کی ہو اور اس کے نام میں احمد یا محمد ہونا بھی ضرور ہے یا نہیں اور اس ۱۳۰۰ھ ہجری تک کو کون کون مجدد اور کہاں کہاں ہوئے اور صدی حال کا کون مجدد اور کہاں ہے مفصل ارقام فرمادیں۔

﴿جواب﴾ رأس سر کو کہتے ہیں لہٰذا مجدد شروع صدی میں ہووے گا مگر جو شروع صدی ہے وہ آخر پہلی صدی کا بھی ہے باین اعتبار اس کو کوئی آخر کہہ دیوے تو ہوسکتا ہے ورنہ جس صدی میں ہووے گا اس کی ابتداء میں ہووے گا تا کہ آخر تک تجدید کا اثر رہے اور علامت اس کی یہی ہے کہ اس کی تقریر تحریر سے اور سعی اور کوشش سے بدعات رفع ہوویں سنت کا شیوع اور مردہ سنن کا احیاء ہووے اور احمد یا محمد ہونا اس کے نام میں ضرور نہیں۔ نہ کسی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے اور ان کا علی التعین جاننا محقق نہیں ہوا اپنے ظن وتخمین سے بعض علماء نے جس کو عالم محقق دیکھا مجدد اس کو ٹھہرالیا۔ چنانچہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمامی صدی اول پر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اکثر لوگوں نے لکھا ہے دوسری کی تمامی پر کسی نے شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کہا (۱۰) کسی نے دوسرے کو کہا علیٰ ہذا مگر کوئی محقق قول نہیں اور جلال الدین سیوطی نے کچھ اس میں لکھا ہے (۱۱) بندہ کے نزدیک وہ قول اسلم ہے جس نے یہ کہا کہ مجدد صدی کا ایک عالم ہونا ضروری نہیں ہر وقت میں دو چار دس، بیس، پچاس، سو کا مجموعہ ہو یا ایک ہو لہٰذا بعد ہر صد سال کے جماعت متفرقہ عالم میں ہوتی ہے اور سب کی سعی

---

(۱۰): **قال العلامة محمد بن اسماعيل الامير الصنعانی رحمه الله تعالىٰ: وقال أبو بكر البزار: سمعت عبدالملک بن عبدالحميد بن ميمون يقول: كنت عند أحمد بن حنبل فجرى ذكر الشافعی فرأيت أحمد يرفعه ويقول: يروى عن النبی ﷺ أنه قال: ان اللّٰه يبعث لهٰذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يقرر لها دينها كان عمر بن عبدالعزيز على رأس المائة الأولى و أرجو أن يكون الشافعی على رأس المائة الأخرى.(التنوير شرح الجامع الصغير، ج:۳، ص: ۳۶۹، ط، مكتبة دارالسلام، رياض)**

(۱۱): دیکھئے: **فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج: ۲، ص: ۲۸۲، ط، دار المعرفة بيروت لبنان.**

اصلاح دین میں ہوتی ہے ان کو بقدر اپنے علم ورتبہ کے حصہ تجدید کا ملتا ہے(۱۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔مگر کسی کو مقرر معین نہیں کہہ سکتے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔بحقیقۃ الحال۔

(۱۲):قال العلامة خليل احمد السهانفورى رحمه اللّٰه تعالىٰ: (قال: ان اللّٰه يبعث لهٰذه الامة على رأس كل مئة سنة) أى انتهائه أو ابتدائه اذا قل العلم والسنة، وكثر الجهل والبدعة (من يجدد لها) أى لهذه الأمة (دينها) أى بيّن السنة من البدعة، ويكثر العلم، ويعز أهله ويقمع البدعة، ويكسر أهلها....والاظهر عندى(واللّٰه اعلم) أن المراد بمن يجدد ليس شخصاً واحداً، بل المراد به جماعة، يجدد كل واحد فى بلد فى فن أو فنون من العلوم الشرعية ماتيسر له من الامور التقريرية أو التحريرية، ويكون سبباً لبقائه وعدم اندراسه وانقضائه الى أن يأتى أمر اللّٰه، ولاشك أن هذا التجديد أمر اضافى، لأن العلم كل سنة فى التنزل، كما أن الجهل كل عام فى الترقى، وانما يحصل ترقى علماء زماننا بسبب تنزل العلم فى أواننا، والا فلامناسبة بين المتقدمين والمتأخرين علماً وعملاً، وحلماً وفضلاً، وتحقيقاً تدقيقاً، لما يقتضى البعد عن زمنه عليه والصلاة والسلام، كالبعد عن محل النور يوجب كثرة الظمة، وقلة الظهور، ويدل عليه ما فى البخارى عن أنس مرفوعاً: لايأتى على أمتى زمان الاّ الذى بعده شر منه، فى الكبير للطبرانى عن أبى الدرداء مرفوعاً: مامن عام الا وينتقص الخير فيه، ويزيد الشر، وما فى الطبرانى عن ابن عباس قال: مامن عام الا ويحدث الناس بدعة، ويميتون سنة، حتى تمات السنن وتحى البدع.....وكتب مولانا محمد يحيى المرحوم فى التقرير: قوله: "من يجدد لها دينها" أى نوعاً منهم وأشخاصاً، فلا يلزم أن يكون واحداً بالشخص، وان ذهب العلماء فى معنى الحديث الى الذى نفينا، و وجه ما ذهبنا اليه أنه لاينطبق على كثير ممن تشرف بالتجديد أن يكون جدّد كل نوع من أنواع الدين، فكم من محدث ليس لهم من تجديد الفقه نصيب، وكم من باعث على أعمال حسنة هو فى نشر أقسام العلوم غريب، مع أنه لم =

کتے کے ہونے پر فرشتے کا مکان میں داخل نہ ہونا

﴿سوال﴾ حدیث میں جو وارد ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے اس میں فرشتہ رحمت کا نہیں آتا اس سے کیا مراد ہے۔

﴿جواب﴾ اس کتے سے وہ مراد ہے جو حفاظت کا نہ ہو فقط (۱۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

=يسمع أن احداً من هؤلاء عم صيته وفيضه جملة الاقطار، وتشرفت بتجديده بحسب الظاهر جملة القرى والأمصار.

وأما على ماقلنا فالأمر سهل مع أن كلمة (من) ليست نصاً فى الشخص الواحد، نعم لاينكر أن يكون لأحد منهم تأثير باطنى لم يحس به، ولايبعد أن يكون لكل مملكة وبلدة من معظم الممالک مجدد على رأس مائة، وتكون المئات متفاوتة فى الابتداء والحساب، وعلى هذا أيضاً لم يلزم أن يكون مجدد الأمة بأسرها واحداً، انتهٰى. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الملاحم، باب ما يذكر فى قرن المئة، ج: ۱۲، ص: ۳۳۵.۳۳۸، ط،دارالبشائر الاسلامية،بيروت،لبنان)

(۱۳):عن ابى طلحة قال ،قال: النبىﷺ : لاتدخل الملائكة بيتاً فيه كلب، ولاتصاوير. متفق عليه.وفى المرقات تحت هذا الحديث:(فيه كلب) أى الا كلب الصيد والماشية والزرع. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير،الفصل الأول، ج:۸، ص:۳۲۳،ط،دار الكتب العلمية بيروت لبنان).

وقال العلامة بدر الدين العينى رحمه اللّٰه تعالٰى:(فيه كلب)...وقال الخطابى: يستثنى منه الكلاب التى أذن فى اتخاذها نحو كلاب الصيد والماشية والزرع.(عمدة القارى،كتاب اللباس،باب التصاوير،ج:۲۲،ص:۱۰۸،رقم: ۵۹۴۹،ط،دار الكتب العلمية،بيروت لبنان) =

احادیث”اوّل ما خلق اللّٰہ نوری“ و”لولاک لما خلقت الافلاک“

﴿سوال﴾اوّل ما خلق اللّٰہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک. یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں یا وضعی۔زیدان کو وضعی بتلاتا ہے فقط بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اوّل ما خلق اللّٰہ نوری کو نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے(۱۴)۔فقط واللہ اعلم۔

= وقال العلامة محمد تقی العثمانی دامت بر کاتهم: قوله: (انالاندخل بيتاً فيه كلب) و سيأتي في حديث أبى طلحة: " لاتدخل الملائكة بيتاً فيه كلب وصورة ". قال الحافظ فى الفتح (١٠: ٣٨١): المراد بالبيت المكان الذى يستقر فيه الشخص، سواء كان بناء أو خيمة، أم غير ذلك. والظاهر العموم فى كل كلب، لأنه نكرة فى سياق النفي. وذهب الخطابى وطائفة الى استثناء الكلاب التى أذن فى اتخاذها، وهى كلاب الصيد والماشية والزرع.(تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة،باب تحريم تصوير صورة الحيوان.الخ، ج:۴،ص: ۱۳۱، ط، دار احياء التراث العربى،بيروت لبنان)

(۱۴): شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ”اوّل ما خلق اللّٰہ نوری“ کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: بلاشبہ حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اول مخلوقات میں نور محمدی کی حدیث کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے لیکن ہمارا اور اہل بدعت کا نزاع اسی بات میں ہے کہ اوّل ما خلق اللّٰہ نوری کی حدیث۔حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ اس کی سند کیا؟ اور کیسی ہے؟ محض حضرت شیخ عبدالحق صاحب کے صحیح کہنے سے بے ثبوت روایت صحیح تو نہیں ہوجاتی حدیث کی صحت کے لئے ثبوت اور سند درکار ہے اور وہی کوہ کندن اور کاہ برآوردن کا مصداق ہے۔(اتمام البرهان فی رد توضیح البیان، حصه سوم، ص:۳۷،ط، طفیل پرنٹرز لاهور)

وقال العلامة عبدالحی اللكنوى الهندى رحمه الله تعالىٰ: قال السيوطى فى=

استغفار کا مطلب

﴿سوال﴾ شرح شریف میں جابجا اس کی تاکید وترغیب ہے اب سوال یہ ہے کہ مراد استغفار سے کیا ہے یا توبہ مراد ہے اور توبہ اور استغفار ایک ہی چیز ہے یا غیر اور جو لوگ کہ گناہوں سے توبہ نہیں کرتے اور

=تعليق جامع الترمذى المسمى بقوت المغتذى عند شرح حديث: ان أول ما خلق اللّٰه القلم، قال زين العرب فى شرح المصابيح: يعارض هذا الحديث ما روى أن أول ماخلق اللّٰه العقل، وأن أول ماخلق اللّٰه نورى، وان أول ماخلق اللّٰه الروح، وان أول ماخلق اللّٰه العرش.

ويجاب: بأن الأولية من الأمور الاضافية، فيؤول أن كل واحد مما ذكر خلق قبل ما هو من جنسه، فالقلم خلق قبل الأجسام، ونوره عليه الصلاة السلام قبل الأنوار، ويحمل حديث العقل على أن أول ما خلق اللّٰه من الأجسام اللطيفة العقل، ومن الكثيفة العرش، فلاتناقض فى شئ من ذلک. انتهٰى. أى كلام زين العرب.

قلت: حديث العقل موضوع، والثلاثة الأخرى لم ترد بهذا اللفظ، فاستغنى عن التأويل. انتهٰى.

قلت: نظير أول من خلق اللّٰه نورى فى عدم ثبوته لفظاً، وورودہ معنیً ما اشتهر على لسان القصّاص والعوام والخواص من حديث: لولاک لماخلقت الأفلاک.

قال على القارى فى تذكرة الموضوعات: حديث لولاک لما خلقت الأفلاک، قال العسقلانى موضوع، كذا فى الخلاصة، لكن معناه صحيح، فقد روى الديلمى عن ابن عباس موضوعاً: أتانى جبريل فقال: قال اللّٰه: يامحمد! لولاک ماخلقت الجنة، ولو لاک ما خلقت النار. انتهٰى. (الآثار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة، ص: ۳۲، ۳۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى) =

کبائر وصغائر میں مبتلا ہیں۔ وہ اگر استغفار کریں تو کس طور سے کریں اور کس نیت سے کریں اور ان کو فوائد اور فضائل استغفار کیسے حاصل ہوں یا بغیر توبہ کے استغفار صحیح نہیں اور فضائل اور نتائج۔ اس کے بغیر توبہ حاصل نہیں ہوتے اور استغفار فقط بہ ندامت معاصی بغیر توبہ کامل کے کافی ہوگی یا نہیں اور استغفار کفار کی کہ قرآن شریف

= وقال الفقيه رضاء الحق: قال الامام الحافظ السيوطى رحمه اللّٰه تعالىٰ فى (الحاوى ١/٣٢٥): ليس له اسناد يعتمد عليه. قال ابو الفيض احمد بن محمد بن صديق الغمارى فى (المنير ص/ ٢٠٧): هو حديث موضوع. الفاظه ركيكة ومعانية منكرة. (فتاوى دار العلوم زكريا، ج: ١،ص: ٢٩٩، ط، زمزم پبلشرز)

وقال العلامة الشيخ محمد يونس رحمه اللّٰه تعالىٰ: حديث "أول ماخلق اللّٰه نورى" هذا حديث مشهور على ألسنة العوام يذكره القصاص والوعاظ وقد ذكره على القارى فى المرقاة ولم يذكر من خرجه.

وذكر القسطلانى فى المواهب حديث جابر بن عبداللّٰه قال: قلت:يارسول اللّٰه بأبى أنت و أمى أخبرنى عن أول شىء خلقه اللّٰه تعالىٰ قبل الأشياء قال: ياجابر ان اللّٰه تعالىٰ قد خلق قبل الأشياء نور نبيک من نوره. فذكر حديثاً طويلاً وعزاه لعبد الرزاق.

وركاكة لفظه تدل على أنه موضوع وان سلمه القسطلانى والزرقانى وذهبا يؤولان ما ورد فى الأخبار الأخر فى أشياء أخرى أنها أول المخلوقات.

وذكر فى العرف الشذي أن حديث أولية النور أرجح من حديث أول ما خلق القلم الذى خرجه الترمذى وغيره وهو غيرمسلم.

وقد كنت أتقاعد عن حكم الوضع حتى وقفت على التعليقات الحافلة للشيخ عبد الفتاح فقد صرح فيها بكون الحديث موضوعاً والعلم عنداللّٰه.بنده محمد يونس عفى عنه. (اللّآلئ المنثورة،ص: ٣٣٨، ط، اداره افادات اشرفيه ووبگه،هردوئى روڈ لكهنؤ،هند)

میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا ہے:ماکان اللّٰہ معذّبھم وھم یستغفرون ....آیا توبہ کفر سے مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ توبہ اور استغفار ایک شئے ہے توبہ کے معنی رجوع کرنا اپنی تقصیر سے اور نادم ہونا اور استغفار کے معنی بخشش چاہنا اپنی تقصیر سے یہ بھی رجوع ہی ہے پس توبہ ہی کہنا مثلاً ندامت فعل کے ساتھ یا استغفر اللہ کہنا یا کوئی کلمہ کہنا جس کے معنی یہ ہوں یا دل میں نادم وشرمندہ ہونا یہ سب توبہ واستغفار و ندامت ہے پس جس لفظ سے اور جس عبارت وزبان سے چاہے کہے مگر ندامت اپنے فعل پر اور پھر اس کو نہ کرنا مصمم ہو پس یہ ہی توبہ اور یہ ہی استغفار (۱۵)۔اور اس کا ہی ثواب ہے اور آیت قرآن میں جو ''وھم

(۱۵):قال العلامة ابو عبداللّٰہ بن محمد القرطبی رحمه اللّٰہ تعالیٰ: وقال الکلبی: التوبة النصوح: الندم بالقلب، والاستغفار باللسان، والاقلاع عن الذنب، والاطمینان علی أنه لایعود. (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، ج: ۲۱،ص:۹۷،ط، موسسة الرسالة، بیروت لبنان).

وقال العلامه ابن الملقّن: وقال ابن المبارکؒ: حقیقة التوبة لها ست علامات:أولها: الندم علیٰ مامضی.

والثانیة:العزم علیٰ ألا یعود.

والثالثة: أن یعمد الیٰ کل فرض ضیعة فیؤدیه.

والرابعة: أن یعمد الیٰ مظالم العباد فیؤدی الیٰ کل ذي حق حقه.

والخامسة: أن تعمد الیٰ البدن الذی ربیته بالسحت والحرام فتذیبه بالهموم، والأحزان، حتیٰ یلصق الجلد بالعظم، ثم تنشئی بینهما لحماً طیباً، ان هو نشأ.

والسادسة: أن تذیق البدن ألم الطاعة کما أذقته لذة المعصیة. (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، باب التوبة، ج: ۲۹،ص: ۲۰۰،ط، دارالنوادر، سوریا،دمشق، ونور الدین طالب،بیروت،لبنان)

یستغفرون‘‘ (۱۶)وارد ہے اس کی تاویل میں چند اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ کفار قریش طواف کرتے ہوئے غفرانک کہا کرتے تھے (۱۷)۔ پس ان کا مطلب غفران بعض اور امور سے تھا جن کو وہ بُرا جانتے تھے۔ اگر اپنے کفر سے مغفرت چاہتے تو مسلمان ہی ہوجاتے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت

﴿سوال﴾ حدیث اصحابی کالنجوم الخ کیا عندالمحدثین موضوع ہے اگر نہیں ہے تو یہ کہنا کہ یہ حدیث جھوٹی بناوٹی ایک زٹل ہے اور بے دینی اور بد مذہبی ہے گستاخی نسبت حدیث اور گناہ ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾ یہ حدیث موضوع نہیں اور اس کی تائید دوسری حدیث سے موجود ہے (۱۸) اختلاف امتی رحمۃ پس گستاخانہ کلام کرنا خود جرأت حصہ بد دینی کا ہے اور بتاویل کہنا گناہ نہیں زٹل کہنا اس کا اگر

---

(۱۶):(الانفال: ۳۳)

(۱۷):أخرج ابن جریر الطبری عن احمد بن منصور الرمادی، قال: ثنا أبو حذیفة، قال: ثنا عکرمة، عن أبی زمیل، عن ابن عباس، أن المشرکین کانوا یطوفون بالبیت یقولون: لبّیک لبّیک، لاشریک لک : فیقول النبی ﷺ:’’ قد قد‘‘.فیقولون: الاشریک هو لک، تملکه و ماملک.و یقولون: غفرانک غفرانک. فأنزل اللّٰه : ’’وما کان اللّٰه لیعذّبهم وأنت فیهم وما کان اللّٰه معذّبهم و هم یستغفرون‘‘. (تفسیر الطبری، ج: ۱۱،ص: ۱۵۰، ۱۵۱،ط، دار هجر، القاهرة)

(۱۸):قال العلامة الشیخ علی بن سلطان محمد القاری رحمه اللّٰه تعالیٰ: قال ابن الربیع: اعلم أن حدیث: أصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدتم. اخرجه ابن ماجه کذا ذکره الجلال السیوطی فی تخریج احادیث الشفاء، ولم أجده فی سنن ابن ماجه بعد البحث عنه. وقد ذکره ابن حجر العسقلانی فی تخریج أحادیث الرافعی فی باب=

فسق ہوتو عجب نہیں کہ بیبا کی نسبت حدیث کے ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہتر فرقہ کی بحث

﴿سوال﴾ کتاب سفر السعادت میں خاتمۃ الکتاب احکامات متفرقہ کے آخر میں لکھا ہے در باب افتراق امت بر ہفتاد و دو فرقہ چیزے ثابت نشدہ۔اس کا کیا مطلب ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ حدیث میں ہے کہ اس امت کے بہتر ۷۲ فرقے ناری ہوں گے اور ایک فرقہ ناجی ہوگا اس کی اصلیت ہے یا نہیں اور مضمون سفر السعادت کو اس مشہور بات سے کچھ تخالف ہے یا نہیں اگر تخالف ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ صاحب سفر السعادت نے جو تحریر کیا ہے اس کا مفصل جواب شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شرح سفر السعادت میں دیا ہے اور احادیث صحیحہ متعددہ ترمذی و ابوداؤد وغیرہ میں ثابت ہوتا ہے(۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم اگر ضرورت ہو تو شرح سفر السعادت میں دیکھ لو فقط۔

=أدب القضاء وأطال الكلام عليه. وذكر أنه ضعيف واه. بل ذكره عن ابن حزم أنه موضوع باطل. لكن ذكر عن البيهقى أنه قال: ان حديث مسلم يؤدى بعض معناه يعنى قوله ﷺ: النجوم أمنة للسماء الحديث. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، ج: ۱۱، ص: ۱۶۳ ،ط، دارالكتب العلمية،بيروت لبنان)

(۱۹):عن معاوية بن ابى سفيان انه قام فقال: الا! ان رسول الله ﷺ قام فينا فقال: الا من قبلكم من اهل الكتاب افترقوا على ثنتين وسبعين ملة، وان هذه الملة ستفترق على ثلاث وسبعين: ثنتان وسبعون فى النار، وواحدة فى الجنة، وهى الجماعة . (سنن ابو داؤد، كتاب السنة، باب شرح السنة،ص: ۶۵۰، رقم: ۴۵۹۶، ط، دارالسلام رياض/ والترمذى، ابواب الايمان، ماجاء افتراق هذه الامة، ج: ۲، ص: ۲۵۲ ،ط، الطاف اينڈ سنز، كراچى)

امام زمانہ کی معرفت

﴿سوال﴾ حدیث میں جس امام زمان کی معرفت تاکید ہے اس سے کیا مراد ہے اگر سلطان ہے تو پہچاننا مشکل ہے اور اگر پیر طریقت ہے تو وہ مریدوں کا امام ہے نہ زمانہ کا لہٰذا معلوم ہونا چاہیے۔

﴿جواب﴾ ہر زمانہ میں مسلمانوں کا ایک حاکم ہوتا ہے اگر ہو تو اس کا جاننا ضروری ہے اور اگر نہ ہو تو نہ وہ ہے نہ جانا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کی رضا مندی کا مطلب

﴿سوال﴾ روایت بطور حدیث قدسی کے اس ملک میں مشہور ہے اور بعضے علماء کو دیکھا ہے کہ خطبہ میں بھی پڑھتے تھے۔ اور بعضے رسالوں میں بھی اس کو دیکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ تکمیل الایمان تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں بھی تحت مسئلہ شفاعت مندرج ہے مگر کسی جگہ اس کی سند نہیں دیکھی گئی۔ اور نہ کسی کتاب حدیث شریف سے منقول پایا اور وہ روایت یہ ہے ''**ھمہ خلق رضائی من طلبند ای محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومن رضائی تو طلبم کلھم من لدن العرش الی تحت الارضین یطلبون رضائی وانا اطلب رضائک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم**''۔ یہ عبارت بعض خطیب سے سنی گئی ہے آیا یہ روایت معتبر ہے یا غیر معتبر اور اس کے معنی کیا ہیں اور معنی اس کے مطابق شرع شریف کے ہیں یا نہیں۔

﴿جواب﴾ اس کی سند وصحت بندہ کو معلوم نہیں۔ اور جو اس کے معنی آیت **ولسوف یعطیک ربک فترضی** کے لئے جاویں تو معنی صحیح ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شہد اور کلونجی کا حکم

﴿سوال﴾ در بارہ شہد اور کلونجی کے جو مروی ہے کہ ہر مرض کی دوا اور شفاء ہے اس کا کیا مطلب ہے۔

﴿جواب﴾ شہد میں شفا کا ہونا تو ثابت ہے(۲۰) اور کلونجی میں ہر مرض میں نافع ہونا آیا ہے معنی یہ ہیں اگر حق تعالیٰ چاہے شفا ہوتی ہے کہ ایسی خاصیت رکھی ہے موافقت کا ہونا شرط ہے(۲۱)۔

(۲۰):قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ: ثم کلی من کل الثمٰرت فاسلکی سبل ربک ذللاً. یخرج من بطونها شراب مختلف الوانهٗ فیه شفآء للناس. ان فی ذٰلک لاٰیة لقوم یتفکرون. (النحل: ٦٩)

عن ابی المتوکل عن سعید: ان رجلاً اتی النبیﷺ فقال: أخی یشتکی بطنه، فقال: اسقه عسلاً، ثم اتاه الثانیة فقال: اسقه عسلاً، ثم اتاه الثالثة فقال: اسقه عسلاً ثم اتاه فقال: قد فعلت، فقال: صدق اللّٰه، وکذب بطن اخیک، اسقه عسلاً فسقاه فبرأ. (اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الطب، باب الدواء بالعسل وقوله تعالیٰ: فیه شفاء للناس، ج:۲،ص: ۸٦۳، ط، مکتبه رحمانیه)

(۲۱): وعن ابی هریرة انه سمع رسول اللّٰه ﷺ یقول : فی الحبة السوداء شفاء من کل داء، الاالسام. قال ابن الشهاب: السام: الموت. والحبة السوداء: الشونیز. متفق علیه. قال العلامة الشیخ علی بن سلطان محمد القاری رحمه اللّٰه تعالیٰ تحت هذا الحدیث: (فی الحبة السوداء شفاء من کل داء)قیل: ای من کل داء من الرطوبة والبلغم وذلک لأنه حار یابس فینفع فی الأمراض التی تقابله، فهو من العام المخصوص، وقیل: هو علی عمومه،........قال الخطابی: فی أعلام السنن وهذا من عموم اللفظ الذی یراد به الخصوص ولیس یجمع فی طبع شئ من النبات و الشجر جمیع القوی التی تقابل الطبائع کلها فی معالجة الأدواء علی اختلافها وتباین طبائعها، قلت: لیس من اللّٰه بمستنکر، ان یجمع العالم فی واحد، قال: وانما أراد انه شفاء من کل داء یحدث من الرطوبة والبرودة والبلغم، وذلک أنه حار یابس فهو شفاء باذن اللّٰه للداء المقابل له فی الرطوبة و البرودة، وذلک ان الدواء ابدا بالمضاد، و الغذاء بالمشاکل.(مرقاة المفاتیح=

حالات قیامت پر بحث

﴿سوال﴾ کتاب مقاصد الصالحین صفحہ۳۶ میں ہے۔نقل ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کوحکم کریں گے کہ تم دوزخ کی راہ گھیر کر کھڑے ہوجاؤ اگرکسی شخص کومیری امت سے دوزخ میں لے جائیں تم ہرگز نہ جانے دیجیو جب تک میں نہ پہنچوں اور عمر رضی اللہ عنہ کوحکم ہوگا کہ تم میزان کے پاس جا کھڑے رہواور خبردار ہوکہ اعمال میری امت کے اچھے تولے جاویں اگرکسی کا پلہ عبادت کا ہلکا ہوتو اس کا تولنا موقوف رہے جب تک کہ میں نہ آجاؤں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جاویں گے حکم ہوگا کہ ان کی عبادت میرے روبرووزن کروفرشتے آپ کا حکم بجالائیں گے۔ جب تولنے کے وقت پلہ کسی کی عبادت کا سبکی کی طرف مائل ہوگا آپ دست مبارک سے اس پلہ کودبادیں گے کہ بھاری ہوجاوے گا تب فرشتوں کوحکم الٰہی پہنچے گا کہ اے فرشتو میرے دوست کے خلاف مرضی کوئی کام نہ کرنا کہ آج میں نے اس کواختیار دیا ہے جوسوکرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حوض کوثر پر مامور ہوں گے کہ سب سے پہلے میری امت سیراب ہووے اور حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ دوزخ کے دروازے پر متعین کئے جائیں گے کہ کوئی امتی میرا دوزخ میں نہ جانے پائے جب تک میں نہ آجاؤں اور آنحضرت ﷺ سایہ عرش میں جاکر اپنے عاصیان امت کی شفاعت میں مصروف ہوں گے اس حالت میں جبرائیل علیہ السلام سراسیمہ آپ کے پاس آئیں گے آپ ان سے سبب سراسیمگی کا پوچھیں گے وہ عرض کریں گے کہ یارسول اللہ (ﷺ) اس وقت میرا گزر دوزخ کی طرف ہوا میں نے دیکھا کہ ایک شخص آپ کی امت کا عذاب میں گرفتار ہے اور رو رو کر کہتا ہے کہ افسوس کوئی ایسا نہیں کہ میرا حال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرے اور آپ کو میری خبر دے اس کی فریاد میں میرا حال متغیر ہوا آپ یہ سن کے روتے ہوئے دوزخ کی طرف تشریف لے جائیں گے اور اس کو عذاب سے چھوڑائیں گے مالک کوحکم ہوگا کہ ہرگز میرے حبیب کے

=شرح مشكاة المصابيح، كتاب الطب والرقىٰ، الفصل الاول، ج: ٨، ص: ٣٣٨، ط، دار الكتب العلمية،بيروت، لبنان)

امورات میں دخل نہ دینا اور چون وچرانہ کرنا بعد اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میزان کے پاس تشریف لے جائیں گے اور اعمال کے تولنے والوں کو حکم دیں گے کہ اعمال میری امت کے اچھی طرح سے تولنا پھر کنارہ دوزخ پر جاکر فرمائیں گے کہ اے مالک اگر کوئی شخص میری امت کا آئے اس پر سختی نہ کیجیو جب تک کہ میں نہ آؤں آخر کو یہاں تک نوبت پہنچے گی جس شخص کو ملائکہ کے ہاتھ میں دیکھیں گے جناب باری میں عرض کریں گے اے بارخدا اس کو میرے التماس سے بخش دے یا مجھ کو بھی اس کے ساتھ جانے کا حکم دے انتہیٰ۔ اے عزیز کچھ جانتے ہو کہ احکام الٰہی میں کیا کیا اسرار ہیں فقط لہٰذا اس کا پڑھنا اور پڑھانا اور اعتقاد کرنا ان روایات کا صحیح ہے یا غلط اور موضوع ہے؟ بینوا وتوجروا۔

﴿جواب﴾ عبارت مذکورہ بالا کا مضمون احادیث صحاح کے خلاف ہے لہٰذا غلط ہے اور یہ احادیث مذکورہ بالا موضوع ہیں اور واضع ان کا اور ان پر عقیدہ رکھنے والا داخل حدیث **من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار** (۲۲). اور ایسا شخص فاسق ہے اور اندیشہ کفر کا بھی اس پر ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رحال کی بحث

﴿سوال﴾ حدیث شریف **لاتشد الرحال الا الٰی ثلٰثة مساجد الحديث.** کے تحت میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں ارقام فرماتے ہیں "**قوله صلى اللّٰه عليه وسلم لاتشد الرحال اقول كان اهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم يزورونها يتبركون بها وفيه من التحريف والفساد مالايخفى فساد النبى صلى اللّٰه عليه وسلم الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير اللّٰه والحق عندى ان القبر ومحل عبادة ولى من اولياء اللّٰه والطور كل ذٰلک سواء فى**

---

(۲۲): (اخرجه البخارى فى صحيحه فى كتاب الانبياء، باب ماذكر عن اسرائيل، رقم الحديث: ۲۴۶۱، ج: ۱، ص: ۶۱۵، ط، مكتبه رحمانيه، لاهور)

النھی‘‘. اور مصفی شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں تحت حدیث شریف مالک عن یزید بن عبداللّٰہ بن الھاد عن محمد بن ابراھیم بن الحارث التیمی عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن عن ابی ھریرۃ قال لقیت بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری قال من این اقبلت فقلت من الطور فقال لو ادرکتک قبل ان تخرج الیہ ماخرجت سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لاتعمل المطی الا الیٰ ثلٰثۃ مساجد الی المسجد الحرام والی مسجدی ھذا والی مسجد ایلیا او بیت المقدس بشک انتھیٰ. ’’فرماتے ہیں مترجم گوید رضی اللہ عنہ وارضاہ تحقیق درینجا آنست کہ در جاہلیت سفر میکردند بمواضع متبرکہ بزعم خویش پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سد باب تحریف فرمود وسفر را برائے مواضع متبرکہ غیر مساجد بقصد خصوصیت تبرک بآن مواضع منع فرمود تا امر جاہلیت رواج نگیرد آیا نمی بینی کہ بصرہ غفاری نہی را شامل طور دانست وابو ہریرۃ را از طور منع کرد‘‘۔ واللہ اعلم انتہیٰ ۔اوران کے خلف الصدق حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بحدیث شریف لاتشد الرحال تعلیقاً علی البخاری فرماتے ہیں: ’’والمستثنیٰ منہ المحذوف فی ھذا الحدیث اما جنس قریب او جنس بعید فعلی الاول تقدیر الکلام لاتشد الرحال الی المساجد الا الی ثلٰثۃ مساجد وحٍ ماسوی المساجد مسکوت عنہ وعلی الوجہ الثانی لاتشدالرحال الی المواضع یتقرب بہ الا الی ثلٰثۃ مساجد الی آخرہ فحینیذ شدالرحال الی غیر المساجد الثلٰثۃ المعظم منھی عنہ بظاھر سیاق الحدیث ویؤیدہ ماروی ابوھریرۃ عن بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری حین راجع عن الطور وتمامہ فی الموطا وھذا الوجہ قوی من جھتہ مدلول حدیث بصرۃ واللّٰہ اعلم بالصواب‘‘. انتھٰی. اورتفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں: ’’وازہمیں جا واضح شد سر تاکید بلیغ کہ حدیث شریف در نہی از زیارت قبور واز شد الرحال بسوئے موضع غیر از مساجد ثلثہ واز آنکہ قبور انبیاء را مساجد ساز ندداردشدہ مدعا ہمیں ست کہ درین عمل اکثر جہال را اعتقادیکہ مشرکین را در بزرگان خود بہم رسیدہ ست بہم میرسد وتوجہ الی اللہ محض باقی نماند مگر وور پردہ حجاب آن ارواح انتہیٰ‘‘ ۔اورمولانا محمد اسماعیل صاحب شہید علیہ الرحمۃ بھی انہی کے قدم بقدم صراط المستقیم میں فرماتے ہیں: ’’ازانجملہ قصد بزیارت قبور آنہا است از جوانب واقطار

زمین بہ کشیدن متاعب ومصائب اسفار مقاسات آلام لیل ونہار واین اسفار ہم باوجودیکہ درارتکاب آن صعوبات می درزند بہ ظلمات شرک میکشد بوادی سخط ایزدی میرساند عوام این سفر را برابر بلکہ بہ بعض وجوہ بہتراز سفر حج میدانند وصورت احرام ومحرمان شنیدہ بعینہا یا نہ مثلہا برخودمی بندند وعلاوہ برآن قیود زائدہ واہیہ خود آن مسافران بدانجام درسفر وتمام متعلقان ایشان درحضر التزام میکنند القصہ اگر چہ ارباب بواطن صافیہ راقطع منازل سفر بسوئے قبور اہل اللہ منفعتے قلیلہ می بخشد لیکن بعوام مومنین آنقدر مضرتے عظیمہ میرساند کہ خارج از بیان است پس لابد ہمہ خواص وعوام رالازم است کہ ازین امر بالکل اعراض کردہ آنرا نسیاً منسیاً سازند انتہیٰ''۔اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مأتہ مسائل میں اسی روش پر چلے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:''درین مسئلہ علماء رااختلاف است۔بعضے جائز داشتہ وبعضے حرام نوشتہ چنانچہ درقسطلانی شرح صحیح بخاری وترجمہ مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث ہلوی مرقوم ومسطور است وفی الترجمہ للشیخ الموصوف ہکذا اما مسافرت برائے زیارت قبور صالحین ورسیدن بمواضع متبرکہ خلاف است بعضے مباح دارند وبعضے حرام گویند''۔انتہیٰ۔''

وفی القسطلانی واختلف فی شد الرحال الی غیرھا کالذھاب الی زیارت الصالحین احیاء واامواتا و المواضع الفاضلة للصلوٰۃ فیھا والتبرک بھا فقال ابو محمد ن الجونی یحرم عملا بظاھر الحدیث و اختارہ قاضی حسین وقال بہ القاضی عیاض وطائفة والصحیح عند امام الحرمین وغیرہ من الشافعیة الجواز. انتھیٰ. وفی شرح المشکوٰۃ لملا علی قاری ذھب بعض العلماء الی الاستدلال بہ علی المنع من الرحلة لزیادة المشاھدة وقبور العلماء الصالحین''. بعدہٗ عبارت حجۃ اللہ البالغہ نقل استدلال میں فرمائی ہے۔اور مولانا سید احمد حاشیہ مأتہ المسائل میں فرماتے ہیں:''درین زمانہ کہ ما درانیم شدرحال یعنی مسافرت نمودن برائے زیارت قبور بزرگان عبارت ازاں شدہ است کہ قافلہ مثل حاجیان جمع ساختہ واعلام وہدی گرفتہ درزمان معین ومقرر کہ اکثر قریب زمانہ موت صاحب آن قبرمی باشد بعد بستن جامہ مثل حرام وانداختن گلہا درگردن میر دند واطفال خود راہمراہ خودمی برند ودرانجارفتہ بعد زیارت سرہائے اطفال خودرامی تراشند وحجامت می کنند وبعد ادائے نذرونیاز کہ قبل ازرفتن اینجا برخود واجب ولازم شمردہ اندمودی می سازند واین فعل رادرعرف عام

رفتن درچھڑی ہائے خواجہ جی و مدار صاحب وغیرہ گویند پس این قسم رفتن بدعتیست بد بلکہ اکثر مردمان مرتکب شرک ہم میشوند مولانا علیہ الرحمۃ کہ جواب این سوال مع اختلاف آن ارقام فرمودہ اند صرف جواب آنست کہ برائے زیارت قبراز فاصلہ دورودراز آنجا مرتکب کدامی امور غیر مشروع نشود سید احمد۱۲۔ اب ان حضرات اکابرین نے دلائل مذکورہ سے استدلال منع پر فرمایا ہے اور خود صحابہ نے بھی استدلال منع پر حدیث سے فرمایا گویا ان کے معنی حدیث معین تھے بظاہر اس سے عمدہ دلیل کیا ہوگی جو رائے صحابہ ہوئی اور اگرچہ اختلاف یسیر کسی قاعدہ پر کرنے کی گنجائش کسی کو ہو مگر اولیٰ معنی حدیث صحابی کے ہوں گے اور نیز مصالح شرعیہ اسی پر مشتمل ہیں کہ جہلاء کو دروازہ فساد کھلا ملے گا چنانچہ فضل رسول بدایونی نے آنحضرت اکابرین دہلی پر طعن و تشنیع بدزبانی کی ہے کہ قلب کو صدمہ ہوتا ہے اور سوائے صبر چارہ نہیں لہٰذا گذارش فدویانہ کی جاتی ہے کہ جو رائے مسئلہ ہذا میں مناسب رائے حضور ہو اس سے مطلع فرماویں کہ عملدرآمد اس کے مطابق کیا جاوے۔

﴿جواب﴾ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے دونوں جانب اکابر علماء ہیں (۲۳۳) اب اس میں فیصلہ ممکن نہیں

---

(۲۳۳):(باب ماجاء لاتشدوا الرحال الا الى ثلاثة مساجد الحرام ومسجدی هذا و المسجد الاقصى): اعلم ان فی مسالة شد الرحال الى الأمكنة الشاسعة والديار النازحة خلافاً بين الأئمة فمنهم النووی والقاری من حمل الحديث على أن النهى منه عليه السلام انما صدر لشفقته على أمته فانه لو سافر أحد من مسجد محلته الى مسجد مصر بعيد يلاقى فى سفرة مشاق وتكاليف وليس له فى ذلك المسجد الذى ذهب اليه كثير أجر حتى ينجبر نيله ماناله ولذلك لم يذكر فيها مسجد قباء لأن الصلاة فيها ليست الا كعمرة وثواب العمر حاصل بجلوسه فى مسجده يذكر اللّٰه الى الطلوع و كذلك مزيد الأجر فى مسجد الجامع ليس الا بكثرة الجماعة لابوصف فى نفس المسجد...الخ.

و قال الآخرون ومنهم المولى ولى اللّٰه انما معنى الحديث هو النهى على التحريم فعلى هذا يستثنى منه ما استثناه الشارع بقوله مثل الحج والجهاد و طلب العلم ولقى أخيه المسلم و نحوذلك و الباقى يبقى على عموم النهى..الخ.(الكوكب الدرى=

آپ کو اختیار ہے کہ چاہے جس پر عمل کریں اور دوسری جانب طعن بھی نہ کریں مگر ہاں عرس کے مجمع میں جانا اور عوام کا اس میں غلو کرنا حرام ہے (۲۴) اور مانعین کی غرض بھی جہلاء عوام کا روکنا اور سد باب تحریف کا ہی ہے تو صحیح ہے بہر حال مسئلہ وہ ہی ہے جو لکھا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

صلوٰۃ العاشقین

﴿سوال﴾ چار رکعت وقت صبح کاذب کے رکعت اول میں بعد فاتحہ و اخلاص کے یا اللہ سو ۱۰۰ بار رکعت دوم میں بعد الحمد و اخلاص کے یا رحمٰن سو ۱۰۰ بار رکعت سوم میں بعد فاتحہ و اخلاص کے یا رحیم سو ۱۰۰ بار رکعت چہارم میں بعد فاتحہ و اخلاص یا ودود سو ۱۰۰ پڑھنے سے مقرب خدا تعالیٰ کا ہوگا یہ نماز ایک کتاب میں لکھی ہے اور اس نماز کو صلوٰۃ العاشقین کہتے ہیں یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس صلوۃ کی سند کی حدیث کی کتاب سے یا فقہ سے بندہ نے نہیں دیکھی۔

= علی جامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ط، ندوۃ العلماء لکھنؤ، الھند)

(۲۴): لا یجوز مما یفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها و اتخاذ السراج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کالأعیاد ویسمونه عرساً. (تفسیر مظهری تحت سورة آل عمران آیت: ۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفین)

وهذا الحول یسمونه أهل الهند عرساً وما عرفت به أصلاً، فان العرس انما یکون فی الزواج، و مع ذلک فهذه الأحوال والأعراس لاتکاد تخلو عن ارتکاب المحرمات فضلاً عن المکروهات، فان أهل الهند لهم الید الطولیٰ. قاتلهم اللّٰه. فانهم یطوفون بقبر الولی الذی یعتقدون ویظنون أنه هو المتصرف فی الکون. (تبلیغ الحق مطبع خیریه میرٹھ ۸، بحواله: کتاب النوازل، ج: ۱، ص: ۲۱۲، ط، المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مراد آباد، الهند)

سایہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿سوال﴾ سایہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑتا تھا یا نہیں اور جو ترمذی نے نوادرالاصول میں عبدالملک بن عبداللہ بن وحید سے انہوں نے ذکوان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا سند اس حدیث کی صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ یہ روایت کتب صحاح میں نہیں اور نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے (۲۵) نوادرالاصول حکیم ترمذی کی ہے نہ ابوعیسیٰ ترمذی کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عمارت پر خرچ کرنے کا مطلب

﴿سوال﴾ اس حدیث ترمذی شریف النفقة كلها فى سبيل الله الا البناء فلا خير فيه. میں مطلق بناء کو فلا خیر فیہ میں داخل فرمایا ہے مگر بعض بناء تو ضرورت پر مبنی ہوتی ہے اگر وہ بھی فلا خیر فیہ میں داخل ہوئی تو بڑی دشواری ہوگی یا بناء زائد از حاجت مراد ہوگی؟

﴿جواب﴾ جو بنائے حاجت سے زیادہ ہو یہ حدیث اس میں وارد ہوئی ہے۔ جیسا بعض آدمیوں کو زائد از حاجت بناء کا شوق ہوتا ہے (۲۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۵): عن ذكوان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرىٰ له ظل ...الخ.
اس روایت کو جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص الکبریٰ ص: ۶۸، جلد: ۱، میں ذکر کی ہے۔ اس کا پہلا راوی عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی کو علماء حدیث نے وضع احادیث اور بعض نے کذب کی طرف منسوب کیا ہے۔ كما فى تهذيب التهذيب للعلامة ذهبى رحمه الله، ص: ۲۳۱، جلد: ۶، رقم: ۴۱۳۰، اور اسی طرح دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن الولید بھی مجہول الحال ہے اسماء الرجال کی کتب متداولہ میں ان کا حال مذکور نہیں۔ (حاشیہ فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۲۷۴)

(۲۶): عن انس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ النفقة كلها فى سبيل الله=

معجزہ قدم شریف

﴿سوال﴾ معجزہ قدم شریف یعنی سنگ موم ہوکر نقش قدم ہوجانا چنانچہ بکثرت دیکھا جاتا ہے کہ لوگ لئے پھرتے ہیں احادیث صحیحہ مستندہ سے ثابت ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ کتب احادیث سے تو اس کا پتہ نہیں چلتا البتہ قصیدہ ہمزیہ میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ نقش قدم کا ظاہر ہوا ہے لیکن آجکل جو لئے پھرتے ہیں انکا اعتبار نہیں (۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت مرزا جان جاناں کا مسلک

﴿سوال﴾ ملفوظات حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ میں ہے عجب است کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کہ محدثین بیان آن نمودہ اند واحوال رواۃ آن معلوم است وبچند واسطہ میرسد بہ نبی معصوم کہ خطا را

=الا البناء فلا خير فيه. رواه الترمذى. وفى تحفة الاحوذى تحت هذا الحديث: (النفقة كلها فى سبيل اللّٰه) أى فيؤجر المنفق عليها (الا البناء) أى الا النفقة فى البناء (فلاخيرفيه) أى فى الأنفاق فيه فلا أجر فيه، و هذا فى بناء لم يقصد به قربة أو كان فوق الحاجة. (تحفة الأحوذى بشرح الترمذى، ج: ۷،ص: ۱۸۴ ، ط، دار الفكر)

(۲۷): شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ ﷺ کے معجزات بہت زیادہ اور نہایت عظیم ہیں۔ان کے سامنے پتھر کا مثل موم بن جانا اور نقش قدم اس پر پڑ جانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ تو ادنیٰ بات ہے۔مگر اس وقت تک میری نظر سے کسی حدیث یا سیر کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں یہ معجزہ نہیں گذرا۔ واللہ اعلم۔ حسین احمد غفرلہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ۔

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ: اگرچہ پتھر پر نشان قدم مبارک آنحضرت ﷺ کا بطور معجزہ کے نقش ہوجانا مستبعد نہیں۔مگر اس کے باور کرنے کے لئے سند اور روایت کی ضرورت ہے اور ایسی کوئی سند اور روایت نظر میں نہیں آئی۔ (کفایۃ المفتی، ج:۱،ص:۱۱۷،ط، دار الاشاعت، کراچی)

برآن راہ نیست وبزیادہ ازدہ واسطہ میرسد بمجتہد کہ خطاوصواب ازشان اوسط معمول گردیدہ است ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطانا (۲۸) اس عبارت کی وجہ سے وہ لوگ جو باوجود احادیث صیحہ غیر منسوخ کے جس کی شہادت عندالمحدثین اہل فن ثابت ہوگئی ترک کر کے دیگر کتب واقوال پر کہ ان کا حال بضبط ناقلاں ثابت نہیں عمل کرتے ہیں حضرت مرزا صاحب قدس سرہ کو غیر مقلد اور بُرا کہتے ہیں۔ یہ قول ان کا گناہ اور ناحق ہے یا نہیں اور عبارت مذکورہ صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ عبارت صحیح ہے اور یہ حکم اس شخص کے لئے ہے کہ تمام احادیث کی صحت وسقم سے واقف ہو اور دلائل ائمہ مجتہدین اور فقہاء سے بھی واقف ہو پس یہ عبارت کچھ غیر مقلدوں کو مفید نہیں اور اس عبارت کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو غیر مقلد اور بُرا کہنے والا فاسق ہے (۲۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

معجزہ کی حقیقت

﴿سوال﴾ قرآن میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فطرة اللّٰہ التی فطر الناس علیها لاتبدیل لخلق اللّٰه (۳۰). اوردوسری جگہ ارشاد ہے۔ فلن تجد لسنة اللّٰه تبدیلا ولن تجد لسنة اللّٰه تحویلا (۳۱). الخ. فطرت وہی ہے جس پر خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو بنایا ہے اور خدا کی فطرت میں تبدیلی

---

(۲۸):(بقرة: ۲۸۶)

(۲۹):عن عبداللّٰه بن مسعود قال: قال رسول اللّٰهﷺ: سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر. وفى فضل المنعم تحت هٰذا الحديث: واعلم أنه لاخلاف فى أن سب المسلم فسق، أو شتم المسلم، والتكلم فى عرضه بما لايعنيه خروج عن الطاعة، فان الواجب على المسلم تعظيمه. (فضل المنعم فى شرح صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان قول النبىﷺ سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر، ج: ۳، ص: ۴۵، ۴۷، ط، دار النوادر سورية لبنان)

(۳۰):(روم: ۳۰)

(۳۱):(فاطر: ۴۳)

نہیں ہوگی اور دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ خدا کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوگی اور خدا کا کلام اور وعدہ بالکل سچا ہے تو فطرت کے خلاف عصا کے اژدہا ہونے اور باکرہ کے بچہ پیدا ہونے اور ناقہ وغیرہ معجزات کا کیسے ظہور ہوا اگر یہ فرمادیں کہ خداوند تعالیٰ کو سب قدرت ہے تو ان آیات میں استثناء ہونا چاہئے تھا جیسا اکثر جگہ بعض جزئیات کو خداوند تعالیٰ نے استثناء فرمایا ہے۔ **لا خیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس** (۳۲). تو ایسے ہی استثناء ہونا چاہئے تھا ورنہ معجزات انبیاء کا ثبوت دشوار ہے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادی ایمن کی داہنی طرف سے درخت میں سے آواز آئی کہ موسیٰ ادھر آمیں خداوند رب العالمین ہوں، اس میں یہ تردد ہے کہ درخت میں ذات باری تعالیٰ نے حلول فرما کر موسیٰ علیہ السلام کو یہ ندادی اور درخت ادنیٰ مخلوقات میں سے ہے اور جو یہ خیال کیا جاوے کہ ذات باری تعالیٰ نے درخت میں جلوہ نہیں فرمایا بلکہ درخت کو حکم فرمایا کہ جس کی وجہ سے وہ بولنے لگا کیونکہ خداوند تعالیٰ کو سب قدرت ہے تو یہ فرمانا غلط ہوجائے گا کہ **انا اللّٰہ رب العٰلمین** (۳۳). اور ظاہری اور حقیقی معنی کو چھوڑ کر تاویل پر کیسے اعتبار ہوگا؟

(۳) خداوند تعالیٰ کلام مجید میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن مجید پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو پہاڑ خوف سے شق ہوجاتا اس میں تردد ہے کہ پہاڑ بے حس اور آدمی ظاہری اور باطنی دس حواس رکھتا ہے جس کے اندر خوف کا مادہ بھرا ہوا ہے اس کو جنبش تک نہ ہو سو یہ اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمادیا اس کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے دیکر اطمینان فرمادیں۔

﴿جواب﴾ واللہ الموافق للصواب **فطرة اللّٰہ التی فطر الناس الایة.** اس آیت کے اگر یہی معنی ہوں جو سائل نے سمجھے ہیں تو مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پیدائش کو کوئی متغیر نہیں کرسکتا مگر خدائے تعالیٰ جل شانہ خود اپنی خلق کو جس طرح چاہے متغیر کرسکتا ہے اور معجزہ بھی خدائے تعالیٰ کی طرف سے بسبیل خرق عادت

---

(۳۲):(النساء: ۱۱۴)

(۳۳):(القصص: ۳۰)

ہوتا ہے (۳۴) کوئی مستقل طور پر اس کے اصدار پر قادر نہیں نبی کو بھی اس کے اصدار پر بالکلیہ و بالاستقلال قدرت نہیں ہوتی لہٰذا عصا کا اژدہا ہونا پہاڑ سے ناقہ کا پیدا ہونا وغیرہ امور یہ سب خدائے تعالیٰ ہی کا بدلا ہوا ہے پس اس پر کچھ اشکال نہیں دیکھو حق تعالیٰ بیضہ پیدا کرتا ہے اگر اس کو توڑ کر دیکھیں تو اس میں زردی وسفیدی ہوتی ہے۔ پھر وہی اس کو خون بنا کر اس میں سے بچہ پیدا کرتا ہے ایسے ہی نطفہ سے آدمی بلکہ بہت سے تغیرات پر باذن اللہ تعالیٰ آدمی بھی قادر ہوتا ہے۔ جیسے کسی شئے کو جلا کر راکھ بنا لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ جملہ تغیرات باذنہ تعالیٰ ظہور پذیر ہیں پس ان تبدیلات کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے کہ جس کو فہم سے اصلاً بہرہ نہ ہو اور آیت شریفہ میں ہرگز یہ معنی مراد نہیں ہیں۔

(۲) کلام مذکور درخت کی جہت سے اور درخت میں اگر آیا ہو تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ شجر متکلم ہو مثلاً اگر کوئی شخص دیوار کے پیچھے سے یا پردہ کی آڑ سے یا تابدان میں آواز دے تو ظاہر ہے کہ آواز ان اشیاء میں سے ہو کر نکلے گی مگر اس سے کہ وہ آواز اس شے میں سے نکلی ہے کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ دیوار اور کپڑا اور تابدان متکلم ہیں متکلم تو وہی ہے کہ جس سے اصدار کلام کا ہوا ہے اور جس کے ساتھ یہ صفت قائم ہے نہ کہ وہ دیوار اور پردہ اور تابدان پس اسی طرح یہاں بھی متکلم جناب باری تعالیٰ عز اسمہ ہیں اور جانب وجہت صدور آواز شجرہ ہے اس سے شبہ حلول یا یہ شبہ کہ وہ شجر مدعی الوہیت ہو سراسر نادانی ہے۔

(۳) لو انزلنا هذاالقرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله (۳۵).

اس کے معنی یہ ہیں کہ جیسے احکام قرآنی بشر پر نازل ہوئے ہیں مگر یہ حکم جبل پر نازل ہوتا اور اس کو متکلف بنایا

---

(۳۴): والحاصل ان الامر الخارق للعادة هو بالنسبة الى النبى (صلى الله عليه وسلم) معجزة سواء ظهر من قبله او قبل أمته، لدلالته على صدق نبوته وحقية رسالته، فبهذا الاعتبار جعل معجزة له والا فحقيقة المعجرة أن تكون مقارنة للتحدى على يد المدعى وبالنسبة الى الولى كرامة. (شرح الفقه الأكبر للملاعلى القارى، ص: ٦٩، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر).

(۳۵): (حشر: ۲۱)

جا تا تو اس کا خشیۃ باری تعالیٰ سے یہ حال ہوتا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جا تا پس انسان باوجودیکہ احساس وادراک میں اس سے بہت زیادہ ہے مگر اس کو اس قدر غفلت ہے کہ اصلاً اثر نہیں ہوتا اس پر یہ استعباد کہ انسان پر باوجود حواس عشرہ ظاہریہ وباطنیہ کے اثر نہیں ہوتا بے محل ہے اس لئے کہ اگر انسان پر غفلت وقساوت کا پردہ نہ ڈالا جا تا تو بے شک وہ اس سے بھی زیادہ ہو جا تا مگر چونکہ اس میں جبل کے برخلاف شہوات وغیرہ کو غالب کر دیا ہے اس لئے وہ برداشت کر لیتا ہے اور جب قساوت وغفلت کم ہو جاتی ہے تو انسان کی بھی حالت قابو میں نہیں رہتی چنانچہ بہت سے اکابر کے حالات اس قسم کے مشہور ہیں کہ قرآن شریف سن کران کا کیا حال ہوا(۳۶) حتی کہ بہت سے اسی وقت مر گئے ہیں اور جن مقربان بارگاہ کو باوجود حضور قلب وحصول تدبر وتفکر کے پھر بھی تغیر نہیں ہوتا تو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو قوت واثبات واستقلال جو عطا ہوتا ہے اس کی برکت وسبب سے ہے اور یہ کہنا کہ جبل وغیرہ کو اصلاً احساس نہیں ہے۔اصول اسلامیہ کے خلاف ہے اور واقف حدیث نبویہ ان اشیاء میں ایک قسم کی ادراک واحساس سے انکار نہ کرے گا حق تعالیٰ نے ان جملہ اشیاء میں ایک قسم کا ادراک واحساس رکھا ہے اگر چہ وہ ادراک اس قسم کا نہ ہو کہ انسان وملائکہ وجن کو دیا گیا ہے مگر وہ اپنے اس نوع ادراک سے بوجہ اپنی قوت وخشیہ کے اور نہ ہونے قساوت کے اور نہ ہونے اس قوت کے جو خواص بشر میں رکھی گئی ہے اگر اس پر قرآن شریف نازل کیا جا تا تو ہرگز اس کی برداشت نہ کرتا اور بعض مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معنی

---

(۳۶):وروينا في الحديث الثابت عن عائشه في قصة أبي بكر الصديق رضي اللّٰه عنهما أنه ابتنى مسجدًا بفناء داره، وكان يصلي فيه ويقرأ القرآن، فتقف عليه نساء المشركين وأبناؤهم يتعجبون منه وينظرون اليه، وكان أبوبكر رجلاً بكاء لايملك دمعه حين يقرأ القرآن......وروينا في فضائل عمر بن الخطاب رضي الله عنه عن الحسن قال: كان عمر ابن الخطاب يمر بالآية في ورده فتخنقه فيبكي حتى يسقط، ويلزم بيته اليوم واليومين حتى يعاد، يحسبونه مريضاً. (الجامع لشعب الايمان، باب في تعظيم القرآن، فصل في البكاء عند قراءة القرآن، ج: ۳،ص: ۴۱۴،ط،مكتبة الرشد،رياض)

یہ ہیں کہ اگر جبل کو ادراک دیا جاتا جو انسان کو دیا گیا ہے تب اس کا یہ حال ہوتا (۳۷) پس اگر یہ معنی لئے جاویں تب تو کوئی اشکال ہی وارد نہیں ہوتا اور بندہ بوجہ معذوری چشما کے بسط جواب سے معذور بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

پان کھانا

﴿سوال﴾ پان کھانا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ پان کھانے کی بہت تعریف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے قول زید صحیح ہے یا غلط ہے؟

﴿جواب﴾ جو شخص پان کھانے کی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت بتاتا ہو وہ بڑا جاہل بلکہ بے دین ہے اس کی بات بھی نہ سننا چاہیے۔

عمارت کو بلند نہ بنانے کا مطلب

﴿سوال﴾ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ چھ گز سے زیادہ تعمیر کو بلند کرنا حدیث میں بالصراحت منع آیا ہے چنانچہ دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک گول گھر بلند بنایا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سلام علیک ترک کر دیا بعدہٗ ان صحابی نے وہ مکان گرا دیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش گئے لہٰذا اصل مسئلہ فرما دیجئے۔

﴿جواب﴾ ضروت سے زیادہ تعمیر موجب باز پرس ہے اور باعث خسارہ آخرت بھی ہے اور صحابہ سے ایسا فعل اور بھی زیادہ بعید اس لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے (۳۸) چھ گز کی کوئی قید نہیں

---

(۳۷): (لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعاً متصدعاً من خشية الله) و المعنى أنه لو جعل فى الجبل عقل كما جعل فيكم، ثم أنزل عليه القرآن لخشع و خضع و تشقق من خشية الله. (تفسير الكبير، ج: ۲۹، ص: ۲۹۳، ط، دار الكفر، بيروت، لبنان)

(۳۸): عن انس بن مالك، ان رسول الله ﷺ خرج فرأى قبة مشرفة، فقال:=

ہے بلکہ مدار جواز حاجت ہے فقط۔

صدقہ کھانے سے دل پراثر

﴿سوال﴾ طعام الميت يميت القلب و طعام المريض يمرض القلب. حدیث ہے یا قول طعام ایصال ثواب مثل یازدہم غوث الاعظم یا برسی وششماہی وغیرہ کہ ہندوستان میں رائج ہے یا بلا قیود یوم وغیرہ طعام ایصال ثواب کے واسطے تیار کیا جاوے تو اس کا کھانا حرام ہے یا مکروہ تحریماً یا تنزیہاً یا جائز خصوصاً ذاکرین شاغلین کے حق میں کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ یہ قول ہے اور یازدہم کا طعام بھی ایسا ہی ہے سب صدقہ ہے اور سب کا کھانا موجب اماتت قلب ہے(۳۹) فقط۔

=ماهذه ؟ قال له أصحابه: هذه لفلان، رجل من الانصار، قال: فسكت وحملها فى نفسه، حتى اذا جاء صاحبها رسول اللهﷺ يسلم عليه فى الناس، اعرض عنه، صنع ذلك مرارا، حتى عرف الرجل الغضب فيه و الاعراض عنه، فشكا ذلك، الى أصحابه، فقال: والله انى لأنكر رسول الله ﷺ، قالوا: خرج فرأى قبتك، فرجع الرجل الى قبته فهدمها حتى سواها بالارض، فخرج رسول الله ﷺ ذات يوم فلم يرها، فقال: مافعلت القبة؟ قالوا: شكا الينا صاحبها اعراضك عنه، فأخبرناه، فهدمها، فقال: اما ان كل بناء وبال على صاحبه الا مالا، الا مالا، يعنى، مالابد منه. (اخرجه ابوداؤد فى سننه فى كتاب الأدب، باب ما جاء فى البناء، ص: ۷۳۴، ۷۳۵، رقم: ۵۲۳۷، ط، دارالسلام، رياض)

(۳۹): فى فتاوى عزيزى: اين قول كه طعام الميت يميت القلب حديث نيست كلام بعضى از تجربه كاران ست گويند مراد از طعام ميت طعامى است كه چهل روز ميخورانند ووجه اماتت قلب آنست كه بيشتر از هنگام سنوح موت ميت دهم بعد از ان خيال سر انجام اين طعام وتقسيم آن فيما بين الاقربا ياسكان مساجد دامنگير خاطر=

غرامت مال کا مطلب

﴿سوال﴾ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ غرامت مال کا حدیثوں میں جہاں مذکور ہے محشی اسے منسوخ لکھتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اس کا ناسخ کیا ہے اور ناسخ میں اتنی قوت ہے کہ ان احادیث ثلثہ ثابت کو اس کے مقابلہ کی کہہ سکیں۔ مشہور یوں ہے کہ اگر شخص اکیلا گھر میں نماز پڑھے اور پھر مسجد میں جماعت سے نماز مل جاوے تو ظہر وعشاء میں شریک جماعت ہوجاوے اور صبح وعصر اور مغرب میں شریک نہ ہو حالانکہ ابوداؤد شریف میں جو واقعہ مذکور ہے اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کی وجہ صبح کی جماعت میں شریک نہ ہونا ہے اس کا کیا جواب ہے فقط؟

﴿جواب﴾ غرامت مالی ابتداء اسلام میں تھی پھر حکم ہوگیا لایحل مال احد الا باذنہ (۴۰) او کما قال یہ اس کا ناسخ ہے اور مسئلہ کو طحاوی نے لکھا ہے تم خود دیکھ لینا اور اس پر اجماع بھی ہے اور ابوداؤد شریف میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ صبح کے وقت میں ہوئی کہ صبح کے وقت کی ادا کو آپ نے نہی فرمایا اگرچہ عتاب کا لفظ عام اور بعد صلوٰۃ صبح کے نوافل کی ممانعت عموماً ہے وہ اس کی ناسخ بھی ہوسکتی ہے مگر یہاں ناسخ کی حاجت نہیں کہ عتاب بوجہ عدم شرکت کے تھا اور بعد معلوم ہونے کے کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں آپ نے اس

=میشود کسانیکہ این طعام بآنہا میرسد از وقت موت متوقع وچشم دوختہ برین طعام میباشند مقصود شرع آنست کہ از موت میت عبرت گیرند وپند پرند ودر تفکر آخرت مشغول شوند واز غفلت ہوشیار شوند واین مقصود ازین صورت بالکلیہ مفقود میگرد وآنچہ در حدیث صحیح آمدہ است ودر صحاح ستہ موجود است ہمین قدر است کہ نہی رسول اللہ ﷺ عن طعام المیت. (فتاوی عزیزی، ج: ۲، ص: ۱۰۶، ط، مکتبہ مجتبائی دھلی)

(۴۰): (رواہ مشکوۃ، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، ط، قدیمی کتب خانہ کراچی)

وقت کی نماز میں کچھ نہیں فرمایا بلکہ کلیۃً یہ ارشادفرمایا کہ جو شخص نماز پڑھ کے آیا کرے نماز میں شریک ہوجاوے چونکہ اس وقت کے نفلوں کی ممانعت پہلے ہی ہوچکی تھی لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح نہیں فرمائی اور نہ فرمایا کہ اگر چہ تم پڑھ کر کے آئے تھے تم کو شریک ہونا تھا بلکہ کلیۃً مسئلہ بیان فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھ کے آوے شریک جماعت ہوجاوے متنفلاً اسی واسطے عبداللہ بن عمر عصر کی نماز میں شریک نہیں ہوتے تھے کہ صحابہ اس استثناء سے مطلع تھے (۴۱) فقط والسلام۔

تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا

﴿سوال﴾ تین دن سے کم قرآن کو ختم کی کراہت حدیث ترمذی سے معلوم ہوتی ہے مگر بعض

---

(۴۱): عن جابر بن يزيد بن الأسود [العامرى] عن ابيه قال: شهدت مع النبىﷺ حجته، فصليت معه صلاة الصبح فى مسجد الخيف، [قال]: فلما قضى صلاته انحرف، فاذا هو برجلين فى اخرى القوم لم يصليا معه، فقال: على بهما، فجىء بهما ترعد فرائصهما، فقال: مامنعكما أن تصليا معنا؟ فقالا: يارسول الله، انا كنا قد صلينا فى رحالنا، قال: فلاتفعلا، اذا صليتما فى رحالكما ثم أتيتما مسجد جماعة فصليا معهم، فانها لكما نافلة. (اخرجه الترمذى فى جامعه فى كتاب الصلاة، باب ماجاء فى الرجل يصلى وحده ثم يدرك الجماعة، ص: ٦١، رقم: ٢١٩، ط، دار السلام رياض/ وأبوداؤد فى سننه فى كتاب الصلاة، باب فيمن صلى فى منزله ثم أدرك الجماعة يصلى معهم، ص: ٩٥، رقم: ٥٧٥، ط، دار السلام رياض)

وفى الكوكب تحت هٰذا الحديث: (فقال يا رسولﷺ انا كنا صلينا فى رحالنا) هذان الصحابيان لم يصليا بالجماعة الثانية فى المسجد ولا أراد ذلك من رحالهما فانهم لو كان عادتهم ذلك لما صليا فى رحالهما بل كان عليهما اتيان المسجد لما لهم من اعتياد الجماعة الثانية فاذا لم يجدا غيرهما صليا كلاهما بالجماعة وان وجدا=

اکابر فقہاء سے یہ امر ثابت ہے اس سے کیا مراد ہے؟

﴿جواب﴾ کراہت کسی حدیث سے ثابت نہیں بلکہ یہ ہے کہ ایسے پڑھنے میں افہام نہیں ہوتا مگر پڑھنے میں ثواب بلا کراہت ہے(۴۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=غیرهما صليا معه كلهم ثم فى هذا حجة للشوافع على الأحناف نظراً الى ظاهر ألفاظ الحديث، وأما الامام فقد أراد التفصى مما يرد عليه بما ورد فى هذا الحديث من قوله ﷺ فانها لكما نافلة فان النافلة حكمها لما كان معلوماً لم يحتج الى زيادة بيان فى ذلك فاتكل على ما بينه النبى ﷺ من الأوقات التى يكره فيها النافلة فى غير هذا الحديث ألست ترى هؤلآء الذين ذهبوا الى الاعادة فى الصلوات كلها كيف خصوا المغرب بزيادة ركعة هل أمرهم النبى ﷺ بذلك فليس هذا الا بما روى عن النبى عليه السلام أنه نهى عن البتيراء فماذا عليهم فى التخصيص بالأحاديث الأخر صلاة الفجر والعصر أيضاً مع ما أنه ﷺ منبه على علة التخصيص بقوله فانهما لكما نافلة فيكف يفرد حكم هذه النافلة عن الحكم سائر النوافل فان قيل وقوع ذلك الأمر فى صلاة الفجر ﴿الف﴾ يؤيد مرأم الشافعى قلنا أمرهم فى صلاة الفجر ليس الا أنهما لم يكونا يعلمان المسألة مطلقاً فى غير صلاة الفجر أيضاً فأعلمها اياها والله أعلم.

﴿الف﴾:وقال الشيخ العلامة المحدث الكبير محمد زكريا الكاندهلوى رحمه اللّٰه تعالىٰ فى حاشية الكوكب: قلت: اختلفت الروايات فى ذلك وجزم صاحب البدائع أن قصتهما هذه كانت فى صلاة الظهر ويؤيده مافى مسند أبى حنيفة نحو قصتهما بلفظ أن رجلين صليا الظهر فى بيوتهما، الحديث، ونحوه أخرجه محمد فى كتاب الآثار فلما ثبت عند الحنفية أن القصة فى صلاة الظهر فلاحاجة الى الجواب.(الكوكب الدرى على جامع الترمذى،ج: ا ، ص: ۲۴۱، ۲۴۲،ط،ندوة العلماء لكهنؤ،الهند)

(۴۲): عن عبداللّٰه بن عمرو ان النبى ﷺ قال: لم يفقه من قرأ القرآن فى اقل=

ملفوظات

بسم اللہ کو جہر سے تراویح میں پڑھنا

(۱) عاصم قاری کے نزدیک جن کی قرأۃ ہندوستان میں پڑھی جاتی ہے اور تمام قرآن مطبوعہ اسی کے موافق ہیں۔ بسم اللہ ہر ہر سورۃ کا جزو ہے لہٰذا ان کے نزدیک ہر سورۃ کے اور بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ ایک آیت قرآن شریف کی ہے اس کو کہیں ایک جگہ جہر سے پڑھ دینا چاہیے سوائے سورہ نمل کے کیونکہ یہ بسم اللہ کسی سورۃ کا جزو نہیں مستقل آیت ہے امام صاحب کے نزدیک پس برعایت مذہب حنفیہ جس سورۃ کے ساتھ چاہے اس کو پڑھ لیوے۔ کوئی قید نہیں (۴۳) اور اگر

=من ثلاث. وفی تحفة الأحوذی تحت هٰذا الحديث: قوله: (لم يفقه من قرأ القرآن فی أقل من ثلاث) أی لم يفهم ظاهر معانيه وأما فهم دقائقه فلايفی به الأعمار، والمراد نفی الفهم لانفی الثواب، كذا فی المجمع. (تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی، ابواب القراء ات ج: ۸، ص: ۲۷۶، رقم: ۴۰۲۰، ط، دار الكفر)

(۴۳): قال الامام المحدث الفقيه الشيخ محمد عبد الحی اللكنوی الهندي رحمه اللّٰه تعالٰی: قد صرحوا أن ختم القرآن بجميع أجزء ه فی التراويح مرة سنة مؤكدة، حتی لو ترک آية منه لم يخرج عن العهدة، وقد ثبت أن البسملة أيضاً آية منه علی الأصح، فيستخرج منه أنه لو قرأ تمام القرآن فی التراويح، ولم يقرأ البسملة فی ابتداء سورة من السور سوی مافی سورة النمل، لم يخرج عن عهدة السنية، ولو قرأ ها الامام سرا خرج عن العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة، وبه أفتيت حين سئلت فی سنة أربع وثمانين بعد الألف والمائتين من الهجرة عن هذه المسألة. وقد أفتی به أبی و أستاذی نور اللّٰه مرقده مرات وكرات، وصرح به فی قمر الأقمار لنور الأنوار. (احكام القنطرة فی احكام البسملة، الباب الثانی فی نبذ من أحكام البسملة، ص: ۱۷، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشی)

رعایت قاری عاصم کی منظور ہے تو ہر ہر سورۃ کے اوپر بجہر پڑھنا چاہیے درصورت مذہب حنفیہ کوئی احتیاط کی بات نہیں یکساں ہے۔

لاصلوٰۃ الا بحضور القلب کا مطلب

(۲) مسئلة. لا صلوة الا بحضور القلب. میں حضور قلب مطلق واقع ہوا ہے اور مطلق کا قاعدہ ہے کہ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ فرد بھی اس کی پائی جاوے تو امتثال امر ہو جاتا ہے پس ادنیٰ حضور یہ ہے کہ نماز پڑھنا جانے اور تکبیر تحریمہ میں نیت نماز کی ہو اور ہر رکن میں یہ جان لے کہ فلاں رکن کرتا ہوں پس فرض ادا ہوا کہ مطلق حضور کی ادنیٰ فرد موجود ہے اسی واسطے اگر اول سے آخر تک کسی رکن میں سو گیا تو رکن ادا نہیں ہوتا پس فرض نماز تو اس قدر حضور سے ادا ہوتی ہے اور کمال کی انتہا نہیں (۴۴)۔ والسلام۔

---

(۴۴): قال العلامة الشامی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وفی شرح المقدمة الکیدانیة للعلامة القهساتی: یجب حضور القلب عند التحریمة، فلو اشتغل قبله بتفکر مسألة مثلاً فی أثناء الأرکان فلاتستحب الاعادة.الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلاة، مطلب: فی حضور القلب و الخشوع، ج: ۲، ص: ۹۴، ط، دارعالم الکتب ریاض)

کتاب العلم

جو عالم بہ نیت وعظ میلہ میں جائے

﴿سوال﴾ عالم کو بطور وعظ کے میلہ میں جانا مثل میلہ پیران کلیر کے درست ہے یا نہیں؟ اور اس کی نیت وہاں جانے سے یہ ہے کہ وہاں جا کر مباحثہ مخالفان سے کرے۔

﴿جواب﴾ میلہ میں جا کر عالم اگر سیر وتماشہ نہ کرے اور میلہ کی برائی بیان کرے اور لوگوں کو وہاں سے چلے جانے کی ہدایت کرے تو درست ہے بلکہ بہتر وموجب ثواب ہے البتہ اگر وعظ وتماشہ دونوں کرے تو گنہگار ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

والدین کی اجازت کے بغیر طلب علم کے لئے سفر کرنا

﴿سوال﴾ بلا اجازت والدین کے بطلب علم سفر جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر علم فرض کی تعلیم کو باہر بدون اذن والدین جاوے بشرطیکہ شہر میں حاصل نہیں ہوسکتا تو درست ہے ورنہ نہیں (۲)۔ فقط۔

---

(۱): فی الجامع لأحکام القرآن: قوله تعالٰی: (فلاتقعدوا معهم حتٰی یخوضوا فی حدیث غیره)، أی: غیر الکفر. (انکم اذا مثلهم)، فدل بهٰذا علی وجوب اجتناب أصحاب المعاصی اذا ظهر منهم منکر، لأن من لم یجتنبهم فقد رضی فعلم والرضاء بالکفر کفر، قال اللّٰه عزوجل: (انکم اذا مثلهم). فکل من جلس فی مجلس معصیة، ولم ینکر علیهم، یکون معهم فی الوزر سواء، وینبغی أن ینکر علیهم اذا تکلموا بالمعصیة وعملوا بها، فان لم یقدر علی النکیر علیهم، فینبغی أن یقوم عنهم حتی لایکون من أهل هٰذه الآیة. (الجامع لأحکام القرآن، ج: ۷، ص: ۱۸۵، ط، مؤسسة الرسالة بیروت)

(۲): فی الدرالمختار: وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیه لوملتحیاً.=

تقویٰ اورفتویٰ کا فرق

﴿سوال﴾ تقویٰ کس کا حکم ہےاورفتویٰ کس کا حکم ہےاوردونوں میں کیا فرق ہےاوردونوں میں سےہم پرکس پرعمل کرنا فرض ہے؟

﴿جواب﴾ فتویٰ یہ ہے کہ جس کوعلماء نے بدلیل قرآن وحدیث جائز کہا(۳)اس پرعمل کرے اگرچہ بعض وجہ سےاس میں ممانعت بھی معلوم ہوتی ہواورتقویٰ یہ کہ جہاں شبہ ہواس کوبھی نہ کرے(۴) پہلی کو

= وفی الشامية تحته: (وله الخروج .الخ) أى ان لم يخف على والديه الضيعة ان كانا موسرين، ولم تكن نفقتهماعليه.(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹،ص: ۵۸۴،۵۸۵)

ولوأراد ان يخرج من بلده الى بلد للتجارة أو للفقه،ولوكان الطريق امناً لايخاف عليه الهلاک، فله أن يخرج من غير اذنهما قياساً واستحساناً.(الفتاوى التاتارخانية، الفصل الثامن والعشرون فى الرجل يخرج الى السفرويمنعه أبواه.الخ، ج:۱۸،ص: ۲۴۰،ط، مكتبة زكريا، بديوبند،الهند/الفتاوى العالمكيريه،الباب السادس والعشرون فى الرجل يخريج الى السفر و يمنعه أبواه.الخ، ج:۵،ص: ۳۶۶)

(۳):ان الفتوى تبيين للحكم الشرعى فقط من الجواز أو الندب أو الوجوب أو الكراهة أو الحرمة.(اصول الافتاء وآدابه،ص: ۱۱،ص:مكتبة معارف القرآن كراتشى).

(۴):وقال عمر بن عبدالعزيز: ليس التقوىٰ قيام النهار وقيام الليل والتخليط فيما بين ذلک، ولكن التقوىٰ ترک ما حرم اللّٰه وأداء ما افترض اللّٰه، فما رزق بعد ذلک فهو خير على خير.

وقال ابو زيد: هو التورع عن جميع الشبهات.(الكشف والبيان المعروف بتفسير الثعلبى، ج: ۱،ص: ۱۴۲، ۱۴۳،ط، داراحياء التراث العربى)

رخصت کہتے ہیں اور دوسری کو عزیمت دونوں حکم شرع کے ہی ہیں اور دونوں میں جس پر عمل کرے درست ہے رخصت سے باہر نہ نکلے اور تقویٰ کرے تو بڑا اجر ہے(۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبادت کا مطلب

﴿سوال﴾ شرع شریف میں معنی عبادت کے کیا ہیں کہ جو سب افراد واقسام عبادت پر صادق ہوویں اور معنی مشہور غایت التذلل لغایۃ التعظیم سب افراد پر بذہن ناقص شامل وصادق نہیں ہوتے اور امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معنی عبادت اطاعت لکھے ہیں رسالہ ایہا الولد میں۔ پس ایسے معنی ارشاد ہوویں کہ تمام امور حسنہ اور پسندیدہ شارع پر صادق آویں۔

﴿جواب﴾ یہ حد سب عبادات پر صادق ہے کیونکہ مستحب میں بھی لوجہ اللہ ہی تذلل واطاعت ہوتا ہے۔

تقرب کا مطلب

﴿سوال﴾ معنی تقرب کیا ہیں کہ جس کے کرنے سے واسطے غیر اللہ تعالیٰ کے شرک لازم آتا ہے؟ فقط

﴿جواب﴾ معنی تقرب کے کسی سے نزدیکی واولیت حاصل کرنا کہ اس میں جملہ حوادث سے امن چاہے اور استقلالاً اس سے نفع چاہے۔

نماز میں حضور قلب رکھنے کا مطلب اور اسکا حکم

﴿سوال﴾ مراد حضور نماز سے کیا ہے کہ جس کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی اور وہ حضور فرض اور

---

(۵):قال العلامة محمود حسن الكنكوهي رحمه اللّٰه تعالىٰ: قد علم مما ذكرنا حكمها، صاحب التقوىٰ أورع وصاحب الفتوى أوسع، وهو داخل تحت حدود الشرع، واذا جاوزها فقد تعدىٰ: ﴿ومن يتعد حدود الله فقد، ظلم نفسه﴾. فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم. (فتاوى محموديه، ج:۳،ص: ۴۵)

واجب ہے اور وہ کس قدر ہے۔ فقط۔

﴿جواب﴾ مطلق حضور فرض ہے ادنیٰ اس کا یہ ہے کہ ان افعال کو جان کر کرے (٦) فقط۔

قاضی جس جگہ نہ ہو وہاں حکم کے فیصلہ کا حکم

﴿سوال﴾ مسئلہ جہاں قاضی شرعی نہ ہو تو وہ احکام جو قضاء پر موقوف ہیں اگر باتفاق ہو تو مدعی خود اپنا حق بدون قلت وتجاوز کے لے سکتا ہے اگر دونوں اپنے اپنے زعم میں حق پر ہوں تو عرف واتفاق سے حکم ہوسکتا ہے مدعی کو اپنی حقیقت پر وثوق کامل نہیں تو بے تحکیم کچھ نہیں ہوسکتا۔

﴿جواب﴾ جہاں قاضی نہ ہووے تو تحکیم سے جو بشرائط خود ہووے فیصلہ کرانا چاہیے اور حکم حَکَم مثل حکم قاضی کے ہووے گا (٧) مگر مدعی کو جس حق میں خود وثوق ہووے ایسی شئے کو بحکم حکم لینا بھی درست نہ ہوگا معہٰذا اگر تحکیم کرا کر مدعی نے لے لیا تو معاف کرالیویں ورنہ مال مشتبہ رہے گا۔ اور ایسی صورت میں مدعی گناہ سے خالی نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(٦): قال العلامة الشامی رحمه اللّٰه تعالٰی: وفی شرح المقدمة الكيدانية للعلامة القهساتی: يجب حضور القلب عند التحريمة، فلو اشتغل قبله بتفكر مسألة مثلاً فی أثناء الأركان فلاتستحب الاعادة.الخ.(ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة، مطلب: فی حضور القلب و الخشوع، ج: ٢،ص: ٩٤،ط، دارعالم الكتب رياض)

(٧):فی ملتقی الابحر: ولو حكم الخصمان من يصلح قاضياً ليحكم بينهما صح ونفذ حكمه عليهما ببينة أو اقرار أو نكول واخباره باقرار أحد الخصمين وبعدالة الشاهد حال ولايته ولكل منهما ان يرجع قبل حكمه لابعده.

وفی مجمع الانهر تحته: (ولوحكم) من باب التفعيل(الخصمان من يصلح قاضياً) بكونه أهلاً للشهادة فلو حكما عبداً أو صبياً أو ذمياً أو محدوداً فی قذف لم يصح=

مناظرہ کرنے کی کس کواجازت ہے

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے دین حامیان شرع متین ان مسئلوں میں۔اولاً یہ کہ رد کرنا کفار کا خصوصاً فی زمانہ جو کفرہ نے بمقابلہ اسلام تحریر وتقریر وطمع کو بشدت پیش کیا ہے تو اب اہل اسلام کو واسطے تکذیب کفرہ کے باوجود آزادگی بہ نسبت تنازع باہمی تحریراً وتقریراً کیا حکم ہے دوسرا یہ کہ بیان کرنا خوبی اصول اسلام وقباحت کفرہ مجمعوں میں اور بازاروں میں بطور وعظ بہ نسبت جلوس خلوتوں کے کیا حکم ہے سوئم یہ باوجود لیاقت علمی و مالی بقدر وسعت امور مذکورہ بالا میں سعی نہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینواوتو جروا۔

﴿جواب﴾ جو شخص جملہ علوم شرعیہ سے بخوبی واقف اور دقائق عقائد وکلام وحقائق اعمال واخلاص سے بہمہ وجوہ نامور ہواور فہم وذکا اور تدین سے مزین ہواور مناظرہ وتردید کفر ایسی عمدہ طرح پر کرسکے کہ کسی وجہ سے اسلام پر کوئی حرف وعیب عائد نہ ہواور خود تشکیک مخالفین میں ملوث نہ ہوجاوے تو ایسے شخص کو رد نصاریٰ ودیگر منکرین اسلام کا کرنا اور بازار وجامع میں حمایت وخوبی اسلام کا اظہار ووعظ کرنا درست ہے اور کتب مخالفین کو بھی دیکھنا جائز ہے اور جو کوئی ان شرائط مذکورہ سے مفقود ہو تو اس کام میں پڑنا سخت حرام ہے اور موجب فساد اسلام ہے اور جو شخص متحلّی اس وصف مذکورہ بالا کا ہو تو اس کو یہ کام کرنا بہ بعض وجوہ اولیٰ خلوت سے ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ کوئی امر مذموم نہ رہے اس کے ساتھ مختلط نہ ہو ورنہ ہرگز حلال نہ

= وتشترط الأهلية وقت التحكيم ووقت الحكم، فلو حكما عبداً فعتق أو صبياً فبلغ أو ذمياً فأسلم، ثم حكم لاينفذ حكمه، ولو الحكم الذميان ذمياً جاز لأنه من أهل الشهادة فى حقهم، يشترط أن يكون المحكم معلوماً فلو حكما أول من يدخل المسجد لم يجز اجماعاً للجهالة(ليحكم بينهما صح) الحكم لأنهما التزما ورضيابه لولايتهما على أنفسهما (ونفذ حكمه) أى حكم المحكوم.(مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر، كتاب القضاء، فصل فى التحكيم،ج:٣،ص: ٢٤١،ط، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

ہوویگا(۸)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسے معاملات کا حکم جس میں جواز وعدم جواز کا احتمال ہو

﴿سوال﴾ مسئلہ جو معاملات ایک دلیل سے جائز دوسرے اعتبار سے ممتنع ہوں مثلاً اجارہ قرار دیں تو ناجائز ہے اور بیع سمجھیں تو جائز ہے اور کسی طرف نص صریح نہ ہو تو بنظر سہولت دلیل جواز اقویٰ واولیٰ ہے یا نہ۔

﴿جواب﴾ اگر ایک عقد میں احتمال صحت وفساد دو وجہت سے ہو سکے اگرچہ تصریح نہ ہووے تو حمل کرنا عقد صحیح پر چاہیے چنانچہ ہدایہ میں اکثر جا مذکور ہوا ہے باب الصرف میں ہے وانــه طــريق متعين لتصحيحه يحتمل عليه تصحيحا لتصرفه. (۹) انتھیٰ. واللہ اعلم۔

بضرورت ایسے قول پر عمل کرنیکا حکم جو غیر مفتی بہ ہو

﴿سوال﴾ مسائل مختلفہ مجتہد فیہا میں غیر مفتی بہا پر عمل کرنا درجہ کراہت سے زیادہ نہیں ہو سکتا مگر گاہے گاہے حالت ضرورت میں غیر مفتی بہ یا غیر مقلد کی قول پر عمل کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ ضرورت کے وقت روایت غیر مفتی بہا پر اور مذہب غیر پر عمل کرنا درست ہے اگرچہ اولیٰ نہیں خصوصاً اضطراری وعموم بلویٰ میں کذا فی ردالمحتار (۱۰)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۸): وفـى الـدر الـمـختـار مـع الشـامية: المناظرة فى العلم لنصرة الحق عبادة، ولأحد ثلاثة حرام: لقهر مسلم، واظهار علم، ونيل دنيا أو مال أو قبول. (الدر المختار مع الشامية، ج: ۹، ۶۰۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۹): (الهداية ومعه البناية، ج: ۸، ص: ۴۰۴، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۱۰): قـال العلامة الشيخ محمد تقى العثمانى دامت بركاتهم: ولكن صرح عدة مـن الـفقهاء بانه قد يجوز العمل أو الافتاء برواية ضعيفة أو قول مرجوح لضرورة اقتضت ذلـك، وحـاصل كلامهم انه لايجوز الأخذ بالأقوال الضعيفة بالتشهى، ولكن اذا ابتلى=

عالم بے عمل کی تعریف

﴿سوال﴾ عالم بے عمل وہی ہے کہ اوروں کو بتائے اور آپ نہ کرے یا عالم بے عمل اور ہے یہ نہیں۔

﴿جواب﴾ عالم بے عمل جو تلقین کرے اور خود خلاف شرع کرے اگر لوگوں کو وظائف نوافل

=الرجل بحاجة ملحة، وسع له أن يعمل لنفسه بقول ضعيف أو رواية مرجوحة.... و حاصل ماذكره ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰى أن العمل بالمرجوح يجوز فى حالتين: الأولى: حالة الضرورة ورفع الحرج الشديد، والثانية: اذا كان المفتى من اهل الاجتهاد فى المذهب، ولو كان اجتهاده جزئيا، فانه يرجح ماهو مرجوح فى المذهب على اساس قوة دليله عنده، فيصير راجحا حسب رأيه .(اصول الافتاء وآدابه، الفصل الحادى عشر، لايجوز العمل أو الافتاء بالروايات الضعيفة أو المرجوحة، الا لضرورة تبدو لمفتٍ عارف متبحر،ص: ۱۹۸ ،۲۰۰، ط، مكتبة معارف القرآن، كراتشى)

وقال العلامة المحدث الكبير محمد فريد رحمه اللّٰه تعالٰى: قلت بتوفيقه نعم جاز الافتاء والقضاء بمذهب الغير عند الضرورة. قال العلامة الشامى فى ردالمحتار ص: ۲۳۹، جلد: ۴، وفى جامع الفصولين قد اضطرب آرء هم وبيانهم فى مسائل الحكم للغائب و عليه ولم يصف ولم ينقل عنهم اصل قوى ظاهر يبنى عليه الفروع بلا اضطراب ولا اشكال فالظاهر عندى ان يتأمل فى الوقائع ويحتاط ويلاحظ الحرج والضرورات فيفتى بحسبها جوازاً وفسادا (الى ان قال) دفعا للحرج والضرورات وصيانة للحقوق عن الضياع مع انه مجتهدفيه ذهب اليه الائمة الثلثة الخ. وفى المجلد الثالث ص: ۴۵٦، عن القهستانى لو افتى به (مذهب احمد) وفى موضع الضرورة لابأس به على ما اظن. فقط.(فتاوى فريديه، ج: ۱ ،ص: ۲۲۷)

تلقین کرے خود نہ کرے وہ برا نہیں۔ مگر واجبات کو ترک کر کے ممنوعات کو کرے وہ عالم بے عمل ہوتا ہے (۱۱)۔

جہلاء سے بحث ومباحثہ کرنے کی غرض سے علم حاصل کرنا

﴿سوال﴾ زید ایک معمولی سا مولوی ہے لوگوں سے مسائل متنازعہ میں گفتگو کر کے فساد کرتا ہے اور عوام اور جہلا سے بلا وجہ بحث مباحثہ کرتا ہے مسائل مختلف فیہ میں نہایت تشدد کرتا ہے چنانچہ عمرو سے جو ایک مبتدی طالب علم نفحۃ الیمن وغیرہ پڑھتا ہے مسئلہ رفع یدین فی الصلوۃ عندالرکوع میں گفتگو کی۔ زید نے کہا رفع یدین عندرکوع ممنوع فی الحدیث ہے عمرو نے جواب دیا نہیں بلکہ سنت ہے چنانچہ سبیل الرشاد میں رفع وعدم رفع کو سنت تحریر فرما کر عدم رفع کو راجح لکھا ہے ممنوع نہیں ہے اگر ممنوع فی الحدیث ہوتا تو سبیل الرشاد میں ضرور تحریر فرمایا جاتا تو زید نے اس کے جواب میں کہا میں کسی کا کلام نہیں مانتا اور چند کلمات سخت کہے۔ عمرو نے بھی اس کے جواب میں غصہ سے یہ کہا جو سنت کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے اس پر عمل کرنے کو ممنوع کہے وہ ملحد ہے لہٰذا عرض ہے جو طور سبیل الرشاد میں تحریر ہوا ہے یہی درست ہے یا رفع یدین مذکور ممنوع فی الحدیث ہے اور زید جو لوگوں کو ایسے الفاظ کہتا ہے اور کہلواتا ہے اور لوگوں کو ورغلاتا ہے کس جرم کا مستحق ہے اور اس حدیث کا مصداق ہے یا نہیں **من طلب العلم لیجاری به العلماء ولیماری به السفهاء او یصرف به وجوه الناس الیه ادخله الله النار** (۱۲). اور عمرو نے جو اس کے جواب میں ملحد کہا وہ کس درجہ کا گنہگار

---

(۱۱):وقال رسول اللّٰہ ﷺ مررت لیلة اسری بی باقوام تقرض شفاههم بمقاریض من نار، فقلت: من انتم؟ فقالوا: کنا نأمر بالخیر ولانأتیه وننهی عن الشر ونأتیه....وقال ابوالدرداء رضی الله عنه: ویل لمن لایعلم مرة وویل لمن یعلم ولایعمل سبع مرات....والعالم الذی لایعمل کالمریض الذی یصف الدواء وکالجائع الذی یصف لذائذ الأطعمة ولایجدها. ولکم الویل مما تصفون.(الأنبیاء:۱۸).(احیاء علوم الدین، کتاب العلم،الباب السادس فی آفات العلم وبیان علامات علماء الآخرة والعلماء السوء، ص:۷۶،۷۸،ط، دار ابن حزم، بیروت لبنان)

(۱۲):اخرجه الترمذی فی جامعه وقال هذا حدیث غریب لانعرفه الا من هذا=

ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ جو طور سبیل الرشاد میں مذکور ہے وہ ہی صحیح ہے احادیث صحیحہ سے دونوں امر ثابت ہیں (۱۳)۔ کسی ایک کو ممنوع اور اسکے فعل کو ارتکاب منہی اور فعل منکر نہ کہنا چاہیے اور جو شخص ایسے کلمات کہے یا مجارات و ممارات کو مقصود تحصیل علم بنادے وہ سخت گستاخ بلکہ مستحق تعزیر ہے اور قابل تادیب فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الوجه، واسحٰق بن يحيى بن طلحة ليس بذاک القوى عندهم، تكلم فيه من قبل حفظه. (ابواب العلم ، باب ماجاء فيمن يطلب بعلمه الدنيا، ج: ۲، ص: ۲۵۶، ط، الطاف اينڈ سننر، كراتشى باكستان)

(۱۳):واعلم ان الأثار عن الصحابة والطرق عنه ﷺ كثيرة جداً، والكلام فيها واسع من جهة الطحاوى وغيره، والقدر المتحقق بعد ذٰلک كله ثبوت رواية كل من الأمرين عنهﷺ الرفع عند الركوع وعدمه...الخ. (فتح القدير، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ج: ۱، ص: ۳۱۹، ۳۲۰، ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

وقال الامام العلامة ابو محمد محمود بن احمد بن موسىٰ بدر الدين العينى الحنفى رحمه اللّٰه تعالىٰ: وقال أشرف الدين بن نجيب الكاسانى فى البدائع : وروى عن ابن عباس أنه قال: ان العشرة الذين شهد لهم رسول اللّٰه بالجنة ماكانوا يرفعون أيديهم الا لافتتاح الصلاة.

قلت: فعلى هذا مذهب أبى حنيفة مذهب جماعة من الصحابة والتابعين ومن بعدهم، أما من الصحابة: أبو بكر الصديق، وعمر، وعثمان، وعلى، وطلحة بن عبيداللّٰه، والزبير بن العوام، وسعد بن أبى وقاص، وسعيد بن زيد، وعبدالرحمٰن بن عوف، وأبو عبيدة عامر ابن عبداللّٰه بن الجراح، فهؤلاء العشرة، وعبداللّٰه بن مسعود، وجابر ابن سمرة، والبراء بن عازب، وعبداللّٰه بن عباس، وعبداللّٰه بن عمر، وأبو سعيد الخدرى،=

نفس پرور عالم اور بدعتی صوفی میں کون افضل ہے

﴿سوال﴾ جو عالم کہ خوب کھاوے اور خوب پہنے اور نماز میں جماعت کی پابندی بھی نہ کرے۔ چاہے جماعت ملے یا نہ ملے اپنے نفس کی خاطر مسائل کو تاویل کرے تو یہ عالم اچھا یا یہ صوفی بدعتی تہجد گزار حاجی وظیفچی مذکور الصدر اچھا فرمائیے۔

﴿جواب﴾ میرے نزدیک یہ دونوں برے ہیں مگر عالم نفس پرور زیادہ بد ہے صوفی مبتدع سے کیونکہ اس کا گناہ لوگوں کو بہت نقصان دیتا ہے صوفی بدعتی کا کم نقصان دیتا ہے (۱۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=ومن التابعين ومن بعدهم: مذهب ابراهيم النخعي، وابن ابى ليلى، وعلقمة، والأسود، والشعبى، وأبى اسحاق، وخيثمة، وقيس، والثورى، مالك، وابن القاسم، والمغيرة، ووكيع، وعاصم بن كليب، وجماعة آخرين.

والجواب عن أحاديث الرفع أنها منسوخة بدليل ما روى عن ابن مسعود أنه قال: "رفع رسول الله فرفعنا، وترك فتركنا" على أن ترك الرفع عند تعارض الأخبار اولٰى... الخ. (شرح سنن أبى داؤد للعينى، كتاب الصلٰوة، ابواب استفتاح الصلٰوة، باب فى رفع اليدين، ج:۳، ص: ۳۰۳، ط،مكتبة الرشد، الرياض)

(۱۴):عن الاحوص بن حكيم، عن أبيه، قال: سأل رجل النبىﷺ عن الشر. فقال: لاتسألونى عن الشر، وسلونى عن ا لخير ، يقولها ثلاثاً، ثم قال: ألا ان شر الشر شرار العلماء، وان خير الخير خيار العلماء. رواه الدارمى.

قال العلامة الشيخ على بن سلطان محمد القارى رحمه الله تعالٰى تحت هذا الحديث: (ان شر الشر) أى اعظمه (شرار العلماء وان خير الخير خيار العلماء) قال الطيبى: انما كانوا شر الشر وخير الخير لأنهم سبب لصلاح العالم وفساده واليهم تنتمى امور الدين والدنيا وبهم الحل والعقد.اهـ، أو لأن عذاب شرارهم فى العقبى شر العقاب=

تن پروری وکامرانی کرنے والا عالم

﴿سوال﴾ ۔

عالم کہ کامرانی وتن پروری کند
او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

یہ شعر واقعی سچ اور ٹھیک ہے یا صرف مضمون شاعری ہی ہے؟

﴿جواب﴾ معنی شعر کے درست ہیں تن پروری یہ ہے کہ اپنے نفع دنیا کے واسطے خلاف شرع بھی کرلیوے۔ منہ دیکھ کر فتویٰ دیوے اور جو مباح کھانے پہننے میں موافق حکم شرع کے عمل کرے اور مباحات کا امر کرے وہ داخل شعر کے مضمون میں نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=ومراتب خيارهم فى منازل الجنة خيرمآب والله أعلم بالصواب(رواه الدارمى).(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث، ج: ۱،ص: ۴۷۶، ۴۷۷، ط، دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

ملفوظات

جہلاء سے نہ الجھنا

﴿۱﴾ جہلاء سے مت الجھنا وہاں چند آدمی بد وضع جمع ہیں ان سے مت الجھنا اپنے عقائد واعمال جیسے یہاں ہیں ویسے ہی رکھنا (۱۵)۔

حافظ قرآن باترجمہ وبلاترجمہ میں فرق، قرآن بھولنے کا گناہ

﴿۲﴾ مسئلہ: ۔حافظ قرآن کے مدراج معہ ترجمہ میں زیادہ ہیں اور بلاترجمہ میں اس قدر نہیں ہیں اور بھول جانا سارے قرآن کا زیادہ گناہ ہے اور کم کا کم گناہ اور گناہ وہ بھولنا ہے جو اس بھولنے والے کی کم توجہی اور بے اعتنائی سے ہو اور اگر کسی مجبوری یا مرض سے ایسا ہو تو مضائقہ نہیں ہے (۱۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خرق عادت

﴿۳﴾ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. اما خرق عادت پس بیانش آنکہ حق جل وعلا بقدرت کاملہ

---

(۱۵): قال اللّٰہ تبارک وتعالی: واذا خاطبھم الجاھلون فقالوا سلٰما. (سورۃ الفرقان: ۶۳)

(۱۶): قال العلامۃ الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: لاشک أن حفظ القرآن من منن اللّٰہ وکرمہ علی عبادہ، فاذا غفل عنہ عبد بجھلہ ینساہ، وقد وردت عدۃ روایات تتوعد علی نسیان القرآن بعد حفظہ، فروی عن أنس قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: عرضت علی ذنوب أمتی، فلم أر ذنبا أعظم من سورۃ من القرآن، أو آیۃ أوتیھا رجل، ثم نسیھا.

وعن سعد بن عبادۃ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: ما من امرئ یقرأ القرآن ثم ینساہ الا لقی اللّٰہ أجذم. (منھج الحیاۃ الایمانیۃ والتربیۃ الدینیۃ فی ضوء الکتاب والسنۃ، ص: ۲۶۴، ۲۶۵، ط، المکتبۃ الیحیویۃ سھارنفور، الھند)

خود بنابر تصدیق انبیاء علیہم السلام چیزے اظہار می نماید کہ صدور آن چیز بہ نسبت ایشان ممتنع می نماید اگر چہ بہ نسبت دیگر کس ممتنع نمی باشد۔ تفصیلش آنکہ وجود بعضے اشیاء بحسب عادت اللہ موقوف می باشد بر فراہم آمدن اسباب وادوات آن چیز پس کسیکہ ادوات وآلائش حاصل میدارد صدور چیز مذکوراز وخرق عادت نیست وکسیکہ ادوات مذکور حاصل نمیدارد البتہ صدور آن از واز قبیل خرق عادت است مثلاً نوشتن بہ نسبت نویسندہ خرق عادت نیست و بہ نسبت امی خرق عادت وکشتن بسلاح خرق عادت نیست وبجر دہمت ودعا خرق عادت پس ازیں بیان واضح گشت کہ این معنی لازم نیست کہ ہر خرق عادت خارج از مطلق طاقت بشری باشد بلکہ ہمیں قدر لازم ست کہ نسبت صاحب خارقہ صدروآن خلاف عادت باشد بجہت فقدان ادوات وآلات پس بسیار چیز است کہ ظہور آن از مقبولین حق از قبیل خرق عات شمردن می شود حالانکہ امثال ہمان افعال بلکہ اقوی واکمل ازاں ارباب سحر واصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد پس وقتیکہ بر حاضران واقعہ این قدر ثابت باشد کہ صاحب خارق مہارت درفن سحر وطلسم نمیدارد پس لابد صدور خارقہ مذکور علامت صدق اوتواند بود لہٰذا نزول مائدہ از معجزات حضرت مسیح شمردہ میشود بخلاف آنچہ اہل سحر بسیارے را از اشیاء نفسیہ از جنس میوہ وشیرینی باستعانت شیاطین حاضر می آرند ودر دوستان وہمنشینان خود بآن افتخار می نمانید۔ چون معنی خرق عادات واضح گشت لابد دریں مقام تامل باید نمود کہ خرق عادت چرا ظاہر میگردد وچگونہ ظاہر میشود اما اول پس باید دانست کہ ظہور خوارق بالذات از اسباب ہدایت نیست گو کہ درحق بعضے سعداء اتفاقاً سبب ہدایت گردد بلکہ ظہور آن بالذات برائے اتمام حجت واسکات مخالفین والزام مجادلین است الخ اما آنکہ چگونہ حادث میشود پس بیانش آنکہ حق جل وعلا بقدرت کاملہ خود درعالم تکوین تصرفے عجیب وغریب بنابر تصدیق مقبولے از مقبولان خود میفر ماید (۱۷) نہ آنکہ قدرت

(۱۷):والحاصل ان الامر الخارق للعادة هو بالنسبة الى النبى(ﷺ)معجزة سواء ظهر من قبله او قبل أمته،لدلالته على صدق نبوته وحقية رسالته، فبهذا الاعتبار جعل معجزة له والا فحقيقة المعجرة أن تكون مقارنة للتحدى على يد المدعى وبالنسبة الى الولى كرامة.(شرح الفقه الأكبر للملاعلى القارى،ص: ۶۹،ط،دار الكتب العربية الكبرى،مصر)

صدور خرق عادت درد ایجاد میفر ماید و اورا باظہار آن ماموری نماید حاشا وکلا قدرت تصرف در عالم تکوین از خواص قدرت ربانی ست نہ از آثار قوت انسانی ۱۲۔ رسالہ منصب امامت تصنیف مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ از صفحہ ۳۱ تا صفحہ ۳۲۔ ترجمہ منصب امامت از صفحہ ۲۱ تا صفحہ ۳۲۔ امانزول برکت پس بیانش آنکہ چنانکہ حق جل وعلا بحکمت بالغۂ خود جرم آفتاب را واسطہ اشراق عالم فرمودہ ودافع تاریکی قرار دادہ پس ہر چند انتشار نور در اطراف عالم واضمحلال ظلمت از روئے زمین محض از قدرت کاملۂ اوتعالیٰ است ہر کہ آفتاب را خالق نور قرار دہد ہر آئینہ کافر گردد والعیاذ باللہ لیکن سنت اللہ باین طریق جاری گردید کہ ہر گاہ آفتاب طلوع می کند۔ تمام عالم پر از انوار میشود وروئے زمین از غبار ظلمت پاک میگردد ہمچنیں از بسلہ اکابر ایشان ملکی اند وبشر فلکی وجود ایشان آفتابے است کہ براوج چرخ ملکوت تابندۂ قمرے است از جبروت کہ در شب تار ناسوت درخشیدۂ لابد ہمراہ نزول ایشان یک نورے از غیب الغیب بروز میفر ماید کہ سبب اصلاح عالم وانتظام بنی آدم وباعث تقلب اودارد وتغیر اطوار میگردد وپس آنچہ از تغیرات وتقلبات مذکورہ چہ در اقطار عالم واطوار بنی آدم حادث میگردد وہمہ از قدرت کاملہ ربانی است نہ از نتائج طاقت امکانی نہ اینکہ حق جل وعلا ایشان را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ وکار وبار بنی آدم بایشان تفویض نمودہ پس ایشان بامر الٰہی قدرت خود صرف مینمایند واین تصرفات گونا گون وتغیرات بوقلمون در عالم کون بروئے کاری آرند کہ این اعتقاد شرک محض است وکفر بحث ہر کہ بجناب ایشان این عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بیشک مشرک مردود است وکافر مطرود بالجملہ تقدیر نزول الٰہی بنا بر وجاہت کسے یا دعاء کسے از مقبولین امرے دیگر وصدور تصرفات کونی از ہمان مقبول اگر چہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است وثانی محض کفر ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔'' ۱۲ رسالہ منصب امامت مذکور تصنیف مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ در صفحہ ا۔ ترجمہ منصب امامت از ۶۳ تا ۶۴ فائدہ اگر خواہی کہ سر کار دریابی ہوش گرد آر دگوش بمن دار تنقیح مرام وتوضیح مقام موقوف بر بیان نکتہ اس کہ فہمیدنی وار دوآن اینکہ قدرت واختیار چیزے عطا فرمودند وقوت اقتدار آن تفویض نمودن مفہومے دیگر است وفعل خالص خود در چیزے ظاہر کردن مضمونے دیگر مثلاً توان گفت کہ زید بقلم نوشت وفعل خالص خود کہ کتابت است در قلم ظاہر کرد ونمی توان گفت کہ زید قدرت واختیار حرکۃ وقوت واقتدار کتابت بقلم سپر وزیرا کہ قلم تا وقتیکہ مثل زید انسان نشود قدرت واختیار حرکۃ وقوۃ واقتدار از کتابت

حاصل نمیتوان کرد و خاصۂ انسان بدست تنواں آورد۔ پس اگر کسے گوید کہ زید قلم را قدرت و اختیار نوشتن داد وتفویض خاصۂ خود نبواخت محصل کلامش ہمیں خواہد بود کہ زید قلم را انسان ساخت داگر گوید کہ زید بقلم نوشت مفادش آن باشد کہ فعل کتابت خاصۂ زید است وقلم را ہیچ وجہ در آن فعل قدرتی و اختیارے نیست وقوتے و اقتدارے نے ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا'' ۔ چون این سخن دلنشین وخاطر نشان شد بر اصل مطلب میرویم ومیگوئم کہ قدرت و اختیار افعال خاصۂ احدیت وقوت واقتدار آثار مختصہ صمدیت بکسے یا چیزے سپردن از مرتبہ امکان بمرتبہ وجوب بیرون است زیرا کہ مبدء قدرت و اختیار آن افعال ومدار قوت و اقتدار آن آثار نیست الا وجوب وجود پس ہر کہ آن قدرت و اختیار وآن قدرت اقتدار برائے غیر ثابت میکند۔ محصل کلام ومآل مراقش ہمیں خواہد بود کہ خداوند تعالیٰ اور واجب الوجود گردانیدہ است ازیں تقریر رشیق وتحقیق انیق کہ شنیدی وفہمیدی فوائد بسیار میتوان برداشت انیجا بیان بعضے از انہا میتوان کرد اول (۱) آنکہ بعض افعال خاصۂ الٰہیہ کہ گاہے در ذوات ملائکہ وانبیاء علیہم السلام جلوہ میکند ایشان را در وقوع آنہا بر ہیچ وجہ قدرتے و اختیارے وقوتے واقتدارے نمی باشد پس آن افعال را چون خوردن وپوشیدن از جنس افعال اختیاریہ واعمال مقدورہ نمیتوان شمرد وطلب ایقاع وایجاد آہنا از ایشان بدان ماند کہ از کاتب قطع نظر کردہ باقلم خطاب کنند کہ ہاں اے قلم چنین وچناں بنویس وبدانند کہ قلم در ایقاع این فعل عاطل است وقدرت و اختیارش محال وباطل وپیش ایشان برائے ایقاع آن افعال تذلل وتعظیم بجا آوردن وسجدہ بردن چنان باشد کہ پیش قلم غایت تذلل وتعظیم بجا آرند وامید دارند کہ بنا بر قدرتے واختیارے کہ کاتب باد سپردہ ست چنین وچنان تواند نوشت شعر ؎

فعل خاص حق چو ظاہر در ملک شد یا نبی
اختیار وقدرت ایشان نہ فہمد جز غبی
اختیار وقدرت آنجا نیست نے بیش ونہ کم
زانکہ ہست آن چون ظہور فعل کاتب از قلم

دوم (۲) آنکہ نسبت تفویض وتصرف وتدبیر کہ بہ بعض ملائکہ وغیرہم میکنند ہمان نسبت قلم وکاتب ست وہمان معنی ست کہ انشا پردازان مینویسند کہ تفصیل این وآن حوالۂ قلم نمودہ ایم نہ آنکہ قدرت واختیار خلق

وتکوین بجز داراده کن فیکون بایشان تفویض نموده باشد کہ حصول آن موقوف برحصول وجوب وجود ست کما مر۔ سوئم (۳) آنکہ ازیں تقریر سر دلالت معجزات بررسالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نیز میتوان دریافت زیرا کہ وقوع آنہا متفرع برقوۃ مودعہ وقدرۃ مفوضہ نمی باشد وعقل وقدرت واستقلال آنہا درایجاد آنہا اصلا ومطلقاً جائز نمیدارد ومیداند کہ این فعل فعلِ خاص جناب الٰہی ست وقدرت واختیار را درآن بہ ہیچ وجہ مدخلے نے واعطاء قدرت این چنین افعال محال است کہ ظرف تنگ ممکنات دعاء این چنین عطیات نمیتواند شد پس گویا این چنین افعال خاصۂ واجب متعال است بزبان حال میگویند کہ ما افعال خاصہ حضرت الٰہی ایم کہ برنبوت این نبی گواہیم۔ چہارم (۴) آنکہ مقام فنا کہ ببعض اولیاء دست میدہد حقیقتش نہ آنست کہ ایشان عین ذات واجب الوجود شوند یا قدرت افعال خاصہ احدیت وآثار مختصہ صمدیت بایشان مفوض گردد بلکہ غایتش آنست کہ قدرت واختیار افعال اختیاریہ بشریہ وقوت واقتدار اعمال مقدورہ انسانیہ از ذات ایشان بکلی محو مینمایند وبہر وجہ سلب میفرمانید ازان ہمان افعال خاصہ الٰہیہ درذوات ایشان جلوہ میکنند وچون قلم دردست کاتب خالی از شعور واختیار ومعرا ازقوۃ واقتداری باشند وازینجا بمعنی حدیث فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به الحدیث (۱۸) میتوان ردپنجم (۵) آن کہ دانستن مغیباب کہ دربعض اوقات از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ردمیدہدہم ازین قبیل است یعنی متفرع برقوتے وقدرتے وشانے وصفتے نیست کہ درذوات طیبہ ایشان ودیعت نہادہ باشند بلکہ محض فعل خاصہ الٰہی است کہ این جا جلوہ میکند مثل حرکت قلم بہ فعل کاتب۔ ششم (۶) آنکہ مشرکین سابقین ولاحقین دریں دو معنی خلط مینمایند کہ واجب تعالیٰ قدرت واختیار این افعال وقوت اقتدار ایقاع این آثار باین ذوات دادہ است وچون افعال اختیاریہ انسانیہ واعمال مقدورۂ بشریہ درقبضۂ تصرف آنہا نہادہ وبنابر ہمین اعتقاد بے بنیاد پیش آنہا سجدہ می برند ونذور وفرامین وتضرع وزاری بعمل می آرند وداد اشراک میدہند ونمیدانند کہ تاوقتیکہ اینہا واجب الوجود نشوند قدرت واختیار این افعال خاصۂ الٰہیہ حاصل نتوانند کرد۔ ہفتم آن کہ لفظ علم ذاتی وتصرف استقلال ومثل آنکہ درکلام بعض علماء مثل مولانا شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز نسبت بکفار

(۱۸): اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الرقاق، باب التواضح، ج: ۲، ص: ۹۶۳، ط، مکتبه رحمانیه، لاهور)

واقع شدہ مراد ازان ہمین اثبات قدرت واختیار از درگاہ پروردگار ست کہ موجب شرک کفار نا بکار ست ورنہ مشرکین عرب ذات وصفات اصنام رامخلوق خدا وقدرت واختیار آنہا عطا فرمودۂ جناب کبریا میدانستند کما مر تحقیقہ ووجہ اطلاق لفظ استقلال ظاہرست زیرا کہ مشرکین بیدین آن افعال خاصۂ الٰہیہ را بہ سبب اعتقاد وتفویض قدرت واختیار درافعال اختیاریہ واعمال مقدوریہ داخل نمودند وبرافعال اختیاریۂ بندگان جمیع احکام استقلال جاری میشود استحقاق مدح وذم طاری گوکہ ہمہ افعال عباد برقوت وقدرۃ خدادادمبنی باشد۔ ہشتم (۸) آنکہ مشرکین بےتمکین چون اصنام رابرافعال خاصۂ الٰہیہ قادر ودرایقاع آنہا مختار دانستند وآن مستلزم وجوب وجودست و وجوب وجود مستجمع جمیع صفات کمال پس گویا معبود است کہ اورا با خدا برابر ودر ہمہ کمالات ہمسر میدانند وبیضاوی ہم اشارتے باین امری کند آنجا کہ میگوید وتسمية مايعبده المشركون من دون الله انداداً وما زعموا انها تساويه فى ذاته وصفاته ولا انهما تخالفه فى افعاله لانهم لما تركوا عبادته الى عبادتها وسموها آلهة شابهت حالهم حال من يعتقد انها ذوات واجبة بالذات قادرة على ان تدفع عنهم باس الله وتمنحهم مالم يرد الله لهم من خير انتهىٰ (۱۹). یعنی مشرکین اصنام را واجب الوجود نمیخوانند درصفات اوشریک نمیگردانند لیکن چون برمنصب استحقاق عبادت می نشانند گویا کہ در ہمہ چیز برابر میدانند ف باید دانست کہ میان افعال اختیاریۂ عباد با افعال خاصۂ رب العباد تفاوت بسیار ست چہ ایجاد چیز ہا کہ از بندگان او دہد با آلات وادوات مشروط است بشرائط واسباب مشروط مثلاً نوشتن است کہ چند چیز میخواہد دوات وقلم وکاغذ وکارد وقط زن ونور بصر ونور آفتاب وعقل وخیال وارادہ وشوق دید واصابع وحرکت آنہا را ایجاد رب العباد نہ بانہا منوط نہ باینہا مشروط بمجرد ارادہ ہر چہ میخواہد بوجود می آرد حاجت اسباب وآلات ندارد وایجاد کذائی را کہ مبنی برمجرد ارادہ است تعبیر بکن فیکون میکند انما امره اذا اراد شيئاً ان يقول له كن فيكون (۲۰) پس اثبات قسم اول از افعال برائے بندگان ایزد متعال صحیح است واثبات قسم ثانی کفر صریح وشرک

(۱۹):(أنوار التنزيل وأسرار التأويل المعروف بتفسير البيضاوى، ج: ۱،ص: ۵۶،ط، دار احياء التراث العربى، بيروت لبنان)

(۲۰):(سورة يٰسين: ۸۲)

قبیح بالجملہ طلب افعال اختیاریہ از ایشان رواست وطلب افعال الٰہیہ بیجا چہ آن مقدور ایشان است وایشان ذات بے نشان ۱۲۔ رسالہ رد بوارق تصنیف مولوی حسین شاہ صاحب بخاری بت شکن صاحب خلعت الہنود ۱۲۔

فصل اعلم ان معنی تسمیة ماجاء ت به الانبیاء معجزة هو ان الخلق عجزوا عن الاتیان بمثلها وهی علی ضربین وضرب هو من نوع قدرة البشر فعجزوا عنه فبعجزهم عنه هو فعل اللّٰه دل علی صدق نبیه کصرفهم عن تمنی الموت وبعجزهم عن الاتیان بمثل القرآن علی رای بعضهم ونحوه وضرب هو خارج عن قدرتهم فلم یقدورا علی الاتیان بمثله کاحیاء الموتی وقلب العصا حیّة و اخراج ناقة من صخرة وکلام الشجرة ونبع الماء من بین الاصابع وانشقاق القمر مما لایمکن ان یفعله احد الا اللّٰه تعالیٰ فیکون ذلک علی ید النبی من فعل اللّٰه تعالیٰ وتحدیه علیه السلام عن یکذبه ان یاتی بمثله تعجیز له ۱۲ شفاء قاضی عیاض صفحه ۱۲۲ قال المتکلمون وتحت المعجزة بکونها فعل اللّٰه تعالیٰ ولیست داخلة تحت قدرة البشر ۱۲ شرح الشفا المسمی بفتح الصفاء هل کنت الا بشرا کسائر الناس رسولا کسائر الرسل فکانوا لایاتون قومهم الا بما یظهره اللّٰه علهیم علی ما یلائم حال قومهم ولم یکن امرالآیات الیهم و لالهم ان یتحکموا علی اللّٰه حتی یتخیروا. بیضاوی ۱۲ . امام توربشتی درکتاب معتمد فی المعتقد در باب دوم در فصل اول در معنی نبوت واثبات آن در ذکر معجزات فرمودہ کہ امثال این چہ یاد کردیم از معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جز خدائے تعالیٰ نتواند کردن دور فصل ششم در ایمان بخدائے تعالیٰ فرمودہ ودلیل برین آنست کہ قرآن معجز است ومعجز آن باشد کہ جز خدائے تعالیٰ دیگرے برآن قادر نباشد واگر قول جبرئیل بودے معجز نبودے واگر قول پیغمبر بودے ہم چنیں معجز نبودے ۱۲ مولانا حیدر علی ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ در بعض مصنفات خود تحریر فرمودہ وکرامة الاولیاء حق ومعجزة للنبی ﷺ کذا فی کتب الکلام وما یزعم العوام ان الکرامة فعل الاولیاء انفسهم باطل بل هو فعل اللّٰه یظهره علی ید الولی تکریماً له وتعظیماً لشانه ولیس للولی ولاللنبی فی صدوره اختیار اذ لااختیار لاحد فی افعال اللّٰه تعالیٰ وتقدس

کما فی شرح العقائد العضدیه للمحقق الدوانی ھی ای المعجزۃ امر یظھر بخلاف العادۃ علی ید مدعی النبوۃ عند تحدی المنکرین علی وجه یدل علی صدقھم ولایمکنم معارضته ولھا سبعة شروط الاول ان یکون فعل اللّٰه تعالیٰ او مایقوم مقامه من التروک الخ ۱۲ . اور نیز مولوی حیدر علی صاحب ٹونکی نے بحوالہ شرح عقائد جلالی معجزہ کی سات شرطیں لکھی ہیں جن میں سے ایک ان یکون فعل اللّٰه تعالیٰ اورمایقوم من التروک بھی ہے اور ایسے ہی شرح مواقف میں بھی مذکور ہے المقصد الثانی فی حقیقة المعجزۃ والبحث فیھا عن امور ثلثة عن شرائط و کیفیة حصولھا ووجه دلالتھا علی صدق مدعی رسالة البحث الاول فی شرائطھا وھی سبع الشرط الاول ان یکون فعل اللّٰه تعالیٰ ومایقوم مقامه من التروک ونیز درشرح مواقف درہمیں بحث ذکر کردہ قال الآمدی ھل یتصور کونالمعجزۃ مقدورۃ للرسول ام لااختلفت الائمة فیه فذھب بعضھم الی ان المعجزۃ فیما ذکر من المقال لیس ھو الحرکة بالصعود او المشی لکونھا مقدورۃ له یخلق اللّٰه فیه القدرۃ علیھا انما المعجزۃ ہ ھناک بنفس القدرۃ علیھا وھذہ القدرۃ لیست مقدورۃ له وذھب آخرون الی ان نفس ھذا الحرکة معجزۃ من جھة کونھا خارقة العادۃ ومخلوقة اللّٰه تعالیٰ وان کانت مقدورۃ للنبی وھو الاصح واذا عرفت ھذا فلایخفی علیک ما فی عبارۃ الکتاب من الاختلال ۱۲ . اور شرح مقاصد میں بھی یہی اختلاف ائمہ درباره مقدوریۂ معجزہ مذکور ہے بلکہ این مبنی است برآن کہ معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل خدائے تعالیٰ است کہ بردست دے اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر کہ کسب این از بندہ است وخلق از خدائے تعالیٰ ددر معجزہ کسب نیز از بندہ نیست پس معنی این آیۂ انیست کہ مارمیت اذ رمیتصورۃً ولکن اللّٰه رمی (۲۱) حقیقةً وآن نیز مراد نیست کہ رمیت خلقا اذ رمیت کسباً زیرا کہ این نیز در تمامی افعال جاری است ۱۲ مدارج النبوۃ تصنیف شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جلد دوم صفحہ ۱۱۶ مطبع ناصری دہلی ۔ مولانا شاہ سخاوت علی صاحب جونپوری کہ اکابر علماء ہند اور اجل خلفاء حضرت سید صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اپنے رسالہ عقائد

---

(۲۱): (سورۃ الانفال:۱۷)

نامہ اردو میں لکھتے ہیں۔

﴿سوال﴾ کرامت کیا ہے۔

﴿جواب﴾ خلاف عادت کا کام اولیاء کے ہاتھ سے ہووے (۲۲) جیسے دور کی راہ تھوڑی مدت میں جاوے یا ہوا پر چلے یا کھانا پانی حاجت کے وقت مل جاوے۔

﴿سوال﴾ کرامت اس کے اختیار میں ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾ اختیار میں نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کی عزت بڑھانے کو ان کے ہاتھ سے ظاہر کر دیتا ہے ۱۲۔ مولانا سید اولاد حسن صاحب قنوجی (شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب) کہ اجل خلفاء حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تحت شرح اس آیت شریف کے **وان کان کبر علیک اعراضھم الخ** ازیں آیت کریمہ ہدایہ ضمیمہ چند فوائد معلوم باید کرد یکے آن کہ حضرت ﷺ بایمان قوم خود نہایت حریص بودند اعراض ایشان از اسلام برآن عالی مقام گردان می نمود۔ دوم آنکہ خواہش آنجناب بود آنکہ ہرگاہ قوم طلب معجزہ کنند آن معجزہ حسب خواہش ایشاں ظہور یابد تا باشد کہ ایمان آرند و آن نمی شد سوم آنکہ اصدار معجزہ وقبول ایمان بخواہش واختیار رسول نمیباشد ہر چند آن غیر مقبول وفرستادہ اش باش ۱۲۔

(۱) ترجمہ: خرق عادت کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے ایسی باتوں کو ظاہر فرماتے ہیں کہ اس کا صادر ہونا ان کی نسبت سے ممتنع ہوتا ہے اگرچہ دوسرے شخص کی نسبت سے ممتنع نہیں ہوتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اشیاء کا وجود حسب عادت الٰہی موقوف ہوتا ہے اس چیز کے اسباب وسامان کے فراہم ہونے پر۔ پس جو شخص کہ سامان وذرائع رکھتا ہے اس

---

(۲۲): قال علماؤنا من أظهر الله على يديه ممن ليس بنبي كرامات وخوارق للعادات...الخ. (تفسير ابن كثير، ج: ۱، ص: ۲۳۲، ط، دار طيبة، رياض / والجامع لاحكام القرآن للقرطبي، ج: ۱، ص: ۴۴۳، ط، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان)

سے مذکورہ چیز کا صادر ہونا خرق عادت نہیں ہے اور جسکو مذکورہ ذرائع حاصل نہ ہوں اس سے البتہ ان باتوں کا ظاہر ہونا منجملہ خرق عادت کے ہے مثلاً کسی کاتب کے لئے لکھنا خرق عادت نہیں اور اس شخص کے لئے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو لکھنا خرق عادت ہے اور تلوار سے کسی کو مار ڈالنا خرق عادت نہیں ہے اور صرف ہمت و دعاء سے مار دینا خرق عادت ہے پس اس بیان سے واضح ہوگیا کہ یہ لازم نہیں ہے کہ ہر خرق عادت مطلق طاقت بشر سے خارج ہو بلکہ اسی قدر لازم ہے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو اس سے اس کا صدور اسباب و ذرائع کے فقدان کیوجہ سے خلاف عادت ہو۔ پس بہت سی چیزیں ہیں کہ اس کا مقبولان حق تعالیٰ خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے قوی اور اکمل صاحبان سحر و طلسم سے ممکن الوقوع ہے تو اگر کسی وقت حاضرین واقعہ پر یہ ثابت ہو جائے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو رہا ہے وہ فن سحر و طلسم میں مہارت نہیں رکھتا ہے تو اس خرق عادت کا اس سے ظاہر ہونا اس کی سچائی کی نشانی ہوسکتی ہے اس بناء پر مائدہ کا آسمان سے نازل ہونا حضرت مسیح علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ سمجھا جاتا ہے برخلاف اس کے اہل سحر بہت کچھ نفیس اشیاء از قسم میوہ و شیرینی شیاطین کی مدد سے حاضر کر لیتے ہیں اور اپنے دوستوں اور ہم نشینوں میں اس پر فخر کرتے ہیں۔ جب خرق عادت کے معنی ظاہر ہوگئے تو اب اس جگہ پر غور کرنا چاہیے کہ خرق عادت کیوں ظاہر ہوتا ہے اور کس طرح ظاہر ہوتا ہے جس کے لئے حسب ذیل امور قابل غور ہیں۔

(۱) اول تو یہ جاننا چاہیے کہ خارق عادت کا ظہور بالذات اسباب ہدایت سے نہیں ہے گو بعض نیک بختوں کے حق میں اتفاقاً ہدایت کا سبب بھی ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ظاہر ہونا ہی بالذات اتمام حجت اور مخالفین کو ساکت کرنے اور جھگڑنے والوں کو ملزم بنانے کے لئے ہے...الخ۔

(۲) رہا یہ کہ خرق عادت کس طرح ظاہر ہوتا ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی قدرت کاملہ سے عالم کون و مکان میں عجیب و غریب تصرف اپنے مقبولوں میں سے کسی مقبول کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے فرماتے ہیں نہ یہ کہ خرق عادت صادر کرنیکی قدرت اس مقبول بندہ میں ایجاد فرماتے ہیں، اور اس کو ظاہر کرنیکا مامور فرماتے ہیں۔ حاشا وکلا۔ بلکہ اس عالم تکوین میں تصرف کی قدرت صرف قدرت ربانی کے خواص سے ہے نہ کہ قوت انسانی کے آثار سے (رسالہ منصب امامت مصنفہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید

رحمۃ اللہ علیہ از صفحہ ۳۱ تا ۳۳۔ ورسالہ ترجمہ منصب امامت از صفحہ ۲۱ تا ۲۳) رہا برکت کا نازل ہونا تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی حکمت بالغہ سے جرم آفتاب کو عالم کو منور بنانیکا اور تاریکی کو دفع کرنے کا واسطہ قرار دیا ہے تو چونکہ اطراف عالم میں نور کا پھیلنا اور روئے زمین سے اندھیرے کا کمزور پڑ جانا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہے اس لئے جو شخص آفتاب کو خالق نور قرار دے گا وہ کافر ہو جائے گا العیاذ باللہ لیکن سنت الٰہیہ اسی طریقہ پر جاری ہے کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے تو تمام عالم منور ہو جاتا ہے اور روئے زمین ظلمت کے غبار سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چونکہ ان کے اکابر ملکی ہیں اور بشر ملکی ہے ان کا وجود ایک آفتاب ہے کہ آسمان ملکوت کی بلندی پر تاباں ہے اور ایک چاند ہے جبرادت کا کہ ناسوت کی اندھیری شب میں چمک رہا ہے تو ضرور ہے کہ ان کے نزول کے ساتھ ایک نور غیب الغیب سے ظہور فرماتا ہے کہ سبب عالم کی اصلاح اور بنی آدم کے انتظام کا اور باعث اس کے الٹ پلٹ کا اور تغیر اطوار کا ہوتا ہے لہٰذا جو کچھ کہ تغیرات وانقلابات مذکورہ خواہ اقطار عالم میں ہوں کہ اطوار بنی آدم کے ظاہر ہوتے ہیں تمام کے تمام قدرت کاملہ ربانی سے ہیں نہ کہ امکانی طاقت کے نتائج نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کو عالم میں آثار تصرف کی قدرت عطا فرماتا ہے اور بنی آدم کے کاروباران کے حوالہ فرمادیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قدرت صرف کرتے ہوں اور یہ گوناں گوں تصرفات اور بوقلموں تغیرات عالم کون ومکان میں ظاہر کرتے ہیں کہ یہ اعتقاد شرک محض ہے اور کفر خالص جو شخص کہ ان بزرگوں کی نسبت ایسا برا عقیدہ رکھے بیشک وہ مشرک ومردود ہے اور راندہ ہوا کافر حاصل کلام تقدیر الٰہی کا نازل ہو جانا کسی کی وجاہت کی بناء پر یا کسی مقبول بارگاہ الٰہی کی دعا سے اس میں تبدیلی کا ہونا ایک امر دیگر ہے اور اسی مقبول سے تصرفات کونی کا صادر ہونا اگر چہ امر الٰہی سے ہو امر دیگر ہے کہ اول عین اسلام ہے اور دوسرا کفر محض۔ ع۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ (رسالہ منصب امامت مذکور مصنفہ مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ: ۱۰۰، ترجمہ رسالہ منصب امامت از صفحہ: ۶۳ تا ۶۴)

فائدہ:۔ اگر چاہتے ہو کہ راز اصلی معلوم کرو تو عقل کو کام میں لاؤ اور میری طرف کان لگا کر سنو۔ وضاحت مقام اور تنقیح مقصد ایک نکتہ کے بیان پر موقوف ہے جس کو خوب غور سے سمجھنا چاہیے۔ اور وہ یہ ہے کہ

کسی چیز کا قدرت واختیار فرما دینا اوراس کے قوت اقتدار کو تفویض کرنا ایک دوسرا مفہوم ہے اوراپنے خالص فعل کو کسی چیز میں ظاہر کرنا ایک دوسرا مضمون ہے مثلاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ زید نے قلم سے لکھا اوراپنے فعل خاص کو جو کتابت ہے قلم میں ظاہر کیا۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ زید نے حرکت کے اختیار وقدرت کواوراقتدار کتابت کی قوت کو قلم کے سپرد کردیا اس لئے کہ تاوقتیکہ قلم زید کے مثل انسان نہ ہوگا۔ حرکت کے اختیار وقدرت کواوراقتدار کتابت کی قوت کو حاصل نہیں کرسکتا اورانسان کی خاصیت کو ہاتھ میں نہیں لاسکتا۔ تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زید نے قلم کو قدرت واختیار لکھنے کا دیدیا اوراپنے قلم کو تفویض سے نواز دیا تو اس کا ماحصل یہ ہوا کہ زید نے قلم کو انسان بنادیا اوراگر یہ کہے کہ زید نے قلم سے لکھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ فعل کتابت زید کا خاصہ ہے اور قلم کو کسی طرح بھی اس فعل میں نہ کوئی قدرت واختیار ہے نہ قوت واقتدار۔ ع۔

ببیں تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا

جب یہ بات دلنشین اور خاطر پر جم گئی تو اب ہم اصل مطلب پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ افعال کا اختیار وقدرت خاصۂ جناب احدیت اورآثار پر اقتدار وقوت مخصوصہ جناب صمدیت کسی شخص کو یا کسی چیز کے سپرد کردینا مرتبہ امکان سے مرتبہ وجوب کے باہر ہے اس لئے کہ مبدأ قدرت واختیار ان افعال کا اور مدار قوت واقتدار ان آثار کا بجز وجوب وجود کے کچھ نہیں تو جو شخص اس قدرت واختیار کو اس قدرت واقتدار کو دوسرے کے لئے ثابت کرے گا اس کا حاصل کلام اور مقصود اصلی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو واجب الوجود بنادیا ہے۔ اس بہترین تمہید اور نادر تحقیق سے جو تم نے سنا اور سمجھ لیا بہت سے فائدے اٹھا سکتے ہو جس سے یہاں کچھ بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) اول تو یہ کہ بعض افعال الٰہیہ کہ کبھی ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی ذاتہائے قدسیہ میں جلوہ کرتے ہیں ان نفوس قدسیہ کو ان چیزوں کے واقع کرنے پر کسی قسم کی قدرت وقوت اقتدار نہیں ہوتا ہے پس ان افعال کو مثل کھانے اور پہننے کے افعال اختیاری اور اعمال مقدروہ کی جنس سے نہ سمجھنا چاہیے اوران امور کے واقع ہونے اور ایجاد کرنے کا ان لوگوں سے مطالبہ ایسا ہی ہے کہ کاتب سے قطع نظر کرکے کوئی شخص قلم سے خطاب کرے کہ ہاں اے قلم ایسا اور ایسا لکھ بلکہ یہ یقین رکھیں کہ قلم اس قسم کا فعل واقع کرنے میں مجبور محض ہے اور

اس کی قدرت واختیار محال اور باطل ہے اوران کے آگے ان افعال کے واقع کرنے کے لئے عاجزی کرنا اور تعظیم بجالانا اور سجدہ کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ قلم کے آگے نہایت ہی عاجزی اور تعظیم بجالائیں اور یہ امید رکھیں کہ جو قدرت واختیار کہ کاتب نے اس کے سپرد کردیا ہے اس کے لحاظ سے وہ ایسا اور ایسا لکھ سکتا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے ایک شعر کہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فعل خاص جو فرشتہ یا نبی میں ظاہر ہوا۔ ان کی قدرت اوران کا اختیار سوائے غبی کے کوئی نہ سمجھا۔ وہاں پر تو اختیار وقدرت نہ کم ہے نہ زیادہ۔ اس لئے کہ وہ ایسے ہی ہے جیسے کاتب کے فعل کا قلم سے ظہور ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ سپردگی واختیار وتدبیر کی نسبت جو بعض فرشتوں سے بھی کرتے ہیں وہی قلم اور کاتب کی نسبت ہے اور وہی مطلب ہے کہ انشا پرواز لکھتے ہیں کہ اس کی اوراس کی تفصیل ہم حوالہ قلم کرچکے ہیں نہ یہ کہ خلق وتکوین کا اختیار وقدرت بمجر دارادہ کن فیکون ان کے حوالے ہوگئی ہو کہ اس کا حاصل ہونا وجوب وجود کے حاصل ہونے پر موقوف ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ اس تقریر سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر معجزات سے دلالت کا راز بھی معلوم ہوسکتا ہے اس لئے کہ ان کا واقع ہونا قوت مودعہ اور قدرت مفوضہ پر متفرع نہیں ہوسکتا ہے اوران کی قدرت واستقلال کو ان چیزوں کے ایجاد میں عقل ہرگز اور مطلقاً جائز نہیں رکھتی ہے اور جانتی ہے کہ یہ فعل افعال خاصہ جناب الٰہی سے ہے اور قدرت واختیار کو اس میں کسی وجہ سے بھی دخل نہیں ہے اور اس قسم کے افعال کی قدرت عطا کرنا محالات سے ہے اس لئے کہ ممکنات کا تنگ ظرف اس قسم کے عطیات کا متحمل نہیں ہوسکتا ہے تو گویا اس قسم کے افعال خاصہ واجب متعال سے ہیں اور بزبان حال کہتے ہیں کہ ہم افعال خاصہ حضرت الٰہی ہیں کہ اس نبی کی نبوت پر گواہ ہیں۔

(۴) چوتھا کہ مقام فناء جو بعض اولیاء کو حاصل ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ جو لوگ عین ذات واجب الوجود ہوگئے ہیں یا افعال خاصہ جناب احدیت اور آثار مخصوص جناب صمدیت کی قدرت ان کے حوالے ہوگئی ہے بلکہ حد یہ ہے قدرت واختیار افعال اختیاریہ بشر اور قوت واقتدار اعمال مقدورہ انسانی ان کی ذات سے بالکلیہ محو فرما دیتے ہیں اور ہر طریقے سے سلب فرما لیتے ہیں اس کے بعد وہی افعال خاصۂ الٰہیہ ان کی

ذات میں جلوہ کرتے ہیں اور چونکہ کاتب کے ہاتھ میں قلم شعور واختیار سے خالی اور قوت واقتدار سے معرا ہوتا ہے اور یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے ''میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت جس سے وہ دیکھتا ہے''۔الحدیث۔

(۵) پانچواں یہ کہ امور غیبیہ کا جاننا کہ بعض اوقات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ظاہر ہوتا ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے یعنی کسی قوت وقدرت وشان وصفت پر متفرع نہیں ہے کہ ان لوگوں کی ذات قدسی صفات میں ودیعت رکھ دیئے ہوں بلکہ یہ محض خاصۂ الٰہی کے افعال سے ہے کہ اس جگہ جلوہ کرتا ہے جیسے قلم کی حرکت کاتب کے قلم سے۔

(٦) چھٹا یہ کہ گذشتہ وموجودہ مشرکین ان دو معنی کو مخلوط کر دیتے ہیں کہ واجب تعالیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ) نے ان افعال وقوت واقتدار کا قدرت واختیار ان آثار کے واقع کرنے کے لئے ان ہستیوں کو عطا فرما دیا ہے اور چونکہ انسان کے افعال اختیاری اور بشر کے اعمال مقدورہ ان کے قبضہ تصرف میں رکھ دیا ہے اور اسی بے بنیاد عقیدہ کی بناء پر ان کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور نذریں اور تضرع وزاری عمل میں لاتے ہیں اور اشراک کی داد دیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ جب تک یہ واجب الوجود نہ ہوں۔ یہ افعال خاصۂ الٰہیہ کی قدرت واختیار حاصل نہیں کر سکتے۔

(۷) ساتواں یہ کہ الفاظ علم ذاتی اور تصرف استقلال وغیرہ کہ بعض علماء کے کلام میں جیسے کہ مولانا شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب نے کفار کی نسبت استعمال کیا ہے اس سے مراد درگاہ پروردگار سے اسی قدرت واختیار کا ثابت کرنا ہے جو کفار نابکار کے شرک کا موجب ہے ورنہ مشرکین عرب تو ذات وصفات اصنام کو مخلوق خدا اور ان کے قدرت واختیار کو جناب کبریا کا عطا فرمایا ہوا جانتے تھے جیسا کہ اس کی تحقیق گزر چکی اور لفظ استقلال کو مطلق رکھنے کی وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ مشرکین بے دین ان افعال خاصۂ جناب احدیت کو بہ سبب اعتقاد اور تفویض قدرت واختیار کے افعال اختیاریہ واعمال مقدوریہ میں داخل کرتے تھے اور بندوں کے افعال اختیاریہ پر تمام احکام استقلال جاری ہوتے ہیں اور مدح وذم کا استحقاق طاری ہوتا ہے اگرچہ تمام افعال بندوں کے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت وقدرت پر مبنی ہیں۔

(۸) آٹھواں یہ کہ مشرکین بے تمکین چونکہ بتوں کو افعال خاصۂ الٰہیہ پر قادر اور اس کے واقع کرنے میں مختار سمجھتے ہیں اور یہ مستلزم وجوب وجود کا ہے اور وجوب وجود جامع تمام صفات کمال کا ہے تو گویا وہ ایسا معبود ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے برابر اور تمام کمالات میں ہمسر جانتے ہیں اور بیضاوی بھی اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''اور مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی عبادت کرتے ہیں اس کا انداد نام رکھنا اور انہوں نے جو یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس کی ذات وصفات میں برابر ہے اور یہ کہ وہ اس کے افعال میں مختلف نہیں ہیں اس لئے کہ انہوں نے اس کی عبادت کو چھوڑ کر ان کی عبادت اختیار کر لی ہے اور ان کا نام ''آلہۃ'' رکھ دیا ہے تو ان کا حال اس شخص کے مشابہ ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ذات واجب ہیں بالذات جو قادر ہیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ان سے رفع کریں اور انکو وہ بھلائی عطا کر دیں جو اللہ تعالیٰ ان کو دینا چاہتا۔'' (ختم)

یعنی مشرکین اصنام کو واجب الوجود نہیں کہتے ہیں اور اس کی صفات میں شریک نہیں کرتے ہیں لیکن جب منصب استحقاق عبادت پر بٹھاتے ہیں تو گویا کہ تمام چیز میں برابر جانتے ہیں۔

فائدہ:۔ جاننا چاہیے کہ رب العباد کے افعال خاصہ کے ساتھ بندوں کے افعال اختیاریہ میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ وہ بندوں سے جن چیزوں کی ایجاد آلات وذرائع کے ساتھ کراتا ہے۔ وہ چند شرائط واسباب کے ساتھ مشروط ہے مثلاً لکھنے کے لئے چند چیزوں کی ضرورت ہے۔ قلم کاغذ قط لگانے والا چاقو اور آنکھوں کی روشنائی اور نور آفتاب اور عقل وخیال وارادہ اور دیکھنے کا اشتیاق اور انگلیاں اور ان کی حرکت اور رب العباد کی ایجاد نہ ان سے مربوط نہ ان کے ساتھ مشروط بلکہ ارادہ کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے وجود میں لاتا ہے اور اسباب وذرائع کی کوئی حاجت نہیں رکھتا اور ایجاد کذائی کو جو صرف ارادہ پر مبنی ہے کن فیکون سے تعبیر کرتا ہے۔ **انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون.** یعنی جب اس کا کسی کام کو حکم ہوتا ہے تو وہ اس کو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ پس قسم اول کا ثابت کرنا بندوں کے لئے افعال ایزدمتعال کی طرف سے تو یہ صحیح ہے اور قسم ثانی کا ثابت کرنا تو کفر صریح ہے اور شرک قبیح حاصل کلام یہ ہوا کہ ان سے افعال اختیاریہ کا طلب کرنا تو صحیح ہے اور افعال الٰہیہ کا طلب کرنا بیجا ہے کیونکہ اول الذکر ان کا مقدور ہے۔ اور ثانی الذکر ذات بے نشان کی شان

ہے۱۲۔ رسالہ رد بواق مصنفہ مولوی محمد حسین شاہ صاحب بخاری بت شکن صاحب خلعت الہنود۔ بوارق مصنفہ مولوی فضل رسول بدایونی کا۔

جان لو۔ کہ انبیاء نے جو چیزیں پیش کی ہیں ان کو معجزہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ مخلوق اس کا مثل لانے سے عاجز ہے اور وہ دو قسم پر ہے ایک قسم تو وہ ہے جس پر جنس انسانی قدرت تو رکھتی ہے لیکن اس سے عاجز ہوگئی تو ان کے عاجز ہونے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوگیا جو اس کے نبی کے صدق پر دلیل ہے جیسے موت کی تمنا سے ان کو پھیر دینا اور ان کو عاجز کر دینا ہے قرآن کا مثل بنانا ان کے بعض کی رائے کے مطابق اور اسی کے مثل اور ایک قسم وہ ہے جو ان کی قدرت سے ہی باہر ہے کہ اس کا مثل لانے سے وہ عاجز رہ گئے مردہ کو زندہ کرنا اور عصا کا سانپ میں بدل جانا اور پتھر سے اونٹنی کا نکلنا اور درخت کا باتیں کرنا اور انگلیوں سے پانی کا بہنا اور چاند کا پھٹ جانا کہ جس کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کر سکتا تو اس کا ظہور نبی کے ہاتھ پر ہوگا لیکن ہوگا اللہ تعالیٰ کا فعل اور نبی علیہ السلام کی طرف سے چیلنج اس کو جو ان کی تکذیب کرے کہ اس کا مثل لاسکے جو اس کو عاجز کرنے کے لئے ہوگا ۱۲۔ شفاء قاضی عیاض صفحہ ۱۲۲، متکلمین کہتے ہیں اور معجزہ کے تحت فعل الٰہی ہونیکی بناء پر اور یہ کہ وہ طاقت بشری کے تحت داخل نہیں ہے ۱۲ شرح شفاء المسمی بفتح الصفاء کہ میں تو تمام لوگوں کے مثل آدمی ہوں اور تمام رسولوں کے مثل رسول ہوں تو اپنی قوم کے پاس بجز اس چیز کے نہیں لاتے تھے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ان پر ظاہر کر دے جو ان کی قوم کی حالت کے مناسب ہو اور آیات کا حکم ان کو یا ان کے لئے یہ نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حکم کریں جس وقت وہ چاہیں۔ بیضاوی شریف۔۱۲۔ امام تورپشتی نے کتاب معتمد فی المعتقد کے دوسرے باب کی پہلی فصل نبوت اور اس کے اثبات کے معنی معجزات کے ذکر میں فرمایا ہے کہ یہ جو کچھ ہم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات بیان کئے بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کر سکتا ہے اور چھٹی فصل میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بارہ میں فرمایا کہ دلیل اس پر یہ ہے کہ قرآن معجز ہے اور معجز وہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی اس پر قادر نہ ہو اور اگر جبرئیل کا قول ہوتا تو معجز نہ ہوتا اور اگر خود پیغمبر کا بھی قول ہوتا تو معجز نہ ہوتا مولانا حیدر علی ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بعض تصانیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ اور کرامت اولیاء حق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ۔ اسی طرح کتب کلام میں ہے اور جو عوام کا خیال ہے کہ کرامت خود اولیاء کا فعل ہے تو یہ باطل ہے بلکہ وہ اللہ

تعالیٰ کا فعل ہے جس کو وہ ولی کے ہاتھ پر اس کی عزت افزائی کے لئے اور اس کی شان کی عظمت کے لئے ظاہر فرماتا ہے اور کسی ولی یا نبی کو اس کے صادر ہونے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے افعال میں کسی کو اختیار نہیں جیسا کہ شرح عقائد عضد یہ مصنفہ محقق دوانی میں ہے ''وہ یعنی معجزہ ایک ایسا معاملہ ہے جو خلاف عادت مدعی نبوت کے ہاتھ پر منکرین کو چیلنج دینے کے لئے ظاہر ہوتا ہے اس طریقہ پر جو ان کے صدق پر دلیل ہو اور منکرین سے اس نبی کا مقابلہ ممکن نہ ہو سکے اور اس کی سات شرطیں ہیں اول یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو تروک سے'' الخ۔

دوسرا مقصد معجزہ کی حقیقت کے بیان میں اور اس میں بحث تین امور سے ہوتی ہے شرائط سے اور اس کے حصول کی کیفیت سے اور مدعی کے صدق پر اس کی دلیل کے طریقہ سے رسالہ پہلی بحث شرائط میں اور وہ سات شرطیں ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور اس کے قائم مقام ہو تروک سے و نیز شرح مواقف میں اسی بحث میں ذکر کیا ہے کہ آمدی نے فرمایا ہے کہ کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ معجزہ کی قدرت رسول کو ہے یا نہیں تو ائمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ معجزہ جیسا کہ مقال میں ذکر کیا گیا ہے حرکت کا نام نہیں ہے چڑھنے یا چلنے سے کیونکہ وہ اس کی قدرت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اس قدرت کو پیدا کر دیتا ہے جو اس پر ہوتی ہے بلکہ یہاں پر معجزہ سے مراد بنفسہٖ اس پر قدرت ہے اور یہ قدرت اس کی مقدورہ نہیں ہوتی اور دوسروں کا یہ خیال ہے کہ یہ حرکت بنفسہٖ معجزہ ہے اس وجہ سے کہ وہ خارق عادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اگرچہ نبی کی قدرت کے اندر ہے اور یہی صحیح ہے اور جب تم نے یہ سمجھ لیا تو تم پر پوشیدہ نہ رہے گا جو کچھ کتاب میں خلل ہے۔

بلکہ یہ اس بات پر مبنی ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے کہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر کیا ہے بخلاف دوسرے افعال کے کہ یہ بندہ کا کسب ہے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت اور معجزہ میں کسب بھی بندہ کا نہیں ہے تو اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ نہیں مارا تم نے جبکہ تم نے مارا صورۃً بلکہ اللہ نے مارا حقیقۃً اور وہ بھی مراد نہیں ہے کہ میں نے پیدا کر کے مارا جبکہ تم نے کسب کے ذریعہ مارا اس لئے کہ یہ تمام افعال میں جاری ہے۔

اور اگر آپ پر ان کا منہ پھیر لینا بھاری ہے الخ اس آیت کریمہ ہدایت ضمیمہ سے چند فائدے معلوم

کرنا چاہیے ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کے ایمان پر بہت حریص تھے اسلام سے ان کا منہ پھیر لینا ان عالی مقام پر بہت گراں تھا دوسرا یہ کہ آنجناب کی خواہش تھی کہ جب قوم معجزہ طلب کرے تو وہ معجزہ ان کے حسب خواہش پورا ہو جائے تا کہ یہ ممکن ہو جا سکے کہ وہ ایمان لائیں اور یہ نہیں ہوتا تھا تیسرا یہ کہ معجزہ کو صادر کرنا رسول کی خواہش واختیار سے نہ ہوتا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ خود نہ چاہے اور خود ارادہ نہ فرمائے واقع نہیں ہوتا تھا اور نیز حق سبحانہ تعالیٰ کا ارادہ اپنے غیر کی خواہش کے تابع نہیں ہوتا تھا اگر چہ وہ غیر شخص اس کا مقبول اور بھیجا ہوا ہی ہو۔

(۴) مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب درخط مولوی محمد حسین صاحب مرادآبادی۔ السلام علیکم مولوی محمد اسماعیل صاحب کا کہنا حق ہے اور سب ان کے موافق ہیں کوئی مخالف نہیں۔ عبارت موافق ومقاصد بھی ان کے موافق ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب قدرت کلیہ کے منکر ہیں کہ قدرت ودیگر متصرف کردیویں جیسا دیگر افعال اختیاریہ کی قدرت ہے کہ عادت الٰہی ہے جب قصد کرے ویسا ہی ہو جاوے تصرفات میں یہ نہیں جیسا ملکہ نے کلکٹرا کو اختیار دے کر متصرف بنادیا سو افعال اختیاریہ ہیں عادۃً تصرف ہوتا ہے ظاہراً اور فعل حق تعالیٰ کا مخفی ہے اور معجزات وتصرفات میں ظاہر بھی عجز ہے مثل قلم کے مگر جزئیہ قدرت محدود اس فعل تک نبی وولی میں ہوتی ہے کہ وہ عالم اس امر عالم کا ہے کہ مجھ سے یہ امر صادر کراتے ہیں اور مجھ کو قصداً اس فعل کے کرنے کا حکم ہے پس قلم جیسی حرکت ہوئی مگر قلم علم سے عاری ہے نبی کو علم وارادہ وتوجہ بھی ہوتا ہے اس علم وتوجہ کو اختیار جزئی سے تعبیر کرتا ہوں سو اس کا اثبات شرح مواقف ومقاصد میں ہے اور کلام مولوی اسماعیل صاحب مرحوم ودیگر علماء اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ قدرت دیکر فارغ ہونا کہ مثل قدرت دیگر افعال کے عادۃً کہ وقت قصد کے جب چاہیں کرلیا کریں کہ جس کو اختیار کلی وقدرت کلیہ کہتا ہوں اس کا انکار ہے پس یہ تو اصل مراد ہے اگر ضرورت ہوگی تو پھر شرح عبارت مقاصد کی کردونگا۔ ورنہ غالباً آپ کو حاجت زیادہ لکھنے کی نہ ہووے گی۔ والسلام۔

(۵) اگر طاق والماری جس میں کتب شریعت وقرآن وحدیث رکھی ہوں سر کے برابر ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر سر کے نیچے پشت کے برابر ہے تو خلاف ادب کے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو ثواب پہنچانے کیلئے کھانا کھلانا

﴿سوال﴾ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامی میں جو اپنے والد

ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں۔ اخبرنی سیدی والدی قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلة بالنبی ﷺ فلم یفتح فی سنة من السنین شیء اصنع به طعاما فلم اجد الا الحمصا مقلیاً فقسمته بین الناس فرایته ﷺ بین یدیه هذه الحمص متبهجا بشاشا. فقط عبارت مذکورہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بتعین یوم ولادت ایصال ثواب یا سرور ولادت میں اطعام الطعام وغیرہ جو کہ شاہ صاحب قدس سرہٗ کے معمولات میں سے تھا جائز ومستحب ہے اور باعث خوشنودی آنحضرت ﷺ اور جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ بھی اجتماع صلحاء یوم ولادت میں اور اطعام الطعام کو مستحسن لکھتے ہیں حسن المقصد میں بایں وجہ مبتدعین استحسان مولود مروجہ زمانہ پر استدلال کرتے ہیں اور قاعدہ شرع سے ایسی تعینات وتخصیصات حد بدعات میں شامل ہوتی ہیں، لہٰذا مع توضیح عبارت مذکورہ کے جواب سے سرفراز فرماویں۔ فقط۔

﴿جواب﴾ ایصال ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے(۲۳) کوئی تاریخ ووقت شرع

(۲۳): فی الهداية: الأصل فی هذا الباب أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة لما روى عن النبی عليه الصلاة والسلام "أنه ضحى بكبشين أملحين، أحدهما عن نفسه، والآخر عن أمته ممن أقر بوحدانية الله تعالىٰ وشهد له بالبلاغ".

وفی البناية تحته: (أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره)....(صلاة) ش: يعنی سواء كان جعل ثواب عمله لغيره صلاة م: (أو صوماً أو صدقة أو غيرها) ش: كالحج وقراءة القرآن والأذكار، وزيارة قبور الأنبياء والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع انواع البر والعبادة، مالية كالزكاة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، أو بدنية كالصوم والصلاة والاعتكاف وقراءة القرآن والذكر والدعاء، أو مركبة منهما كالحج والجهاد. (البناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۴، ص: ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان) =

سے موقت نہیں روز ولادت اور روز وفات بھی درست ہے پس اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے جانے ایصال ثواب میں اور عوام کو بھی اس طرح کے ایصال میں ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں سب کے نزدیک درست ہے پس شاہ عبدالرحیم صاحب کا یہ فعل ایسا ہی تھا تو اس سے کوئی حجت نہیں لاسکتا اپنے بدعت زمانہ پر اور پھر وہ طعام ایصال کا تھا صلۃ بالنبی کا لفظ موجود ہے اس میں نہ کوئی سرور ولادت کا کلمہ ہے نہ اجتماعی ذکر ولادت کے واسطے پس اس سے کوئی حجت جواز مولد کی نہیں اور سیوطیؒ کے وقت میں بھی ہمارے زمانہ جیسی بدعت نہ ہوئی تھی براہین قاطعہ کو دیکھو اس میں سیوطیؒ کا مقصد مفصل لکھا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کونڈا کھچڑا صحنک گیارہوں توشہ سہ منی کا حکم

﴿سوال﴾ یہ تعنیات جیسے ربیع الاول میں کونڈا اور عشرہ محرم میں کھچڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اور گیارہویں اور توشہ اور سہ منی بوعلی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا چاہ پر لے جانا مذکورہ بالا میں طعام کی تخصیص اور ایام کی تعیین کہ اس کے خلاف ہرگز نہ ہوں بدعت اور حرام ہیں یا نہیں اور اس قسم کے طعام کو کھانا مکروہ ہے یا حرام کیونکہ افعال جہال ان معاملات میں نہایت بدو حد کفر وشرک کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں نفع ضرر و توقع منافع اپنے اپنے مرادات کی طلب ان میں کیجاتی ہے تو ایسے لوگوں اور ایسے عقائد کی نسبت حکم کفر وشرک کا کرنا درست ہے یا نہیں؟ ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾ یہ تعینات بدعت ضلالہ ہیں اور طعام میں اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح

= (وكذا فى ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج: ۴، ص: ۱۰، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(وكذافى فتح القدير، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۳، ص: ۱۳۱، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(وكذا فى العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۳، ص: ۱۳۱، ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

اورصدقہ ہے جو بنام ان اکابر کے ہے تو داخل ما اھل بہ لغیر اللّٰہ (۲۴) میں ہے اور حرام ہے۔ اور ایسے عقائد فاسد موجب کفر کے ہیں ان افعال کو کفر ہی کہنا چاہیے مگر مسلم کے فعل کی تاویل لازم ہے (۲۵) جیسا اوپر کے جواب میں لکھا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواجہ خضر کے دلیے کا حکم

﴿سوال﴾ کونڈا کرنا حضرت کا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور کھچڑا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اور توشہ شاہ عبدالحق رحمہ اللہ اور دَلیا خواجہ خضر کا کرنا اور ان میں کھانوں کی خصوصیت کرنی کیسی ہے؟

﴿جواب﴾ ایصال ثواب بلا قید طعام وایام کے مندوب ہے (۲۶) اور قید وتخصیص یوم کی

---

(۲۴): (سورة البقرة: ۱۷۳)

(۲۵): ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون احتمالا للكفر، واحتمال واحد فى نفيه، فالأولىٰ للمفتى والقاضى ان يعمل بالاحتمال النافى. (شرح فقه أكبر، أشرفى بكڈپو ۱۹۹۱، بحواله فتاوى قاسميه، ج: ۱، ص: ۴۶۷، ط، مكتبه اشرفيه، ديوبند، الهند)

وفى التاتارخانية: اذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير، فعلىٰ المفتى أن يميل الى الوجه الذى يمنع التكفير تحسيناللظن بالمسلم. (الفتاوى التاتارخانيه كتاب المرتدين، الفصل الاول فى اجراء كلمة الكفرمع علمه انها كلمة الكفر الخ. ج: ۷، ص: ۲۸۱، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

(وكذا فى مجمع الانهرفى شرح ملتقى الابحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۱، ۵۰۲، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۲۶): فى الدر المختار: الأصل أن كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره. الخ. =

تخصیص طعام کی بدعت ہے(۲۷) اگر تخصیص کے ساتھ ایصال ثواب ہوتو طعام حرام نہیں ہوتا گو اس تخصیص کیوجہ سے معصیت ہوتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دس محرم کی مجلس شہادت

﴿سوال﴾ یوم عاشورہ کو یوم شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ گمان کرنا واحکام ماتم ونوحہ گریہ وزاری وبے قراری کے برپا کرنا اور گھر گھر مجالس شہادت منعقد کرنا اور واعظین کو بھی بالخصوص ان ایام

= وفی الشامية تحته: قوله: (بعبادة ما) أى سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قـراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عـمرة، أو غيـر ذلک مـن زيـارة قبور الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع أنواع البر كما فـى الهـنـديـه. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير،مطلب، فى اهداء ثواب الأعمال للغير، ج: ۴، ص: ۱۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فـى حـاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة،باب أحكام الجنائز، فصل فى زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۲۷):قال ابن نجيم: ولأن ذكر اللّٰه تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أو بشىء دون شىء لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ج: ۲،ص: ۲۷۹،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

میں شہادت نامہ یا وفات نامہ بیان کرنا خاص کر روایات خلاف وضعیفہ سے اور سامعین کو بھی ان امور میں ہر سال کوشش ہونی کہ اسکے مثل وعظ میں نہیں ہوتی ہرگز اور خاص ایام مذکورہ ہی میں ایصال ثواب وصدقات کرنا اور تعین آب وطعام بھی مثل شربت ہے یا کھچڑا ہے اور ہر غنی اور فقیر کو اس کا لینا اور تبرک جاننا اور جو غنی یا سید اس کو نہ لیوے تو مطعون کریں اور برا جانیں اور فی الجملہ ریا کو اس میں بہت دخل ہوتا ہے تو ایسی صورت میں امید ثواب کی ہوسکتی ہے یا نہیں اور یہ کل امور بدعات ومعصیت ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ذکر شہادت کا ایام عشرہ محرم میں کرنا بمشابہت روافض کے منع ہے(۲۸) اور ماتم نوحہ کرنا حرام ہے۔فی الحدیث نهی المراثی الحدیث(۲۹). اور خلاف روایات بیان کرنا سب ابواب میں حرام ہیں۔تقسیم صدقات بتخصیص ان ایام کرنا اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے تو بدعت ضلالہ ہے علی ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کے ساتھ کرنا لغو ہے اور صدقہ کا طعام غنی کو مکروہ اور سید کو حرام ہے اس پر طعن کرنا فسق ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیران پیر کی گیارہوں

﴿سوال﴾ تبارک اور رجی اور گیارہوں پیران پیر کی کرنا درست ہے یا نہیں؟

---

(۲۸):عن ابن عمر قال : قال رسول اللہ ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة،ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱،ط، دارالسلام، ریاض)

(۲۹): اخرجه ابن ماجة فی سننه فی کتاب الجنائز، باب ماجاء فی البکاء علی المیت، ص: ۱۱۴،ط، قدیمی کتب خانه کراچی/وقال الحافظ نورالدین الهیثمی رحمه اللّٰه تعالیٰ: قلت روی ابن ماجه منه النهی عن المراثی فقط. رواه احمد وابراهیم الهجری فیه کلام. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الجنائز، باب اتباع الجنازة والمشی معها والصلاة علیها، ج:۳،ص: ۳۱،ط، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان)

﴿جواب﴾ تبارک ورجی بدعت ہیں ان کی کوئی اصل شرع میں نہیں اور ایصال ثواب بروح حضرت قدس سرہٗ درست ہے(۳۰) اور تعین تاریخ کہ پس وپیش نہ کرے بدعت ہے(۳۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایام محرم میں کتب شہادت کا پڑھنا

﴿سوال﴾ کتاب ترجمہ سر الشہادتین یا دیگر کتب شہادت خاص شہادت کی رات کو پڑھنا کیسا ہے حسب خواہش نمازیان مسجد یا کسی کے مکان پر؟

---

(۳۰):فی مراقی الفلاح: فللانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة صلاة کان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراء ة للقرآن أو الأذکار أو غیر ذلک من انواع البر ویصل الی المیت.

وقال الشیخ احمد الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالٰی تحته: (فللانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة) سواء کان المجعول له حیاً، أو میتاً من غیر أن ینقص من أجره شیء. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الصلاۃ،باب أحکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲،ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

(۳۱):قال ابن نجیم: ولأن ذکر اللّٰه تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت أو بشیء دون شیء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین، ج: ۲،ص: ۲۷۹،ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

﴿جواب﴾ ایام محرم میں سرالشہادتین کا پڑھنا منع ہے حسب مشابہت مجالس روافض کے(۳۲)۔

محرم میں سبیل لگانا دودھ کا شربت پلانا

﴿سوال﴾ محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بروایت صحیح یا بعض ضعیفہ بھی ونیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگر چہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کیوجہ سے حرام ہیں(۳۳)۔ فقط۔

توشہ شاہ عبدالحق کو توشہ حق کہنا

﴿سوال﴾ بمقابلۂ توشہ شاہ عبدالحق کہ جو قدیم زمانہ سے مروج ہے اور سب جانتے ہیں کہ منع ہے توشہ حق نام رکھنا اور خوردنوش یار آشنایان کا فرمانا نفسانیت ہوئی یا نہیں۔

﴿جواب﴾ جو امر شرعاً حرام ہے کسی کی خاطر داری سے کرنا حرام جان کر بھی فسق اور حرام ہے۔ ہرگز نہیں چاہئے معصیت میں کسی کی رضا درست نہیں(۳۴)۔فقط۔

(۳۲/۳۳):عن ابن عمر قال : قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد، كتاب اللباس،باب في لبس الشهرة،ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱،ط،دارالسلام رياض)

(۳۴): اخرج مسلم عن على، ان رسولﷺ.......وقال لاطاعة فى معصية الله.انما الطاعة فى المعروف.وفى تكملة فتح المسلم تحت هذا الحديث:واما المبد الثانى: فهو انه لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق، فلايطاع امير ولاامام ان أمر بما هو معصية.(تكملة فتح المسلم،كتاب الامارة، باب وجوب طاعة الأمراء فى غير معصية، و تحريمها فى المعصية، ج: ۳، ص: ۲۶۷،ط، دارالاحياء التراث العربى، بيروت لبنان)

نذر اللہ کا نام توشہ حق رکھنا

﴿سوال﴾ علماء متقدمین نے نام نذر اللہ کو توشہ حق نہیں رکھا جو ایک فرقہ نے حال میں توشہ حق نام رکھا ہے اگر جائز ہے تو نیا امر ایجاد کرنا مثل اس کے بدعت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ توشہ حق نام نذر کا رکھنا بدعت ہے ایسا فقط موہم کہنا بیجا ہے توشہ سامان کو کہتے ہیں حق تعالیٰ کی ذات پاک سامان سے پاک ہے اولیاء کا توشہ تو یہ معنی رکھ سکتا ہے کہ ان کو ثواب پہنچے گا ان کے توشہ آخرت میں معین ہو جاوے گا اور جو کوئی معنی صحیح توشہ حق کے ہوویں بھی تاہم موہم لفظ بولنا نہیں چاہیے(۳۵)۔

اہل قبور سے استعانت

﴿سوال﴾ استعانت از اہل قبور خواہ قبور انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام ہوں سنت رسول اللہ ﷺ وقرون مشہود لہا بالخیر میں صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے یا نہیں درصورت عدم ثبوت بدعت وممنوع بموجب روایات ذیل ہوں گی یا نہیں اگر نہیں تو ثبوت کا جواز کیا ہے۔ اور درصورت اختلاف بدعت وجواز اولیٰ کیا ہے صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اللّٰھم انا کنا نتوسل بنبیک ونحن الآن نتوسل بھم نبیک. اور امام ابن قیم اغاثہ میں روایت فرماتے ہیں۔ ثنا علی بن حسین

---

(۳۵): اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینهما مشتابهات، لایعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ لعرضه ودینه، ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت هٰذا الحدیث: قوله (ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام): یرید أنه اذا اعتادها واستمر علیها أدته الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

انہ رای رجلا یجئی الی فرجة کانت عند قبر النبی ﷺ فیدخل فیها فیدعو فنهاہ وقال الااحدثکم حدیثا سمعته من ابی عن جدی عن رسول اللّٰہ ﷺ قال لاتتخذوا قبری عیدا ولا بیوتکم قبورا فان تسلیمکم یبلغنی اینما کنت وایضاً ولقد جری السلف الصالح التوحید وحموا جانبه حتی کان احدهم اذا سلم علی النبی ﷺ ثم اراد الدعا استقبل القبلة وجعل ظهره الی جدار القبر ثم دعا قال سلمة بن وردان رایت انس بن مالک یسلم علی النبی صلی اللّٰہ علیه واٰله وسلم ثم یسند ظهره الی جدار القبر ثم یدعوونص علی ذٰلک الائمة الاربعة انه یستقبل القبلة وقت الدعا حتی لایدعو عند قبره وایضا کیف یکون دعاء الموتی والدعاء عند قبورهم والاستشفاع بهم مشروعا وعملا صالحا وتصرف عنه القرون الثلثة المفضلة بنص رسول اللّٰہ ﷺ ثم یقوذ به الخلوف الذین یقولون مالایفعلون ویفعلون مالایؤمرون وایضا وکذٰلک التابعون کان عندهم من قبور اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ بالامصار عدد کثیر فما استغاثوا بقبر احد منهم لنقل فیکون ذٰلک فضلا حرمه خیر القرون وجهلوه وظفربه الخلوف وعملوہ. اورقاضی ثناءاللہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ودعا آنہا خواستن حرام است۔

﴿جواب﴾ اس مسئلہ کی پہلے تحریرات ہوچکی ہیں کہ مأتہ مسائل اوراربعین مسائل مولانا محمد اسحاق مرحوم دہلوی کودیکھئے چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے تو جواب مختصر لکھنا ضرور ہوا استعانت کے تین معنی ہیں ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعاء کرے کہ بحرمت فلاں میرا کردے یہ باتفاق جائز ہے خواہ عندالقبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کوکلام نہیں (۳۶) دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کردو یہ شرک ہے خواہ قبر کے

(۳۶): قال العلامة خلیل احمد السهارنفوی نوراللّٰہ مرقده: عندناوعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالأنبیاء والصالحین من الأولیاء والشهداء والصدیقین فی حیٰوتهم وبعد وفاتهم بان یقول فی دعائه اللّٰهمّ انی اتوسل الیک بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیرذلک.الخ. (المهند علی المفند، ص:۳۵، ط، قدیمی کتب خانه)=

پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے(۳۷)اور بعض روایات میں جو آیا ہے اعینونی عباداللہ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباداللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے انکو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہیں ہے اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے معنی حدیث

= وقال العلامة بدرالدين العينى : وفيه من الفوائد: استحباب الاستشفاع بأهل الخير و الصلاح و أهل بيت النبوة...الخ.(عمدة القارى ج:۷،ص:۴۸،رقم الحديث: ۱۰۱۰،ط، دار الكتب العلمية بيروت،لبنان)

وقال ابن حجر: ويستفاد استحباب الاستشفاع بأهل الخيروالصلاح وأهل بيت النبوة.....الخ. (فتح البارى،ج:۲،ص:۵۷۷، رقم الحديث:۱۰۱۰،ط،مكتبة الملك الفهد الوطنية،رياض)

اعلم أنه يجوز ويحسن التوسل والاستغاثة والتشفع بالنبىﷺ الى ربه سبحانه وتعالىٰ وجواز ذٰلک وحسنه من الأمور المعلومة لكل ذى دين والمعروفة من فعل الأنبياء والمرسلين وسير السلف الصالحين والعلماء والعوام من المسلمين، ولم ينكر أحد ذٰلک من أهل الأديان، ولاسمع به زمن حتى جاء ابن تيمية فتكلم فى ذٰلک.(شفاء السقام فى زيارة خير الانام، الباب الثامن فى التوسل والاستغاثة والتشفع بالنبىﷺ، ص: ۳۵۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۷):قال العلامة ابو الفضل محمود الالوسى البغدادى رحمه اللّٰه تعالىٰ: ان الناس قد أكثروا من دعاء غير اللّٰه تعالىٰ من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل: ياسيدى فلان أغثنى، وليس ذلک من التوسل المباح فى شىء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلک، وأن لايحوم حول حماه، وقد عده أناس من العلماء شركاً، وان لايكنه، فهو قريب منه.(روح المعانى،[المائدة: ۳۵]،ج:۶،ص: ۱۲۸،ط، دار أحياء التراث العربى)

سے تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعاء کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں (۳۸) سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں (۳۹) اسی وجہ سے انکو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب نے منع لکھا ہے وہ دوسری نوع کی استعانت ہے حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتی کا مسئلہ بھی صحابہ کے وقت سے مختلف فیہ ہے معہذا اسلام کرنے کو

---

(۳۸):می گوید ای فلان از خداوند بخواه که فلان کار مرا و مقصد مرا بر آورد کن، این صورت بر مسأله ی سماع است، پس کسانی که سماع موتی را قائل اند این را روا می دارند، ونافیان سماع این را ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، کتاب العقائد، باب مایتعلق بالانبیاء والصلحاء، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ط، کتب خانه ملی ایران)

(۳۹): عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالةﷺ حی فی قبره الشریف و حیٰوتهﷺ دنیویة من غیر تکلیف وهی مختصة بهﷺ وبجمیع الأنبیاء صلوات الله علیهم والشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء بحیٰوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی "حیٰوة الانبیاء والشهداء فی القبر کحیٰوتهم فی الدنیا ویشهد له صلوة موسیٰ علیه السلام فی قبره فان الصلٰوة تستدعی جسداً حیاً" الی اٰخر ما قال "فثبت بهذا ان حیٰوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ" ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس الله سره العزیز فی هذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة الماخذ بدیعة المسلک لم یر مثلها قد طبعت و شاعت فی الناس واسمها "آب حیات" ای ماء الحیٰوة. (المهند علی المفند، ص: ۳۶،۳۷،ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

کوئی منع نہیں کرتا بہر حال یہ مسئلہ مختلفہ ہے اس میں بحث مناسب نہیں (۴۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبروں کو پختہ بنوانا

﴿سوال﴾ قبروں کو پختہ کرانا اور عمارات بنانا اور روشنی وغیرہ کرنا کہ ان کے منع میں حدیثیں صحیح وارد ہیں اور لعنت فرمائی ہے حضرت ﷺ نے تو پھر کیا باعث ہے جو خود حضرت ہی کا مزار پختہ رفیع الشان بنا ہوا ہے اور روشنی بھی ہوتی ہے اور بڑے بڑے سامان اور صحابہ اور اماموں کی بھی پختہ بنی ہیں کیا خصوصیت ہے یا مصلحت ہے دین کی اگر کوئی منع کرے تو نہیں مانتے اور غلط بتاتے ہیں۔آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جواب ایسے طور پر دیجئے جو ان پر حجت ہو کیونکہ حدیثوں کا صاف انکار لازم آتا ہے اگر ان سے کہیں کہ حجت تو قرآن وحدیث سے ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایسی باتوں کو نہیں مانتے؟

﴿جواب﴾ یہ سب امور ناجائز ہیں (۴۱) اور جہاں کہیں لوگوں نے کیا ہے وہ علمائے مقبولین

---

(۴۰):قال الفقيه المفسر العلامة محمد شفيع العثمانى رحمه اللّٰه تعالىٰ: واعلم أن مسألة سماع الموتى وعدمه من المسائل التى وقع الخلاف فيه بين الصحابة رضوان اللّٰه عليهم أجمعين. فهذا عبداللّٰه ابن عمر رضى اللّٰه عنهما يثبت السماع للموتى، وهذه أم المؤمنين عائشة الصديقة رضى اللّٰه عنها تنفيه. والى كل مالت طائفة من علماء الصحابة والتابعين. (احكام القرآن للتهانوى، ج:۳،ص: ۱٦۳،ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشى)

(۴۱): عن جابر قال: نهى رسول اللّٰه ﷺ أن يجصص القبر، وأن يبنىٰ عليه، وأن يقعد عليه.وفى المرقاة تحت هذا الحديث: قال فى الأزهار: النهى عن تجصيص القبور للكراهة و هو يتناول البناء بذلك تجصيص وجهه والنهى فى البناء للكراهة ان كان فى ملكه وللحرمة فى المقبرة المسبلة، ويجب الهدم وان كان مسجداً.....ثم قال التوربشتى: ولأنه من صنيع أهل الجاهلية أى كانوا يظللون على الميت الى سنة قال و=

نے نہیں کیا بلکہ امراء وسلاطین نے کیا ہے اور خلاف قرآن شریف وسنت رسول کے جو کوئی کرے وہ ناجائز ہے قابل حجت نہیں۔ فقط۔

قبروں کو پختہ بنانا اور اس پر قبہ بنوانا

﴿سوال﴾ قبور کا پختہ بنانا اور ان پر عمارات وقبہ وروشنی وفرش فروش وغیرہ جو کچھ کہ لوگ کرتے ہیں قابل بیان نہیں حالانکہ امور مذکورہ کے منع شدید میں احادیث صحیحہ وارد ہیں اور فاعلین پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی لعنت فرمائی ہے مگر پھر لوگ تکذیب احادیث کر کے اپنے فعل کی حجت پر قبور انبیاء علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ ﷺ واولیاء کرام صحابہ وائمہ مجتہدین کو پیش کرتے ہیں اور متبع احادیث وسنت کو منکر انبیاء واولیاء کہتے ہیں اور درپے ایذا رسانی ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرمین اور عرب میں جا کر خلاف شرع ان کو نہیں کہتے کیا قرآن واحادیث وہاں پر نہیں لہٰذا عرض ہے کہ عرب وحرمین میں اگر علماء مذکورہ کا منع ہونا بیان نہ کریں تو یہ کیا حجت جواز ہوسکتا ہے؟

﴿جواب﴾ ہرگاہ کہ احادیث میں ممانعت ان امور کی وارد ہے پھر کسی کے فعل سے وہ جائز نہیں ہوسکتے اور اعتبار قرآن وحدیث واقوال مجتہدین کا ہے (۴۲)۔ نہ افعال مخالف شرع کا اگر عرب اور حرمین میں

=عن عمر أنه رأى فسطاطاً على قبر أخيه عبدالرحمٰن، فقال انزعه ياغلام وانما يظله عمله. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، الفصل الاول، ج:۴،ص: ۱۵۵، ۱۵۶،ط، دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴۲):اخرج مسلم عن جابر قال: نهى رسول الله ﷺ أن يجصص القبر. وأن يبنىٰ عليه. وأن يقعد عليه. وفى موسوعة فتح الملهم تحت هذا الحديث:وفى الرواية الأخرى: (نهى عن تقصيص القبور) والتقصيص بالقاف وصادين مهملتين هو التجصيص، والقصة بفتح القاف وتشديد الصاد المهملة هى الجص، وفى هذا الحديث كراهة تجصيص القبر والبناء عليه، وتحريم القعود. والمراد بالقعود الجلوس عليه، =

امور غیر مشروع خلاف کتاب وسنت رائج ہوگئے تو جواز ان کا نہیں ہوسکتا۔ اور جو وہاں ان بدعات کو کوئی منع نہ کر سکے تو یہ حجت جواز کی نہیں ہوسکتی اس پر سکوت کی کوئی وجہ نہیں کتاب وسنت سے رد کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر کا طواف کرنا

﴿سوال﴾ طواف کرنا قبر کا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ طواف کرنا قبر کا حرام ہے اگر مستحب جان کر کرے تو کافر ہوگا (۴۳)۔ في شرح المناسک القاری: ولایطوف ای یدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولاعبرة بما یفعله العامة الجهلة ولو

=هذا مذهب الشافعی وجمهور العلماء وقال مالک فی الموطأ: المراد بالقعود الحدث وهذا تأویل ضعیف أو باطل والصواب أن المراد بالقعود والجلوس، ومما یوضحه الروایة المذکورة بعد هذا: (لاتجلسوا علی القبور). (موسوعة فتح الملهم، کتاب الجنائز، باب النهی عن تجصیص القبر والبناء علیه، ج:٦، ص: ٥٠، ٥١، ط، دار الضیاء، کویت)

(۴۳): ومن وقف بالقبر لایلتصق به، ولایمسه.... فینبه العالم غیره علی ذلک، ویحذر هم من تلک البدع التی أحدث هناک من لاعلم عنده یطوف بالقبر الشریف کما یطوف بالکعبة الحرام ویتمسح به ویقبله و یلقون علیه منادیلهم وثیاتهم یقصدون به التبرک وذلک کله من البدع. (المدخل لابن الحاج، فصل فی زیارة القبور، ج: ١، ص: ٢٦٢، ٢٦٣، ط، دار الکفر)

سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء اولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیز ہا از آنہا بکفر می رساند پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر آنہا لعنت گفتہ واز اں منع فرمودہ وگفتہ کہ قبر مرابت نہ کنند۔ (مالا بدمنہ، کتاب الجنائز، ص: ۷۰، ۷۱)

کانوا فی صورة المشائخ والاولیاء والعلماء. انتھٰی ھٰکذا فی البحر والنھر.

الجواب صحیح ہذاالجواب صحیح جوابات صحیح ہیں جوابات صحیح اوردرست ہیں جوابات حق ہیں الجواب صحیح

عبداللہ حنفی خادم شریعت

ابوالفیض محمد احمدالدین صدشکرکہ من رسول الادب محمد صدیق

تتڑی باسفوری احمدالدین پیرمحمددارم محمد ہاشم ابوعبدالوہاب دیوبندی

جواب صحیح ہیں الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح

ابوالبرکات حافظ محمد المعتصم بحبل اللہ الاحد، محمد عبدالعزیز، محمد یوسف، سید محمد عبدالسلام، محمد ابراہیم، عبدالغفور، شہاب الدین غفرلہ

الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح جواب سب صحیح ہیں

محمد عبدالغفار عبدالحمید محمد رحمت الدین احمد یار سعداللہ ساکن بندہ رشید احمد رشید

رائیان گنگوہی عفی عنہ احمد ۱۳۰۱ھ

قبر کو بوسہ دینا

﴿سوال﴾ بوسہ لینا قبر کا جائز ہے یا حرام؟

﴿جواب﴾ بوسہ لینا قبر کا حرام ہے(۴۴) فی المدارج وبوسہ قبر را وسجدہ کردن آنرا وسر نہادن

---

(۴۴):ولایمسح القبر ولایقبله فان ذلک من عادة النصاری.الخ.(الفتاوی العالمکیریه،کتاب الکراھیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقراء ة القرآن فی المقابر، ج: ۵،ص: ۳۵۱)

والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدبر القبلة وجه المیت، وان یسلم ولا یمسح القبر، ولایقبله، ولایمسه فان ذلک من عادة النصاری. (حاشیة طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، کتاب الصلاة، باب احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور،ص: ۶۲۱،ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان) =

حرام وممنوع ست ودر بوسیدن قبر والدین روایت فقہی نقل میکنند وصحیح آنست کہ لا یجوز انتہٰی وادنی لا یجوز گناہ صغیرہ است واصرار برآن کبیرہ است ہکذافی شرح عین العلم۔

قبر پر دفن کے بعد اذان دینا

﴿سوال﴾ اذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے کہ کہیں قرون ثلثہ میں اس کا ثبوت نہیں اور جو امر ایسا ہو وہ مکروہ ہے تحریماً قال فی الفتح القدیر والبحر یکرہ عندالقبر مالم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الازیادة والدعاء عنده قائماً انتهٰی. پس اذان اس جگہ منع ٹھہرا سونہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چنانچہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں لکھا ہے: تنبیه فی الاقتصار علی ماذکره من الوارد اشارة الی انه لایسن الآذان عنداخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاواه بانه بدعة وقال من ظن انه سنة قیاسا عن ندٰها للمولود الحاقاً لخاتمة الامر بابتدائه فلم یصب آه انتهٰی. اورعلامہ خیرالدین رملی نے حاشیہ بحرالرائق میں لکھا ہے: قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجه من الدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح العباب انتهٰی. اوردارالبحار میں لکھا ہے:من البدع التی شاعت فی بلاد الهند الاذان علی القبر بعد الدفن انتهٰی. اورتوشیخ شرح تنقیح محمود البلخی میں مذکور ہے: مافی الاثور من الاذان علی القبر ولیس بشیء انتهٰی کذا فی التفهم المسائل. اورفتویٰ مولانا عبداللہ میر غنی مفتی مکہ مکرمہ زاداللہ شرفاً وتعظیماً چنانچہ ہدیۃ المکیۃ میں مرقوم ہے:سوال: هل یجوز الاذان عندالقبر بعد دفن المیت فی المذهب

= واذا زاره یقرأ فاتحة الکتاب و (قل هو اللّٰه أحد) ثلاث مرات ثم یدعو له، ولایمسحه ولایقبله فان ذلک من عادة النصاری.(مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، الفصل الثانی، ج:۴،ص: ۲۱۹، رقم: ۱۷۶۵،ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

الحنفی ام لا بینوا توجروا ومن اصر علیه واعتقده من السنة وذم تارکه فما حکمه مصیب ام خاطی مبتدع؟ فبینوا بالصواب.

﴿جواب﴾ الحمدللّٰہ رب العالمین رب زدنی علما ذکرفی البحر الرائق مانصه و یکره عندالقبر کل مالم یعهد من السنة والمعهود منهالیس الا زیارتها والدعاء عندها قائماً کما کان یفعل صلی اللّٰہ علیه وسلم فی الخروج للبقیع انتہٰی (۴۵) ومنه یعلم الجواب واللّٰہ سبحانه و تعالٰی اعلم امر برقمه المقصر عبداللّٰہ بن محمد میر غنی الحنفی مفتی مکة المکرمة کان اللّٰہ لهماحامداً مصلیا مسلما.

بدعت کی اقسام

﴿سوال﴾ کوئی قسم بدعت کی حسنہ بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بدعت کوئی حسنہ نہیں اور جس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے مگر یہ اصطلاح کا فرق ہے مطلب سب کا واحد ہے (۴۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۴۵):عن عائشة قالت: کان رسول اللّٰہ ﷺ کلما کانت لیلتها من رسول اللّٰہ ﷺ یخرج فی آخر اللیل الی البقیع فیقول: السلام علیکم دار قوم مؤمنین، وانا وایاکم متواعدون غدا ومواکلون، وانا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون، اللّٰهم! اغفر لأهل بقیع الغرقد. وفی ذخیرة العقبٰی تحت هٰذا الحدیث: (عن عائشة) رضی اللّٰہ عنها، أنها (قالت: کان رسول اللّٰہ ﷺ کلما کانت لیلتها) الظاهر أنه یخرج کل لیلة من لیالی عائشة رضی اللّٰہ عنها، وقال السندیؒ: أی فی آخر عمره بعد حجة الوداع. انتهٰی. (ذخیرة العقبٰی شرح المجتبٰی، کتاب الجنائز، باب الأمر بالاستغفار للمؤمنین، ج: ۲۰، ص: ۵۶، ۵۷، رقم: ۲۰۳۹، ط، دار آل بروم، مکة المکرمة)

(۴۶):فکل من أحدث شیئاً ونسبه الی الدین ولم یکن له اصل من الدین یرجع=

اقسام بدعت غیر مقبولہ

﴿سوال﴾ احادیث میں جو وعیدیں مرتکب بدعات کی وارد ہوئی ہیں کہ فرائض ونوافل وصوم وحج وعمرہ وجہاد وغیرہ اس کا مقبول نہیں ہے وہ کون سی بدعات ہیں اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ جو محبت رکھتا ہے اہل بدعت سے ضائع کرتا ہے اللہ تعالیٰ عمل اس کے اور نکال لیتا ہے نور ایمان اس کے دل سے اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ اہل بدعت تمام خلقت سے بدتر ہیں اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ اہل بدعت جہنم کے کتے ہیں وہ کون سی اور کس درجہ کی بدعات ہیں۔ ادنیٰ درجہ کی کونسی بدعت ہے اور اعلیٰ درجہ کی کون سی ارقام فرمادیں؟

﴿جواب﴾ جس بدعت میں ایسے شدید وعید ہیں وہ بدعت فی العقائد ہے۔ جیسا روافض خوارج کی بدعت ہے اور دیگر بدعات جو اعمال میں ہیں اس کو بھی بعض نے کتب مجالس الابرار میں کبیرہ لکھا ہے کہ کوئی بدعت صغیرہ نہیں مگر حق یہ ہے کہ بدعت علی قدر المفسدہ چھوٹی بڑی ہوتی ہے تشکیک اس میں بھی حاصل ہے پس بدعت سے بچنا سب سے ضروری ہے (۴۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=اليه، فهو ضلالة والدين برئ منه، وسواء فى ذلک مسائل الاعتقادات أو الاعمال أو الاقوال الظاهرة والباطنه. واما ما وقع فى كلام السلف من استحسان بعض البدع، فانما ذلک فى البدع اللغوية لاشرعية، فمن ذلک قول عمر رضى الله عنه لما جمع الناس فى قيام رمضان على امام واحد المسجد، وخرج ورآهم يصلون كذلک فقال: نعمت البدعة هذه. وروى عنه انه قال: ان كانت هذه بدعة، وفنعمت البدعة. (جامع العلوم والحكم فى شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم، الحديث الثامن والعشرون، ص: ٥٩٧، ط، دارابن كثير دمشق. بيروت)

(۴۷):قوله : ”واياكم ومحدثات الأمور، فان كل بدعة ضلالة“ تحذير للأمة من اتباع الأمور المحدثة المبتدعة، وأكد ذلک بقوله: ”كل بدعة ضلالة“، والمراد=

شرکت مجالس بدعت

﴿سوال﴾ آیت: وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم اٰیات اللّٰہ یکفر بھا و یستھزاء بھا فلاتقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم. الخ (۴۸).

میں شرکت جملہ مجالس ممنوعہ غیر مشروعہ بدعات ضلالہ ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے ہرگز نہیں بلکہ مجالس کفر و استہزاء کو فرمایا ہے۔ دیگر امور کو اس کے تحت میں داخل کرنا تحریف کلام اللہ شریف ہے لہٰذا مقولہ زید صحیح ہے یا نہیں اور تفسیر معالم میں تحت آیت جو قول حضرت ضحاک سے منقول ہے۔ قال الضحاک عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ دخل فی ھذہ الایة کل محدث فی الدین و کل مبتدع الی یوم القیامة (۴۹) یہ زید کے مقولہ کا منافی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس آیت سے عدم شرکت مجالس غیر مشروعہ ثابت ہوتی ہے (۵۰) اس طرح

=بالبدعة: ما أحدث مما لاأصل له فی الشریعة یدل علیه، فأما ما کان له أصل من الشرع یدل علیه، فلیس ببدعة شرعاً، وان کان بدعة، لغةً، وفی صحیح المسلم....عن جابر: ان النبی ﷺ کان یقول فی خطبته: ان خیر الحدیث کتاب اللّٰہ، وخیر الھدی ھدی محمد، وشر الأمور محدثاتھا، وکل بدعة ضلالة. (جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، الحدیث الثامن والعشرون، ص: ۵۹۲، ط، دار ابن کثیر دمشق. بیروت)

(۴۸):(سورة النساء: ۱۴۰)

(۴۹):(معالم التنزیل، سورةالنساء، ج: ۲، ص: ۳۰۱، ط، دار طیبة ریاض)

(۵۰):فی الجامع لأحکام القرآن: قوله تعالٰی: (فلاتقعدوا معھم حتٰی یخوضوا فی حدیث غیرہ)، أی: غیر الکفر. (انکم اذا مثلھم)، فدل بھٰذا علی=

استہزاء بکتاب اللہ حرام ہے علی ہذا بدعات خلاف حکم شرع حرام ہیں جیسا کہ ان کی شرکت کی حرمت ثابت ہوتی ہے ایسے ہی دیگر معاصی کی بھی معنی تفسیر ضحاک کے یہ ہیں کہ کل مبتدع کے ساتھ بیٹھنا اور ہر بدعت کا شریک ہونا حرام ہے آپ کا فہم درست ہے۔ والسلام۔

مساجد و مدارس کی موجودہ صورت وطرز تعلیم

﴿سوال﴾ اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرز تعلیم قرون ثلثہ میں نہیں تھا بلکہ یہ محض نئ صورت ہے تو اس کا بدعت نہ ہونا کیا سبب ہے؟

﴿جواب﴾ مسجد کی کوئی صورت شرع میں مقرر نہیں جیسی چاہے بنائے مگر ہاں مشابہت کنیسہ وبیعہ وغیرہ سے نہ ہو علی ہذا مدارس کی کوئی صورت معین نہیں۔ مکان ہو اس کا ثبوت حدیث سے ہے اور کسی صورت خاصہ کو ضروری جاننا بدعت ہوگا (۵۱)۔

=وجوب اجتناب أصحاب المعاصی اذا ظهر منهم منكر، لأن من لم يجتنبهم فقد رضی فعلم. الخ. (الجامع لأحكام القرآن، ج: ۷، ص: ۱۸۵، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

وفی روح المعانی: واستدل بعضهم بالآية على تحريم مجالسة الفساق والمبتدعين من أی جنس كانوا، واليه ذهب ابن مسعودؓ وابراهيمؒ وأبووائلؒ، وبه قال عمر بن عبدالعزيزؒ، وروی عنه هشام بن عروةؒ أنه ضرب رجلاً صائما كان قاعداً مع قوم يشربون الخمر، فقيل له فی ذلک: فتلا الآية. (روح المعانی فی تفسير القرآن العظيم والسبع المثانی، ج: ۵، ص: ۱۷۵، ط، دار أحياء التراث العربی بيروت لبنان)

(۵۱):عن ابن عمر قال : قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبوداؤد، كتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة،ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱،ط، دارالسلام، رياض) =

عیدین میں خطبہ کے پہلے دعاء مانگنا

﴿سوال﴾ مسئلہ عیدین میں خطبہ کے اول دعا مانگنا چاہیے یا بعد خطبہ کے یا بالکل نہ چاہیے؟

﴿جواب﴾ خطبہ سے اول وآخر دعاء کرنا کہیں ثابت نہیں لہٰذا نہ کرنا چاہیے البتہ بعد سلام نماز عید کے دعا کریں پھر ممبر پر کھڑا ہو کر دعا ثابت نہیں (۵۲)۔

= قال الشیخ عز الدین بن عبدالسلام فی آخر کتاب القواعد: البدعة اما واجبة..واما مندوبة کاحداث الربط والمدارس وکل احسان لم یعهد فی الصدر الاول و کالتراویح أی بالجماعة العامة. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ج: ۱، ص: ۳۳۷، ط، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج: ۲،ص: ۲۹۹،ط، دار عالم الکتب، ریاض)

وفی الاعتصام: ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

(۵۲):والمراد بالدعوة: الکلمات الدعائیة التی فی خلال الخطبة، لأنه لم یثبت عن النبی ﷺ دبر صلاة العیدین دعاءٌ ولو مرةً، کما مر آنفاً. (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب شهود الحائض العیدین ودعوة المسلمین، ویعتزلن المصلی، ج: ۱،ص: ۵۰۲،ط، دارالکتب العلمیة ،بیروت لبنان)

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ: بعد نماز عیدین یا بعد خطبہ دعاء کرنا یا نہ کرنا خصوصیت کے ساتھ نظر سے نہیں گزرا ظاہراً قواعد عامہ سے نماز ہی کے بعد دعاء بہتر معلوم ہوتی ہے اسی ہیئت سے جیسے اور نمازوں کے بعد ہے۔ (امداد الفتاوی، ج:۱،ص:۶۷۴، ط، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

معانقہ خصوصاً عیدین میں

﴿سوال﴾ عیدین میں معانقہ کرنا اور بغلگیر ہونا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے(۵۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد ۱۳۰۱ھ۔الجواب صحیح محمد عبداللطیف عفی عنہ۔محمد عبداللطیف

معانقہ کرنا خصوصاً عیدین میں

﴿سوال﴾ معانقہ کرنا بالخصوص عیدین کے روز کس درجہ کا گناہ ہے مکروہ ہے یا حرام؟

﴿جواب﴾ معانقہ ومصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مودت اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرائط خود یوم العید کے ہے اور علی ہذا معانقہ جیسا خود دیگر ایام میں ہے ویسا ہی یوم عید کے ہے کوئی

---

(۵۳):وأما فی غیر حال الملاقاة مثل کونها عقیب صلاة جمعة والعیدین کما هو العادة فی زماننا، فالحدیث ساکت عنه فیبقی بلا دلیل.(مجالس الأبرار، ص: ۲۹۸، بحواله کتاب النوازل،ج: ۱، ص:۴۷۵،ط،المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مراد آباد)

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد أداء الصلاة بکل حال، لأن الصحابة رضی اللّٰه عنهم ماصافحوا بعد أداء الصلاة، ولأنها من سنن الروافض. ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعیة: أنها بدعة مکروهة لا أصل لها فی الشرع، وانه ینبه فاعلها أولاً ویعذر ثانیاً، ثم قال: وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل: أنها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع، انما هو عند لقاء المسلم لأخیه لا فی أدبار الصلوات. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبرء،ج: ۹، ص:۵۴۷،ط، دار عالم الکتب،ریاض)

تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے (۵۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الوداع کا خطبہ پڑھنا

﴿سوال﴾ پڑھنا آخر جمعہ کو ماہ رمضان المبارک میں الوداع الوداع یا شہر رمضان اور الوداع الوداع یا سنت التراویح اور اشعار فارسی یا اردو یا عربی کا ہر جمعہ میں یا آخیر جمعہ ماہ رمضان المبارک میں درصورتیکہ عوام الناس خطبۃ الوداع آخر جمعۃ رمضان المبارک کو سنت بلکہ قرب واجب جانتے ہوں کیسا ہے۔ آیا حسب زعم ان کے سنت یا مستحب یا بخلاف اس کے بدعت ہے؟ بدلائل عقلیہ ونقلیہ از کتب معتبرہ جواب ارقام فرمایا جاوے بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ یہ خطبہ بدعت ہیکہ مرثیہ اور اشعار قرون مشہود لہا بالخیر میں خطبہ میں منقول نہیں علی الخصوص جب اس فعل کو ضروری جانا جاوے کہ مؤکد جاننا کسی امر مستحب کو بھی داخل تعدی حدود اللہ اور بدعت ضلالہ ہے چہ جائیکہ امر محدث اور پھر غیر زبان عربی میں خطبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ بہرحال یہ فعل عوام جہلاء خطباء کا اور سنت جاننا اس کا بدعت ضلالہ واجب الترک ہے (۵۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵۴): قال ابن نجيم: ولأن ذكر الله تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أو بشيء دون شيء لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ج: ۲، ص: ۲۷۹، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

(۵۵): ماأحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ فى علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً. (ردالمحتارعلى=

خطبہ الوداع

﴿سوال﴾ الوداع کا خطبہ پڑھنا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھا ہے اور مولانا موصوف کا قول مستند ہے اور زید بھی کہتا ہے کہ الفاظ الوداع کے ائمہ کے وقت میں بھی پڑھے جاتے تھے پس قول زید کا صحیح ہے یا غلط ہے؟ بعض کتابوں میں الوداع کا خطبہ منع لکھا ہے۔

﴿جواب﴾ زید کا قول غلط ہے اور خطبہ الوداع کا بدعت ہے(۵۶)۔ فقط۔

رسالہ ہفت مسئلہ

﴿سوال﴾ رسالہ ہفت مسئلہ مطبوعہ نظامی جو کہ حضرت حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے منسوب ہو کر شائع ہوا ہے یہ نسبت حاجی صاحب سلمہ کی غلط ہے یا نہیں کیونکہ اس میں تائید اہل بدعت اور اہل حق علماء محققین کی مخالفت ہے مفصل کیفیت سے جو ارشاد فرما دیں؟

﴿جواب﴾ رسالہ ہفت مسئلہ میں مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر میں تو کوئی امر ایسا نہیں لکھا کہ کسی کے خلاف ہو بلکہ اس کے امکان کا اقرار اور اس کی بحث سے احتراز لکھا ہے تو اس میں کسی اہل حق کی مخالفت نہیں اور مسئلہ تکرار جماعت میں بسبب اختلافات روایات فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا ہے کہ مسئلہ مختلفہ میں مخالفت کرنا مناسب نہیں اور مسئلہ نداء غیر میں صاف حق لکھا ہے کہ نداء غیر اگر حاضر و علم غیب

=الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مطلب: البدعۃ خمسۃ اقسام، ج: ۲، ص: ۲۹۹، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

(۵۶): فکل من أحدث شیئاً ونسبه الی الدین ولم یکن له اصل من الدین یرجع الیه، فهو ضلالة والدین بریٔ منه، وسواء فی ذلک مسائل الاعتقادات أو الاعمال أو الاقوال الظاهرة والباطنه. (جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، الحدیث الثامن والعشرون، ص: ۵۹۷، ط، دار ابن کثیر دمشق. بیروت)

جان کر کرے گا تو شرک ہوگا اور جو بے اس کے شوق میں کہا ہے تو معذور ہے گنہگار نہیں اور جو بدون عقیدہ شرکیہ کے یہ سمجھ کر کہے کہ شاید ان کو حق تعالیٰ خبر کر دیوے تو خلاف محل نص میں خطاء و گناہ ہے مگر شرک نہیں اور جو نص سے ثبوت ہو جیسا صلوٰۃ سلام۔ بخدمت فخر عالم علیہ السلام کے ملائکہ کا پہنچانا تو وہ خود ثابت ہے (۵۷) سو یہ سب حق ہے اس میں کوئی اہل حق مخالف اس کے نہیں کہتا۔ اب رہے تین مسئلے قیود مجلس مولود کے اور قیود ایصال ثواب کے اور عرس بزرگان دین کا کرنا سو اس میں وہ خود لکھتے ہیں کہ دراصل یہ مباح ہیں۔ اگر ان کو سنت یا ضروری جانے بدعت وتعدی حدود اللہ تعالیٰ اور گناہ ہے اور بدون اس کے کرنے میں وہ اباحت لکھتے ہیں ہم لوگ منع کرتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ ان کو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہیں کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں لہٰذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو عادت عوام سے محقق ہو گیا ہے کہ یہ لوگ ضروری اور سنت جانتے ہیں۔ لہٰذا ہم بدعت کہتے ہیں۔ پس فی الحقیقت مخالف اصل مسائل میں نہیں ہوئی بلکہ بسبب عدم علم حال اہل زمانہ کے یہ امر واقع ہوا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا امام صاحبؒ نے صابی کو ایک حکم دیا اور صاحبینؒ نے دوسرا حکم یہ بسبب اختلاف صابی کے ہوا ہے کہ امام صاحبؒ کے وقت میں ان کا حال اہل کتاب جیسا تھا۔ اور صاحبینؒ کے وقت میں مجوس جیسا پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہیں بلکہ بوجہ حال اہل زمانے کے ہے (۵۸) ایسا ہی دیگر مسائل میں ہے پس ایسا ہی ان تین مسائل ہفت مسئلہ میں سمجھ لو ورنہ حضرت سلمہ کے

---

(۵۷): عن أبی هريرة قال قال رسول اللهﷺ: من صلی علی عند قبری وكل بها ملک يبلغنی، وكفی بها أمر دنياه وآخرته، وكنت له شهيداً أو شفيعاً. هذا لفظ حديث الأصمعی وفی رواية الحنفی: قال عن النبیﷺ قال: من صلی علی عند قبری سمعته، ومن صلی نائيا ابلغته. (الجامع لشعب الايمان للبيهقی، ج:۳، ص: ۱۴۱، ط، مكتبة الرشد، الرياض)

(۵۸):وتكره ذبيحة الصابی الا انه يحل فی قول أبی حنيفة رحمه الله تعالیٰ. وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالیٰ لايحل وذكر الكرخی رحمه الله تعالیٰ أنه لاخلاف بينهم فی الحقيقة. وانما اختلفوا لانهم صنفان صنف منهم يقرون بنبوّة عيسی=

عقائد ہرگز بدعت کے نہیں ہیں کہ اہل فہم ودانش خود عبارت رسالہ سے سمجھ سکتا ہے معہٰذا لکھتا ہوں کہ یہ رسالہ ان کا لکھا ہوا نہیں کسی نے لکھا ان کو سنا دیا۔ انہوں نے اصل مطلب کو دیکھ کر اباحت کی تصحیح کردی اور حال اہل زمانہ سے خبر نہ ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرنے کے بعد اسقاط کا حکم

﴿سوال﴾ بعد مرنے کے جو طریق اسقاط عوام کرتے ہیں کہ فرائض واجبات تجویز کرکے اس کے فدیہ میں جو گندم وغیرہ مقرر ہوئے ان کے عوض ایک کلام اللہ شریف دے کر سب سے بری الذمہ ہوجاتے ہیں لہٰذا طریق مروجہ ثابت اور جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس ملاؤں کے واسطے مقرر ہوگیا ہے حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں حیلہ کارگر نہیں مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کے کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا دنی کا ہے(۵۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ۔

=عليه السلام ويقرؤن الزبور فهم صنف من النصارى. وانما أجاب أبو حنيفة بحل ذبيحة الصابى اذا كان من هذا الصنف وصنف منهم ينكرون النبوّة والكتب أصلا ويعبدون الشمس فهم كعبدة الأوثان لايؤكل صيد هم ولاتحل ذبيحتهم. وانما أجاب أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالىٰ بحرمة الصيد والذبح فى حق هؤلاء. (فتاوى قاضى خان،على هامش فتاوى عالمكيريه، كتاب الصيد والذبائح، باب فى الذكاة، ج:٣،ص: ٣٦٨)

(٥٩):عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشة رضى تقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص: ١٨٩٨، رقم الحديث: ٢٥٩٨٦)

قال العلامة الشامى رحمه الله تعالىٰ: وبه ظهر حال وصايا أهل زماننا، فان الواحد منهم يكون فى ذمته صلوات كثيرة وغيرها من زكاة وأضاح وأيمان ويوصى=

کتاب آ ذ رجندی سے فاتحہ کا ثبوت

﴿سوال﴾ در کتاب آ ذ رجندی کہ از ملا علی قاری ست روایت ست قال کان یوم الثالث عن وفات ابراهیم بن محمد ﷺ جاء ابوذر عند النبی ﷺ معه تمرة یابسة ولبن الناقة وخبز الشعیر فوضعها عند النبی ﷺ فقرأ النبی علیه الصلوٰة والسلام الفاتحة مرة وسورة الاخلاص ثلاث مرات وقرا اللّٰهم صل علی محمد انت لها اهل فرفع یدیه ومسح وجهه فامر بابی ذر ان یقسمها وقال النبی ﷺ ثواب هذه الاطعمة لابنی ابراهیم. فقط صحت نام کتاب اور روایت کی اس میں ہے یا نہیں اور کسی کتاب میں ہے؟

﴿جواب﴾ نہ کتاب آ ذ رجندی از تصانیف ملا علی قاری ست ونہ روایت مذکور صحیح ومعتبر است بلکہ موضوع است وباطل بر آن اعتماد نشاید در کتب حدیث نشانے از ہمچو روایت یافتہ نمی شود حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی منقولہ از رسالہ شمشیر خنداں مؤلف مولانا دین محمد صاحب مرحوم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور الجواب یہ حدیث وضعی ہے اور بنانے والا اس کا کاذب اور مفتری ہے اور آ ذ رجندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی تصنیف سے نہیں ہے۔ انتہیٰ۔ محمد صدرالدین صدر صدور دہلی۔

محمد قطب الدین ۱۲۷۴ شاگرد مولانا اسحٰق صاحب دہلوی، مؤلف مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ۔ محمد بشیر ونذیر قنوجی ۱۲۷۶ سید محبوب علی جعفری دہلوی، فقیر خواجہ ضیاء الدین احمد دہلوی حسبنا اللہ حفیظ دہلوی، سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ محدث دہلوی نوازش علی ۱۲۶۰ دہلوی هوالخالق الخیر دہلوی علیہ رحمت اللہ ۱۲۶۵ دہلوی محمد عبدالرب ۱۲۶۷ دہلوی محمد تقی خان دہلوی سید رحمت علی خاں نے عدالت عالیہ سلطامفتے سراج العلماء ضیاء الفقہاء ۱۲۵۳

=لذلک بدارهم یسیرة، ویجعل معظم وصیته لقراءة الختمات والتهالیل التی نص علماؤنا علی عدم صحة الوصیة بها. (ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل، ج: ۲،ص: ۵۳۴،ط، دارعالم الکتب ریاض)

محمد عبداللہ دہلوی مفتی باشاہی مسجد دہلی　　شرف رشید سید کونین ۱۲۹۳ شریف حسین　　سید احمد حسین ۱۲۸۹

ابوالحسن ۱۲۸۹　　محمد منظور علی یوسفی ۱۲۸۳ دہلوی　　عبدہ محمد یوسف ۱۲۸۴　　محمد عبدالحکیم دہلوی

منصور علی خان احمد حسن خان　　محمد غلام اکبر خان محمدی ۱۲۸۶ سے　　مواہیر علماء مقیم ریاست دوجانہ

محمد امام الدین محمدی ۱۲۸۴، محمد عالم علی ۱۲۸۳، محمد قاسم علی ۱۲۸۵، نقشبندی محمد رمضان ۱۲۹۱، رحمت علی، محمد نور علی عفی عنہ

محدث مراد آبادی　　صاحبزادہ مولانا عالم علی صاحب مشہور حافظ رحمت علی صاحب متصل سنبھلی دروازہ

موہیر علمائے پانی پت

محمد عبدالرحمٰن شاگرد مولانا اسحٰق　　بخشندہ عاصیاں رحیم است

تمام شد

الجواب صحیح اور اس کا واضع ملعون ہے کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت کرتا ہے۔فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

فاتحہ کا طریقہ

﴿سوال﴾ فاتحہ مروجہ یعنی طعام را روبرو نہادہ دست برداشتہ چہ حکم دارد؟

﴿جواب﴾ ایں طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت ﷺ بود نہ در زمان خلفاء بلکہ وجود آن در قرون ثلثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند (۶۰) منقول نشدہ وحالا در حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً عادت خواص نیست واگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آورد آں طعام حرام نمی شود بخوردنش مضائقہ نیست وایں را ضروری دانستن مذموم

(۶۰): عن عبداللہ عن النبی ﷺ قال: خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونہم، ثم الذین یلونہم. الخ. (رواہ مسلم فی صحیحہ فی کتاب الفضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابۃ، ثم الذین یلونہم، ثم الذین یلونہم، ص: ۱۱۱۱، رقم: ۶۴۷۲، ط، مکتبۃ دار السلام، ریاض)

است(٦١) وبہتر آنست کہ ہر چہ خواہند خوانده ثواب آن بمیت رسانند طعام را بہ نیت تصدق بفقرا خورانند وثوابش نیز باموات رسانند۔

ہدیۃ الحرمین سے فاتحہ کا ثبوت

﴿سوال﴾ ہم نے ہدیۃ الحرمین میں دیکھا ہے کہ حضرت نے اپنے بیٹے ابراہیم کے سوئم ودسواں وبیسواں وچہلم وغیرہ میں چھوارے پر فاتحہ دیا اور اصحابوں کو کھلایا پس فی زمانہ لوگ پھول، پان وغیرہ کرنے سے چہلم وسیوئم دسواں وبیسواں میں مانع ہوتے ہیں کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ ہوالمصوب۔ یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین میں لکھا ہے محض غلط ہے۔ کتب معتبرہ میں اس کا نشان نہیں واللہ اعلم۔ **حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللّٰه عن ذنبه الجلی والخفی.**

تیجہ میں قرآن شریف کا پڑھنا

﴿سوال﴾ روز سوم یا پنجم مردم بطلب یا بلاطلب جمع میشوند و چند ختم کلام مجید مے خوانند بعضے آہستہ وبعض با آواز بلند ودر پیالہ خوشبو گل مے اندازند ودیگر خصوصیات ورسوم بعمل می آرند چہ حکم وارد؟

﴿جواب﴾ مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص واورا ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت

---

(٦١):قال ابن نجيم: ولأن ذكر اللّٰه تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أو بشيء دون شيء لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ج: ٢،ص: ٢٧٩، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

وفي الاعتصام: ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة في أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة. (الاعتصام، ج: ١، ص: ٤٦، ط، مكتبة التوحيد)

نیست (٦٢) صاحب نصاب الاحتساب آں رامکروہ نوشتہ رسم وراہ تخصیص بگذارند ہر روز یکہ خواہند ثواب بروح میت رسانند ومیت قریب مرگ خود زیادہ ترمحتاج مدد میشود۔ ہر قدر کہ ایصال ثواب بہر روز یکہ شود موجب خیراست کذا فی فتح العزیز وشیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی درشرح سفرالسعادت می فرمایند وعادت بنود کہ برائے میت درغیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند برسر گور نہ غیرآن واین مجموع بدعت ست ومکروہ نعم تعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن سنت ومستحب است (٦٣) اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگروصرف اموال بے وصیت ازحق یتامیٰ بدعت است وحرام انتہیٰ۔ حررہ الراجی عفور به القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللّٰہ عنه ذنبه الجلی والخفی.

فاتحہ کا موجودہ طریقہ

﴿سوال﴾ سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ اور قل ہواللہ پڑھنا درست ہے یانہیں

---

(٦٢):عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشةؓ تقول: قال رسول اللّٰهﷺ: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص:١٨٩٨، رقم الحديث: ٢٥٩٨٦)

ماأحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول اللّٰهﷺ فى علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً.(ردالمحتارعلى الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج: ٢،ص: ٢٩٩، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(٦٣):وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتى لايفتن وتحته: لأن المقصود منها ذكر ما يسلى صاحب الميت ويخفف حزنه، ويحضه على الصبر. (حاشية طحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فى حملها ودفنها،ج: ٦١٨، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

کہ جس کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں؟

﴿جواب﴾ فاتحہ مروجہ شرعاً درست نہیں ہے بلکہ بدعت سیئہ ہے(۶۴) کذا فی اربعین وفتاویٰ سمرقندی فقط محمد قاسم علی عفی عنہ، محمد قاسم علی، الجواب صحیح والمجیب نجیح عبداللطیف عفی عنہ۔
محمد عالم علی محدث مرادآبادشاگرد مولانا محمد اسحٰق محمد عبداللطیف سہنسپوری۔

کھانے یا شیرینی پر فاتحہ

﴿سوال﴾ فاتحہ کا پڑھنا کھانے پر یا شرینی پر بروز جمعرات کے درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ فاتحہ کھانے یا شرینی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہیے(۶۵)۔

تیجہ کا حکم

﴿سوال﴾ تیجہ، ساتواں، دسواں چالیسواں امور مذکورہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب اور فقہ کی کسی معتبر کتب میں ہیں اوران کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ تیجہ، دسواں وغیرہ سب بدعت ضلال ہیں کہیں اس کی اصل نہیں نفس ایصال ثواب چاہیئے ان قیود کے ساتھ بدعت ہی ہے جیسا کہ اوپر کے جواب میں مرقوم ہو چکا ہے اور برادری کو ان ایام میں کھلانا یہ رسم ہے اور منع ہے(۶۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶۴/۶۵):فی البزازیة: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث. وبعد الأسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الاخلاص.(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة،مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت، ج:۳،ص: ۱۴۸،ط، دار عالم الکتب، ریاض)

(۶۶):یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول أو الثالث أو بعد الأسبوع کما فی=

سوم وغیرہ کرنا

﴿سوال﴾ فی زمانہ رواج ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے عزیز واقارب اس روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز یا کسی روز جمع ہوکر مسجد میں یا کسی اور مکان میں قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر بلاتعین شمار ثواب اس پڑھے ہوئے کا متوفی کو بخشتے ہیں اور چنے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں تو اس طرح پر جمع ہونا اور قرآن مجید وغیرہ پڑھنا اور پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مجتمع ہونا عزیز واقارب وغیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن مجید کے یا کلمہ طیبہ کے جمع ہوکر روز وفات میت کے یا دوسرے یا تیسرے روز بدعت ومکروہ ہے شرع شریف میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے کتاب نصاب الاحتساب میں لکھا ہے: **ان ختم القرآن جهرا بالجماعة ويسمى بالفارسية سيپاره خواندن مكروه.** اور فتاویٰ بزازیہ میں مرقوم ہے: **يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الى القبر فى المراسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم وقراءة سورة الانعام والاخلاص (٦٧).** اور ردالمختار میں لکھا ہے۔ **ومن المنكرات الكثيرة كايقاد الشموع والقناديل التى توجد فى الافراح وكدق الطبول والغناء بالاصوات الحانا اجتماع النساء والمراد ان واخذ الاجرة على الذكر وقرأة القرآن وغيره ذلك مما هو مشاهد فى هذه الازمان وماكان كذلك فلاشك فى**

=البزازية.....وقال ابن الهمام: يكره اتخاذا لضيافة من أهل الميت، والكل عللوه بأنه شرع فى السرور لا فى الشرور. قال هى بدعة مستقبحة. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، باب فى المعجزات، الفصل الثالث، ج: ١١، ص: ٨۴، رقم: ۵۹۴۲، ط، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(٦٧): (الفتاوى البزازية على هامش الهندية قبيل الفصل السادس والعشرون فى حكم المسجد، ج: ۴، ص: ٨١)

حرمته وبطلان الوصية ولاحول ولاقوة الا باللّٰہ العلی العظیم(٦٨).

این ست حکم صورت مسئولہ کہ تحریر یافت محمد قاسم علی عفی عنہ امام مفتی شہر مرادآباد، الجواب صحیح محمد عبداللطیف عفی عنہ الجواب صحیح محمد مقیم الدین عفی عنہ محمد قاسم علی خلف مولانا عالم علی الجواب صحیح محمد عبدالغنی سہسنپوری محمد عبدالغنی

فتویٰ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی موصولہ از مولوی عبدالصمد صاحب رامپوری بمجموعہ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا خان صاحب منقولہ از جلد رابع کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۳۶۔

بلاتعین یوم تصدق موتی کے لئے مساکین کو کھانا کھلانا

﴿سوال﴾ کھانا تیار کرنا واسطے تصدق موتی کے بلاتعین یوم کے فقراء مساکین کو جمع کر کے کھلا دینا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل ارقام فرمادیں۔

﴿جواب﴾ بلاتعین کھانا تقسیم کرنا یا دینا بطور صدقہ کے جائز ہے(٦٩) کیونکہ صدقہ کرنا طعام کا کسی کے نزدیک ناجائز نہیں، ثواب اس کا میت کو پہنچتا ہے باتفاق، البتہ عبادت بدنی میں خلاف امام شافعیؒ اور

---

(٦٨):(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت، ج:٣،ص: ١٤٩،ط، دار عالم الکتب ریاض)

(٦٩):فی مراقی الفلاح: فللانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة صلاة کان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراءة للقرآن أو الأذکار أو غیر ذلک من انواع البر ویصل الی المیت.

وقال الشیخ احمد الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالٰی تحته: (فللانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة) سواء کان المجعول له حیاً، أو میتاً من غیر أن ینقص من أجره شیء.(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الصلاة،باب أحکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، ص: ٦٢١، ٦٢٢،ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

امام مالکؒ کا ہے(۷۰)مالی میں کسی کا خلاف نہیں۔قال فی الهداية الأصل فی هذا الباب ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة او صوما او صدقة او غيرها. الخ (۷۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلاتعین یوم وذکر تیجہ

﴿سوال﴾ سوم یعنی تیجہ جو موتی کے واسطے کیا جاتا ہے تو اس میں کیا برائی ہے اگر تعین تاریخ اور تاکد موجب فساد ہے تو یہ اگر دور ہو جاوے مثلاً پہلے روز ہو یا دوسرے یا چوتھے یا پانچویں یا چھٹے روز ہوشمار کے واسطے نخود نہ ہوں خرما ہو یا املی کے بیج ہوں یا تسبیح ہو یا اور کوئی چیز ہو اور اس میں مال بھی یتیموں کا صرف نہ ہو تو بھی جائز ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾ اگر بلاتعین یوم کے جمع ہوکر ختم قرآن کریں یا کلمہ طیبہ اور ایصال ثواب اس کا کریں تو جائز ہے اکثر علماء کے نزدیک (۷۲) اگرچہ علامہ مجدد فیروزآبادی ایصال ثواب میت کے اجماع کو بھی بدعت لکھتے ہیں۔سفرالسعادت میں۔

---

(۷۰):وقال مالک والشافعی يجوز ذلک فی الصدقة والعبادة المالية وفی الحج ولايجوز فی غيره من الطاعات كالصلاة والصوم وقراءة القرآن وغيره. (تبيين الحقائق شرح كنزالدقائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۲،ص: ۸۳،۸۴،ط، مكتبة الكبرى، مصر)

(۷۱):(الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج: ۲، ص: ۳۴۵، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۷۲):فی الدر المختار:الأصل أن كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره. الخ.

وفی الشامية تحته: قوله: (بعبادة ما) أى سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة، أو غير ذلک من زيارة قبور الأنبياء عليهم=

جواز تیجہ کے وجوہ پر بحث

﴿سوال﴾ زید بدعات مثل تیجہ وغیرہ کا معتقد نہیں اکثر لوگ اس خیال سے ان بدعات کو اختیار کرتے ہیں کہ چند لوگ جمع ہو جاویں گے اور باعث اتفاق ہوگا اور کلام وغیرہ بھی زیادہ پڑھا جاوے گا اور اگر مقرر نہ کیا جاوے تو دشواری ہوتی ہے پس ان لوگوں کا عقیدہ کیسا ہے اور اگر زید شریک مجلس مذکور ہو جاوے تو کیسا ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ جو بدعات مثل تیجہ وغیرہ کے ہیں ان کا کرنا کسی وجہ سے درست نہیں قاعدہ شریعت کا ہے جو چیز بھلائی اور برائی سے ملی ہوئی ہو اس کو حکم شریعت برائی کا دیتی ہے اس کی بھلائی پر نظر نہیں ہوتی (۷۳) ظاہر اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک مٹکی دودھ میں ایک چلو پیشاب گر جاوے تو اس کو نجس کہیں گے دودھ کا اعتبار نہ کریں گے اور اس کو حلال نہ کہیں گے لہٰذا فعل اور شرکت ان بدعات کی دونوں ناجائز باعتقاد ہوں یا بلا اعتقاد ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایصال ثواب کی قیود

﴿سوال﴾ فاتحہ تیجہ دسواں کرنا کیسا ہے مستحب ہے یا بدعت حسنہ ہے یا بدعت سیئہ ہے بدعت حسنہ کی کیا تعریف ہے اور بدعت سیئہ کی کیا تعریف ہے بدعت حسنہ سے کیا ثواب ہوتا ہے اور بدعت سیئہ سے

=الصلاة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع أنواع البر كما في الهنديه. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب، في اهداء ثواب الأعمال للغير، ج:۴، ص: ۱۰، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۷۳):قوله: (تركها اولىٰ) لأنه اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة.(رد المحتار على الدرالمختار ، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب:اذا تردد الحكم بين السنة وبدعة كان ترك السنة اولىٰ، ج: ۲،ص: ۴۰۹، دار عالم الكتب،رياض)

کیا تعزیز لازم آتی ہے اور مجمع کر کے چنوں پر کلمہ شریف پڑھوانا واسطے ثواب مردہ کے اور قرآن شریف پڑھوانا کیسا ہے آیا ثواب ان کلموں اور قرآن شریف کا جو اس مجمع میں شریک ہوتا ہے وہ شخص مستحق ثواب ہے یا عذاب ہے زید کہتا ہے کہ چنوں پر فاتحہ سوم میں اللہ کا نام پڑھنا موجب ثواب ہے کہ اس سے ایصال ثواب منظور ہے اور یہ طریقہ بزرگان سلف سے چلا آتا ہے اس میں کچھ حرج نہیں اور فتاویٰ عزیزی میں یہ طریقہ لکھا ہے۔ پس زید کا قول تمام ہوا ان چنوں کا کھانا کیسا ہے اور زید فاتحہ تیجے دسویں کو دل سے اچھا جانتا ہے اور اس کے اچھے ہونے پر اصرار کرتا ہے اس مسئلہ کو بہت تشریح کیساتھ قرآن وحدیث قیاس اجماع امت سے ارقام فرما کر مزین بمہر فرمادیں۔

﴿جواب﴾ یہ مسائل بارہا لکھے جاچکے ہیں یہ جملہ امور بدعت ہیں صرف ایصال ثواب جائز ہے(۴۷) باقی قیودات بدعت ہیں اس کی تفصیل مسائل اربعین مؤلفہ شاہ محمد اسحٰق صاحب میں دیکھ لو۔

---

(۴۷):فی الهداية: الأصل فی هذا الباب أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرهاعند أهل السنة والجماعة لما روى عن النبى عليه الصلاة والسلام ''أنه ضحى بكبشين أملحين، أحدهما عن نفسه، والآخر عن أمته ممن أقر بوحدانية اللّٰه تعالٰى وشهد له بالبلاغ''.

وفى البناية تحته: (أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره)....(صلاة) ش: يعنى سواء كان جعل ثواب عمله لغيره صلاة م: (أو صوماً أو صدقة أو غيرها) ش: كالحج وقراء ة القرآن والأذكار، و زيارة قبورالأنبياء والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع انواع البر والعبادة، مالية كالزكاة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، أو بدنية كالصوم والصلاة والاعتكاف وقراء ة القرآن والذكر والدعاء، أو مركبة منهما كالحج والجهاد. (البناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۴،ص: ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

کھانا سامنے رکھ کر پنج آیت پڑھنا

﴿سوال﴾ کھانا سامنے رکھ کر اس پر پنج آیت پڑھنا کیسا ہے جس کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں زید کہتا ہے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس لئے کہ حاجی امداداللہ صاحب سلمہٗ نے اپنے فتاویٰ میں جائز لکھا ہے بکر کہتا ہے حاجی صاحب موصوف اگرچہ میرے پیرومرشد ہیں یعنی میرے پیر طریقت ہیں پیر شریعت نہیں ہیں کہ میں ان کے کہنے پر عمل کروں یہ کہنا بکر کا کیسا ہے اور طریقت اور شریعت ایک یا دو ہیں؟

﴿جواب﴾ یہ سب امور بدعت ہیں مسائل اربعین دیکھ لو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرنے کے بعد کھانا پکانا

﴿سوال﴾ تقریر مولانا حیدر علی صاحب مرحوم ٹونکی تلمیذ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ طعام مہمانی کہ از پس موتی پزند اول این خود ناروا ومکروہ تحریمی ست بچند وجہ یکے آنکہ در بحر الرائق ودیگر کتب تصریح کردہ اند کہ ضیافت ومہمانی در سرور شادی مشروع ست نہ در شرور ومصائب وغمی فرستادن طعام روز اول بخانہ کسے کہ موت شدہ باشد مسنون ست نہ آنکہ از اں کس طعام طلب کنند صریحاً یا آنکہ اگر او نپزد طعن بروکنند کہ این ہم طلب ست پس بخوف این طلب او طعام پختہ میکند دوم آنکہ در حدیث جریر بن عبداللہ بجلی ست **كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة.** (۷۵)

یعنی باہمہ اصحاب جمع شدن مردم رانزد اہل میت سوائے خدمت تجہیز وتکفین واین راکہ تیار کنند اہل میت طعام رااز نوحہ می شمردیم ونوحہ خود حرام ست پس این اجتماع مردم وساخت طعام ہم ناروا وحرام خواہد بود۔ سوم آنکہ در کتب شرح مصرح است کہ این صنع طعام از اہل میت از رسوم وعادات جاہلیت عرب بود وچوں اسلام آمد این رسم جاہلیت موقوف کردند لہٰذا درعہد صحابہ وتابعین این رسم منقول نیست پس آنچہ درمیان کلمہ گویان عوام رسم سوم ودہم وچہلم وششماہی وسال رواج یافتہ ہمہ ناروا ست واجتناب از اں ضروریست مادر

---

(۷۵): (اخرجه ابن ماجة فی سننه فی كتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن الاجتماع الی اهل الميت وصنعة الطعام، ص: ۱۱۶، ط، قديمی كتب خانه كراچی)

رسالہ صغیر دو جزو کبیر دہ دوازدہ جز در عدم جواز این بحث طعام نوشتہ ایم و بعد از انکہ این طعام خبیث پختہ شد بجز فقیر ومحتاج و دیگرے نخود وزیرا کہ حکم مال خبیث ہمیں تصدیق برفقراء ست باید دانست کہ صدقات برائے اموات بسیار مفید ست در مذہب حق اہل سنت و جماعت لیکن مفید بشرطے است کہ این صدقات موافق حکم شرع باشند چنانکہ بناء چاہ مسجد ونقد ولباس وغلات وغیرہا از مال حلال بفقراء دادن کہ این امور بالاتفاق جائز ست ومفید بموتی واگر طعام پختہ بفقراء حوالہ سازند یا بمسجد وخانقاہ بفقراء بفرستند نزد بعضے جائز ونزد بعضے این ہم غیر جائز بالجملہ این صورت مختلف فیہا ست اما در خانہ بطور مہمانی خوارندن خورندگان خواہ فقراء باشند خواہ اغنیاء نزد یہیچ کس جائز نیست کہ این رسم جاہلیت عرب و رسم تمام ہنود ہندوستان ست و درین تشبیہ بکفار ست وسابق حدیث نوشتہ ایم کہ من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث(۷۶). یہ فتویٰ صحیح ہے یا غیر صحیح اس کا جواب ارشاد فرمایئے؟

﴿جواب﴾ بندہ کے نزدیک صحیح ہے اور تشبہ اس میں حاصل ہے اگرچہ قلیل ہو۔

ایصال ثواب میں دن اور کھانے کی خصوصیت

﴿سوال﴾ دوسرے روز مرنے کے پیچھے چند آدمی جمع ہو کر کلمۂ طیبہ چنوں وغیرہ پڑھتے ہیں اس مجمع میں جانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ میت کے واسطے کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنا بہت بہتر اور ثواب ہے (۷۷) مگر تخصیص

---

(۷۶):(اخرجہ أبو داؤد فی سننه فی کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرة، ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱،ط، دار السلام، ریاض)

(۷۷):فی منھج الحیاة: وفی حدیث: زودوا موتاکم: لا اله الا اللّٰه. وقال فی حاشیته عزاه السیوطی فی الجامع الصغیر والھندی فی کنز العمال الی الحاکم فی تاریخه عن ابی ھریرة.(منھج الحیاة الایمانیة والتربیة الدینیة فی ضوء الکتاب والسنة، ص: ۴۳۵،ط، المکتبة الیحیویة، سھارنفور النھد)

تیسرے روز کی اور چنوں کی بدعت ہے(۷۸)وہاں شریک نہ ہونا چاہئے۔

میت کے دفن کے بعد مکان پر فاتحہ

﴿سوال﴾ بعض لوگوں میں دستور ہے کہ جس وقت موتی کو دفن کر کے آتے ہیں اس کے گھر والے اس وقت فاتحہ پڑھتے ہیں یہ فعل فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس فاتحہ کا ثبوت کچھ نہیں۔

برادری کا میت کے گھر جا کر رسوم ادا کرنا

﴿سوال﴾ حسب مروجہ دستور برادری اہل میت کے یہاں جا کر فاتحہ پڑھنا اور پگڑی جوڑا دینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ سب امور بدعت اور نادرست ہیں(۷۹) البتہ صرف تعزیت کے لئے جانا درست

---

(۷۸):قال ابن نجیم: ولأن ذکر اللّٰہ تعالیٰ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت أو بشیء دون شیء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع بہ لأنہ خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، ج: ۲،ص: ۲۷۹،ط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان)

وفی الاعتصام: ومنھا وضع الحدود والتزام الکیفیات والھیئات المعینۃ، والتزام العبادات المعینۃ فی أوقات معینۃ لم یوجد لھا ذلک التعیین فی الشریعۃ. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبۃ التوحید)

(۷۹):عن سعد بن ابراھیم سمع القاسم قال: سمعت عائشۃ رضی اللہ عنہا تقول: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: من عمل عملاً لیس علیہ أمرنا فھو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص:۱۸۹۸، رقم الحدیث:۲۵۹۸۶)

=

ہے اگر دفن کفن میں نہ شریک ہوا ہو(۸۰)۔

بلا قیود ورسوم ایصال ثواب کرنا

﴿سوال﴾ میت کو ثواب پہنچانا بلا تعین تاریخ کے یعنی تیجا، دسواں، چالیسواں نہ ہو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ثواب میت کو پہنچانا بلا قید تاریخ وغیرہ اگر ہو عین ثواب ہے(۸۱) اور جب

= ماأحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول اللهﷺ فى علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً. (ردالمحتارعلى الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج: ٢،ص: ٢٩٩، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(٨٠):وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتى لايفتن وتحته: لأن المقصود منها ذكر ما يسلى صاحب الميت ويخفف حزنه، ويحضه على الصبر. (حاشية طحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة ، باب أحكام الجنائز، فصل فى حملها ودفنها، ج: ٦١٨، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(٨١):فى مراقى الفلاح: فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراء ة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من انواع البر ويصل الى الميت.

وقال الشيخ احمد الطحطاوى رحمه اللّٰه تعالىٰ تحته: (فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة) سواء كان المجعول له حياً، أو ميتاً من غير أن ينقص من أجره شىء. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتابالصلاة،باب أحكام الجنائز، فصل فى زيارة القبور، ص: ٦٢١، ٦٢٢،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

تخصیصات اور التزامات مروجہ ہوں تو نادرست اور باعث مواخذہ ہوجاتا ہے(۸۲)۔

اہل میت کو کھانا کھلانا

﴿سوال﴾ اس ملک میں بموجب رسم کے اگر کوئی مرجاوے تو اس گھر والے یا اس کے قوم کے لوگ اس کے خویش واقارب کی روٹی پکاتے ہیں یہاں تک کہ جب تک روٹی تیار نہ ہو تجہیز و تکفین نہیں کرتے اس روٹی کا کھانا حرام ہے یا مکروہ؟

﴿جواب﴾ اگر کھانا اہل میت نے ایسے لوگوں کے واسطے جو نوحہ گر جمع ہیں کہ ان کو کھلا دیں تو حدیث میں آیا کہ یہ نوحہ میں داخل ہیں پس یہ حرام ہے(۸۳) اور اگر دوسرے لوگ میت والے کو کھانا کھلا دیں

(۸۲):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فی أوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فی الشريعة. (الاعتصام، ج: ا، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۸۳):عن جرير بن عبدالله البجلی قال: كنا نرى الاجتماع الى أهل الميت وصنعة الطعام من النياحة. (سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن الاجتماع الى أهل الميت وصنعة الطعام، ص: ۱۱۶، ط، قديمی كتب خانه كراچی)

وقال ابن الهمام رحمه اللّٰه تعالىٰ: ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور، وهی بدعة مستقبحة، روى الامام أحمد وابن ماجة باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله البجلی قال: كنا نرى الاجتماع الى أهل=

تا کہ کھانے کے بعد اس کا غم کم ہو تو درست ہے(۸۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرنے کے بعد چالیس دن تک روٹی دینا

﴿سوال﴾ مرنے کے بعد چالیس روز تک روٹی ملّا کو دینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ چالیس روز تک روٹی کی رسم کر لینا بدعت ہے ایسے ہی گیارہویں بھی بدعت ہے(۸۵)

=المیت وصنعة الطعام من النیاحة.(فتح القدیر، کتاب الصلاة، فصل فی الدفن، ج:۲،ص: ۱۵۱،ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۸۴):وفی الشامیة:قال فی الفتح: ویستحب لجیران أهل المیت والأقرباء الأباعد تهیئة طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقوله ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاء هم مایشغلهم. حسنه الترمذی وصححه الحاکم ولأنه بر ومعروف، ویلح علیهم فی الأکل لأن الحزن یمنعهم من ذلک فیضعفون اهـ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی الثواب علی المصیبة، ج: ۳، ص: ۱۴۸، ط، دار عالم الکتب ریاض/ وکذا فی الفتح القدیر، کتاب الصلاة، فصل فی الدفن، ج: ۲،ص: ۱۵۱،ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۸۵):عن سعد بن ابراهیم سمع القاسم قال: سمعت عائشةؓ تقول: قال رسول اللهﷺ: من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص: ۱۸۹۸، رقم الحدیث: ۲۵۹۸۶)

ماأحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللهﷺ فی علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویماً وصراطاً مستقیماً. (ردالمحتارعلی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام،ج: ۲،ص: ۲۹۹، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

بلا پابندی رسم وقیود ایصال ثواب مستحسن ہے(۸۶)۔فقط۔

بلا چندہ کے حافظ کو خود مٹھائی تقسیم کرنا

﴿سوال﴾ اگر بلا چندہ فراہم کئے حافظ اپنے پاس سے شیرینی تقسیم کرے تب کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر حافظ بلا قیود مذکورہ بالا شیرینی تقسیم کرے تو درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ختم قرآن کے لئے چندہ کر کے شیرینی منگوانا

د﴿سوال﴾ چندہ فراہم کر کے بروز ختم قرآن شریف جو نماز تراویح میں پڑھا جاتا ہے شیرینی خرید کر تقسیم کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ چندہ کر کے اس طرح شیرینی تقسیم کرنا درست نہیں علی الخصوص اس جگہ کہ اس شیرینی کا التزام کر لیویں اور اس کے تارک کو ملامت کریں نادرست ہے(۸۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۸۶):فی الدر المختار: الأصل أن كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره. الخ.

وفی الشامية تحته: قوله: (بعبادة ما) أى سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة، أو غير ذلك من زيارة قبور الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع أنواع البر كما فى الهنديه. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب، فى اهداء ثواب الأعمال للغير، ج:۴، ص: ۱۰،ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۸۷):من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

رجبی کا حکم

﴿سوال﴾ رجب کے مہینے میں تبارک الذی چالیس دفعہ پڑھ کر مردے کی روح کو ثواب پہنچاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ سوال نمبر۲ جو کہ مدینہ شریف میں رجبی ہوتی ہے سو وہاں کی طرح یہاں پر ہندوستان میں بھی بہت سے لوگ ۲۶ رجب ۲۷ شب کو محفل مولود شریف یا ختم قرآن شریف یا فقط وعظ یا کچھ کھانا پکا کر یا کچھ شیرینی تقسیم کر کے حضرت ﷺ کی ارواح مبارک کو ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں اور ۲۷ تاریخ روزہ رکھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ ان دونوں امر کا التزام نادرست اور بدعت ہے(۸۸) اور وجوہ ان کے ناجواز کے اصلاح الرسوم براہین قاطعہ اور اربعین میں درج ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

درود تاج کا حکم

﴿سوال﴾ چہ فرمایند علمائے دین رحمکم اللہ تعالیٰ در ثبوت وفضیلت وثواب درود تاج کہ در اکثر عوام بالخصوص جہلا شہرت دارد ومندرجہ الفاظ آں نسبتہ رسول اللہ ﷺ کردہ دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والا الخ آیا خواندن آں ومعتقد فضیلت وثواب آں از ادلہ شرعیہ ثابت ودرست است یا منع وشرک وبدعت۔

﴿جواب﴾ انچہ فضائل درود تاج کہ بعض جہلہ بیان کنند غلط است وقدر آں بجز بیان شارع علیہ السلام معلوم شدن محال وتالیف این درود بعد مرور صدہا سال واقع شد پس چگونہ ورد این صیغہ را موجب ثواب قرار دادہ شود وانچہ در احادیث صحاح صیغہائے درود وارد شدہ آں را ترک کردن وایں را موعود بثواب جزیل پند اشتن در دو ساختن بدعۃ ضلالت ہست وچون آنکہ در آں کلمات شرکیہ مذکور اند اندیشہ خرابی عقیدہ عوام است لہٰذا

---

(۸۸): ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ فى علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج: ۲، ص: ۲۹۹، ط، دار عالم الكتب، رياض)

وردآن ممنوع ہست پس تعلیم درود تاج ہمانا سم قاتل بعوام سپردن ست کہ صدہا مردم بفساد عقیدہ شرکیہ مبتلا شوند وموجب ہلاکت ایشان گرددفقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شادی اورختنہ کی روٹی

﴿سوال﴾ شادی اورختنہ کی روٹی جس میں بدعات موجود ہوں اس گھر میں تو کھانا منع ہے اگروہ روٹی کسی کے گھر بھیج دی جاوے تو اس کا کھانا کیسا ہے۔

﴿جواب﴾ جس کے یہاں شادی وختنہ میں رسوم بدعات موجود ہوں اس کے یہاں ہرگز شریک نہ ہونہ اس کے مکان میں نہ دوسرے مکان میں (۸۹) اگر مکان پر کھانا بھیج دیویں تو خوف فتنہ کا اگر نہ ہوتو نہ لیوے اور اگر نہ لینے کے اندر فساد ہوتو دفع فساد کے سبب سے لے لینا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۸۹):عن عمران بن الحصين رضى الله عنه قال: نهى رسول اللهﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبيرللطبرانى، ج: ۱۸،ص: ۱۲۸، رقم: ۳۷۲،ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

فى ملتقى الأبحر:ووليمة العرس سنة....وان علم ان فيها لهواً لايجيب وان لم يعلم حتى حضر فان قدر على المنع فعل ولا.

وفى مجمع الانهرتحته: (وان علم) المدعو(ان فيها لهواً لايجيب) سواء كان ممن يقتدى به أو لا لأنه لايلزمه اجابة الدعوة اذا كان هناك منكراً قال على رضى الله تعالىٰ عنه: صنعت طعاماً فدعوت رسول اللهﷺ فرأى فى البيت تصاوير فرجع. الخ.(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج:۴،ص: ۲۱۷،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

وقال الشيخ السهانفورى رحمه الله تعالىٰ: ويسقط الاجابة بأعذار نحو كون الشبهة فى الطعام، أو حضور الأغنياء فقط، أو من لايليق مجالسته، أو يدعو لجاهه، أو لتعاونه على باطل، أوكون المنكر هناك، مثل الغناء وفرش الحرير. (بذل المجهود=

صفر کے آخری چار شنبہ کا حکم

﴿سوال﴾ صفر کے آخری چہار شنبہ کو اکثر عوام خوشی وسرور وغیرہ اطعام الطعام کرتے ہیں۔ شرعاً اس باب میں کیا ثابت ہے؟

﴿جواب﴾ شرعا اس باب میں کچھ بھی ثبوت نہیں جہلاء کی باتیں ہیں۔

میت کے لئے پچھتر ہزار بار کلمہ پڑھنا

﴿سوال﴾ جو حدیثوں میں وارد ہے کہ میت کے واسطے پچھتر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا جاوے وہ جنتی ہے پس اگر دوسرے روز پڑھتے ہیں تو دوجا اور تیسرے دن تیجہ علی ہذا چوتھا وغیرہ اور اسی کو علماء بدعت کہتے ہیں تو اب کس طور سے میت کو ثواب پہنچایا جاوے اور میت کے مکان پر یا میت کے قریب کی مسجد میں بیٹھ کر قرآن مجید یا کلمہ طیبہ کسی دن مقررہ پر پڑھیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس وقت میت کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اس کی تجہیز وتکفین کے واسطے وہاں جو لوگ کاروبار میں مشغول ہیں وہ اپنے کام میں رہیں اور باقی کلمہ پڑھتے جاویں جس قدر ہوجاوے اور باقی کو اپنے گھر پڑھ دیویں کوئی حاجت اجتماع کی بھی نہیں حدیث میں ایک جلسہ میں پڑھنا یا جمع ہوکر پڑھنا تو ذکر نہیں ہوا پڑھنا فرمایا ہے جس طرح ہوکر دیویں (۹۰)۔

=فی حل سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی اجابة الدعوة، ج: ۱۱، ص: ۴۶۷، رقم: ۳۷۳۶، ط، دار البشائر الاسلامیة، بیروت لبنان)

(۹۰): سوال نامہ میں جو پچھتر ہزار کلمہ کا ذکر ہے کافی تلاش کے باوجو مجھے ایسی کوئی روایت نہیں ملی جس میں میت کے واسطے پچھتر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا ذکر ہو، البتہ ایک روایت میں منقول ہے کہ جو شخص لاالہ الا اللہ ستر ہزار مرتبہ کہے تو اس کی مغفرت کردی جائے گی، اور اسی طرح اگر کسی دوسرے شخص کے لیے پڑھا جاوے تو اس کی بھی مغفرت کردی جائے گی۔ =

صلوٰۃ غوثیہ کا حکم

﴿سوال﴾ صلوٰۃ غوثیہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بندہ اس کو پسند نہیں کرتا اور نہ جائز جانے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= قال الشیخ محیی الدین بن العربی: أنه بلغنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن من قال لا اله الا اللّٰه سبعین الفاً غفر له ، ومن قیل له غفر له أیضاً فکنت ذکرت التهلیلة بالعدد المروی من غیر أن أنوی لأحد بالخصوص، بل علی الوجه الاجمالی، فحضرت طعاماً مع بعض الأصحاب وفیهم شاب مشهور بالکشف فاذا هو فی أثناء الأکل أظهر البکاء فسألته عن السبب فقال أری أمی فی العذاب فوهبت فی باطنی ثواب التهلیلة المذکورة لها، فضحک! وقال انی أراها الآن فی حسن المآب قال الشیخ فعرفت صحة الحدیث بصحة کشفه وصحة کشفه بصحة الحدیث. (مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ج:۳،ص: ۲۰۰، ط، مکتبه دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وقال الشیخ الکاندهلوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وعن الشیخ أبی یزید القرطبی قال: سمعت فی بعض الآثار أن من قال: لا اله الا اللّٰه سبعین ألف مرة، کانت فداء من النار، فعملت ذلک علی رجاء برکة الوعد، فعملت منها لأهلی، وعملت منها أعمالاً ادخرتها لنفسی.

وکان اذا ذاک فی بیت معنا شاب، یقال: انی یکاشف فی بعض الأوقات بالجنة والنار، وکان الجماعة تری له فضلاً علی صغر سنه، وکان فی قلبی منه شیء، فاتفق ان استدعانا بعض الاخوان الی منزله.

فبینمانحن نتناول الطعام والشراب، وهو معنا، اذا صاح صیحة منکرة، واجتمع فی نفسه، وهو یقول: یاعم! هذه أمی فی النار، وهو یصیح بصیاح عظیم، لایشک=

صلوٰۃ غوثیہ وہول معکوس

﴿سوال﴾ صلوٰۃ غوثیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور صلوٰۃ ہول وصلوٰۃ معکوس بھی جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ صلوٰۃ غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں اور صلوٰۃ معکوس فی الحقیقت نماز نہیں بلکہ مجاہدہ ہے(۹۱) اور صلوٰۃ ہول کا ثبوت صحاح حدیث سے نہیں۔

صلوٰۃ الرغائب وغیرہ کا حکم

﴿سوال﴾ صلوٰۃ الرغائب رجب کے اول جمعہ کی شب کو اور صلوٰۃ نصف شعبان اور صلوٰۃ الضحیٰ بہئیت مخصوصہ ثابت ہیں یا نہیں؟ درصورت عدم ثبوت ان کا فاعل کس درجہ کا گنہگار رہوگا، کبیرہ کا یا صغیرہ کا؟ فقط۔

=من سمعه أنه عن أمر، فلما رأيت مابه الانزعاج، قلت فى نفسى: اليوم أجرب صدقه، فألهمنى اللّٰه تعالىٰ السبعين ألفاً، ولم يطلع على ذلک أحد، الا اللّٰه تعالىٰ، فقلت فى نفسى: الأثر حق، والذين رووه لنا صادقون، اللّٰهم ان السبعين الألف فداء هذه المرأة أُم هذا الشاب من النار، فما استممت الخاطر فى نفسى، حتى قال لى: ياعم ها هى أخرجت، الحمدللّٰه رب العالمين، فحصلت لى الفائدتان: ايمانى بصدق الأثر، وسلامتى من الشاب، وعلمى بصدقه. (منهج الحياة الايمانية والتربية والدينية فى ضوء الكتاب والسنة، ص: ۴۰۲، ۴۰۳،ط، المكتبة اليحيوية، سهارنفورالهند)

(۹۱):قال الامام الشاه ولى اللّٰه الدهلوى الحنفى رحمه اللّٰه تعالىٰ: وللچشتية صلوٰة تسمى صلوٰة المعكوس لم نجد من السنة ولا اقوال الفقهاء مانشدها بهٖ فلذلک حذفناها والعلم عنداللّٰه. (شفاء العليل ترجمه القول الجميل، پانچويں فصل، ص: ۷۲، ط، ايجوكيشنل پريس، كراچى)

﴿جواب﴾ یہ نمازیں بایں قیود جو مروج ہیں بدعت ضلالہ ہیں (۹۲) جس کا مآل گناہ کبیرہ کا ہے اگرچہ نفس صلوٰۃ نفل مندوب ہے شرح اسکی براہین قاطعہ دیکھو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱/ تاریخ کو نذر اللہ کر کے غرباء وامراء کو کھانا کھلانا

﴿سوال﴾ ایک شخص ہر مہینہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہویں کرتا ہے نذر اللہ اور کھانا پکا کر غرباء اور امراء سب کو کھلاتا ہے اور اپنے دل میں یہ سمجھتا ہے کہ جو چیز نذر لغیر اللہ ہو وہ حرام ہے اور میں جو گیارہویں کرتا ہوں یا توشہ کرتا ہوں کہ جو منسوب ہے بفعل حضرت بڑے پیر صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالحق صاحبؒ کے ہرگز ان حضرات کی نذر نہیں کرتا بلکہ محض نذر اللہ کرتا ہوں صرف اس غرض سے کہ یہ حضرت کیا کرتے تھے۔ان کے عمل کے موافق عمل کرنا موجب خیر و برکت ہے اور جو شخص ان حضرات کی یا اور کسی کی نذر کرے گا سوائے اللہ جل شانہٗ وہ حرام ہے کبھی حلال نہیں تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے عقیدے والے کو گیارہویں یا توشہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور موجب برکت بھی ہے یا نہیں اور کھانے کو مسلمان دین دار تناول فرمائیں یا نہیں؟

---

(۹۲):فی الشامیة: قال فی البحر: ومن هنا یعلم کراهة الاجتماع علی صلاة الرغائب التی تفعل فی رجب أو فی أولی جمعة منه وأنها بدعة، ومایحتاله أهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والکراهة فباطل اهـ.

قلت: وصرح بذلک فی البزازیة کما سیذکره الشارح آخر الباب، وقد بسط الکلام علیها شارحا المنیة، وصرحا بأن ماروی فیها باطل موضوع، وبسط الکلام فیها، خصوصاً فی الحلیة، وللعلامة، نور الدین المقدسی فیها تصنیف حسن سماه [ردع الراغب عن صلاة الرغائب] أحاط فیه بغالب کلام المتقدمین والمتأخرین من علماء المذاهب الأربعة. (ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة الرغائب، ج: ۲، ص: ۴۶۹، ۴۷۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی المدخل لابن الحاج، فصل فی ذکر صلاة الرغائب، ج: ۴، ص: ۲۴۸، ط، مکتبة دار التراث القاهرة)

﴿جواب﴾ ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں کوتوشہ کرنا درست ہے مگر تعین یوم وتعین طعام کی بدعت اس کے ساتھ ہوتی ہے(۹۳) اگر چہ فاعل اس تعین کوضروری نہیں جانتا مگر دیگر عوام کوموجب ضلالت کا ہوتا ہے لہٰذا تبدیل یوم وطعام کیا کرے تو پھر کوئی خدشہ نہیں۔

تین برس کے بچہ کی فاتحہ

﴿سوال﴾ تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجہ کی ہونا چاہیے یا سوم کی ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہوخواہ تیسرے دن باقی یہ تعین عرفی ہیں جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت وبدعت ہے(۹۴)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ الامی صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

(۹۳): ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ا، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۹۴): قال ابن نجيم: ولأن ذكر الله تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أو بشيء دون شيء لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ج: ۲،ص: ۲۷۹،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(وكذا فى المرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالكتب العلمية، بيروت)

تیجہ کن کی رسم ہے

﴿سوال﴾ میت کے بعد تیسرے دن قل پڑھنا چند ملایان اور اقرباء واحباب کو جمع کر کے سورہ ملک اور تین قل اور آیت مفلحون تک اور ''ما کان محمد ابا احد''الایة (۹۵). پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر ارواح اموات کو ثواب پہنچانا اس سے فارغ ہو کر ملایان کو کسی قدر غلہ دینا اور چلا جانا ثابت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ تیسرے دن کا مجمع میت کے واسطے اولاً مشابہت ہنود کی کہ ان کے یہاں تیجہ رسم جاری ہے حرام ہوگا۔ بسبب مشابہت کے قال علیہ السلام من تشبه بقوم فهو منهم الحدیث (۹۶). ثانیاً: تقرر یر کرنا تیسرے دن کا یہ خود بدعت ہے اس کی کچھ اصل شرع میں نہیں (۹۷)۔ ثالثاً: جو کچھ ملا اکھٹے مل کر پڑھتے ہیں۔ بطمع فلوس پڑھتے ہیں کہ ورثہ میت بھی مانتے ہیں کہ ملا کو اس قدر دینا ہوگا۔ اور ضروری جانتے ہیں چنانچہ معین ہے اور ملا بھی جانتے ہیں کہ ہم کو یہ ملے گا کیونکہ معین ومقرر ہو رہا ہے اور شرع میں جو چیز کہ معروف ومعین ہوتی ہے اس کو مثل زبانی شرط لگانے کے فرمایا ہے ''المعروف کالمشروط'' قاعدہ فقہ کا مسلمہ ہے (۹۸) پس جو کچھ ملاؤں کو دیا جاتا ہے وہ اجرت ان کے پڑھانے کی ہے اور جو پڑھائی کہ اجرت پر ہوتی ہے اس کا ثواب نہ پڑھنے والے ہوتا ہے اور نہ مردے کو لہٰذا یہ فعل ان کا باطل اور لینا دینا دونوں حرام اور موجب ثواب کا نہیں بلکہ گناہ ہے

---

(۹۵):(الاحزاب: ۴۰)

(۹۶):(اخرجه أبو داؤد فی سننه فی کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱، ط، دار السلام، ریاض)

(۹۷):عن سعد بن ابراهیم سمع القاسم قال: سمعت عائشةؓ تقول: قال رسول اللهﷺ: من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص:۱۸۹۸، رقم الحدیث)

(۹۸):(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۸، ص: ۷۶، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

مردہ کواس کا ثواب نہیں ہوتا ہے اور دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں(۹۹) لہٰذا اس کام کا ترک بھی واجب ہے اور اگر لوجہ اللہ ثواب پہنچانا منظور ہے تو ہر شخص اپنے مکان پر پڑھ کر پہنچادے اور تیسرے دن کا کیوں انتظار کیا جاوے نفس ایصال ثواب کو کوئی منع نہیں کرتا ہے اگر بلاتعین ہو(۱۰۰) مگر ان قیود وخصوصیات کے ساتھ بدعت بھی ہے(۱۰۱) اور ثواب بھی نہیں پہنچتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بروز ختم مسجد میں روشنی

﴿سوال﴾ بروز ختم قرآن شریف کے ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا کیسا ہے؟

---

(۹۹):وان القراءة لشيء من الدنيا لاتجوز، وأن الآخذ والمعطى آثمان، لأن ذلك يشبه الاستئجار على القراءة ونفس الاستئجار عليها لايجوز.(ردالمحتار على الدرالمختار،كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب:فى بطلان الوصية بالختمات والتهاليل، ج:۲،ص: ۵۳۴،ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۰۰):فى مراقى الفلاح: فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من انواع البر ويصل الى الميت.

وقال الشيخ احمد الطحطاوى رحمه الله تعالىٰ تحته: (فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة) سواء كان المجعول له حياً، أو ميتاً من غير أن ينقص من أجره شيء. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فى زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۱۰۱):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

﴿جواب﴾ ضرورت سے زائد روشنی کرنا اور پھر اس کے ساتھ اس کو ضروری سمجھنا اسراف وبدعت ہے اور وہ نادرست ہے(۱۰۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر یا استاد کی برسی کرنا

﴿سوال﴾ ہر سال اپنے پیر یا استاد کی برسی کرے یعنی جب سال بھر مرے ہوئے جاوے تو ایک دن مقرر کرے اس روز کا نام عرس شریف رکھے اور اس دن کھانا پکا کر تقسیم کرا دے مساکین کو اور ختم کرے پنج

(۱۰۲):فی نفع المفتی والسائل: الاستفسار: اسراج السراج الکثیر الزائد عن الحاجة لیلة البراء ة، أو لیلة القدر فی الأسواق والمسجد، کما تعارف فی أمصارنا، هل یجوز؟

الاستبشار: هو بدعة، کذافی خزانة الروایات عن القنیة.(مجموعة رسائل اللکنوی، نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، ج:۴،ص:۱۹۸،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة،کراتشی)

ولایزاد فی لیلة الختم شئ زائد علی مافعل فی أول الشهر، لأنه لم یکن من فعل من مضی بخلاف ما أحدثه بعض الناس الیوم من زیادة وقود القنادیل الکثیرة الخارجة عن الحد المشروع، لما فیها من اضاعة المال والسرف والخیلاء، سیماً اذا انضاف الی ذلک مایفعله بعضهم من وقود الشمع ومایرکزفیه.........وانضاف الی ذلک بسبب کثرة الوقود اجتماع اللصوص وتشویشهم علی بعض الحاضرین.....وکثیر من الناس یتحدثون ویخوضون فی الأشیاء التی ینزه المسجد عن بعضها فی غیر رمضان، فکیف بها فی شهر رمضان العظیم؟ فکیف بها فی لیلة الختم منه، فلیتحفظ من هذا کله وما شاکله جهده.الخ. (المدخل لابن الحاج، فصل فی وقود القنادیل لیلة الختم،ج:۲،ص: ۳۰۲،۳۰۳،ط، دارالکفر)

آیت قرآنی کا تو اس کا صوفیائے کرام کے یہاں اور ہماری شریعت میں کیا حکم ہے جائز ہے یا ناجائز؟

﴿جواب﴾ کھانا تاریخ معین پر کھلانا کہ پس وپیش نہ ہو بدعت ہے (۱۰۳) اگرچہ ثواب پہنچے گا۔ اورطریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہٰذا بدعت ہے (۱۰۴) اور بلاتعین کر دینا درست ہے۔ فقط۔

---

(۱۰۳):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

(۱۰۴):لايجوز مايفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السراج والمساجد عليها، ومن الاجتماع بعد الحول كالأعياد ويسمونه عرساً. (تفسير مظهرى، سورة آل عمران تحت آيت: ۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفين)

فيجب أن يحذر مما يفعلون على رأس السنة من موته، ويسمونه حولاً، فيدعون الأكابر والأصاغر، ويعدون ذلک قربة، وهى بدعة ضلالة، لأن التصدق لم يختص بيوم دون يوم، ولاتصح الا على الفقراء والمحتاجين، وقد زاد بعضهم فى جهله وهم المشايخ الذين ليس لهم الا جمع حطام الدنيا، لأنهم يجمعون بعض أحوال الميت فى كتاب ويسمونه مناقب، ثم اذا حضر الناس المدعوون، جيء برجل حسن الصوت فهو يأخذ تلک النسخة فى يده ويقرأها قرأةً مثل قرأةالمولود، وقد ورد النهى عن مثل هذا صراحةً، ثم يختمون القرآن ويمد لهم سماط، وليس هذا الا بدعة ضلالة لم يفعلها رسول اللّٰهﷺ ولا أصحابه من بعده ولا أتباعهم من بعدهم بل لم يوجد لذلک أثر الى القرن الثامن كما يظهر من تتبع القوم، وهذا خصوصات المشايخ، فانهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء اللّٰه وبذكره تنزل الرحمة، ولوسلم أنه من أولياء اللّٰه، فهل ذكر اولى بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة ؟حاشا؛فان الرحمة، لاتنزل الاباتباع السنة السنية،=

مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم

﴿سوال﴾ کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قرون ثلثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کا اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔

مرنے کے بعد چالیس شب تہلیل کرنا

﴿سوال﴾ تہلیل بعد مرنے کے امراء چالیس شب متواتر اور غرباء ہر جمعہ کی رات چالیس شب

=فان البدع فهى تنزل الغضب والنقمة. عافانا اللّٰه وایاکم من غضبه وسخطه. ولو كان هذه الخرافات نزل بها الرحمات لما غفل عنه أكابر المتقدمين من الأئمة الأعلام، وليس غرض هؤلاء المتصوفة الا طلب الشهرة والافتخار بابائهم وأجدادهم أنهم كانوا على هذه المراتب، وأن لهم كرامات عظيمة وكذا وكذا، حتى أن السامع يعتقد فيهم فيدخل فى سلكهم، ومتى دخل فى طريقهم أفقروه فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة. وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، وماعرفت له أصلاً، فان العرس انما يكون فى الزواج، ومع ذلک فهذه الأحوال والأعراس لاتكاد تخلو من ارتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فان أهل الهند لهم اليد الطولٰى فى ذلک. قاتلهم اللّٰه. فانهم يطوفون بقبر الولى الذين يعتقدون فيه ويظنون أنه هو المتصرف فى الكون، وأن الانسان اذا تمسک بهذه، فلاحاجة له بالصلوٰة والصيام، وأكثر ما غلوا فى ذلک أتباع سيدنا عبدالقادر الجيلانى رحمه اللّٰه تعالٰى ونفعنا ببركاته، فانه. معاذ اللّٰه. أنى يرضٰى بتلک الكفريات اللتى يعتقدونها. (تبليغ الحق، ص: ۸۹۷، بحواله فتاوى محموديه، ج: ۳، ص: ۲۲۴، ۲۲۵)

تک پڑھتے ہیں درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مردہ کو ثواب کھانے کا اور کلمۂ تہلیل اور قرآن کا پہنچانا ہر روز بغیر کسی تاریخ کے درست ہے(۱۰۵) مگر بہ قیود تاریخ معین کے پس وپیش نہ کریں۔اوراس کو ضروری جانیں بدعت ہے اور ناجائز ہے جس امر کو شریعت نے مطلق فرمایا ہے اپنی عقل سے اس میں قید لگانا حرام ہے(۱۰۶)۔

---

(۱۰۵):فی الهداية: الأصل فی هذا الباب أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة لما روى عن النبى عليه الصلاة والسلام "أنه ضحى بكبشين أملحين، أحدهما عن نفسه، والآخر عن أمته ممن أقر بوحدانية اللّٰه تعالٰى وشهد له بالبلاغ".

وفی البناية تحته: (أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره)....(صلاة) ش: يعنى سواء كان جعل ثواب عمله لغيره صلاة م: (أو صوماً أو صدقة أو غيرها) ش: كالحج وقراء ة القرآن والأذكار، و زيارة قبور الأنبياء والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع انواع البر والعبادة، مالية كالزكاة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، أو بدنية كالصوم والصلاة والاعتكاف وقراء ة القرآن والذكر والدعاء، أو مركبة منهما كالحج والجهاد. (البناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۴،ص: ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة،باب أحكام الجنائز، فصل فی زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۱۰۶):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فی أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فی الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

=

ملفوظات

مجلس مولود، اس میں قیام، حضور ﷺ کو مجلس میں حاضر جاننا، بوقت ملاقات علماء وصلحاء کے ہاتھ چومنا، قبور اولیاء اللہ سے دعا چاہنے کے مسائل

﴿۱﴾ مجلس مولود مروج خود بدعت ہے (۱۰۷) اور اس میں قیام کو سنت مؤکدہ جاننا بھی بدعت

= من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، ج:٣، ص: ٢٦، رقم: ٩٤٦، ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(١٠٧):سئل نفع الله به: عن حكم الموالد والأذكار التى يفعلها كثير من الناس فى هذا الزمان هل هى سنة أم فضيلة أم بدعة؟....فأجاب بقوله: الموالد والأذكار التى تفعل عندنا اكثرها مشتمل على خير كصدقة وذكر وصلوة وسلام على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومدحه، وعلى شربل شرور لولم يكن منها الا رؤية النساء للرجال الأجانب، وبعضها ليس فى شر لكنه قليل نادر، ولاشک أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع شيء من الشر فيما يفعله من ذلک فهو عاص آثم وبفرض أنه عمل فى ذلک خيراً، فربما خيره لايساوى شره...الخ. (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيثميؒ، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار وصلاة التراويح مطلوب مالم يترتب عليه شر والا فيمنع منه، ص: ٢١١)

وقال العلامة الفقيه عزيز الرحمٰن العثمانى رحمه الله تعالىٰ: والاحتفال بذكر الولادة الشريفة ان كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر اذكاره ﷺ. (امداد الفتاوى، كتاب العقائد والكلام، ج:٦، ص: ٢١٣، ط، مكتبه=

ضلالہ ہے اور فخر عالم علیہ السلام کو مجلس مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے اور بوقت ملاقات علماء وصلحاء کا ہاتھ چومنا مباح ہے(١٠٨) اور قبور اولیاء اللہ سے دعا

=دار العلوم کراچی)

وقال الشيخ: وله كتاب ''التنوير فى مولد البشير النذير'' أثبت فيه طريقة محفل الميلاد الرائج اليوم فى البلاد، ولم يكن يليق بالمحدث أن يؤلف فى مثل هذه البدعة، وانما أحدثها صوفى فى عهد الملك ''اربل'' سنة ستمائة ولم يكن له أصل فى الدين. (معارف السنن شرح جامع الترمذى، ج:٤،ص: ٤٣٧،ط، ايجو كيشنل بريس كراتشى)

ومن جملة ماأحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وأظهر الشرائع مايفعلون فى شهر ربيع الأول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات. (المدخل لابن الحاج، فصل فى المولد، ج:٢،ص: ٢،ط،دار الكفر)

وفى الفيض: واعلم أن القيام عند ذكر ميلاد النبىﷺ بدعة لا أصل له فى الشرع وأحدثه ملك الاربل كما فى تاريخ ابن خلكان: أنه كان يعقد له مجالس، ويصرف عليها أموالا. وقد ألف ابن دحية المغربى كتاباً فى الميلاد. (فيض البارى على صحيح البخارى، كتاب الاذان، باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال، ج: ٢، ص: ٤٠٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(١٠٨):عن ابن عمر (رضى الله عنه) قال قبلنا يد النبىﷺ. و فى اهداء الديباجة تحت هذا الحديث: قال الحافظ: قال النووى تقبيل يد الرجل لزهده وصلاحه أو علمه أو شرفه أو صيانته أو نحو ذلك من الأمور الدينية لايكره بل يستحب.الخ.(اهداء الديباجة بشرح سنن ابن ماجة، كتاب الأدب، باب الرجل يقبل يد الرجل،ج: ٥،ص: ٩٥، ٩٧)

فى الهندية: تقبيل يد العالم والسلطان العادل جائز.الخ.(الفتاوى العالمكيريه، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون فى ملاقاة الملوك والتواضع لهم وتقبيل=

چاہنا بھی مسئلہ مختلف فیہا ہے جس کے نزدیک سماع موتی ثابت ہے وہ جائز کہتے ہیں اور جو انکار سماع کا کرتے ہیں وہ لغو کہتے ہیں (۱۰۹) اور بعض کہتے ہیں کہ سنت سے اس طرح دعا کرانا ثابت نہیں لہٰذا بدعت ہے بندہ کے نزدیک مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں ہوسکتا البتہ احوط کو پسند کرتا ہوں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

طاعون، وباءوغیرہ امراض کے شیوع کے وقت دعایااذان

﴿۲﴾ طاعون وباءوغیرہ امراض کے شیوع کے وقت کوئی خاص نماز احادیث سے ثابت نہیں ہے نہ اس وقت اذانیں کہنا کسی حدیث میں وارد ہوا ہے اس لئے اذان کو یا نماز جماعت کو ان موقعوں میں ثواب یا مسنون یا مستحب جاننا خلاف واقع ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نقل مکتوب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ دربارہ مجلس میلاد

﴿۳﴾ مجلس مولود مروجہ بدعت ہے (۱۱۰) بوجہ خلط امور مکروہہ کے تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ

=أيديهم أو يدغيرهم وتقبيل الرجل وجه غيره ومايتصل بذلک، ج:۵،ص: ۳۶۹)

وفی العتابية: تقبيل يد العالم والسلطان جائز. الخ. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثلاثون فی ملاقاة الملوک والتواضع لهم وتقبيل الرجل وجه غيره، ومايتصل بذلک، ج:۱۸،ص: ۲۵۵،ط، مكتبة زكريابديوبند، الهند)

(۱۰۹):می گوید ای فلان از خداوند بخواه كه فلان كار مرا و مقصد مرا بر آورد كن، اين صورت بر مسأله ی سماع است، پس كسانی كه سماع موتی را قائل اند اين را روا می دارند، ونافيان سماع اين را ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، كتاب العقائد، باب مايتعلق بالانبياء والصلحاء، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ط، كتب خانه ملی ايران)

(۱۱۰):سئل نفع الله به: عن حكم الموالد والأذكار التی يفعلها كثير من الناس فی هذا الزمان هل هی سنة أم فضيلة أم بدعة؟....فأجاب بقوله: الموالد والأذكار التی تفعل عندنا اكثرها مشتمل على خير كصدقة وذكر وصلوة وسلام على رسول الله=

خصوصیت کے بدعت ہے اور امرد لڑکوں کا پڑھنا راگ میں بسبب اندیشہ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے۔ اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے۔ معہذا مشابہت بفعل ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے (۱۱۱)۔ ایصال ثواب بدون اس ہیئت کے درست ہے (۱۱۲) اور سوئم، دہم وچہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں۔ اس تخصیص ایام میں

=صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومدحه، وعلى شربل شرور لولم يكن منها الا رؤية النساء للرجال الأجانب، وبعضها ليس فى شر لكنه قليل نادر، ولاشك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع شىء من الشر فيما يفعله من ذلك فهو عاص آثم وبفرض أنه عمل فى ذلك خيراً، فربما خيره لايساوى شره..الخ. (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيثمىؒ، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار وصلاة التراويح مطلوب مالم يترتب عليه شر والا فيمنع منه، ص: ۲۱۱)

(۱۱۱):عن ابن عمر قال : قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبوداؤد، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة،ص: ۵٦۹، رقم: ۴۰۳۱،ط، دار السلام، رياض)

(۱۱۲):الأصل فى هذا الباب أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرهاعند أهل السنة والجماعة لما روى عن النبى عليه الصلاة والسلام "أنه ضحى بكبشين أملحين، أحدهما عن نفسه، والآخر عن أمته ممن أقر بوحدانية الله تعالىٰ وشهد له بالبلاغ".

قال العلامة محمود بن احمد بدرالدين العينى الحنفى رحمه الله تعالىٰ: (أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره)....(صلاة)ش:يعنى سواء كان جعل ثواب عمله لغيره صلاة م: (أو صوماً أو صدقة أو غيرها) ش: كالحج وقراءة القرآن والأذكار، وزيارة قبور الأنبياء والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع انواع البر والعبادة، مالية كالزكاة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، أو بدنية كالصوم والصلاة والاعتكاف وقراءة القرآن والذكر والدعاء، أو مركبة منهما كالحج=

مشابہت ہوتی ہے اور تخصیص ایام کی بدعت بھی ہے (۱۱۳) اگرچہ اصل ایصال ثواب بدون کسی تخصیص ومشابہت کے درست ہے فقط اما بعد الحمدللّٰہ و الصلوٰۃ و السلام علی رسول اللّٰہ فاقول باللّٰہ المجیب محق وجمیع الاجوبۃ حقۃ و انا المفتاق الی اللّٰہ الغنی محمد طیب المکی المدرس الاول فی المدرسۃ العالیۃ الرامپوریہ الاجوبۃ صحیح و اللّٰہ سبحانہ اعلم بالصواب محمد لطف اللّٰہ عفی عنہ.

خادم شریعت رسول اللہ قاضی ومفتی محمد لطف اللہ قاضی رامپور

العبد ذلک حق محمد گل مالک ومہتمم مدرسہ امدادیہ مرادآباد، بےنظیر ۱۳۰۰ شگفتہ محمد گل، المجیب مصیب عبدالوہاب خان

المجیب مصیب محمد قاسم علی عفی عنہ　　محمد جعفر علی عفی عنہ ہذہ الاجوبہ صحیح　　محمد جعفر علی خان ولد محمد اکبر علی خان

عبدالوہاب خان والد حافظ عمر خان　　محمد قاسم علی خلف مولانا عالم علی امام ومفتی شہر مرادآباد

منقولہ:۔ از ہدایت المبتدعین مطبوعہ ہاشمی میرٹھ۔

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا، درمسئلہ مجلس میلاد فاتحہ برفع شبہات مولوی نذیر احمد صاحب رامپوری

﴿۴﴾ نقل خط:۔ حضرت سید حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا درمسئلہ مجلس میلاد فاتحہ برفع۔ شبہات مولوی نذیر احمد خان صاحب رامپوری شبہ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعت ضلالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا فقط از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خان صاحب بعد تحیۃ السلام آنکہ خط آپ کا آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ

=والجهاد. (البناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۴،ص: ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۱۱۳):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فی أوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فی الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح عبارت براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچائے ان ارید الا الاصلاح مااستطعت وما توفیقی الاباللّٰہ.

﴿جواب﴾ صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکر میلا د کو بدعت ضلالہ نہیں کہا قیودات زائدہ محرمہ مکروہہ کو کہا ہے اور نہ نفس ذکر و قیام کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا بلکہ عقیدہ باطلہ پر حکم حرمت ومشابہت روافض وہنود کا لگایا ہے چنانچہ جو فتویٰ جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم اور مولوی رشید احمد صاحب سلمہ' میں یہ امر مصرح موجود ہے کہ نفس ذکر میلا د کو وہ باعث حسنات وبرکات لکھتے ہیں اور براہین قاطعہ میں مکرر اس کو ظاہر کیا ہے انصاف شرط ہے۔فقط۔

قبور اولیاء اللہ

﴿۵﴾ مسئلہ:۔طواف قبور اولیاء اللہ کا حرام ہے(۱۱۴) سوائے بیت اللہ کے کسی کا طواف درست نہیں۔ملاعلی قاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں۔ولا یطوف ای لایدور حول البقعة الشریفة لان

(۱۱۴):ومن وقف بالقبر لایلتصق به، ولایمسه...فینبه العالم غیره علی ذلک، ویحذر هم من تلک البدع التی أحدث هناک من لاعلم عنده یطوف بالقبر الشریف کما یطوف بالکعبة الحرام ویتمسح به ویقبله و یلقون علیه منادیلهم وثیابهم یقصدون به التبرک وذلک کله من البدع.(المدخل لابن الحاج، فصل فی زیارة القبور، ج: ۱،ص: ۲۶۲،۲۶۳،ط، دار الکفر)

سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء اولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیز ہا از آنہا بکفر می رساند پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم برآنہا لعنت گفتہ وازاں منع فرمودہ وگفتہ کہ قبر مرابت نہ کنند۔(مالا بدمنہ، کتاب الجنائز،ص:۷۰،۷۱)۔

ولیحذر مما اعتاده بعض الجاهلین من التمسح بالقبر وتقبیله والطواف حوله..... فان ذلک من عادة المشرکین. (الدین الخالص، کتاب الجنائز، ج:۸،ص: ۶۸)

الطواف من مختصات الكعبة المنيفة فيحرم حول قبور الانبياء والاولياء ولاعبرة بما يفعله الجهلة ولو كانوا فی صورة المشائخ والعلماء. انتهٰی. وفی اطراح لو طاف حول مسجد سوی الكعبة يخشی عليه الكفر. انتهٰی. ہرگاہ کہ مسجد کے طواف میں خوف کفر کا ہو تو طواف قبور سے بطریق اولیٰ کافر ہو جاوے پس اگرچہ کوئی بصورت عالم و درویش ہو کر طواف کرے وہ فاسق ہے ہرگز اس کے قول و فعل کا اعتبار نہ کریں اور اس کا فعل سے حرام جان کر اجتناب کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

توشہ مردہ کے ساتھ لے جانا

﴿۶﴾ مسئلہ:۔ توشہ مردہ کے ساتھ لے جانا عادت یہود اور ہنود کفار کی ہے۔ من تشبه بقوم فهو منهم الحديث (۱۱۵). سو اگر جو کوئی رسم کسی کافر کی لیوے گا۔ وہ کفار میں شمار ہوگا پس توشہ مردہ کے ساتھ ہرگز کہیں قرون ثلثہ میں ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ فعل کفار کا ہے سو اس کا کرنا بدعت اور گناہ ہے۔ ہرگز درست نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس میں ذرا سی مشابہت کفار سے ہوتی اس کو منع فرما دیا ہے چنانچہ احادیث اس امور سے پر ہیں پس اس فعل کو مردود گناہ جان کر ترک کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بزرگان اہل سنت کے قدم کو بوسہ دینا اور یا مرشد اللہ کہنا

﴿۷﴾ بوسہ دینا بزرگوں اہل سنت کے قدم کو اگرچہ درست ہے مگر اس کا کرنا اولیٰ نہیں کہ عوام اس فتنہ میں پڑ جاتے ہیں لہٰذا اس کا ترک کرنا چاہئے اور لفظ یا مرشد اللہ وغیرہ جہلاء کے ایجاد کئے ہوئے ہیں کہ سلام کی جگہ اس کو بولتے ہیں لہٰذا بدعت ہے معہذا اس کے بعض معنی موہم کفر کے ہیں مرشد اللہ کے معنی ایک یہ بھی ہیں کہ تم اللہ کے مرشد ہو معاذ اللہ اگرچہ دوسرے معنی درست بھی اس کے ہیں سو جو کلمہ ایسا ہو کہ اس کے معنی اچھے اور برے دونوں ہو سکتے ہوں اس کو بولنا منع ہے ایسے موہم لفظ کا استعمال درست نہیں (۱۱۶) جیسا کہ حق

(۱۱۵): اخرجه أبو داؤد فی سننه فی كتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱، ط، دارالسلام، رياض.

(۱۱۶): اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشيريقول:=

تعالیٰ فرماتا ہے۔یا ایھا الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا(۱۱۷)۔

راعنا کے معنی ایک اچھے تھے جس کو مسلمان مراد لیتے تھے دوسرے معنی برے تھے جس کو یہود مراد لیتے تھے اس پر مسلمانوں کو منع کردیا کہ ایسا لفظ مت بولو خالص اچھے معنوں کے لفظ کہ(۱۱۸) پس یہ لفظ مرشد اللہ کہنا نہیں چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=سمعت رسول اللہﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینھما مشتابھات، لایعلمھا کثیر من الناس، فمن اتقی الشبھات استبرأ لعرضه ودینه، ومن وقع فی الشبھات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت ھٰذا الحدیث: قوله (ومن وقع فی الشبھات، وقع فی الحرام): یرید أنه اذا اعتادھا واستمر علیھا أدته الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبھة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۱۱۷):(بقرة:۱۰۴)

(۱۱۸): یایھا الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکٰفرین عذاب الیم.وفی الجامع لاحکام القرآن تحت ھذہ الآیة: قال ابن عباس: کان المسلمون یقولون للنبیﷺ: راعنا، علی جھة الطلب والرغبة .من الراعاة.أی: التفت الینا، وکان ھذا بلسان الیھود سباً، أی: اسمع لاسمعت، فاغتنموھا، وقالوا: کنانسبه سراً، فالآن نسبه جھراً، فکانوا یخاطبون بھا النبیﷺ، ویضحکون فیما بینھم، فسمعھا سعد بن معاذ. وکان یعرف لغتھم. فقال للیھود: علیکم لعنة اللّٰه! لئن سمعتھا من رجل منکم یقولھا للنبیﷺ لاضربنّ عنقه فقالوا: أولستم تقولونھا؟ فنزلت الآیة، ونھوا عنھا لئلا یقتدی بھا الیھود فی اللفظ، وتقصد المعنی الفاسد فیه. (الجامع لأحکام القرآن، ج: ۲، ص:۲۹۳، ط، موسسه الرسالة، بیروت لبنان)

آخری چارشنبہ کی اصل

﴿۸﴾ آخری چارشنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اس دن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت مرض واقع ہوئی تھی (۱۱۹) تو یہودیوں نے خوشی کی تھی وہ اب جاہل ہندیوں میں رائج ہوگئی نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا.

---

(۱۱۹):أخبرنا محمد بن عمر، أخبرنا أبو معشر عن محمد بن قیس قال محمد بن عمر: وأخبرنا عبداللّٰہ بن محمد بن عمر بن علی عن أبیه عن جده قال: أول ما بدأ برسول اللّٰہ ﷺ شکوه یوم الأربعاء فکان شکوه الی أن قبض(ﷺ)، ثلاثة عشریوماً. (طبقات ابن سعد، ذکر أول ما بدأ برسول اللّٰہ ﷺ وجعه الذی توفی فیه، ج:۲، ص: ۱۸۳،ط، مکتبة الخانجی بالقاهرة)

وفی الاستیعاب: ثم بدأ برسول اللّٰہ ﷺ مرضه مات منه یوم الأربعا للیلتین بقیتامن صفر سنة احدی عشرة فی بیت میمونة رضؓ. (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب،للابن عبدالبر المالکیؒ، ج: ۱،ص: ۴۶،۴۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الایمان اور کفر کے مسائل

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی نذر ماننا

﴿سوال﴾ جو کہ کتاب تقویۃ الایمان میں در بارۂ افعال شرکیہ کے واقع ہوا ہے جیسے نذر غیر اللہ یعنی توشہ وغیرہ وبوسہ دینا قبر کو اور سجدہ اور طواف کرنا قبر کو اور غلاف ڈالنا اس کے اوپر اور جو جس اس کے مثل اور امور ہیں اور قسم کھانا بغیر اللہ اور شگون بد لینا اگر کسی شخص سے صادر ہوں تو اس کو کافر محض جاننا اور دیگر معاملہ کفار کا اس کے ساتھ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ افعال شرکیہ بعض ایسے ہیں کہ شرک محض ہے اور بعض ایسے ہیں کہ مشرک لوگ ان کو کرتے ہیں اور تاویل ان میں ہوسکتی ہے۔ پس پہلی قسم کا فعل جیسا سجدہ بُت کو کرنا زنار ڈالنا ہے۔ ان امور سے تو مشرک ہوگیا (۱) اور سب معاملات مشرکین کے اس کے ساتھ کرنا ہیں اور دوسری قسم کے افعال سے گناہ کبیرہ ہوتا ہے اس سے خروج عن الاسلام نہیں ہوتا کیونکہ شرک بعض اصل شرک اور اعلیٰ درجہ کا ہے اور بعض کم

---

(۱): ومع ذلک شد الزنار بالاختیار، أو سجد للصنم بالاختیار، نجعله کافراً، لما أن النبی ﷺ جعل ذلک علامة التکذیب والانکار. (شرح العقائد النسفیة، مبحث الایمان، ص: ۲۸۹، ط،مکتبة البشریٰ کراتشی)

وفی الشامیة: کما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً فی قاذورة فانه یکفر وان کان مصدقاً. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ۶، ص: ۳۵۶،ط، دار عالم الکتب، ریاض)

ولو شد الزنار علی وسطه أو وضع الغل علی کتفه فقد کفر.....وفی الملتقط اذا شد الزنار أو أخذ الغل أو لبس قلنسوة المجوسی جادا أو هازلا یکفر. الخ (شرح فقه الاکبر، ص: ۱۷۱، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

اسی واسطے شرک دون شرکٍ کہتے ہیں تو دوسرے درجہ کے شرک حقیقتاً شرک نہیں جیسا قسم بغیر اللہ کو شرک فرمایا اور ریاء کو شرک فرمادیا(۲) لہٰذا یہ سب افعال چونکہ صورت میں شرک کے ہیں ان کو شرک فرمادیا ہے ان کے کرنے سے فاعل حقیقی مشرک نہیں ہوجاتا فقہاء نے لکھا ہے کہ مسلم کے فعل میں اگر ننانوے (۹۹) احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہوتو اس کو ایمان پر حمل کرنا اور مؤمن ہی کہنا چاہیے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد۔

(۲):اخرج الترمذی عن سعد بن عبيدة: ان ابن عمر سمع رجلا يقول: لا والكعبة فقال ابن عمر: لاتحلف بغير الله، فانی سمعت رسول اللهﷺ يقول: من حلف بغير الله فقدكفر او اشرک، هذا حديث حسن.

وتفسير هذا الحديث عند بعض اهل العلم: ان قوله فقد كفر او: اشرک، على التغليظ والحجة فی ذلک: حديث ابن عمر ان النبیﷺ سمع عمر يقول: وابی وابی فقال: الا ان الله ينهاكم ان تحلفوا بآبائكم.

وحديث ابی هريرة عن النبیﷺ انه قال: من قال فی حلفه واللات والعزى، فليقل: لااله الا الله وهذا مثل ماروى عن النبیﷺ انه قال:الرياء شرک وقد فسر بعض اهل العلم هذه الآية:﴿ فمن كان يرجو لقاء ربه فليعمل عملا صالحا﴾ الآية، قال لايرائی.

(جامع الترمذی، ابواب النذور والايمان، باب ماجاء ان من حلف بغير الله فقد اشرک، ج: ۱،ص: ۶۵۴،۶۵۵،رقم الحديث:۱۵۳۵،ط، الطاف اينڈ سنز، كراتشی)

عن شداد بن اوس، قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول: من صلى يُرائی فقد اشرک، ومن صام يرائی فقد اشرک، ومن تصدق يرائی فقد اشرک. رواه احمد. وفی المرقات تحت هذا الحديث:أی شركاً خفيا كما سيجئی مصرحا فيما يليه من حديثه.الخ.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، ج: ۹، ص: ۵۱۵، رقم الحديث: ۵۳۳۱،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۳):ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون احتمالا للكفر،=

جھوٹ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنانا

﴿سوال﴾ جو لوگ شہادت کا ذبہ ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں کہ میں خدائے تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر اس مقدمہ میں سچ کہوں گا جھوٹ نہ کہوں گا یا سچ کہا میں نے جھوٹ نہ کہا یا سچ کہتا ہوں میں جھوٹ نہیں کہتا ہوں پھر باوجود اپنے علم کے مرتکب کذب کا ہوا اور اس کے خلاف کہا تو اس صورت میں یہ شخص گنہگار ہوگا یا کافر؟ اور ان الفاظ مذکورہ فی الشہادۃ الکاذبہ اور ان الفاظ میں جو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب زواجر میں لکھے ہیں۔

او قال اللّٰہ یعلم انی فعلت کذا وھو کاذب فیہ نسبۃ اللّٰہ سبحانہ الی الجھل اور نیز اس کے قائل کو منسوب الی الکفر لکھا ہے اور ایسے ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ملحقات شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے۔ **فی الفتاویٰ الصغریٰ من قال یعلم اللّٰہ انی فعلت ھٰذا وکان لم یفعل کفر ای لانہ کذب علی اللّٰہ و ایضا لو قال اللّٰہ یعلم انہ ھکذا وھو یکذب کفر (۴)**. ان دنوں صورتوں میں

=واحتمال واحد فی نفیہ، فالأولیٰ للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی. (شرح فقہ أکبر بکڈپو ۱۹۹، بحوالہ فتاوی قاسمیہ، ج: ۱،ص: ۴۶۷، ط، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

وفی التاتارخانیۃ: اذا کان فی المسألۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر، فعلٰی المفتی أن یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسیناللظن بالمسلم. (الفتاوی التاتارخانیہ کتاب المرتدین ، الفصل الاول فی اجراء کلمۃ الکفرمع علمہ انھا کلمۃ الکفرالخ. ج: ۷،ص: ۲۸۱،ط، مکتبۃ زکریا،بدیوبند، الھند)

(وکذا فی مجمع الانھرفی شرح ملتقی الابحر، کتاب السیر والجھاد، باب المرتد، ج: ۲،ص: ۵۰۱، ۵۰۲،ط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان).

(۴):(کتاب شرح فقہ الاکبر، فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ، ص: ۱۷۷، ط، دار الکتب العربیۃ الکبری مصر)

کچھ فرق ہے یا نہیں اگر ایک ہی صورت ہے تو بر بنائے قول ابن حجر وملا علی قاری رحمہما اللہ تعالیٰ کے کاذب فی الشہادۃ کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کچھ فرق ہے تو ان کے کلام کی کیا تاویل ہے؟

﴿جواب﴾ فعل گزشتہ پر حق تعالیٰ کو شاہد کر کے جھوٹ بولنا کفر ہے جیسا ملا علی قاری اور ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا اور یہ کہنا کہ جھوٹ نہ کہوں گا۔ استقبال کا زمانہ ہے کہ سچ بولنے اور جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کرتا ہے بقولہ اس مقدمہ میں سچ کہوں گا یا بقولہ سچ کہتا ہوں کیوں کہ اگر چہ یہاں زمانہ حال ہے مگر مراد زمانہ استقبال ہے کہ بعد اس بیان کے بیان واقعہ کرتا ہے پس خلاف وعدہ کیا۔ لہٰذا روایات ملا علی قاریؒ وابن حجرؒ سے فرق ہے تیسری شکل کہ اس مقدمہ میں میں نے سچ کہا۔ اگر بعد اظہار کے یہ قول کہا تو البتہ یہ داخل روایت ملا علی قاریؒ اور ابن حجرؒ میں ہے۔ اور جو بعد اس قول کے اظہار کذب کیا ہے تو یہاں بھی مجازاً استقبال ہی مراد ہے۔ بہر حال درصورت مراد معنی استقبال کے کفر نہ ہوگا اور درصورت ماضی کفر ہے اور داخل روایت مذکورۂ سوال پہلی صورت میں یہ فاسق ہے (۵) نہ کافر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی نام کا وظیفہ

﴿سوال﴾ اگر کسے نام سوائے خدائے تعالیٰ را بطریق تقرب وردساز داز مسلمانی بیرون گردد۔

﴿جواب﴾ اگر نام کسے بطریق تقرب ورد زبان می ساز دمشرک گردد انتہی ملخصاً۔ اور شہرت دینے والا بسبب اعتقاد جواز کے مشرک ہے اور شہرت جواز کی دینی علاوہ شرک سے دوسرا وبال ہے۔ واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم فقط.

---

(۵): الخلف فی الوعد حرام . وقال العلامة سید احمد الحموی الحنفی رحمه اللّٰه تعالٰی تحته: قوله: الخلف فی الوعد حرام. قال السبکی: ظاهر الآیات والسنة تقتضی وجوب الوفاء وقال صاحب العقد الفرید فی التقلید انما یوصف بما ذکر أی بان خلف الوعد نفاق اذا قارن الوعد العزم . (غمز عیون البصائر شرح کتاب الاشباه والنظائر، ج:۳،ص: ۲۳۶،ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ہذا الجواب صحیح محمد قاسم علی عفی عنہ | الجواب صحیح | لقد صح الجواب
محمد قاسم علی حلف | بےنظیر ۱۳۰۰ | احقر محمد حسن غفرلہ
مولانا عالم علی | شگفتہ محمد گل

اصاب من اجاب محمد احتشام الدین عفی عنہ الجواب صحیح بشیر احمد شاہ عفی عنہ

لقد اصاب المجیب احمد حسن دیوبندی عفی عنہ المجیب مصیب احقر الزمن محمود حسن غفرلہ

رشید احمد عفی عنہ

اس کی کل صورتیں گناہ سے خالی نہیں۔ کسی میں شرک ہے کسی میں ایہام لہٰذا اس کا رواج دینا جائز نہیں۔ عبدالرحمٰن عفی عنہ۔

وظیفہ جملہ مروجہ یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شیئاً للہ کسی طرح جائز نہیں (۶) فقط واللہ اعلم خلیل احمد عفی عنہ انبیٹھوی۔

---

(۶): ومن اضل ممن یدعو من دون اللّٰہ من لا یستجیب له الی یوم القیامة وهم عن دعآئهم غافلون. (الاحقاف: الآیة: ۵)

ان الناس قد اکثروا من دعاء غیرا للّٰہ تعالٰی من الأولیاء الأحیاء منهم والأموات وغیرهم، مثل یاسیدی فلان اغثنی، ولیس ذلک من التوسل المباح فی شیء....وقد عده أناس من العلماء شرکاً. (روح المعانی، سورة المائدة تحت الآیة: ۳۵، ج:۶، ص: ۱۲۸، ط، احیاء التراث العربی، بیروت لبنان).

ازیں چنیں وظیفه احتراز لازم و واجب اولا ازیں جهت که این وظیفه متضمن شیئاً للّٰہ است وبعض فقهاء را از همچو لفظ حکم کفر کرده اند چنانکه در درمختار می نویسند کذا قول شیء للّٰہ قیل یکفر انتهٰی. ودر رد المحتار می آرد ولعل وجهه انه طلب شیئا للّٰہ واللّٰہ غنی عن کل شیء والکل مفتقر ومحتاج الیه. وینبغی ان یرجح عدم التکفیر فانه یمکن ان یقول اردت طلب شیء اکراما للّٰہ شرح الوهبانیة. قلت فینبغی او یجب=

واقعی اموات کو بذریعہ شیئاً للہ ندا کرنا یا شرک ہے یا اندیشۂ شرک ہے اور مسلمان کو دونوں امر سے اجتناب لازم ہے محمود عفی عنہ دیوبندی۔ خادم الطلباء احقر الزمن احمد حسن الحسینی الرضوی نسباً والچشتی الصابری مشرباً والحنفی مذہباً والامروہوی مولداً ومسکناً غفر اللہ لہ والدیہ واحسن الیہما والیہ اسمہ احمد ۱۲۹۷۔

غیر اللہ کی نداء کب شرک ہوگی

﴿سوال﴾ پڑھنا ان اشعار وقصائد کا خواہ عربی ہوں یا غیر عربی جن میں مضمون استعانت واستغاثہ بغیر اللہ تعالیٰ ہوں کیسا ہے اور وہ پڑھنا کبھی بطور ورد وظیفہ بہ نیت انجاح حاجت ہوتا ہے اور کبھی بطور نعت اشعار پڑھے جاتے ہیں ان کے ضمن میں اشعار استمدادیہ والتجائیہ بھی پڑھی جاتے ہیں مثلاً یہ شعر ؎

یا رسول اللّٰہ انظر حالنا

یا نبی اللّٰہ اسمع قالنا

اننی فی بحر ھم مغرق

خذیدی سھل لنا اشکالنا

یا یہ شعر قصیدہ بردہ کا پڑھنا ؎

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ

سواک عند حلول الحادث العمم

تو کبھی فقط یہی شعر بطور ورد وعمل سو دو ۲ سو بار پڑھتے ہیں اور کبھی سارا قصیدہ بطور ورد پڑھتے ہیں اور اس کے ضمن میں وہ اشعار استعانت کے بھی آجاتے ہیں اور مداومت ورد وادائے زکوٰۃ ان اشعار وقصائد کی

=التباعد عن هذه العبارة وقد مر ان مافيه خلاف يؤمر بالتوبة والاستغفار وتجديد النكاح انتهٰى وثانيا ازين جهت كه اين وظيفه متضمن ست نداى اموات را از امكنۂ بعيده وشرعا ثابت نيست كه اولياء را قدرتے حاصل است كه از امكنۂ بعيده ندا را بشنوند الخ. (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوىٰ: ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه كوئٹه)

کرتے ہیں اور اسی قسم کے اشعار نعتیہ واستمدادیہ منسوب بہ مولانا جامی ودیگر علما ہیں اور شاید اشعار مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ومولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہما کے بھی بطور قصیدہ نعتیہ متضمن اشعار استمدادیہ ہیں پس یہ استعانت واستغاثہ بغیر اللہ تعالیٰ خواہ ضمن لغت میں تبعاً خواہ تنہا مستقلاً بطور ورد ووظیفہ بمداومت یا گاہے گاہے خواہ بطور محبت وذوق وشوق یا کسی اور نیت سے جائز ہیں یا مستحب ہیں یا ممنوع اور شرک ہیں اور اگر شرک ہیں تو ان کے مصنفوں کے حق میں کیا کہا جاوے کہ وہ اکابر دین تھے اور پیشوائے اہل یقین امید کہ جواب مسئلہ ہذا بہ تفصیل وتحقیق تمام بطور کلیات وتفصیل جزئیات تحریر فرمادیں کہ دوبارہ سوال کی ضرورت نہ رہے۔ اور ان اشعار کا پڑھنا اس ملک میں بہت رائج ہے اور ان مسائل کو نہ کوئی دریافت کرتا ہے نہ کوئی عالم بخوف ملامت وطعن خلق صاف صاف بتاتا ہے الا شاذ ونادر ان مسائل کے سائل کو یا بحث کرنیوالے کو منکر حضرت ﷺ بتاتے ہیں اور مساجد اور خانقاہوں میں روبرو علماء اور مشائخ کے یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں اور کوئی عالم یا شیخ کہ بعض حضرات ان میں خوش عقیدہ اور دیندار بھی ہوتے ہیں کچھ تعرض نہیں کرتا اور تقریبات شادی میں بھی اور مجالس اعراس ومیلاد میں بھی اس کا رواج ہے اور پڑھنے والے از خود بدون طلب کے پڑھنا شروع کردیتے ہیں اور ہم لوگ جو بعض تقریبات شادی وغیرہ میں شریک محفل بضرورت ہوتے ہیں جو کچھ وہ پڑھنے والا جاہل پڑھتا ہے اگرچہ صاف کلمات شرکیہ وکفریہ سے پڑھے مجبوری سے سننا پڑتا ہے کوئی عالم ورئیس محلّہ وغیرہ جو حاضر محفل ہوتے ہیں کچھ اس بارہ میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر اور لوگ کیا کہہ سکتے ہیں۔

﴿جواب﴾ یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں۔ مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرماوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہوجاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچادیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے (۷) یا محض شوقیہ کہتا ہو

---

(۷): عن عبداللہ قال: قال: رسول اللہ ﷺ ان للہ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام. (رواہ النسائی فی سننہ، فی کتاب السھو، باب السلام علی النبی ﷺ، المجلد الثانی، الجرء الثالث، ص: ۵۰، رقم: ۱۲۸۱، ط، دار المعرفۃ، بیروت لبنان)

وفی روایۃ الحنفی: قال عن النبی ﷺ قال: من صلی علی عند قبری سمعتہ،=

محبت میں، یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ پس ان ہی اقسام کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا کہ مکروہ ہے (۸) کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مؤلف پر طعن ہوسکتا ہے اور کراہت موہوم ہونے کی بوجہ غلبہ جہت کے منجر ہوجاتی ہے مگر ایسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا، مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے۔ مگر ہاں جس کلام میں صاف کلمات کفر ہوں اس کو نہ سننا حلال ہے اور نہ سکوت روا ہے (۹) اگر قادر نہ ہو تو الگ ہوجاوے اور جو عالم باوجود قدرت کے اس کو رد نہ کرے یہ مداہنت ہووے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=ومن صلى نائيا ابلغته. (الجامع لشعب الايمان للبيهقي، ج:۳، ص: ۱۴۱، ط، مكتبة الرشد، الرياض)

(۸): اخرج الدارمي في سننه عن الشعبي قال: سمعت النعمان بن بشير يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلال بيّن والحرام بيّن، وبينهما مشتابهات، لايعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لعرضه ودينه، ومن وقع في الشبهات، وقع في الحرام. الخ. وفي فتح المنان تحت هٰذا الحديث: قوله (ومن وقع في الشبهات، وقع في الحرام): يريد أنه اذا اعتادها واستمر عليها أدته الى الوقوع في الحرام بأن يتجاسر عليه فيواقعه، يقول: فليتق الشبهة ليسلم من الوقوع في المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، كتاب البيوع، باب في الحلال بيّن والحرام بيّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المكتبة المكية مكة المكرمة، ودار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۹): اخرج مسلم عن طارق بن شهاب، وهذا حديث ابي بكر قال: اول من بدأ بالخطبة يوم العيد قبل الصلاة: مروان، فقام اليه رجل فقال: الصلاة قبل الخطبة؟. فقال: قد ترك ماهناك. فقال ابو سعيد: اما هذا فقد قضى ماعليه، سمعت رسول الله ﷺ=

غیر اللہ سے پناہ مانگنا

﴿سوال﴾ کتاب حیوٰۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ ابن سنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں لکھا ہے۔ روی ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة من حدیث داؤد بن الحصین عن عکرمة عن ابن عباس عن علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم انه قال اذا کنت بواد تخاف فیه الاسد فقل اعوذ بدانیال علیه السلام وبالجب من شر الاسد. حیوٰة الحیوان. جلد اول، ص: ۶ دربیان اسد (۱۰). اور بعد چند سطور کے مرقوم ہے۔ فلما ابتلی دانیال علیه السلام بالسباع الاواخرا جعل اللّٰہ تعالیٰ الاستعاذة به فی ذالک تمنع شر السباع التی لاتستطاع. یہ عمل پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو اس روایت کا کیا جواب ہے اور استعاذہ بغیر اللہ تعالیٰ جائز ہے یا منع اور منع ہے تو شرک ہے یا کیا؟

﴿جواب﴾ اگر روایت حیوٰۃ الحیوان کی صحیح ہے تو وجہ یہ ہے کہ اس لفظ میں یہ اثر حق تعالیٰ نے رکھا ہے چنانچہ عبارت دوسری حیوٰۃ الحیوان کی اس پر شاہد ہے کہ حق تعالیٰ نے استعاذہ بدانیال کو مانع شر سباع بنادیا ہے اس سے خود ظاہر ہے اس طرح کے کلام میں تاثیر رکھ دی ہے پس نہ حضرت دانیال وہاں موجود ہوتے ہیں نہ ان کو کچھ علم وخبر ہے نہ وہ دفع کرتے ہیں اس کلمہ کے اثر سے باذنہ تعالیٰ منع شر ہوجاتا ہے پس بایں معنی یہ معنی سمجھ کر وقت ضرورت کے پڑھنا اس کا مباح ہوا۔ کیونکہ ایسی حالت میں استعاذہ بذریعہ دانیال حق تعالیٰ سے ہے تو تقدیر کلام یہ ہے اعوذ باللّٰہ تعالیٰ بوجهه الدنیال .الخ. اور اگر خود دانیال کو مفید عقیدہ کرے گا بدون تاویل تو یہاں بھی شرک ہوگا پس یہ عبارت اگرچہ موہم شرک ہے مگر بوجہ ضرورت اور ارتکاب مکروہ کے

=یقول: من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده، فان لم یستطع فبلسانه، وان لم یستطع فبقلبه، وذلک أضعف الایمان. (صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان، ج: ۱، ص: ۲۴۴، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۱۰): (حیاة الحیوان الکبری، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، دار البشائر دمشق)

اباحت ہے جیسا توریہ اضطرار میں کرنا درست ہو جاتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

موہم اشعار

﴿سوال﴾ مضمون شعراء ہے۔

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جانے
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
خدا و مصطفیٰ کے کنہ میں ادراک عاجز ہے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جانے
وہی ہے ایک دریا اس کی موجیں دونوں عالم ہیں
غریق قلزم عرفاں ہو جب یہ ماجرا جانے
احد نے صورت احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا
بھلا پھر کس طرح سے کوئی اس کا مرتبہ جانے
چاند بدلی میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا
شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

اس میں الوہیت ورسالت میں فرق نہیں جانتے اور یہ بظاہر کفر ہے لہٰذا ان کا پڑھنا بالخصوص مجمع عوام میں اور نیز عقیدہ کرنا کیسا ہے کفر ہے یا فسق یا جائز ہے اور درصورت جواز مطلب کیا ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ ان اشعار کے معانی اگر چہ بتاویل درست وصحیح ہو سکتے ہیں مگر چونکہ (بظاہر) موہم شرک ہیں اس لئے عوام کے روبرو تو ان کا پڑھنا موجب فتنہ کا ہے اس سے حذر کرنا چاہئے (۱۱) اور پڑھنے

(۱۱):اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشير يقول:=

والے ان کے مجلس عوام میں گنہگار رہوتے ہیں لہٰذا پڑھنا ان کا حرام ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تصدیق قلبی کے باوجود شرک کرنا بغیر مجبور کرنے کے

﴿سوال﴾ کتب عقائد وکلام میں لکھا ہے کہ اگر ایمان وتصدیق قلبی میں خلل نہ ہووے تو کلمات کفریہ وافعال کفریہ سے عنداللہ کافر نہیں ہوتا تو التماس یہ ہے کہ امر کس صورت میں ہے کہ جوکلمات کفر اور افعال کفر سے کافر نہیں ہوتا عنداللہ تعالیٰ بشرط صحت تصدیق قلبی آیا حالت اکراہ مراد ہے یا حالت اختیار مراد ہے اور عنداللہ اگر مومن ہوتو عندالشرع کافر ہو یا فاسق اور عنداللہ بھی فاسق ہوا یا نہیں اور یا کوئی ضرورت اور منفعت دنیوی مراد ہے کہ وہ حالت اکراہ نہیں ہے خیال میں نہیں آتا کلمات کفر اور القاء مصحف فی القاذورات اور کلمات توہین واستخفاف بشان حضرت حق تعالیٰ ذی شان وحضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وحضرات ملائکہ علیہم السلام بدون اکراہ وقوع میں آویں اور پھر یہ شخص عنداللہ مومن رہے امید کہ جواب ان امور کا ارشاد فرمائیے۔فقط۔

﴿جواب﴾ یہ حالت اکراہ میں ہے (۱۲) ورنہ باوجود تصدیق قلبی کے اگر کچھ شرک کرے گا کافر

=سمعت رسول اللهﷺ يقول: الحلال بيّن والحرام بيّن، وبينهما مشتابهات، لايعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لعرضه ودينه، ومن وقع فى الشبهات، وقع فى الحرام. الخ. وفى فتح المنان تحت هٰذا الحديث: قوله (ومن وقع فى الشبهات، وقع فى الحرام): يريد أنه اذا اعتادها واستمر عليها أدته الى الوقوع فى الحرام بأن يتجاسر عليه فيواقعه، يقول: فليتق الشبهة ليسلم من الوقوع فى المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، كتاب البيوع، باب فى الحلال بيّن والحرام بيّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المكتبة المكية مكة المكرمة، ودار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۱۲): وان أكره على الكفر بالله تعالىٰ أو سب النبىﷺ بقتل أو قطع رخص له اظهار كلمة الكفر والسب فان أظهر ذلک وقلبه مطمئن بالايمان فلا يأثم. الخ. (الفتاوى=

عنداللہ تعالیٰ بھی ہو جاوے گا (۱۳)۔فقط۔

مشرکانہ حکایات پر اعتقاد

﴿سوال﴾ ان کرامتوں مفصلہ ذیل میں کیا حکم ہے۔حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کے ایک مرید نے انتقال کیا اس کا بیٹا روتا ہوا آپ کے پاس آیا آپ نے اس کے حال پر رحم فرما کر آسمان چہارم پر جا کر ملک الموت سے روح مرید کو مانگا ملک الموت نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے روح آپ کے مرید کی قبض کی ہے آپ نے فرمایا میرے حکم سے چھوڑ دے جب ملک الموت نے نہ دی تو آپ نے زبردستی زنبیل تمام روحوں کی جو اس دن قبض کی تھیں چھین لی۔تمام روحیں پرواز کر کے اپنے اپنے جسد میں داخل ہوئیں ملک الموت نے خدائے تعالیٰ کے پاس فریاد کی کہ ایک شخص مجنون نے زنبیل روحوں کی چھین لی۔فرمایا وہ ادھر کو تو

=العالمكيريه، ج: كتاب الاكراه، الباب الثانى فيما يحل للمكره أن يفعل وما لايحل، ج: ۵،ص: ۳۸)

قال رحمه الله: (وعلى الكفر واتلاف مال المسلم بقتل قطع لا بغيرهمايرخص) يعنى لو أكره على كلمة الكفر واتلاف مال انسان بشىء يخاف على نفسه أو على أعضائه كالقتل وقطع الأطراف يرخص له اجراء كلمة الكفر على لسانه وقلبه مطمئن بالايمان. (تكلمة البحر الرائق، ج: كتاب الاكراه، ج: ۸،ص: ۱۳۳،ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۳):رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافراً ولايكون عند الله مؤمنا كذا فى فتاوى قاضيخان. (الفتاوى العالمكيريه، الباب التاسع فى احكام المرتدين، ج: ۲، ص: ۲۸۳)

ومن كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان فهو كافر، ولاينفعه ما فى قلبه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحكام المرتدين ، الفصل الاول فى اجراء كلمة الكفرمع علمه انها كلمة الكفرالخ. ج: ۷،ص: ۲۸۲،ط، مكتبة زكريا،بديوبند، الهند)

نہیں آتا عرض کیا نہیں آتا کہا اچھا ہو جو واپس گیا ورنہ وہ اگر ادھر کو آتا تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک جتنے مرے ہیں سب کے زندہ کرنے کو کہتا تو مجھے سب زندہ کرنے پڑتے۔

رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گزشت۔ ایک عورت حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا حضرت مجھے بیٹا دو آپ نے فرمایا تیری تقدیر میں لوح محفوظ میں نہیں ہے۔ اس نے عرض کی اگر لوح محفوظ میں ہوتا تو تمہارے پاس کیوں آتی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے کہا یا خدا تو اس عورت کو بیٹا دے حکم ہوا اس کی قسمت میں لوح محفوظ میں بیٹا نہیں ہے کہا ایک نہیں تو دو ۲ دے! جواب آیا ایک نہیں تو دو ۲ کہاں سے دوں۔ کہاں تو تین ۳ دے۔ کہا جب ایک بھی نہیں تو تین کہاں سے اس کی تقدیر میں بالکل نہیں۔ جب وہ عورت ناامید ہوئی۔ غوث اعظم نے غصہ میں آ کر اپنے دروازہ کی خاک تعویذ بنا کر دے دی۔ اور کہا تیرے سات بیٹے ہوں گے وہ عورت خوش ہو کر چلی گئی اور اس کے سات بیٹے ہوئے بعد وفات حضرت عبدالقادر جیلانی ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ کہا منکر نکیر کے جواب سے آپ نے کیونکر رہائی پائی۔ جناب شیخ نے فرمایا یوں پوچھو۔ منکر نکیر نے میرے سوالوں کے جواب میں کیونکر رہائی پائی جس وقت میرے پاس قبر میں آئے میں نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور کہا یہ بتلاؤ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کریں گے تو تم نے یہ کیوں کہا کہ اے اللہ تو ایسے شخص کو پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد پیدا کرے گا شاید تم نے اللہ تعالیٰ کو مشورت طلب ٹھہرایا۔

﴿جواب﴾ ان الحکم الا للّٰہ یہ کرامات مندرجہ سوال بت پرستوں کے سے عقیدہ والوں کے ہیں۔ **قد جاء فی الحدیث من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ و من لم یستطع فبلسانہٖ و من لم یستطع فبقلبہٖ ولیس وراء ذٰلک حبۃ خردل من الایمان** (۱۴). جو لوگ ان کرامات شرکیہ مذکورہ کو حق جانتے ہیں اس عقیدہ شرکیہ کفریہ پر ہیں سراسر مخالف قرآن اور حدیث کے ہیں۔ اور مثل بُت پرستوں کے عبدالقادر پرست ہیں بندہ کو خدا اعتقاد کرتے ہیں العیاذ باللہ بلکہ اس واحد وقہار و قیوم و جبار کو بندہ

---

(۱۴):(اخرجہ مسلم فی صحیحہ فی کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، ج: ۱، ص: ۲۴۴، ط، مکتبۃ البشریٰ کراتشی)

کے آگے مجبور جانتے ہیں ایسے عقیدہ والے قطعی کافر اور مشرک ہیں (ا) اگر وہ کوئی ابتدائے تمیز سے اس عقیدہ پر ہے تو پرانا کافر ہے جب تک اس کفریہ عقیدہ سے توبہ نہ کرے اور تجدید اسلام کلمہ شہادت سے نہ کرے مسلمان نہیں۔ **قال اللّٰہ تعالٰی انہ من یشرک باللّٰہ فقد حرم اللّٰہ علیہ الجنۃ ومأوٰہ النار وما للظالمین من انصار (۱۵)**. اگر کسی مسلمان کے گناہوں سے ساری زمین لبریز ہو اور شرک نہ ہو تو حق جل جلالہ اس کے بخشنے کا وعدہ فرماتا ہے اپنی رحمت سے مگر مشرک کافر ہرگز نہ بخشا جائیگا۔ **ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہٖ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشآء ومن یشرک باللّٰہ فقد ضل ضلالاً بعیداً (۱۶)**. اور جو لوگ اول عقیدہ توحید کا رکھتے تھے اور بعد میں اس شرکیہ عقیدہ پر ہو گئے ہیں تو ان کے پہلے نیک عمل سب برباد ہو گئے اگر اسی کفر پر مر جائیں تو دوزخی ہیں بموجب فرمان واجب الاذعان الٰہی کے **ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولٓئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ و اولٓئک اصحٰب النارھم فیھا خٰلدونً (۱۷)**. **نعوذباللّٰہ من شر الکاذبین المبتدعین الباطلین الطاغین الفاسقین واللّٰہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب.** حررہ الفقیر محمد حسین الدہلوی عفا اللہ عنہ۔

یقال لہ محمد ابراہیم۔ الجواب حق محمد اشرف علی عفی عنہ سلہٹی

الجواب صحیح۔ عبد المجید عرف محمد قابل عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ

یہ باتیں عوام کالانعام بل ہم اضل کی ہیں ان سے احتراز مسلمانوں پر واجب ہے۔ فقط قادری علی عفی عنہ۔

صح الجواب بعون اللہ الملک الوہاب شہر اسلام آباد عرف چاٹگام۔

(ا): **وفی خزانۃ الفقہ: ولو قال: للّٰہ تعالی شریک، أو ولد، أو زوجۃ أو ھو جاھل، أو عاجز، أو نقص بذاتہ أو صفاتہ کفر.** (الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب أحکام المرتدین، الفصل الثانی: فیما یقال فی ذات اللّٰہ سبحانہ وتعالی وصفاتہ، ج: ۷، ص: ۲۸۷، ط، مکتبہ زکریا دیوبند)

(۱۵): (سورۃالمائدۃ/۷۲) (۱۶): (سورۃالنساء/۱۱۶) (۱۷): (سورۃالبقرۃ/۲۱۷)

الجواب صحیح سید عبدالسلام غفرلہ الجواب صحیح سید محمد ابوالحسن۔
الجواب صحیح سید معتصم باللہ حنفی
محمد عبدالحکیم عفی عنہ کرامات مذکورہ بے اصل ہیں ان کے اعتقاد سے احتراز چاہئے محمد حسن عفی عنہ۔
یہ حکایات لا اصل ہیں اعتقاد کے لئے یقینی باتیں درکار ہیں معتقدان باتوں کا یا نادان ہے یا کجرو، مسلمانوں کو بہرحال ایسی باتوں سے اعتقاد ہٹانا چاہئے اور سچے اور پکے مسلمانوں کے عقائد دل میں جمانے چاہئیں۔ فقط محمد ناظر حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامی میرٹھ شہر کرامت مذکورہ کا معتقد مخالف قرآن واحادیث کا ہے ایسے اعتقاد سے پرہیز کرنا لازم ہے فقط محمد مسعود نقشبندی۔
الجواب صحیح محمد عبیداللہ الجواب صحیح عبدالحق ایسے عقائد مشرکین ومبتدعین کے ہیں۔ جواب مجیب کا اور مواہیر ودستخط صحیح ہیں۔ حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ الجواب صحیح والرائے نجیح الغرض جناب شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ ولی کامل فی زعمنا ہیں صاحب کرامات ہیں مگر عوام کالانعام جہلا لوگوں نے ہزارہا حکایات اکاذیب گھڑلی ہیں۔ منجملہ ان کے سوال میں درج ہیں اور انہیں کے لگ بھگ یہ کرامت بھی افترا کی ہوئی ہے کہ بارہ برس کے بعد کشتی مع برات ڈوبی ہوئی نکالی سو اس کی بھی کچھ اصل نہیں ہے غرضیکہ ایسے عقیدے شرکیہ بدعیہ سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حررہ العاجز ابومحمد۔
عبدالوہاب الفنجانی الملتانی خادم شریعت رسول الآداب۔
الجواب صحیح سید محمد اسمٰعیل فریدآبادی ابومحمد عبدالوہاب، پیر محمد انصاری عفی عنہ، ولی محمد۔
بقلم خود۔ جواب بہت صحیح ہے جواب بہت صحیح ہے سید عطاء الرحمٰن عفی عنہ
مولوی دبیر الرحمٰن صاحب بنگالی سید محمد عبدالحمید سید غلام حسین
عبدالجبار حیدرآبادی۔ جواب صحیح ہے روح چھیننا غلط ہے اعتقاد اس پر باطل ہے۔
بمہروقلم امیر احمد عفی عنہ، قادر بخش عفی عنہ، جواب صحیح ہے تلطف حسین۔
مخفی نہ رہے کہ مفتی جزاہ اللہ خیر الجزاء نے جو جواب دیا ہے اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے پوجنے والوں اور اس کے رسول برحق کے ماننے والوں کو کافی ووافی ہے البتہ ضال مضل مشرک ومبتدع کہ جس کے دل اور آنکھ اور کان پر شقاوت وبدعتی کی مہر ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے فی الواقع جو شخص ایسی کرامتوں لا اصل لہ کا پیر یا کسی دوسرے ولی وفقیر سے کہ جو مقدرات باری تعالیٰ وتصرفات قادر مطلق سے ہیں قائل ومعتقد ہے اس

کے مشرک ہونے میں کوئی شک نہیں خدا بے چون و چرا کے حکم وقدرت کے مقابلہ میں کسی نبی وولی کی کچھ پیش نہیں چلتی وہ حاکم سارا جہان محکوم وہ خالق اور سب مخلوق پھر کون اس شہنشاہ دو جہان کے حکم کو رد کرسکتا ہے اپنے کلام معجز میں بیان فرماتا ہے **قل من بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولایجار علیه ان کنتم تعلمون، سیقولون للّٰه قل فانی تسحرون** (۱۸). یعنی فرمایا اللہ صاحب نے کہہ کون ہے وہ شخص جس کے ہاتھ میں ہے قابو ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی نہیں حمایت کرتا اگر جانتے ہو۔ وہیں کہہ دیں گے کہ اللہ ہی ہے پھر کہاں سے خبط میں پڑ جاتے ہو اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ **لیس الفاعل والقادر والمتصرف الا ھو یعنی اللّٰه تعالیٰ اولیاء ھم الفانون الھالکون فی فعله تعالیٰ وقدرته وسطوته لا فعل لھم ولاقدرۃ لاتصرف لا الأن ولاحین کانوا حیا فی الدار الدنیا.** یعنی قادر اور فاعل اور متصرف کوئی نہیں مگر اللہ اور اولیاء فانی اور گم ہیں اللہ کے فعل میں اور اس کی قدرت اور غلبہ میں ان کا کوئی فعل ہے نہ قدرت نہ تصرف نہ اب یعنی عالم برزخ میں اور نہ جب کہ زندہ تھے دنیا میں۔ پس اس آیت اور عبارت شیخ موصوف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کرسکتا۔ پس ایسی کرامت پیران پیر کی طرف منسوب کرنا محض تہمت وافترا ہے واللہ اعلم بالصواب فقط حررہ حمایت اللہ عفا اللہ عنہ جلیسری۔ ایسی حکایات وکرامات جن میں خدا کے ساتھ مقابلہ یا اس کے کاموں میں کسی قسم کا دخل بے جا بخلاف مرضی حق تعالیٰ کے ہو محض افترا وبہتان ان بزرگوں پر ہے انبیاء وصدیقین وشہداء وصلحاء اور ملائکہ سب اس کے حکم سے آگے دم بخود ہیں۔ قال **اللّٰه تعالیٰ بل عباد مکرمون لایسبقونه بالقول وھم بامرہ یعملون. یعلم مابین ایدیھم ماخلفھم ولا یشفعون الا لمن ارتضی وھم من خشیة مشفقون ومن یقل منھم انی اله من دونه فذلک نجزیه جھنم کذلک نجزی الظالمین** (۱۹). یعنی وہ بندے ہیں جن کو عزت دی ہے اس سے بڑھ کر نہیں بول سکتے اور وہ اس کے حکم پر کام کرتے ہیں۔ اس کو معلوم ہے جو ان کے آگے اور پیچھے ہے

---

(۱۸): (سورۃ المؤمنون/۸۸، ۸۹)

(۱۹): (سورۃ الانبیاء/۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹)

اور سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس سے وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو کوئی ان میں کہے کہ میں خدا ہوں سوائے اس کے سو اس کو ہم بدلہ دیں دوزخ یوں ہی ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔

زسر نہادہ بزرگی بزرگان

فقط حررہ العاجز ابو عبد الرحمٰن محمد عفی عنہ۔

الجواب صحیح محمد عبد الحکیم عفی عنہ۔ جواب صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیه ترجعون** (۲۰). فقط حررہ عطاء اللہ عفی عنہ۔ یہ جواب صحیح ہے۔ ابو محمد سلیم الدین ہذا جواب صحیح۔ الجواب صحیح۔ ابو عبد اللہ محمد نعمت اللہ۔ جواب صحیح ہے دستخط محمد فقیر اللہ الفنجانی شاہپوری۔ خادم شریعت متین محمد سلیم الدین عفی عنہ۔

الجواب واللہ سبحانہٗ الموافق للصواب۔ یہ کرامتیں جو سوال میں مرقوم ہیں اس کا رد و انکار نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس میں کوئی امر خلاف شرع اور خلاف عقیدہ اہل اسلام نہیں ہے اور ایک کرامت اخیرہ اقتباس الانوار میں جو معتبر کتاب ہے احوال حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ میں منقول ہے اور دو کرامتیں جو پہلی ہیں وہ میری نظر سے کسی کتاب میں نہیں گذری لیکن کتابیں احوال حضرت ممدوح میں بہت کثیر ہیں۔ اور میں نے ان کو بالاستیعاب نہیں دیکھا۔ پس ممکن ہے کہ کسی صاحب نے نقل کی ہوں۔ بہر حال انکار کرنے کی کوئی وجہ وجیہہ نہیں معلوم ہوتی اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے ایسی کرامتیں بیشتر صادر ہوئی ہیں اور یہ کرامتیں ان کے کمال اور شرف کے سامنے کچھ مقدار نہیں رکھتیں۔ ان کا کمال اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ امر اہل معرفت پر مخفی نہیں ہے اقتباس الانوار میں ہے واز آنحضرت ہر جنس کرامات نقل کردہ اند تصرف در ظواہر خلق و بواطن ایشان و اجرائے حکم بر انس و جن و اطلاع ضمائر و اظہار سرائر و تکلم بخواطر و اطلاع بر بطائن ملک و ملکوت و کشف حقائق جبروت و اسرار لاہوت اعطاء مواہب علیہ امداد عطایاء لا ریبیہ و تقلب و تصرف حوادث و دوائر و تصرف اکوان اثبات الٰہی و اتصاف بصفت احیاء و اماتت و ابراء اکمہ و ابرص و تصحیح مرضی و طی زمان و مکان و نفاذ امر در زمین و آسمان و نیز بر آب و طیران در ہوا و تصرف ارادت مردم انتہیٰ فقط واللہ سبحانہ اعلم علمہ اتم مہر العبد

---

(۲۰): (سورۃ یٰسٓ: ۸۳)

مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری۔ احمد ے محمد ارشاد حسین۔

مولوی ارشاد حسین صاحب سے تعجب ہے کہ ظاہران حکایات کوخصوصاً پہلی حکایت کوخلاف شرع نہیں جانتے حق تعالیٰ سے غالب ہونا اور امر حق تعالیٰ کو رد کر دینا اور خدا تعالیٰ کا شیخ قدس سرہٗ سے ڈرنا۔تو صاف اس سے واضح ہے اور پھر بھی خلاف قاعدہ شرع کے یہ نہیں تو معلوم نہیں وہ کونسا امر ہے کہ خلاف ہوتا ہے اگر کوئی تاویل مولوی صاحب فرما کر یہ جواب لکھتے تو مضائقہ نہ تھا مگر صاف طور پر ان کو تسلیم کرنا تھا یہ مستبعد ہے علماء سے کہ عوام کی غوایت کو ایسا لکھنا کافی ہے۔ بہر حال یہ حکایات بظاہر خود کفر اور خلاف قاعدہ شرع کے ہیں خصوصاً پہلی حکایت کہ مسلمانوں کو ایسا عقیدہ نہ کرنا چاہئے اور کمالات شیخ کی عبودیت وبندگی اور عجز تام بدرگاہ حق تعالیٰ کے ہوتا ہے نہ ایسی حکایات واہیہ آپ کی شان رفیع تسلیم ورضا وفنا پیش حق تعالیٰ وا وامر حق تعالیٰ کے ہیں۔ چنانچہ ان کے کلمات فتوح الغیب سے واضح لائح ہے نہ کہ مقابلہ امر حق تعالیٰ کا اور مخاصمہ ذات پروردگار کے ساتھ معاذ اللہ الحاصل ان حکایات کی کوئی اصل نہیں یہ وضع کسی ملحد کی ہیں اور شان بزرگان سے بعید ہے کہ ایسی حکایات لکھیں یا اُس پر عقیدہ کریں۔اور جو عبارت مولوی صاحب نے نقل کی ہے اُس سے کرامات کا واقع ہونا ثابت ہے نہ مقابلہ وبرابری ومکابرہ حق تعالیٰ کے ساتھ **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ.** مسلمان ایسے عقائد سے احتراز رکھے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی۔

فی الحقیقت حکایات مندرجہ سوال کو جس سائل کرامات حضرت شیخ قدس سرہٗ اعتقاد کرتا ہے حکایات کاذبہ مردودۃ الشرع ہیں نہ کرامات مقبولہ حاشا وکلا شان حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کے ہرگز ہرگز مقتضی اس کے نہیں کہ ایسے امور مخالف شرع بطور کرامت ان سے صادر ہوویں کہ منافی ولایت ولی ہے اس لئے کہ ولی اس مومن کو کہتے ہیں کہ جو عارف بذات اللہ والصفات ہو کر حسب امکان عبادت پر مواظبت کرے اور گناہوں اور شہوات ولذات سے کنارہ کش ہو(۲۱)۔پس اپنے کو عاجز ومغلوب اور ذات احدیت کو قادر وغالب اعتقاد

---

(۲۱):قال العلامة ملا علی القاری الحنفی رحمه اللّٰه تعالیٰ: والولی هو العارف باللّٰه وصفاته بقدر مایمکن له المواظب علی الطاعات المجتنب عن السیئات المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات والغفلات واللهوات. (شرح فقه الاکبر لملاعلی=

کرنا اور مخالف اس کے عملاً بھی کاربند نہ ہونا لازم الولی ہے بناء علیہ جو کہ حکایات اولیٰ اور ثانیہ سے عجز ومغلوبیت خالق الارض والسمٰوات اور غلبہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کا بزور رد کرنا حکم حضرت رب العالمین کا صریح لازم ہے اور یہ منافی ولایت پس کرامات حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ سے ہونا ان حکایات کا بالبداہتہ باطل ہے جو شخص ایسا اعتقاد کرے وہ ملحد ہے نعوذ باللہ من ذالک نہایت تعجب ان علماء سے ہے کہ جو ان حکایات کاذبہ کو کرامات حضرت شیخ قدس سرہٗ سے قرار دیکر عوام کالانعام کو گمراہ کریں۔نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا. فقط. حررہ محمد قاسم علی عفی عنہ مرادآبادی۔محمد قاسم علی خلف مولانا محمد عالم علی۔

تعویذ میں موہم شرک الفاظ لکھنا

﴿سوال﴾ ایک بزرگ نقشبندی کا معمول لکھا ہے کہ تعویذ میں یہ عبارت بھی شامل کرتے تھے یا حضرت مجدد رضی اللہ عنہ صاحب ایں حرز را در ضمن تو سپردیم ایسی عبارت تعویذ میں لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ عبارت جو کسی بزرگ سے منقول ہے اس کا لکھنا تعویذ میں جائز نہیں (۲۲) کہ ظاہر اس کا موہم شرک کا ہے کیونکہ متبادر اس کلام سے یہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہ حاضر اور سنتے ہیں اور

=القاری،ص: ۶۹،ط،دارالکتب العربیة الکبری، مصر)

والولی هو العارف بالله وصفاته حسب مایمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی، المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات. (شرح العقائد النسفیة، کرامات الأولیاء، ص: ۳۳۸،ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۲۲):قال العلامة الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقد اجمع العلماء علی جواز الرقی عند اجتماع ثلاثة شروط: أن یکون بکلام اللّٰه تعالیٰ أو باسمائه وصفاته، وباللسان العربی أو بما یعرف معناه من غیره، وأن یعتقد أن الرقیة بذاتها بل بذات اللّٰه تعالیٰ. (فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الرقیٰ بالقرآن والمعوذات، ج: ۱۰،ص: ۲۰۶)

سب خلق کے وہ ضامن وحافظ ہیں اور یہ شان وصفت حق تعالیٰ کی ہے بالاستقلال پس ایسا کلام موہم لکھنا اور کہنا ناجائز ہے جیسا کہ حدیث میں **ماشاء اللّٰہ وشئت** (۲۳) کہ بہ سبب ایہام شرک کے منع فرمادیا ہے اگرچہ تاویل کلام بزرگ کی درست ہوسکتی ہے جیسا کہ کلام وارد حدیث کی تاویل درست ہوسکتی ہے اسی ہی واسطے ان بزرگ کی شان میں کوئی نسبت عصیان کی نہ کرنا چاہئے مگر بسبب ظاہر متبادر معنی کے خود اس سے اجتناب چاہئے چنانچہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ موہم کلمہ سے احتراز کرنا چاہئے (۲۴)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

شرک فی التسمیہ کا گناہ

﴿سوال﴾ اس آیت کے جواب میں کیا فرماتے ہیں جو سورہ اعراف کے اخیر میں حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے بارے میں وارد ہے **جعلا له شركاء** تمام مفسرین کے کلام میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدم اور حوا سے شرک ہوا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا اور حارث شیطان کا نام ہے۔

---

(۲۳):وأخرج ابن ابی شيبة، وأحمد، والبخاری، فی الأدب المفرد، والنسائی، وابن ماجة، وأبو نعيم فی الحلية، والبيهقی فی الاسماء والصفات، عن ابن عباس قال قال: رجل للنبی ﷺ: ماشاء اللّٰه وشئت. فقال: جعلتنی للّٰه ندا، بل ماشاء اللّٰه وحده. (الدر المنثور فی التفسير بالمأثور، ج: ١، ص: ١٨٦)

(۲۴):اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشير يقول: سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول: الحلال بيّن والحرام بيّن، وبينهما مشتابهات، لايعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لعرضه ودينه، ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت هٰذا الحديث: قوله (ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام): يريد أنه اذا اعتادها واستمر عليها أدته الى الوقوع فی الحرام بأن يتجاسر عليه فيواقعه، يقول: فليتق الشبهة ليسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، كتاب البيوع، باب فی الحلال بيّن والحرام بيّن، ج: ٩، ص: ٢٣٧، ٢٣٨، ٢٣٩، ط، المكتبة المكية مكة المكرمة، ودار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾ شرک جو آیت شریفہ میں آیا ہے وہ شرک نہیں گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ بلکہ صغائر وترک اولیٰ پر بھی شرک کا اطلاق آیا ہے چنانچہ شرک دون شرک احادیث میں آیا ہے پس یہ شرک جو ان سے سرزد ہوا ہے یہ شرک فی التسمیہ ہے یعنی بوجہ عدم علم اس امر کے کہ حارث شیطان کا نام ہے انہوں نے عبدالحارث نام رکھ دیا ہے (۲۵) پس یہ صورت شرک ہے نہ واقعی اور حقیقی ترک اولیٰ اور مکروہ تنزیہی کا صدور

(۲۵):قال اللّٰہ تبارک وتعالٰی: ﴿لنکونن من الشاکرین. فلما آتاهما صالحا جعلا له شرکاء فیما آتاهما فتعالی اللّٰه عما یشرکون﴾.

قال العلامة الحافظ ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشي الدمشقي رحمه اللّٰه تعالٰی: ذکر المفسرون هاهنا آثاراً وأحادیث سأوردها و أبین مافیها. ثم نتبع ذلک ببیان الصحیح فی ذلک، ان شاء اللّٰه وبه الثقة.

قال الامام أحمد فی مسنده: حدثنا عبدالصمد، حدثنا عمر بن ابراهیم، حدثنا قتاده، عن الحسن، عن سمرة، عن النبیﷺ قال: ولما ولدت حواء طاف بها ابلیس ـو کان لایعیش لها ولد ـ فقال: سمیه عبدالحارث، فانه یعیش، فسمته عبدالحارث، فعاش و کان ذلک من وحی الشیطان وأمره.

وهکذا رواه ابن جریر، عن محمد بن بشار، بندار، عن عبدالصمد بن عبد الوارث، به.

ورواه الترمذی فی تفسیره هذه الآیة عن محمد بن المثنی، عن عبدالصمد، به و قال: هذا حدیث حسن غریب لانعرفه الا من حدیث عمر بن ابراهیم، عن قتادة، ورواه بعضهم عن عبدالصمد، ولم یرفعه.

ورواه الحاکم فی مستدرکه، من حدیث عبدالصمد مرفوعاً ثم قال: هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه.

ورواه الامام أبو محمد بن أبی حاتم فی تفسیره، عن ابی زرعة الرازی، عن=

=هلال بن فياض، عن عمر بن ابراهيم، به مرفوعاً.

وكذا رواه الحافظ أبو بكر بن مردويه في تفسيره من حديث شاذ بن فياض، عن عمر بن ابراهيم، به مرفوعاً.

قلت: وشاذ [هذا]، هو: هلال، وشاذلقبه. والغرض ان هذا الحديث معلول من ثلاثة أوجه:

أحدها: أن عمربن ابراهيم هذا هو البصرى، و قد ثقه ابن معين، ولكن قال أبو حاتم الرازى: لايحتج به. ولكن رواه ابن مردويه من حديث المعتمر، عن ابيه، عن الحسن، عن سمرة، مرفوعاً فالله اعلم.

الثانى: أنه قد روى من قول سمرة نفسه، ليس مرفوعاً، كما قال ابن جرير: حدثنا ابن عبدالأعلى، حدثنا المعتمر، عن ابيه. وحدثنا ابن علية، عن سليمان التيمى، عن أبى العلاء بن الشخير، عن سمرة بن جندب، قال: سمى آدم ابنه عبدالحارث.

الثالث: أن الحسن نفسه فسر الآية بغير هذا، فلو كان هذا عنده عن سمرة مرفوعاً، لما عدل عنه.

قال ابن جرير: حدثنا ابن وكيع، حدثنا سهل بن يوسف، عن عمرو، عن الحسن: (جعلا له شركاء فيما آتاهما)، قال: كان هذا فى بعض أهل الملل، ولم يكن بآدم.

حدثنا محمد بن عبدالأعلى، حدثنا محمد بن ثور، عن معمر قال: قال الحسن: عنى بها ذرية آدم، ومن اشرك منهم بعده. يعنى [قوله]: (جعلا له شركاء فيما آتاهما).

وحدثنا بشر، حدثنا يزيد، حدثنا سعيد، عن قتاده قال: كان الحسن يقول: هم اليهود والنصارى، رزقهم الله أولاداً، فهوّدوا ونصّروا.

وهذه أسانيد صحيحة عن الحسن، رحمه الله، أنه فسر الآية بذلك، وهو من=

=أحسن التفاسير وأولى ما حملت عليه الآية، ولو كان هذا الحديث عنده محفوظاً عن رسول اللهﷺ، لما عدل عنه هو ولاغيره، لاسيما مع تقواه الله وورعه، فهذا يدلك على أنه موقوف على الصحابى، ويحتمل أنه تلقاه من بعض أهل الكتاب، من آمن منهم، مثل: كعب أو وهب بن منبه وغيرهما، كما سيأتى بيانه ان شاء الله [تعالىٰ]، الا أننا برئنا من عهدة المرفوع، والله اعلم.

فاما الأثار فقال محمد بن اسحاق بن يسار، عن داؤد بن الحصين، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: كانت حواء تلد لآدم، عليه السلام، اولاداً فيعبدهم لله ويسميه: عبدالله، ونحو ذلک، فيصيبهم الموت فأتاهم ابليس وآدم فقال: انکما لو تسميانه بغير الذى تسميانه به لعاش، قال: فولدت له رجلاً فسماه عبدالحارث، ففيه انزل الله، يقول الله: (هو الذى خلقكم من نفس واحدة) الى قوله: (جعلا له شركاء فيما آتاهما) الى آخر الآية......وقد تلقى هذا الأثر عن ابن عباس جماعة من اصحابه، كمجاهد وسعيد بن جبير، وعكرمة. ومن الطبقة الثانية: قتادة والسدى، وغير واحد من السلف وجماعة من الخلف، ومن المفسرين من المتاخرين جماعات لايحصون كثرة، وكانه ـ والله أعلم ـ أصله مأخوذ من اهل الكتاب، فان ابن عباس رواه عن ابى بن كعب، كما رواه ابن ابى حاتم.

حدثنا ابى، حدثنا ابو المجاهر، حدثنا سعيد ـ يعنى ابن بشير ـ عن عقبة، عن قتادة، عن مجاهد، عن ابن عباس، عن أبى بن كعب قال: لما حملت حواء أتاها الشيطان، فقال لها: اتطيعينى ويسلم لک ولدک؟ سميه عبدالحارث، فلم تفعل، فولدت فمات، ثم حملت فقال لها مثل ذلک، فلم تفعل. ثم حملت الثالث فجاء ها فقال: ان تطيعينى يسلم، والا فانه يكون بهيمة، فهيبها فأطاعا.

وهذه الآثار يظهر عليها ــ والله اعلم ـ أنها من آثار أهل الكتاب، وقد صح الحديث عن رسول اللهﷺ انه قال: اذا حدثكم أهل الكتاب فلاتصدقوهم ولاتكذبهم،=

=ثـم أخبـارهم على ثلاثة أقسام: فمنها: ماعلمنا صحته بما دل عليه الدليل من كتاب اللّٰه أو سـنة رسوله. ومنها ما علمنا كذبه، بما دل على خلافه من الكتاب والسنة أيضا. ومنها: مـا هو مسكوت عنه، فهو المأذون فى روايته، بقوله، عليه السلام: حدثوا عن بنى اسرائيل ولاحـرج. وهو الذى لايصدق ولايكذب، لقوله: فلاتصدقوهم ولاتكذبوهم. وهذا الأثر: [هـل] هو من القسم الثانى أو الثالث؟ فيه نظر. فأما من حدث به من صحابى أو تابعى، فانه يراه من القسم الثالث، وأما نحن فعلى مذهب الحسن البصرى، رحمه اللّٰه، فى هذا [واللّٰه اعـلـم]، وانـه ليس المراد من هذا السياق آدم وحواء وانما المراد من ذلک المشركون مـن ذريتـه، ولهـذا قـال الـلّٰـه : (فتعالى اللّٰه عما يشركون). (تفسير ابن كثير، ج: ۳،ص: ۵۲۵/۵۲٦/۵۲۷/۵۲۸، ط، دار طيبه، رياض)

وقـال الـعـلامة مأمون حموشؒ فى تفسيره: قلت: وأما ما أورده ابن جرير بسنده عـن سمرة بن جندب، عن النبىﷺ قال: كانت حواء لايعيش لها ولد، فنذرت لئن عاش لهـا ولـد لتسمنيه عبدالحارث، فعاش لها ولد، فسمته عبدالحارث، وانما كان ذلک عن وحـى الشيـطـان. فـلايـصـح عن النبىﷺ، بل هو ضعيف منكر. ويبقى ماذكره الحسن واستـحسـنـه ابن كثير، هو الأقرب للتأويل الصحيح والأنسب لمقام نبوة أبينا آدم ـ عليه الصلاة والسـلام ـ والـلّٰـه تـعـالٰـى اعـلـم.(التفسير المأمون على منهج التنزيل والصحيح الـمسـنون، ج: ۳،ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط/ الجامع لأحكام القرآن، ج: ۹، ص: ۲۱۱،ط، مـوسسة الـرسـالة، بيـروت لبـنان/ تفسير ابى السعود، ج: ۳، ص: ۳۰۲، ط، دار احياء التـراث الـعـربـى، بيروت لبنان/ الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الاقاويل فى وجـوه التاويل، ج: ۲، ص: ۵۴۱، ط، مكتبة العبيكان، رياض/العذب النمير من مجالس الشـنـقيـطي فى التفسير، ج: ۴، ص: ۴۱۸، ۴۱۹،ط، دار عالم الفوائد، مكة المكرمة/ التـفسيـر الـمبيـن، ج: ۳، ص: ۴۴۴/ تـفسير مدارک، ج: ۱، ص: ۱۰۳۱،ط مكتبة=

انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقاً جائز رکھا گیا ہے(۲۶)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

یزید کو کافر کہنا

﴿سوال﴾ یزید کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے وہ یزید آپ کی رائے شریف میں کافر ہے یا فاسق؟

=العلم/ تفسیر مظهری، ج: ۴،ص: ۳۰۲، ۳۰۳،ط، دارالاشاعت کراچی/ معارف القرآن، ج: ۴،ص: ۱۴۹،ط، مکتبة معارف القرآن کراچی/ معالم العرفان فی دروس القرآن، ج: ۸، ص: ۶۲۶، ۶۲۷،ط، مکتبة دورس القرآن، فاروق گنج، گوجرانواله/ تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، ومن سورة الاعراف، ج: ۸، ص: ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۵، ط، دار الفکر/تحفة الالمعی شرح سنن الترمذی، ج: ۷، ص: ۲۵۰، ۲۵۱،ط، زمزم پبلشرز کراچی)

(۲۶): فی النبراس:وماکان بطریق التواترفمصروف عن الظاهر کقول ابراهیم علیه السلام مشیراً الی الکواکب هذا ربی وتاویله ان همزة الاستفهام محذوفة والمعنی اهذا ربی بزعمکم.....”ان امکن“ الصرف عن الظاهر ”والا“ ای وان لم یکن ”فمحمول علی ترک الاولی“ نحو عصی آدم ربه فغوی....وقال غیر واحد من الأئمة سمی اللّٰه ترک الاولی منهم عصیانا لعظم منزلتهم کما قیل حسنات الابرار سیأت المقربین واستغفار الانبیآء من ترک الاولی هضما لنفوسهم والا فلیس من الذنب ولاعقاب علیه. الخ. (نبراس، ص:۲۸۶، ط، مکتبه امدادیه ملتان)

نقله الشوکانی فی الارشاد عن کتاب الملل والنحل وقال اختاره ابن برهان وحکاه النووی فی زوائد الروضة عن المحققین قال القاضی حسین هو الصحیح من مذهب أصحابنا. وماروی ذلک فیحمل علی ترک الاولیٰ.(ص:۳۲/بحواله خیر الفتاوی، ج: ۱، ص: ۱۷۲،ط، مکتبة امدادیه ملتان)

﴿جواب﴾ کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں (۲۷)۔ یزید مومن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا (۲۸)۔ کفر کا حال دریافت نہیں کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔

مولانا اسمٰعیل شہید کو کافر کہنا

﴿سوال﴾ جو شخص کہ حضرت مولانا مولوی اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کو کافر اور مردود کہتا ہے تو وہ شخص خود کافر ہے یا فاسق اگر وہ کافر ہے اس کے ساتھ معاملہ کفار کا سا کرنا جائز ہے یا نہیں موافق اس فتویٰ کے جو

(۲۷): عن عبدالله بن دينار انه سمع ابن عمرؓ، يقول: قال رسول اللهﷺ: ايما امرئ قال لأخيه: يا كافر! فقد باء بها أحدهما ان كان كما قال، والا رجعت عليه. وفى الديباج تحت هذا الحديث: (رجعت عليه): أى كلمة الكفر، فيعود كافراً، وهذا محمول على المستحل. (الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من قال لأخيه المسلم يا كافر، ج: ١، ص: ٨١، ٨٢، ط، دار ابن عفان، المملكة العربية السعودية)

(۲۸): قال العلامة سيد محمد يوسف البنورى رحمه الله تعالىٰ: يزيد لاريب فى كونه فاسقاً، ولعلماء السلف فى يزيد وقتله الامام الحسين خلاف فى اللعن والتوقف. قال ابن الصلاح: فى يزيد ثلاث فرق، فرقة تحبه، وفرقة تسبه وتلعنه، و فرقة متوسطة لاتتولاه ولاتلعنه، قال: وهذه الفرقة هى المصيبة. الخ. (معارف السنن، ابواب الحج عن رسول اللهﷺ، باب ماجاء فى حرمة مكة، ج: ٦، ص: ٨، ط، ايجو كيشنل بريس كراتشى)

وقال العلامة الشامى رحمه الله تعالىٰ: أقول حقيقة اللعن المشهورة هى الطرد عن الرحمة، وهى لاتكون الا لكافر، ولذا لم تجز على معين لم يعلم موته على الكفر بدليل وان كان فاسقاً مشهوراً كيزيد على المعتمد. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فى حكم لعن العصاة، ج: ۵، ص: ۴۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

مولوی عبدالرب صاحب واعظ دہلوی کا ہےاوراس پر چندعلماء کی مہریں ہیں وہ یہ کہ جوکوئی مولوی محمد اسمٰعیل ولی کامل کوکافرکہتا ہے وہ خودکافر ہےاور مصداق ہےحدیث من عادی لی ولیا فقد بارزلی بالمحاربة (۲۹). فقط محمد اکبرعلی خان اسی طرح اور بہت علمائے دہلی کی مہریں ہیں موافق اس فتویٰ کے اس کے ساتھ معاملہ کفاروں کا سا کرنا جائز ہے یانہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو جولوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے لہٰذا ان لوگوں کوکافر کہنا۔اور معاملہ کفارسانہ کرنا چاہیئے جیسا کہ روافض وخوارج کوبھی اکثر علماء کافرنہیں کہتے حالانکہ وہ شیخین وصحابہ کواور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کوکافر کہتے ہیں۔پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے بھی ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کومردود کہنے والا کو بطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیئے (۳۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۹):(فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ج: ۱۱، ص: ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰)

(۳۰):ولو قال لمسلم أجنبی یا کافر أو لاجنبیة یا کافرة ولم یقل المخاطب شیأ أو قال لامرأته یاکافرة ولم تقل المرأة شیأ أو قالت المرأة لزوجها یاکافر ولم یقل الزوج شیئا کان الفقیه أبوبکر الاعمش البلخی یقول یکفر هذا القائل وقال غیره من مشایخ بلخ رحمهم اللّٰه تعالٰی لایکفر والمختار للفتوی فی جنس هذه المسائل أن القائل وقال بمثل هذه المقالات ان کان أراد الشتم ولایعتقده کافرا لایکفر وان کان یعتقد کافرافخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده أنه کافر یکفر کذا فی الذخیرة. (الفتاوی العالمکیریه، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ومنها مایتعلق بالحلال والحرام وکلام الفسقة والفجار وغیر ذلک، ج: ۲، ص: ۲۷۸)

(وکذا فی البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج: ۵، ص: ۲۰۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

اشیاء کو مؤثر بالذات ماننا

﴿سوال﴾ مجالس ابرار میں اقسام شرک کے بیان میں مرقوم ہے والخامس من انواع الشرک شرک الاسباب وهو اسناد تاثیر للاسباب العادیة کشرک الفلاسفة والطبائعین ومن تبعهم علی ذٰلک من جهلة المؤمنین فانهم لما راؤا ارتباط الشبع باکل الطعام و ارتباط الروی بشرب الماء وارتباط ستر عورة بلبس الثیاب وارتباط الضوء بالشمس ونحو ذلک مما لایحصر فهموا بجهلهم ان تلک الاشیاء هی المؤثرة فیما ارتبط وجوده معها اما بطبعها او بقوة وضعها اللّٰه تعالی فیها وهو غلط وسبب غلطهم قیاسهم ادراک الحس بادراک العقل فان الذی شاهدوه انما هو تاثر شیء عند الشیء وهذا هو حظ الحس واما تاثیره فیه فلایدرک بالحس بل انما یدرک بالعقل والسادس من انواع الشرک الاغراض وهو العمل لغیر اللّٰه تعالی کشرک المرائین الخ وحکم السادس الذی هو شرک الاغراض المعصیة بالاجماع وحکم الخامس الذی هو شرک الاسباب التفصیل وهو ان اهل هذا الشرک فی اعتقادهم التاثیر لتلک الاسباب مختلفون فمنهم من یعتقد ان تلک الاسباب تؤثر بطبعها وحقیقتها فی الاشیاء التی تقارنها ولاخلاف فی کفر من یعتقد هذا ومنهم من یعتقد ان تلک الاسباب لاتؤثر بطبعها وحقیقتها بل بقوة او دعها اللّٰه تعالی فیه ولو نزعها منها لاتؤثر وقد تبعهم فی هذا الاعتقاد کثیر من عامة المؤمنین ولاخلاف فی بدعة من یعتقد هذا و انما الخلاف فی کفره فمن کان فیه شیء من هذا المذکورات ولم یسع فی ازالته عن نفسه واصلاح شافه یختم له بالسؤ وان کان مع کمال الزهد والصلاح لان زهده وصلاحه انما ینفعه اذا کان مع الاعتقاد الصحیح الموافق لکتاب اللّٰه تعالی وسنة رسولهﷺ واما اذا لم یکن مع الاعتقاد الصحیح الموافق لهما بل کان مع الاعتقاد الفاسد لمخالف لهما فلاینفعه. اس عبارت کا مطلب ارشاد

ہو۔اور یہ بھی فرمائیے کہ اس قسم ثانی میں جس کے بدعت ہونے میں خلاف نہیں اور کفر میں خلاف ہے (اودعہا اللہ تعالیٰ) سے کیا مراد ہے اس کی تقریر اس طور پر فرما دیجئے کہ خوب ذہن نشین ہو جائے اور علماء سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ بعض اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تاثیر اشیاء میں رکھ دی ہے اور بعض کا یہ ہے کہ نہیں رکھی۔ پھر رکھنے سے کیا مراد اس مسئلہ تاثیر اشیاء میں جو مذہب صحیح ہے وہ بیان کر دیجئے یا یہ کہ یہ خلاف اور نزاع لفظی ہے اور مطلب فریقین کا واحد ہے؟

﴿جواب﴾ جو شخص عقیدہ کرتا ہے کہ اشیاء بطبعہا مؤثر ہیں تو یہ خود شرک ظاہر ہے کہ ان اشیاء کو مستقل مؤثر جانتا ہے کہ اپنی ذات سے تاثیر کرتی ہیں حق تعالیٰ کا تاثیر دینا نہیں جانتا۔ اور دوسری قسم کہ ان اشیاء کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا اور یہ تاثیر حق تعالیٰ نے ان اشیاء میں رکھی ہے یعنی پیدا کر دی ہے یہ معنی اودعہا کے ہوئے کہ تاثیر خود آپ ان میں نہیں ہوئی بلکہ حق تعالیٰ نے تاثیر ان میں پیدا کر دی ہے اس میں تاثیر خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے مؤثر ہیں پس اگرچہ عقیدہ خلق تاثیر کا تو درست ہے مگر بعد خلق تاثیر کے خود مؤثر ہوویں۔ یہ باطل ہے کیونکہ اس یہ ظاہر ہوا کہ جب حق تعالیٰ نے تاثیر ان کو دیدی تو پھر وقت تاثیر کے حق تعالیٰ کا تصرف اس میں نہیں ہوتا یہ خود تاثیر کرتی ہیں جیسا عامہ جہال کہتے ہیں کہ اولیاء کو حق تعالیٰ نے علم وقدرت وتصرف دیدیا ہے اس کے ذریعہ سے خود اولیاء تصرف کرتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان کو علم وتصرف دیا دونوں شرک ہیں۔ ایسا ہی اشیاء کی تاثیر میں ہے لہٰذا یہ بھی شرک ہے بلکہ یہ عقیدہ چاہیے کہ یہ تاثیرات حق تعالیٰ نے پیدا کر دی ہیں اور پھر جس وقت چاہتا ہے حق تعالیٰ ان تاثیرات کو نافذ کرتا ہے اشیاء کو کوئی دخل وتصرف وتاثیر نہیں بلکہ اسباب عادیہ روپوش ظاہری ہیں۔ عین وقت تاثیر کے بھی حق تعالیٰ ہی خالق اثر ہے یہ ایمان ہے اور اولیاء کی نسبت بھی یہ عقیدہ ایمان ہے کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے ان کو علم وتصرف دیوے اور عین حالت تصرف میں حق تعالیٰ ہی متصرف ہے اولیاء ظاہر میں متصرف معلوم ہوتے ہیں عین حالت کرامت وتصرف میں حق تعالیٰ ہی ان کے واسطے سے کچھ کرتا ہے اس نکتہ وفرق کو نہ سمجھ کر اکثر جہال تقویۃ الایمان پر طعن کرتے ہیں پس تاثیر رکھنا اس میں اثر پیدا کرتا ہے اور پھر اثر خود ہی کرتا ہے بذریعہ ظاہری ان اشیاء واولیاء کے اور سب علماء کا یہ ہی مذہب ہے۔

اس کے خلاف شرک ہے بظاہر نزاع لفظی ہے ورنہ مبتدع علماء جہل مرکب میں مبتلا ہیں وہ تاثیر رکھنا کہتے ہونگے مثل عوام جہلا کے جیسا کہ تقویۃ الایمان پر طعن کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عمداً کلمہ کفر بولنا

﴿سوال﴾ عیسائی مذہب کے پادریوں نے سہارنپور میں آ کر نوجوان لڑکیوں کو تو اپنے مدرسوں میں داخل کر کے بہکانا اور بے دین کرنا اور مرتد بنانا شروع کیا ہی تھا اب ایک اور فریب وجہل کی راہ نکالی وہ یہ کہ مسلمانوں کی چھ چھ آٹھ آٹھ دس دس بیس بیس وغیرہ لڑکیوں اور عورتوں کو اپنے مذہب کی کتابیں پڑھانا شروع کیا ہے اور وہ لڑکیاں اور عورتیں مطلق اپنے مذہب سے واقف نہیں ان کو ہر اتوار کو پیسے اور تصویریں اور شیرینی کے لالچ دیئے جاتے ہیں اور مسیح کو غزلوں اور بھجنوں میں خدا اور خدا کا بیٹا گوایا جاتا ہے اور لڑکیاں اور عورتیں خصوصاً مسلمانوں کی تنخواہ کے لالچ میں کفر والحاد کے جملے بولتے ہوئے بھی نہیں ڈرتیں ایسے مکر وفریب سے پادریوں نے ملک پنجاب میں گزشتہ سالوں میں سات سو لڑکیاں عیسائی کی ہیں۔ سہارنپور میں یہ بلائے جانگزا و ایمان ربا اسی سال آئی ہے نو مدرسے خاص سہارنپور میں مسلمانوں میں جاری ہیں اور مسلمانوں کی عورتیں اس وجہ سے کہ روپیہ کے لالچ میں آ کر خود انتظام کر لیں گی اور لڑکیوں کو جمع کر کے بیدین بے ایمان کرنے کا ڈھنگ ہم کو بتلا دیں گی۔ معلّمہ مقرر کی گئیں ان مدرسوں میں پڑھنا اور پڑھانا کے واسطے مکان دینا اور پڑھنے والیاں اور پڑھانے والیاں جو اس فعل بد سے راضی ہوں اور جو عورتیں شوہروں کے اس حکم خاص کو نہیں مانتیں اور جو شخص اپنے مکان اور اپنے اہل وعیال کو اس کام سے باز نہیں رکھتا اور اپنی لڑکیوں کا ایسے مدرسہ میں جانے سے مانع نہیں ہوتا عند الشرع کیا حکم رکھتے ہیں؟ مفصل بحوالہ آیات واحادیث تحریر فرمایئے اجر عظیم اللہ سے پایئے۔ فقط۔

﴿جواب﴾ کلمہ کفر بولنا عمداً اگرچہ اعتقاد اس پر نہ ہو کفر ہے چنانچہ رد المحتار میں لکھا ہے **قال فی البحر والحاصل ان من تکلم بکلمة الکفر هازلا اولاعبا کفر عندالکل ولا اعتبار باعتقاده کما صرح به الخانية ومن تکلم مخطيا او مکرهاً لایکفر عند الکل ومن تکلم عامداً کفر**

عـنـدالـكل ومن تكلم بها اختيارا جاهلا بانها كفر ففيه اختلاف الخ (۳۱) وفى الفتح ومن هـزل بـلـفـظ كـفـر ارتـد وان لم يعتقد به للاستخفاف فهو ككفر المعتاد (۳۲). قال فى ردالـمـحـتـار اى تـكـلـم بـاختيـاره غيـر قـاصد معناه وهذا لاينافى مامر من ان الايمان هو التـصـديـق فـقـط او الاقـرار لان التـصديق وان كان موجودا حقيقة لكنه زائل حكما لان الشارع جعل بعض المعاصى امارة عدم وجودة كالهزل المذكور وكما لوسجد لصنم او وضـع مـصـحـفا فى قاذورة فانه يكفروان كان مصدقاً لان ذلک فى حكم التكذيب كما افـاده فى شرح العقائد انتهٰى (۳۳). رجـل كـفـر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن على الايمان يكون كافرا ولايكون عند الله مؤمنا كذا فى قاضى خان (۳۴).

پس روایات سے صاف واضح ہے کہ جوکوئی حضرت عیسیٰ کوابن اللہ راگ میں گادے یا کوئی کلمہ کفریہ پادریوں کے کہلانے سے جوصاحب مدارس کے لڑکے لڑکیاں کہتی ہیں کہے مرتد کافر ہوااوراس امر پر رضا دینا بھی کفر ہے۔قـال فى شرح العقائدوشرح القارى على الفقه الاكبر الرضا بالكفر كفر (۳۵)

(۳۱):(رد الـمـحـتـار عـلـى الـدرالـمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب: مايشک انه ردة لايحكم بها، ج: ۲، ص: ۳۵۸، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۳۲): (فتح القدير، كتاب السير ، باب احكام المرتدين، ج: ۲، ص: ۹۱، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۳۳):(رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۳۵۲، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۳۴):(فتـاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب السير، باب مايكون كفرا من المسلم ومالايكون، ج: ۳، ص: ۵۷۳)

(۳۵):(شـرح فـقـه الاكـبـر لـلـمـلاعـلـى القارى، مسئلة استحلال المعصية ولو صغيرة كفر، ص: ۱۳۹، ۱۴۰،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

انتہٰی اوران سخت کلمات پر کچھ پرواہ نہ کرنا اور سہل جاننا بھی کفر ہے۔ **الاستھانہ بالمعصیة بان یعدھا ھنیئة و یرتکبھا من غیر مبالاة بھا ویجریھا مجری المباھات فی ارتکابھا کفر کذا فی شرح علی علی الفقه اکبر (۳۶)**. الحاصل اس مدرسے کے لڑکے لڑکیاں جو ایسے کلمات بولتے ہیں سب مرتد ہیں اور جوان کو بخوشی ایسے کام کے واسطے وہاں بھیجتے ہیں دیدہ ودانستہ وہ بھی مرتد کافر ہیں اوران مدارس کی پڑھانے والیاں اوراس کے سامعین مکان وچندہ کے اگراس فعل بد سے راضی ہیں سب کافراور مرتد اور جواس امر کو برا جان کر دنیا کی طمع سے یہ کام کرتے ہیں یہ سب فاسق فاجر ہیں سب اہل اسلام کو لازم ہے کہ ایسے لوگوں کواوراپنے بچوں کوروکیں اور منع کریں۔ **لقوله علیه السلام من رای منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع بقلبه ولیس وراء ذٰلک حبة خردل من ایمان (۳۷)**.
الحاصل جوشخص استطاعت کسی قسم کے منع کی رکھتا ہے اور پھر منع نہ کرے تو اگراس فعل کو مستحسن جانتا ہے یا سہل جانتا ہے تو کافر مرتد ہوا اور جو برا جان کر منع نہ کرے گا وہ مداہن وفاسق ہوا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔کتبہ الرجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد ۱۳۰۱۔

جواب صحیح ہے محمد مظہر	الجواب حق والحق تتبع	الجواب صحیح۔
مدرس مدرسہ سہارنپور	عنایت الٰہی سہارنپوری	ابوالحسن
جواب صحیح ہے	جواب صحیح ہے	الجواب صحیح
عزیز حسن عفی عنہ	مشتاق احمد عفی عنہ	حبیب الرحمٰن عفی عنہ
الجواب صحیح محمد حسن	الجواب حق	
مدرس مدرسہ دیوبند	عبدالرحمٰن عفی عنہ	

---

(۳۶):(شرح فقه الاکبر للملاعلی القاری، مسئلة استحلال المعصیة ولو صغیرة کفر، ص: ۱۳۸،ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

(۳۷):(اخرجه مسلم فی صحیحه فی کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، ج: ۱،ص: ۲۴۴،ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

اصاب المجیب　　الجواب صحیح والمنکر فضیح　　جواب صحیح ہے　　الجواب صحیح حق محمد محمود عفی عنہ

ذوالفقار علی عفی عنہ　احمد عفی عنہ　　امیر باز خان　　مدرس دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح　　ہذاالجواب صحیح　　الجواب صحیح　　الجواب صحیح

عزیز الرحمٰن دیوبندی　　واللہ اعلم وعلمہ اتم　　عبدالمومن دیوبندی　محمد منصب علی

مدرس مدرسہ عربی میرٹھ عفی عنہ　　محمد ابراہیم عفی عنہ سنبھلی　　عفی عنہ　　دیوبندی عفی عنہ۔

جواب صحیح ہے محمد محمود حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ الحق اجرائے کلمۃ الکفر کفر ہے اور آیات کریمہ سے بھی یہ مضمون صراحۃً ثابت ہوتا ہے وھی **ھذا من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللّٰہ ولھم عذاب عظیم** (۳۸) . اس واسطے کہ آیت کریمہ میں صرف حالت اکراہ کا استثنا کیا ہے اور ماسوائے اس کے اجراء کلمۃ الکفر علی سبیل الاختیار کفر میں داخل تھا ہی اور ظاہر ہے کہ اس اشخاص مذکورہ کا راگ وغیرہ میں کلمات کفر زبان سے نکالنا قبیل اکراہ سے نہیں بلکہ باختیار خود ہے تو ضرور کفر میں داخل ہوگا اور اعانت کفر اور تعلیم اس کی اسی قبیل سے ہے واللہ اعلم بالصواب الراقم خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی سہارنپور۔

صح الجواب قال اللّٰہ تعالٰی فی کتابہ وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب (۳۹). واللّٰہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوزاللّٰہ عن ذنبہ الجلی والخفی . (محمد عبدالحی ابو الحسنات)

روافض کا کفر

﴿سوال﴾ روافض یا خوارج کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور ان کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام اور عندالتقویٰ کیسا ہے؟

---

(۳۸): (سورۃ النحل: ۱۰۶)

(۳۹): (سورۃ المائدۃ: ۲)

﴿جواب﴾ روافضی کے کفر میں خلاف ہے(۴۰) جوعلماء کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا پس درصورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مردسنی کا نکاح درست ہے اور عکس اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا اور جوان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے مگر ترک بہر حال اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۴۰): اگر ایسا شیعہ ہو کہ توحید کے ساتھ دیگر ضروریات دین میں سے کسی مسئلہ کا منکر ہو مثلاً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہو یا افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قائل ہو یا جبرائیل علیہ السلام کے وحی لانے میں غلطی اور خیانت کا قائل ہو وغیرہ ذالک یا سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو جائز کار خیر سمجھتا ہو ایسا شیعہ کافر ہے۔ اگر اس قسم کا غالی شیعہ نہ ہو یعنی اسلام کے عقائد میں سے کسی عقیدہ کا منکر نہ ہو تو صرف فضیلت علی رضی اللہ عنہ کا قائل ہو تو یہ مسلمان فاسق ہے۔ (فتاوی مفتی محمودؒ، ج:۱ص:۲۶۲، ط، اشتیاق اے مشتاق پریس، لاہور)

وفی الشامية: اقول: نعم نقل فی البزازية عن الخلاصة أن الرافضی اذا كان يسبّ الشيخين ويلعنهما فهو كافر، وان كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع........ نعم لاشک فی تكفير من قذف السيدة عائشة رضی الله عنها، أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الألوهية فی علیؓ، أو ان جبريلؑ غلط فی الوحی، أو نحو ذلک من الكفر الصريح المخالف للقرآن.الخ. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ٦، ص:٣٧٧، ٣٧٨، ط، دار عالم الكتب، رياض)

الرافضی اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرّم الله وجهه على أبی بكر رضی الله تعالىٰ عنه لايكون كافراً الا أنه مبتدع.....ولوقذف عائشة رضی الله عنها بالزنی كفر بالله.....من أنكر امامة أبی بكر الصديق رضی الله عنه فهو كافر وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح أنه كافر وكذلک من أنكر خلافة عمر رضی الله عنه فی الأصح الاقوال كذا فی الظهيرية.=

علماء حق کی اہانت کرنا

﴿سوال﴾ نواب مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل عالمگیری سے کیا ہے ایک شخص نے کہا کہ قیاس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حق نہیں کافر ہوا اس کا کیا مطلب ہے اور یہ قول صحیح ہے یا غیر صحیح ؟ اوراس کے معنی کیا ہیں یہ عبارت کلمات ردۃ میں جس جگہ کہ کلمات ردۃ متعلق بعلم وعلماء ہیں اس جگہ یہ عبارت عالمگیری میں؟

=ویجب اکفارهم باكفار عثمان و علی وطلحة وزبير وعائشة رضى الله تعالىٰ عنهم ويجب اكفار الزيدية كلهم فى قولهم بانتظار نبى من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنا محمد ﷺ كذا فى الوجيز للكردرى. ويجب اكفار الروافض فى قولهم برجعة الاموات الى الدنيا و بتناسخ الارواح وبانتقال روح الا له الى الائمة وبقولهم فى خروج امام باطن وبتعطيلهم الامر والنهى الى أن يخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبريل عليه السلام غلط فى الوحى الى محمد ﷺ دون على بن أبى طالب رضى الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام وأحكامهم أحكام المرتدين كذا فى الظهيرية. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع فى احكام المرتدين، ج: ۲، ص: ۲۶۴)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ۵، ص: ۲۱۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين،الفصل السابع والعشرون، فيمن يجب اكفاره من أهل البدع، ج: ۷، ص: ۳۶۴، ط، مكتبة زكريا بديوبند،الهند)

(وكذا فى الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون اسلاما أو كفرا أو خطأ، ج: ٦، ص: ۳۱۸)

﴿جواب﴾ علماء کی توہین وتحقیر کو چونکہ علماء نے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم کے اور دین کے ہو(۴۱) لہٰذا جب قیاس مجتہد کو حق نہ کہا تو اہانت اس عالم کی امر دین میں لہٰذا کفر ہوا(۴۲)۔فقط۔

(۴۱):فی شرح فقه الاكبر: وفی الخلاصة من أبغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر، قلت الظاهر انه يكفر لانه اذا أبغض العالم من غير سبب دنيوی أو أخروی فيكون بغضه لعلم الشريعة ولاشک فی كفر من أنكره فضلا عمن أبغضه. (شرح فقه اكبر للملا علی القاری، فصل فی العلم والعلماء، ص: ۱۵۹،ط، دار الكتب العربية الكبری، مصر)

وفی فتاوی الاصل: رجل قال للعالم: ذكر الحمار فی است علمک، ان أراد به علم الدين يكفر. (المحيط البرهانی، كتاب السير، مسائل المرتدين وأحكامهم، ج: ۵، ص: ۲۴۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ويكفر بقوله لعالم ذكر الحمار فی است علمک يريد علم الدين كذا فی البحر الرائق. (الفتاوی العالمكيريه،كتاب السير، الباب التاسع فی احكام المرتدين، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء، ج: ۲، ص: ۲۷۰)

(۴۲):رجل قال: قياس أبی حنيفة رضی الله عنه حق نيست يكفر، لأن دليل جواز القياس فی كتاب الله تعالیٰ فی قوله سبحانه وتعالیٰ: وهو الذی يرسل الريح بشرا بين يدی رحمته حتی اذا أقلت سحاباً ثقالاً سقنه لبلد ميت فأنزلنا به الماء فأخرجنا به من كل الثمرات كذلک نخرج الموتی ففی هذه الآية اثبات القياس، وهو رد المختلف الی المتفق، لأنهم كانوا متفقين ان الله هو الذی ينزل المطر ويخرج النبات من الأرض فاحتج عليهم لاحيائهم بعد الموت باحياء الأرض بعد موتها، هكذا ذكر الفقية أبو الليث فی تفسيره. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب احكام المرتدين، الفصل فی العلم والعلماء والأبرار، ج: ۷، ص: ۳۳۵، ط، مكتبة زكريا بديوبند،الهند)

قرآن شریف کو نظم کرنا

﴿سوال﴾ ایک اور عبارت نواب صاحب نے اسی رسالہ میں عالمگیری سے نقل کی ہے یعنی ایک شخص نے نظم کیا قرآن کو فارسی میں قتل کیا جاوے اس لئے کہ وہ کافر ہے یہ عبارت ان کلمات ردۃ میں ہے جو متعلق بہ قرآن شریف ہیں اس کا کیا مطلب ہے۔

﴿جواب﴾ علیٰ ہذا قرآن کو نظم کرنا اور فارسی کرنا تغیر کتاب اللہ تعالیٰ کی اور نظم منزل کو بدلنا اہانت و بے تعظیمی قرآن کی ہوئی سو کفر ہو گیا (۴۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

زندوں کا مردوں سے مانگنا

﴿سوال﴾ ماقول العلماء فی استعانة الاحیاء بالموتی فی طلب الجاه ووسعة الرزق والاولاد مثلا یقال لهم عندالقبور ان تدعوالله تعالیٰ لنا فی دفع فقرنا وبسط رزقنا وکثرة اولادنا وشفاء مرضنا وفلاحنا فی الدارین لانکم سلفنا مستجاب الدعوات عند الله فهل یجوز الاستعانة بالاموات بهذا الطریق المذکور ام لا؟ فبینوا جوازها وعدم جوازها من الکتاب والسنة اقوال المجتهدین توجروا من الله رب العالمین.

﴿جواب﴾ الحمدلله رب العالمین رب زدنی علما:. الاستعانة بالانبیاء

---

(۴۳):وفی التخییر:رجل نظم القرآن بالفارسیة یقتل لانه کافر.کذا فی التتارخانیة. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ومنها ما یتعلق بالقرآن، ج: ۲، ص:۲۶۷)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب احکام المرتدین، الفصل العاشر: فیما یتعلق بالقرآن، ج: ۷، ص: ۳۱۸، ط، مکتبة زکریا بدیوبند،الهند)

(وکذا فی مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر والجهاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۷، ،ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

والاولیاء مطلوبة الا انها لم تشرع فی المواضع المذکورة واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم امر برقمة المقصر عبداللّٰہ بن محمد میرغنی الحنفی مفتی مکة المکرمة کان اللّٰہ تعالٰی لهما حامدا مصلیا مسلما.

عبداللہ میرغنی	الجواب صحیح	الحق احق بالاتباع	الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ
مفتی مکہ مکرمہ	محمد ہدایت علی	احقر الزمان محمود حسن	الٰہی عاقبت محمود گردان
	مقیم مراد آباد		مدرس اول مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح	الجواب صحیح	احمد محی الدین
خادم الموحدین محمد احتشام الدین	محمد صدیق عفی عنہ	قاضی حال ریاست بھوپال
مراد آبادی۔۱۲۹۲	مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد	
احمد اسمہ ۱۲۹۷	رسول اللہ خادم شریعت مفتی محمد لطیف اللہ ہجری ۱۲۹۸	

آیۃ کریمہ **ایاک نعبد وایاک نستعین** میں تخصیص استعانت نسبت جناب باری تعالٰی عزاسمہ کے خود مذکور ہے اسی کے مطابق علمائے محققین نے تحقیق فرمائی ہے وہی لائق عمل کے ہے **العبد المذنب الاواہ هذا احق بالقبول الیق بالافتاء والعلم الحق عنداللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم علمه اتم. مولانا محمد احسن صاحب امروهی**

الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ مدرسہ گلاوٹی لیکن اتنی بات اور لکھنی مناست ہے کہ جواب مذکور اپنے اجمال پر صحیح ہے اور تفصیل یہ ہے کہ استمد اد تین قسم کا ہے ایک یہ کہ اہل قبور سے مدد چاہے اسی کو سب فقہاء نے ناجائز لکھا ہے (۴۴)۔ دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں خدائے تعالٰی سے دعا کر کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے یہ مبنی اوپر مسئلہ سماع کے ہے جو سماع موتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک درست دوسروں کے نزدیک

---

(۴۴):قال العلامة ابو الفضل محمود الالوسی البغدادی رحمه اللّٰہ تعالٰی: ان الناس قد أکثروا من دعاء غیر اللّٰہ تعالٰی من الأولیاء الأحیاء منهم والأموات وغیرهم، مثل: یاسیدی فلان أغثنی، ولیس ذلک من التوسل المباح فی شیء، واللائق بحال=

ناجائز(۴۵)اسی کو شیخ نے لکھا ہے کہ وان الاستمداد باھل القبور الی قولہ فقد انکرہ کثیر من الفقھاء الخ. انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں(۴۶) تیسرے یہ کہ دعاء مانگے الٰہی بحرمۃ فلاں میرا کام پورا کردے یہ بالاتفاق جائز ہے(۴۷)اور تمام شجروں میں موجود ہے اسی وجہ سے اقوال علماء میں اختلاف ہے کہ استمداد لفظ مشترک ہے کسی نے کسی کو لیا کسی نے کسی کو قول ہر ایک کا اپنی معنی

=المؤمن عدم التفوه بذلک، وأن لایحوم حول حماه، وقد عده أناس من العلماء شرکاً، وان لایکنه، فهو قریب منه.(روح المعانی،[المائدة: ۳۵]، ج: ۶،ص: ۱۲۸،ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۴۵):می گوید ای فلان از خداوند بخواه که فلان کار مرا و مقصد مرا بر آورد کن، این صورت بر مسأله ی سماع است، پس کسانی که سماع موتی را قائل اند این را روا می دارند، ونافیان سماع این را ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، کتاب العقائد، باب مایتعلق بالانبیاء والصلحاء، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ط، کتب خانه ملی ایران)

(۴۶):عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالةﷺ حی فی قبره الشریف و حیٰوته ﷺ دنیویة من غیر تکلیف وهی مختصة بهﷺ وبجمیع الأنبییاء صلوات الله علیهم والشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء بحیٰوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی ”حیٰوة الانبیاء والشهداء فی القبر کحیٰوتهم فی الدنیا ویشهد له صلوة موسیٰ علیه السلام فی قبره فان الصلوٰة تستدعی جسداً حیاً“ الی اٰخر ما قال ”فثبت بهذا ان حیٰوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ“ ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس الله سره العزیز فی هذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة الماخذ بدیعة المسلک لم یر مثلها قد طبعت و شاعت فی الناس واسمها ”آب حیات“ ای ماء الحیٰوة. (المهند علی المفند، ص: ۳۶،۳۷،ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

(۴۷):قال العلامة خلیل احمد السهارنفوی نورالله مرقده:عندناوعند مشائخنا=

ومراد پر صحیح ہے۔فقط۔

محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ گلاوٹی مدرس اول محمد حسن ۱۳۰۵ مراد آبادی ابن مولوی عنایت اللہ عبدالرحمٰن مرحوم ۱۳۱۲

الجواب بھذا التفصیل صحیح رشید احمد گنگوہی عنہ عبدالرحمٰن کان اللہ ولوالدیہ مدرس مدرسہ امروہہ۔

اہل قبور سے مدد مانگنا

﴿استفتاء﴾ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب محدث وفقیہ دہلوی علیہ الرحمۃ والغفران در باب عدم جواز استعانت اہل قبور از کتاب فتاویٰ مسمی بہ مسائل اربعین تصنیف مولانا موصوف مسئلہ نمبر ۴۔

﴿سوال﴾ حاجت خواستن از اہل قبور بطریق دعا جائز است یا نہ؟

﴿جواب﴾ استعانت واستمداد اہل قبور بہر نہج کہ باشد جائز نیست چنانچہ شیخ عبدالحق در شرح مشکوٰۃ شریف کہ بزبان عربی نوشتہ می آردو. اما الاستمداد باهل القبور فی غیر النبی والانبیاء علیهم السلام فقد انکر کثیر من الفقهاء وقالوا لیس الزیارة الا لدعاء للموتی والاستغفار

=یجوز التوسل فی الدعوات بالأنبیاء والصالحین من الأولیاء والشهداء والصدیقین فی حیٰوتهم وبعد وفاتهم بان یقول فی دعائه اللّٰهمّ انی اتوسل الیک بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیرذلک...الخ. (المهند علی المفند،ص:۳۵،ط،قدیمی کتب خانه)

وقال العلامة بدرالدین العینی : وفیه من الفوائد: استحباب الاستشفاع بأهل الخیر و الصلاح و أهل بیت النبوة...الخ.(عمدة القاری ج:۷،ص:۴۸،رقم الحدیث: ۱۰۱۰،ط، دار الکتب العلمیة بیروت،لبنان)

وقال ابن حجر: ویستفاد استحباب الاستشفاع بأهل الخیروالصلاح وأهل بیت النبوة.....الخ. (فتح الباری،ج:۲،ص:۵۷۷، رقم الحدیث:۱۰۱۰،ط،مکتبة الملک الفهد الوطنیة،ریاض)

لھم وایصال النفع بالدعاء وتلاوۃ القرآن. انتھی. ازیں عبارت شیخ علیہ الرحمۃ والغفر ان چناں مستفاد گردیدہ کر قبور انبیاء علیہم السلام ازیں حکم ممانعت استعانت واستمد اداز اہل قبور مستثنیٰ اند بلحاظ آنکہ ایشاں را در برزخ حیات ابدی ثابت شدہ کہ دیگراں راسوائے شہداء فی سبیل اللہ ثابت نیست وحال آنکہ حیات آنجا مماثل حیات دنیا نیست بلکہ احکام حیات دنیا دیگر ست واحکام حیات آنجا دیگر بنابر آں ایں استثناء درست نمی آید وحق آنست کہ انکار فقہاء عام ست از انکہ استمد اداز قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشان ہمہ جائز نیست چنانچہ از عبارت دیگر فقہاء کہ دریں جواب ایراد کردہ میشود واضح خواہد گردید ومنجملہ آن صاحب مجمع البحار آوردہ۔من قصد لزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورھم ویدعو عندھا ویسئلھم الحوائج فھذا لایجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق اللّٰہ وحدہ انتھیٰ وقال البغوی فی المعالم یقال الاستعانۃ نوع تعبد والعبادۃ الطاعۃ مع التذلل والخضوع وسمی العبد عبد الذلتہ و انقیادہ یقال طریق معبد ای مذلل انتھیٰ وفی الحدیث عن ابن عباس قال کنت خلف رسول اللّٰہ ﷺ یوما فقال یا غلام احفظ اللّٰہ یحفظ اللّٰہ تجدہ تجاھک واذا سالت فاسئل اللّٰہ واذا استعنت فاستعن باللّٰہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبہ اللّٰہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبہ اللّٰہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف رواہ احمد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ (۴۸). از ھدیۃ المکۃ مؤلفہ مولانا قطب الدین خان صاحب مرحوم تلمیذ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ والغفران.

انبیاء کے علم غیب کا قائل

﴿سوال﴾ بعض لوگ انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ماسوائے اللہ اس آیت

(۴۸):(اخرجہ الترمذی فی جامعہ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح. ابواب صفۃ القیامۃ، ج: ۲،ص: ۲۱۳، رقم : ۲۵۱۶ ط، الطاف اینڈ سنز، کراتشی)

سے جو سورۂ قل اوحی من ہے۔ **عالم الغیب فلایظهر علی غیبه احدا الا من ارتضٰی من رسول. الایة.** اس آیت سے ثابت کرتے ہیں اور دلیل اس آیت کو گردانتے ہیں مسلمانوں کو ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں اور معتقد کافر ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا۔ **وعنده مفاتح الغیب لایعلمها الاهو** (۴۹). خود حق تعالیٰ فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس علم غیب کی کنجیاں ہیں۔ کہ کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اس کے۔ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صحیح ہے۔ مگر ہاں جو بات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے وہ اس کو معلوم ہوجاتا ہے اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دیوے تو اس کو بھی معلوم ہوجاتا ہے جیسا علم جنت اور دوزخ اور رضا وغیرہا کا حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلا دیا اور پھر انہوں نے امت کو خبر دی۔ چنانچہ اس آیت سورۂ جن سے معلوم ہوا سو حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دیوے تو اس کی خبر اس کو ہوجاتی ہے نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالیٰ کے نبی کو کشف ہوجاتے ہیں (۵۰)۔ کیونکہ اگر یہ معنی اس کے ہوویں کہ تمام علم غیب رسول کو معلوم ہوجاتا ہے تو دوسری آیت صاف اس کے خلاف کہہ رہی ہے **قل لا املک لنفسی نفعا ولاضرا الا ماشآء اللّٰه ولو کنت اعلم الغیب. لاستکثرت من الخیر ومامسنی**

---

(۴۹):(سورة الانعام: ۵۹)

(۵۰):قال العلامة الآلوسی: فاللّٰه سبحانه وتعالٰی عالم کل غیب وحده، فلایطلع علی ذلک المختص علمه به تعالٰی اطلاعاً أحداً من خلقه، لیکون ألیق بالتفرد وأبعد عن توهم مساواة علم خلقه لعلمه سبحانه، وانما یطلع جل وعلا اذا اطلع من شاء علی بعضه مما تقتضیه الحکمة التی هی مدار سائر أفعاله عز وجل......أی لکن الرسول المرتضی یظهره جل وعلا علی بعض الغیوب المتعلقة برسالته. (روح المعانی،[سورة الجن: ۲۶، ۲۷]: ج: ۲۹، ص: ۹۶، دار أحیاء التراث العربی، بیروت لبنان)

السـوء. (۵۱)(ترجمہ): کہہ دے کہ میں نہیں مالک اپنے نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا مگر جو خدائے تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی۔ پس صاف روشن ہوگیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نص قرآن کے شرک ہوا خود دوسری آیت میں موجود ہے۔ لاادری مایفعل بی لابکم (۵۲). (ترجمہ) میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ پس صاف ظاہر ہوگیا کہ رسول علیہ السلام کو ہرگز علم غیب نہیں مگر جس قدر اطلاع دی جاوے اور اس پر بہت آیات واحادیث شاہد ہیں تو خلاف اس کے عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک قبیح جلی ہوویگا معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدۂ فاسدہ سے نجات دیوے آمین۔ پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہوا (۵۳)۔

---

(۵۱):(سورة الاعراف: ۱۸۸)

(۵۲):(سورة الاحقاف: ۹)

(۵۳):ثم اعلم ان الانبياء علهيم الصلاة والسلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ماعلمهم اللّٰه تعالٰى أحيانا. وذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالٰى قل لايعلم من فى السموات والارض الغيب الا اللّٰه. كذا فى المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلى القارى، مسئلة فى أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ۱۳۷،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

اعتقاد اینکه کسے غیر حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوى، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه)

واما من قال: ان نبينا أو غيره أحاطه بالمغيبات علماً كما أحاط علم اللّٰه بها، فقد كفر. (حاشية الصاوى على الجلالين، ۱۸۸/۲، بحواله كتاب النوازل، ج: ۲، ص: ۱۷۰)

یارسول اللہ پکارنا

﴿سوال﴾ یارسول اللہ دور سے یا نزدیک قبر شریف سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بکفر ہے البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندۂ مومن کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں (۵۴) اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں۔ فقط۔

رسول اللہ کو صنم وغیرہ کہنا

﴿سوال﴾ شاعر جو اپنے اشعار میں آنحضرت ﷺ کو صنم یا بت یا آشوب ترک فتنہ عرب باندھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ معنی حقیقیہ بمعانی ظاہرہ خود مراد نہیں رکھتا بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے تاہم ایہام گستاخی واہانت واذیت ذات پاک حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ ﷺ سے خالی نہیں یہ ہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے صحابہ کو منع فرمایا انظرنا کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا

---

(۵۴): عن عبداللّٰہ قال: قال: رسول اللّٰہ ﷺ ان للّٰہ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام. (رواہ النسائی فی سننہ، فی کتاب السھو، باب السلام علی النبی ﷺ، المجلد الثانی، الجرء الثالث، ص: ۵۰، رقم: ۱۲۸۱، ط، دار المعرفۃ، بیروت لبنان)

وفی روایۃ الحنفی: قال عن النبی ﷺ قال: من صلی علی عند قبری سمعتہ، ومن صلی نائیا ابلغتہ. (الجامع لشعب الایمان للبیھقی، ج:۳، ص: ۱۴۱، ط، مکتبۃ الرشد، الریاض)

حالانکہ مقصود صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہرگز وہ معنی کہ جو یہود مراد لیتے تھے نہ تھی مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت وگستاخی جناب رسالت کا تھا لہٰذا حکم ہوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا. الخ (۵۵). اور علی ہذا حضرات صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت ﷺ میں ہرگز بوجہ اذیت وگستاخی معاذ اللہ نہ تھا بلکہ حسب عادت وطبع تھا (۵۶)۔ مگر چونکہ اذیت وبے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا یایھا الذین اٰمنوا

---

(۵۵): یایها الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکٰفرین عذاب الیم. وفی الجامع لاحکام القرآن تحت هذه الآیة: قال ابن عباس: کان المسلمون یقولون للنبی ﷺ: راعنا، علی جهة الطلب والرغبة .من الراعاة. أی: التفت الینا، وکان هذا بلسان الیهود سباً، أی: اسمع لاسمعت، فاغتنموها، وقالوا: کنانسبه سراً، فالآن نسبه جهراً، فکانوا یخاطبون بها النبی ﷺ، ویضحکون فیما بینهم، فسمعها سعد بن معاذ. وکان یعرف لغتهم. فقال للیهود: علیکم لعنة اللّٰه! لئن سمعتها من رجل منکم یقولها للنبی ﷺ لاضربنّ عنقه فقالوا: أولستم تقولونها؟ فنزلت الآیة، ونهوا عنها لئلا یقتدی بها الیهود فی اللفظ، وتقصد المعنی الفاسد فیه. (الجامع لأحکام القرآن، ج: ۲، ص: ۲۹۳، ط، موسسه الرسالة، بیروت لبنان)

(۵۶): وأخرج احمد، وعبدبن حمید، والبخاری، ومسلم، وأبویعلی، والبغوی فی معجم الصحابة، وابن المنذر، والطبرانی، وابن مردویه، والبیهقی فی الدلائل، عن ابن عباس قال: لمانزلت: (یایها الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی). الی قوله: (وانتم لاتشعرون). وکان ثابت بن قیس بن شماس رفیع الصوت، فقال: أنا الذی کنت أرفع صوتی علی رسول اللّٰه ﷺ، حبط عملی، أنا من اهل النار. وجلس فی بیته حزیناً ففقده رسول اللّٰه ﷺ، فانطلق بعض القوم الیه، فقالوا له: فقدک رسول اللّٰه ﷺ، ما لک؟ قال: أنا الذی أرفع صوتی فوق صوت النبی وأجهر له بالقول، حبط عملی، أنا من أهل النار. فأتوا النبی ﷺ فأخبروه بذلک، فقال: لابل هو من اهل الجنة. فلما کان یوم الیمامة قتل. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۱۳، ص: ۵۳۲)

لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (۵۷). کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگراس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہوجاویں گےاورتم کوخبربھی نہ ہوگی اورایسا ہی حدیث میں تکنی بکنیہ ابی القاسم آپ کی حیات شریف میں منع ہوگیا تھا بوجہ اذیت ذات سرور عالم کے کہ کوئی کسی کواگر پکارے گا تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو ارادہ کرتا ہے التفات فرمائیں گے حالانکہ نادی ہرگز اذیت رسول ﷺ نہیں کرتا تھا(۵۸) اورابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے توانہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں اور یہ عرض والغیب عنداللہ تعالیٰ بایں وجہ تھی۔کہ سب عرب ازقریش تا کندہ بنواسمٰعیل ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہماری ماؤں کوتہمت زنامت لگا اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپوں سے مت کر ہم اولادنضر ہیں (۵۹) دیکھواس لفظ میں فقط ایہام بعید کوکس قدر آپ نے نفی کر کے نہی فرمایااورکلام کاادب تلقین کیاو علیٰ ھذا خبثت نفسی کومنع فرمایا۔اور لقست نفسی کی اجازت دی کہ وہ بظاہر سخت لفظ ہے گومعنی ایک

---

(۵۷):(سورۃ الحجرات: ۲)

(۵۸):عن انسؓ قال: نادیٰ رجل رجلاً بالبقیع: یا ابا القاسم، فالتفت الیہ رسول اللّٰہﷺ. فقال: یا رسول اللّٰہﷺ انی لم اعنک. انما دعوت فلانا. فقال رسول اللّٰہﷺ تسموا باسمی ولاتکنوا بکنیتی. (رواہ مسلم فی صحیحہ فی کتاب الآداب، باب النھی عن التکنی بابی القاسم وبیان مایستحب من الأسماء، ص: ۹۵۱، ۹۵۲، رقم: ۵۵۸۶، ط، دارالسلام ریاض)

(۵۹):عن اشعث بن قیسؓ قال اتیت رسول اللّٰہﷺ فی وفد کندۃ ولایرونی الا افضلھم فقلت یا رسول اللّٰہ الستم منا فقال نحن بنو النضر بن کنانۃ لانقفو اُمّنا ولا ننتفی من ابینا. قال فکان الاشعث بن قیس یقول لا اوتی برجل نفی رجلا من قریش من النضر بن کنانۃ الا جلدتہ الحد. (رواہ ابن ماجۃ فی کتاب الحدود، باب من نفی رجلاً من قبیلتہ، ص: ۱۸۷، ط، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ہیں(۶۰)الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اوراذیت ظاہرہ ہے پس ان الفاظ کا بکنا کفر ہوگا۔ان الـذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنهم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرة واعدلهم عذابا مهینا (۶۱). قال فی الشفاء الوجه الثـانـی وهـو ان یکون القائل لما قال فی جهةﷺ غیر قاصد السبب والازدراء لامعتقدله ولـکـنه تکلم فی جهةﷺ بکلمة الکفر من لعنه او سبه او تکذیبه او اضافة مالایجوز الیه او نفی مایجب له مماهو فی حقه علیه الصلوٰة والسلام نقیصة الی ان قال او یاتی بسفه من الـقـول او قبیح من الکلام ونوع من السب فی جهة وان ظهر بدلیل حاله انه لم یتعمد ذمه ولم یقصد سبه اما لجهالة حملته علی ماقاله اما لضجر او سکر او قلة مراقبة وضبط لسانه او عـجـرفة وتهور فی کلامه فحکم هذا الوجه حکم الوجه اول القتل دون تلعثم ملخصاً. پس اس کلمات کفر کے لکھنے والے کومنع کرنا شدید چاہیئے اورمقدور ہوا گر باز نہ آوے توقتل کرنا چاہیئے کہ موذی

(۶۰):عـن عـائشة رضـی الـلّٰـه عنها عن النبیﷺ قال: لایقولن أحدکم: خبثت نـفسـی، ولٰـکن لیقل: لقست نفسی. (رواه البخاری فی صحیحه فی کتاب الأدب، باب: لایـقـل خبثـت نـفسـی، ص: ۱۳۱۰، رقـم: ۶۱۷۹، ط، دار السـلام ریاض/ ومسلم فی صـحیـحه فی کتاب الألفاظ من الأدب وغیرها، باب کراهة قول الانسان: خبثت نفسی، ص: ۹۹۸، رقـم: ۲۲۵۱، ط، دار السـلام ریـاض/ وأبـوداؤد فی سننه فی کتاب الأدب، باب لایقال خبثت نفسی، ص: ۱۰۷۰، رقم: ۴۹۷۸، ط، دار السلام ریاض)

وفـی البـذل تـحـت هٰذ الحدیث: قال الخطابی: لقست وخبثت معناهما واحد، وانـمـا کـره مـن ذلک لفظ الخبث لبشاعة الاسم وشناعته، وعلمهم الأدب فی المنطق، وأرشـدهـم الی استعمال الحسن وهجر القبیح، انتهٰی. (البذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتـاب الأدب، بـاب لایـقـال خبثـت نـفسـی، ج: ۱۳، ص: ۳۸۰، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۶۱):(سورة الاحزاب: ۵۷)

وگستاخی شان جناب کبریا تعالیٰ اوراس کے رسول النبی ﷺ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یارسول اللہ کا وظیفہ

﴿سوال﴾ درود وظیفہ ان اشعار ذیل کا اگر کوئی کرے تو کیا حکم ہوگا جائز یا منع اور صغیرہ یا کبیرہ اور شرک کیا ہوگا۔ جیسے ورد یا **رسول اللّٰہ انظر حالنا. یارسول اللّٰہ اسمع قالنا. اننی فی بحر ھم مغرق خذ یدی سھل لنا اشکالنا.** یا یہ شعر قصیدہ بردہ کا ورد کرنا **یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ. سواک عند حلول الحادث العمم.** یا اور کوئی شعر یا نثر میں ورد اسماء مخلوق بطور وظیفہ کرنا؟

﴿جواب﴾ ایسے کلمات کو نظم ہو یا نثر ورد کرنا مکروہ تنزیہی ہے کفر وفسق نہیں کیونکہ وجہ کفر کی غیر کو حاضر ومتصرف جاننا ہے اور وجہ فسق کی احتمال فساد عقیدہ عوام اور اپنے اوپر تہمت شرک رکھنا ہے اور کراہت تنزیہی یہ کہ فی الجملہ مشابہت استعانت غیر سے ہونے کی تھی گونیت نہیں جیسا قسم غیر اللہ تعالیٰ کی کو شرک حدیث میں فرمایا (۶۲) اور خود آپ نے ہی بعض اوقات غیر کی قسم کھائی (۶۳) تو اس کو عمداً صغیرہ پر حمل کیا ہے علماء نے اور سہواً معاف ومباح پس اس کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے یہ وہ جواب ہے جو بندہ نے شیئاً للہ جواب میں لکھا تھا اور آپ کو شبہ ہوا تھا فقط والسلام۔ ان صاحب کو فرمادو کہ ہر دو اسم کو پڑھے جاویں بندہ بھی دعا کرتا ہے اور

---

(۶۲): عن سعد بن عبیدۃ قال: سمع ابن عمر رجلاً یحلف لا والکعبۃ، فقال لہ ابن عمر: انی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: من حلف بغیر اللّٰہ فقد اشرک. (رواہ ابو داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب کراھیۃ الحلف بالآباء، ص: ۴۷۴، رقم: ۳۲۵۱، ط، دار السلام ریاض)

(۶۳):عن ابی سھیل نافع بن مالک بن ابی عامر، عن أبیہ انہ سمع طلحۃ بن عبیداللّٰہ، یعنی فی حدیث قصۃ الاعرابی قال النبی ﷺ: افلح وابیہ ان صدق دخل الجنۃ وابیہ ان صدق. (رواہ ابو داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب کراھیۃ الحلف بالآباء، ص: ۴۷۴، رقم: ۳۲۵۲، ط، دار السلام ریاض)

سورہ فاتحہ کو درمیان سنت وفرض فجر کے اکتالیس بار پڑھ لیا کریں حق تعالیٰ رحم فرماوے آمین۔ فقط والسلام۔

علم غیب کا قائل ہونا

﴿سوال﴾ حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ کافر ہے حضرت جی آج کل تو بہت آدمی ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں وظائف بکثرت پڑھتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کا میلاد میں حاضر رہنا وحضرت علی کا ہر جگہ موجود ہونا دور کی آواز کا سننا مثل مولوی احمد رضا خان بریلوی کہ جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا ہے کہ نمازی اور عالم بھی ہیں کیا ایسے شخص کافر ہیں ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت ودوستی رکھنی کیسی ہے؟

﴿جواب﴾ جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے (۶۴) اس کی امامت (۶۵) اور اس سے میل جول محبت مودت سب

---

(۶۴):ثم اعلم ان الانبياء علهيم الصلاة والسلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ماعلمهم اللّٰه تعالىٰ أحيانا. وذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ قل لايعلم من فى السموات والارض الغيب الا اللّٰه. كذا فى المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلى القارى، مسئلة فى أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ۱۳۷،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

اعتقاد اينكه كسے غير حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفى وجلى در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاویٰ على هامش خلاصة الفتاوى، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه)

واما من قال: ان نبينا أو غيره أحاطه بالمغيبات علماً كما أحاط علم اللّٰه بها، فقد كفر. (حاشية الصاوى على الجلالين، ۲/۱۸۸،بحواله كتاب النوازل،ج: ۲، ص: ۱۷۰)

لو تزوج بشهادة اللّٰه ورسوله لاينعقد ويكفر لاعتقاده أن النبى يعلم الغيب. (البحر الرائق، كتاب النكاح، ج: ۳، ص: ۱۵۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۶۵):وتجوز الصلاة خلف كل بر وفاجر، لقوله عليه السلام: صلوا كل برو =

حرام ہیں(٦٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سجدۂ قبور وغیرہ

﴿سوال﴾ زید ایک عالم اور اکثر احکام شرعیہ کو بجالاتا ہے اور اکثر امور مستحب تک بھی ادا کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کرتا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللّٰہ کی تسبیح بھی پڑھتا ہے یا سجدۂ قبور کو یا زندہ پیروں کو کرتا ہے یا مرغی بکری پیروں کی تعظیم کے واسطے ذبح کرتا ہے۔یا قبروں کا طواف کرتا ہے یا تعزیہ بناتا ہے اور اس پر عرضیاں چڑھاتا ہے یا وقت حاجت کے غیروں کی نذر مانتا ہے اور مدد چاہتا ہے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ میں ان افعال کو اچھا اور موجب تقرب خدائے تعالیٰ کا اور باعث سعادت دارین کا جانتا ہوں اور حضرت شیخ کو حاضر و ناظر جانتا ہوں اور متصرف فی الامور اور مدد کرنے والا اور حاجت روا کرنے والا جانتا ہوں اور ہر وقت یہ خیال کرتا ہوں کہ جس وقت ان کو پکاروں گا وہ سن لیں گے اور میری حاجت روائی

=فاجر. ولأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة، وأهل الهواء، والبدع، من غير نكير. وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف البدع فمحمول على الكراهة، اذ لا كلام فی كراهة الصلاة خلف الفاسق والمبتدع.هذا اذا لم يؤد الفسق أو البدعة الى حد الكفر، أما اذا أدى اليه فلا كلام فی عدم جواز الصلاة خلفه. (شرح العقائد النسفية، الكلام فی العقائد المتفرقة، ص: ٣٦٩، ط، مكتبة البشریٰ كراتشی)

(٦٦): ولا تركنوآ الى الذين ظلموا فتمسكم النار ومالكم من دون الله من اولیآء ثم لاتنصرون.وفی الجامع لاحكام القرآن، تحت هذه الآية: (ولاتركنوآ) الركون حقيقة: الاستناد والاعتماد، والسكون الى الشیء والرضا به. قال قتادة: معناه: لاتودوهم ولاتطيعوهم. ابن جريج: لاتميلوا اليهم.... وأنها دالة على هجران أهل الكفر والمعاصی من أهل البدع وغيرهم، فان صحبتهم كفر أو معصية، اذ الصحبة لاتكون الا عن مودة. (الجامع لاحكام القرآن، ج: ١١، ص: ٢٢٥، ٢٢٦، ط، موسسة الرسالة، بيروت لبنان)

کریں گے بلکہ جو کوئی ان کو پکارتا ہے اس کی سنتے ہیں اور اس کی حاجت روائی کر سکتے ہیں اور یہ بھی اعتقاد کرتا ہوں کہ یہ تصرف اور علم ان کا خدائے تعالیٰ کا دیا ہوا ہے آیا یہ شخص عنداللہ مومن ہے یا کافر اور اس کی کبھی رہائی ہو جاوے گی یا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور کبھی نجات نہ پاوے گا اور دنیا میں ایسے شخص کے ساتھ معاملہ مسلمانوں کا سا کرنا چاہئے یا کافروں کا سا (یعنی نماز جنازہ اور دعا وغیرہ) اور بعضے ایسے شخص بھی ہیں کہ افعال مذکورہ تو کرتے ہیں مگر اعتقاد کو ظاہر نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں اب التماس یہ ہے کہ جواب اس کا بطور قاعدہ کلیہ کے ایسا ارشاد فرمائیں کہ سارے اقسام کا حال معلوم ہو جاوے؟

﴿جواب﴾ فریق اول اگر کوئی تاویل قابل التفات نہیں رکھتے تو کافر ہیں (٦٧) اور دوسرے

---

(٦٧):ان الناس قد اكثروا من دعاء غيرا للّٰه تعالىٰ من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل ياسيدى فلان اغثنى، وليس ذلک من التوسل المباح فى شىء....وقد عده أناس من العلماء شركاً. (روح المعانى، سورة المائدة تحت الآية: ٣٥، ج:٦، ص: ١٢٨، ط، احياء التراث العربى، بيروت لبنان).

سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء اولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیز ہا از آنہا بکفر می رساند پیغمبر خدا ﷺ بر آنہا لعنت گفتہ واز اں منع فرمودہ وگفتہ کہ قبر مرا بت نہ کنند۔ (مالا بدمنہ، کتاب الجنائز، ص:٧٠،٧١)

فى ردالمحتار: قال شمس الأئمة السرخسى: ان كان لغير اللّٰه تعالىٰ على وجه التعظيم كفر. قال القهستانى: وفى الظهيرية: يكفر بالسجدة مطلقا. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ٩، ص: ٥٥١، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى البحر الرائق: وفى البزازية قال علماؤنا: من قال أرواح المشايخ حاضرة تعلم تكفر. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ٥، ص: ٢٠٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

=

فریق کے حرکات کی تاویل ممکن ہے لہٰذا فاسق ہیں نہ کافر اور کتاب تقویۃ الایمان میں اس کو مفصل لکھا ہے اس کا مطالعہ کرلو اس سے زیادہ کوئی نہیں لکھ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

= (وکذا فی الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا الخ: الفصل الثانی النوع الثانی فیما یتعلق باللّٰہ تعالیٰ، ج: ٦، ص: ٣٢٦)

ومنها ان ظن أن المیت یتصرف فی الأمور دون اللّٰہ تعالیٰ واعتقاده ذلک کفر. (البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ٢، ص: ٥٢٠، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وقال العلامة محمود حسن الکنکوهی رحمه اللّٰہ تعالیٰ: وأما السماع من ای مقام، تکلموا من قریب أو بعید، فهو شان السمیع الخبیر، لایشارکه أحد، ومن اعتقده فهو شرک فی الصفات، قال القاری فی شرح الفقه الأکبر: ان رجال الغیب هم الجن، لأن الانس لایکون دائماً محتجبا عن أبصار الانس، وانما یحتجب أحیاناً، فمن ظن انهم من الانس فمن غلطه وجهله وسبب الضلالة فیهم، وبالجملة فالعلم بالغیب أمر تفرد به سبحانه و لاسبیل الیه للعباد الا باعلام منه و الهام بطریق المعجزة أو الکرامة أو ارشاد الی استدلال بالأمارات فیما یمکن فیه ذلک.

ثم اعلم ان الانبیاء علهیم الصلاة والسلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمهم اللّٰہ تعالیٰ أحیانا. وذکر ان الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ: قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ. کذا فی المسایرة. وقال فی الفتاوی البزازیة: تزوج بالاشهود وقال: خدا ورسول و فرشتگان را گواه کردم، یکفر، لانه اعتقد أن الرسول والملک یعلمان الغیب.

من قال: ان أرواح المشایخ حاضرة تعلم یکفر.اهـ. فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمه أتم احکم. (فتاوی محمودیه، ج: ١، ص: ٢٨٠)

تعزیہ پرستی

﴿سوال﴾ تعزیوں کے ساتھ بہ نیت تماشہ غیر اعتقاد سے جانا کیسا ہے اور اعتقاد سے جانا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ زیارت کرنا تعزیوں کا اچھا ہے جیسے خانہ کعبہ کا نقشہ لاتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں ایسے ہی یہ بھی ایک مکان کا نقشہ ہے اس کی زیارت میں کچھ نقصان نہیں اس کا جواب کس طرح ہے؟

﴿جواب﴾ تعزیہ بُت ہے اور کعبہ کا نقشہ مثل نقشہ مکان کے ہے اس کی کوئی پرستش نہیں کرتا اگر اس کی پرستش کرے گا تو بھی کفر ہو جاوے گا (٦٨)۔

بزرگوں کے خلاف شرع کام

﴿سوال﴾ بعضے حضرات نقشبندیہ کے رسائل سلوک میں جو صدی سیزدہم میں گذرے ہیں یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ استمداد اور استعانت یعنی مدد چاہنا پیروں سے جو غائب ہیں یا انتقال کر گئے ہیں کرنا چاہئے چنانچہ مولانا رؤف احمد صاحب اپنے دارالمعارف کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں اور حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلوی کا قول نقل کرتے ہیں کہ: ”طریقہ توجہ حضرات عالیہ نقشبندیہ کہ بما رسیدہ است دبیاران

---

(٦٨): قال العلامة الآلوسی تحت آية البقرة رقمها: ۳۴: ان السجود الشرعی عبادة، و عبادة غيره سبحانه وتعالٰی شرک محرم فی جميع الأديان والأزمان، ولا أراها حلت فی عصر من الأعصار. (روح المعانی، ج: ۱ ،ص: ۲۲۸، ط، دار احياء التراث العربی بيروت لبنان)

وقال العلامة الشاه عبدالعزيز الدهلوی رحمه اللّٰه تعالٰی: ونيز تعزيه داری که همچو مبتدعان ميکنند بدعت است وهمچنين ساختن ضرايح وصورت قبور وعلم وغير آن هم بدعت است. وقال ايضاً: در ان مجلس به نيت زيارت و گريه وزاری حاضر شدن هم جائز نيست زيرا که آنجا زيارت نيست که برائے او حاضر شود واين چوبها که ساخته اوست قابل زيارت نيستند بلکه قابل ازاله اند. (فتاوی عزيزی، ج: ۱ ، ص: ۶۹)

خود میکنم برین نہج است کہ اول فاتحہ بر ارواح طیبہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرات پیران کبار خصوصاً حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند وحضرت امام مجدد الف ثانی وحضرت میرزا صاحب رضی اللہ عنہم خواندہ دعاء وتضرع از جناب الٰہی نمودہ واستمداد از پیران خواستہ متوجہ بطرف قلب طالب میشوم''۔ اور اسی قسم کا مضمون اسی کتاب کے مواضع عدیدہ میں پایا جاتا ہے پس اس استمداد اور استعانت سے کیا مراد ہے اور یہ جائز ہے یا ناجائز اور بعضے یہاں کے خوش عقیدہ یہ فرماتے ہیں کہ استعانت اہل باطن اور اصحاب توجہ کو جائز ہے کیونکہ ان کی ملاقات ارواح طیبہ پیران سے ہو جاتی ہے۔

﴿جواب﴾ السلام علیکم مراد استمداد سے بطفیل وبرکت بزرگان مراد انہ حق تعالیٰ خواستن ہے نہ بزرگوں سے مراد مانگنا چنانچہ وہ خود تصریح کرتے ہیں اور یا شیخ عبدالقادر کی جگہ یا ارحم الراحمین کہنا صریح لکھتے ہیں بہرحال یہ تاویل یا مثل اس کے کلام بزرگوں میں ضروری ہے اور جو کسی کی فہم میں معنی مراد نہ آویں تو سکوت کرنا چاہئے حجۃ ان کے کلام سے نہیں ہے حجۃ کلام اللہ وسنت ومجتہدین کے اقوال سے ہے۔ فقط۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا وظیفہ

﴿سوال﴾ پڑھنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللّٰہ کا بطور وردیا برائے قضائے حاجات یا اس میں اثر جان کر یا شیخ کو متصرف عالم تصور کر کے ان سے اپنی حاجت طلب کرے تو یہ دونوں صورتیں کفر وشرک کی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ منادی مستقل الاستعانت ومدد شیخ مذکور ٹھہریں گے اور حق سبحانہ تعالیٰ واسطہ پڑے گا اور اس کو اکثر علماء کفر وشرک فرماتے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم مجموعہ فتاویٰ میں فرماتے ہیں ازیں چنیں وظیفہ احتراز لازم وواجب اولاً ازیں جہت ایں وظیفہ متضمن شیئاً للہ ہست وبعض فقہاء ازہمچو کفر کردہ اند چنانچہ در درمختار می نویسد کذا قولہ شیئا للہ قیل یکفر. عبارت مذکورہ میں لفظ عام ہے عقیدہ حضور کی قید نہیں۔ لہٰذا ان دونوں صورتوں میں کفر وشرک ہے یا ایک صورت میں اور دوسری صورت میں کسی قسم کا گناہ ہے اور لفظ یا حاضر کے واسطے بولا جاتا ہے یا حاضر وغائب دونوں کے واسطے؟

﴿جواب﴾ اس کا ورد کرنا بندہ جائز نہیں جانتا اگرچہ شرک نہیں لیکن مشابہ شرک ہے اور بعض فعل

مشابہ بشرک ہوتے ہیں اور صغیرہ ہوتے ہیں کہ شرک کلی مشکک ہے کہ اس کے افراد قلت وکثرت معصیت میں متفاوت ہیں۔ مثلاً قسم بغیر اللہ تعالیٰ سے طلب حاجات ہے مگر جو محض ان کلمات میں اثر جان کر پڑھتا ہے وہ کافر اور مشرک نہ ہوگا اگرچہ معصیت سے خالی بھی نہ ہوگا۔ اور جو شیخ قدس سرہٗ کو متصرف بالذات اور عالم غیب بذات خود جان کر پڑے گا وہ مشرک ہے (۶۹) اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور باذنہ تعالیٰ شیخ حاجت براری کر دیتے ہیں یہ بھی مشرک نہ ہوگا۔ باقی مومن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت

---

(۶۹):في البحر: ومنها ان ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالىٰ واعتقاده ذلك كفر. (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ثم اعلم ان الانبياء علهيم الصلاة والسلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ماعلمهم الله تعالىٰ أحيانا. وذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبي عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ قل لايعلم من في السموات والارض الغيب الا الله. كذا في المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلى القارى، مسئلة في أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ۱۳۷،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

اعتقاد اینکه کسے غیر حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوى، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه)

وقال في البحر الرائق: وفي البزازية قال علماؤنا: من قال أرواح المشايخ حاضرة تعلم تكفر. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ۵، ص: ۲۰۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا الخ: الفصل الثاني النوع الثاني فيما يتعلق بالله تعالىٰ، ج: ٦، ص: ۳۲٦)

ہے(۷۰)اور جلدی سے کسی کا کافر مشرک بتا دینا بھی غیر مناسب ہے اور ایسے موہم الفاظ کا پڑھنا بھی بے جاو معصیت ہے(۷۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

وظیفہ یا خواجہ سلیمان

﴿سوال﴾ ورد کرنا شیخ عبدالقادر و خواجہ سلیمان وغیرہ جائز ہے یا شرک؟

---

(۷۰):یٰٓایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولایغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ تواب رحیم.(سورۃ الجرات: ۱۲)

وأخرج مالک، وأحمد، والبخاری، ومسلم، وأبوداؤد، والترمذی، وابن المنذر، وابن مردویہ، عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللّٰہﷺ: ایاکم والظن، فان الظن أکذب الحدیث، ولاتجسسوا، ولاتحسسوا، ولاتنافسوا، ولاتحاسدوا، ولاتباغضوا، کونوا عباد اللّٰہ اخوانا، ولایخطب الرجل علی خطبۃ أخیہ حتی ینکح أو یترک. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۱۳، ،ص: ۵۶۵)

(۷۱): اخرج الدارمی فی سننہ عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللّٰہﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینھما مشتابھات، لایعلمھا کثیر من الناس، فمن اتقی الشبھات استبرأ لعرضہ ودینہ، ومن وقع فی الشبھات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت ھٰذا الحدیث: قولہ (ومن وقع فی الشبھات، وقع فی الحرام): یرید أنہ اذا اعتادھا واستمر علیھا أدتہ الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیہ فیواقعہ، یقول: فلیتق الشبھۃ لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبۃ المکیۃ مکۃ المکرمۃ، ودار البشائر الاسلامیۃ بیروت لبنان)

﴿جواب﴾ ورد کرنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ حرام ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ترجمہ ارشاد الطالبین میں لکھا ہے آنکہ جہال میگویند کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست واگر روح حضرت شیخ را متصرف الامور اعتقادمی کند کفرے دیگرست فی البحر الرائق: **من ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰہ و اعتقد بذلک یکفر (۷۲) انتھیٰ.**

طواف قبر

﴿سوال﴾ جو افعال قبیحہ مثل نذر غیر اللہ یعنی گیارہویں وتوشہ وغیرہ ندائے غیر اللہ یعنی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ وسجدہ وطواف قبر واستعانت غیر اللہ وتسمیہ غیر اللہ یعنی عبدالنبی وحلف غیر اللہ وشگون بد وغیرہ اگر فاعل کا عقیدہ شرک وکفر کا ہے کہ بالاستقلال حاضر وناظر عالم الغیب جان کر کرتا ہے تو مشرک اور اگر عقیدہ شرکیہ نہیں تو اس کے حق میں یہ افعال حرام وگناہ کبیرہ کے ہونگے یا نہیں چنانچہ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب علیہ الرحمۃ مائۃ مسائل میں درتحت امور ذیل فرماتے ہیں وبعض افعال اگر شرک حقیقی کہ کفر ست نیستند لیکن مشابہ افعال مشرکان وبُت پرستان اند از ان افعال ہم اجتناب واحتراز لازم چنانچہ مردماں روبروئے علماء وعظما وتقبیل زمین می کنند کنندہ این افعال وآن کس کہ راضی بایں فعل باشد ہر دو گنہگار می شوند کہ این فعل حرام وگناہ است .الخ۔

﴿جواب﴾ ان سب امور میں جیسا کہ مائۃ المسائل میں لکھا ہے وہی بندہ کی طرف سے جواب ہے۔اس میں بندہ موافقت رکھتا ہے۔فقط واللہ اعلم۔

---

(۷۲):(البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان/ رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لایفسد، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام من شمع او زیت او نحوہ، ج: ۳، ص: ۴۲۷، ط، دارعالم الکتب ریاض/ نھر الفائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ۲، ص: ۴۲، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

قبر پر جانا اور اس کو بوسہ دینا

﴿سوال﴾ قبر پر جانا اور اس کو بوسہ دینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قبر کو بوسہ دینا حرام ہے کہ یہ عادت اہل کتاب کی ہے یعنی یہود ونصاریٰ کی(۷۳)۔

نبی بخش وغیرہ نام رکھنا

﴿سوال﴾ نبی بخش۔ پیر بخش۔ سالار بخش۔ مدار بخش ایسے ناموں کا رکھنا کیسا ہے

---

(۷۳):ولایمسح القبر ولایقبله فان ذلک من عادة النصاری.الخ.(الفتاوی العالمکیریه،کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقراءة القرآن فی المقابر، ج: ۵،ص: ۳۵۱)

والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدیر القبلة وجه المیت، وان یسلم ولا یمسح القبر، ولایقبله، ولایمسه فان ذلک من عادة النصاری. (حاشیة طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، کتاب الصلاة، باب احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور،ص: ۶۲۱،ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

ومن وقف بالقبر لایلتصق به، ولایمسه...فینبه‌العالم غیره علی ذلک، ویحذر هم من تلک البدع التی أحدث هناک من لاعلم عنده یطوف بالقبر الشریف کما یطوف بالکعبة الحرام ویتمسح به ویقبله و یلقون علیه منادیلهم وثیابهم یقصدون به التبرک وذلک کله من البدع. (المدخل لابن الحاج، فصل فی زیارة القبور، ج: ۱، ص: ۲۶۲، ۲۶۳، ط، دار الکفر).

ولیحذر مما اعتاده بعض الجاهلین من التمسح بالقبر وتقبیله والطواف حوله... فان ذلک من عادة المشرکین. (الدین الخالص، کتاب الجنائز، ج:۸،ص: ۶۸)

﴿جواب﴾ ایسے نام موہم شرک ہیں منع ہیں ان کو بدلنا چاہئے (۷۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتب فقہ وحدیث کا انکار کرنا

﴿سوال﴾ زید کہتا ہے کہ کتب فقہ یا دوسری کتب احادیث جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں فرقہ معتزلہ اور خارجیہ اور گمراہان فرقوں کی ہیں اور ان کے بنانے والے اہل سنت وجماعت سے نہیں اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کتب چاروں مذہب اہل سنت وجماعت کی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث ان میں ہیں اور ان کے بنانے والے اہل سنت وجماعت سے ہیں انہیں پر دارومدار ہے ان کو برا جاننے والا اور گالیاں دینے والا بدعتی اور چاروں مذہب سے خارج اور فاسق ہے آیا زید حق پر ہے یا عمرو؟

﴿جواب﴾ صحاح کتب میں احادیث رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کے جمع کرنے والے صحابہ اور بعد کو علماء عاملین ومقبولین رہے اور باتفاق جمیع اہل اسلام مقبول اللہ تعالیٰ کے ہیں جو شخص ان کتابوں کو برا کہتا ہے اور توہین کرتا ہے گویا وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے وہ شخص فاسق ومرتد بلکہ کافر وملعون حق تعالیٰ کا ہے (۷۵) جو مسائل فقہ کے ہیں وہ احادیث ہی سے مستنبط ہیں۔

---

(۷۴):أقول: ویؤخذ من قوله ولاعبد فلان منع التسمية بعبدالنبی ونقل المناوی عن الدميری أنه قيل بالجواز بقصد التشريف النسبة، والأكثر على المنع خشية اعتقاد العبودية كما لايجوز عبدالدار. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۵۹۹، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۷۵):واذا روى رجل حديثا عن النبی ﷺ ورده آخر قال بعض مشايخنا انه يكفر، ومن المتأخرين من قال: ان كان متواترا يكفر، وكذلک لو قال بطريق الاستخفاف، سمعناه كثيرا يكفر. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السابع: فيما يعود الى الأنبياء عليهم السلام، ج:۷،ص: ۳۰۵، ط، مكتبة زكريا، ديوبند)

واذا كان الفقيه يذكر شيئا من العلم، أو يروى حديثا صحيحا فقال له الآخر:=

ہنود یا انگریزوں کا لباس پہننا

﴿سوال﴾ جیسے زنار ہنود کی اگر کوئی مسلمان پہنے تو کافر ہوجاتا ہے ایسے ہی انگریزوں کی صلیب اور ٹوپی بھی حکم رکھتی ہے یا صلیب پہننا کفر ہے اور انگریزی ٹوپی حرام؟

﴿جواب﴾ صلیب کا ڈالنا گلے میں کفر ہے کہ صلیب شعار نصرانیہ کا ہے **قال علیه السلام من تشبه بقوم فهو منهم الحديث**(۷۶). پس دونوں چونکہ شعار کفر ہیں لہٰذا دونوں کفر

=این هیچ نیست ورده..فهذا کفر.(الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السادس عشر فى العلم والعلماء والابرار،ج:۷،ص:۳۳۴،۳۳۵،ط،مكتبة زكريا، ديوبند)

ومن سمع حديثه عليه السلام فقال سمعناه كثيراً بطريق الاستخفاف يكفر... والحاصل انه اذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر. (الفتاوى البزازيه، على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب ألفاظ تكون اسلاماً أو كفراً، الفصل الثانى، النوع الثالث فى الأنبياء، ج: ٦، ص: ٣٢٨)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، موجبات الكفر انواع، منها مايتعلق بالعلم والعلماء، ج: ٢، ص: ٢٧١)

(وكذا فى مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ٢، ص: ٥٠٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى المحيط البرهانى، كتاب السير، فصل فى مسائل المرتدين و أحكامهم، نوع آخر فيما يعود الى الانبياء، ج: ٥، ص: ٢٣٥،ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۷۶):اخرجه أبوداؤدفى سننه فى كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، ص: ٥٦٩، رقم: ٤٠٣١،ط، دارالسلام، رياض.

ہیں(۷۷)اور ٹوپی نصرانیوں کی پہننا کوٹ یا پتلون شعار کفر کا نہیں ہے بلکہ لباس اس قوم کا ہے پس ان کا پہننا ہندوستان میں تو تشبہ لباس میں ہے اور گناہ ہے اور جو لوگ اس ملک میں رہتے ہیں کہ وہاں مسلمانوں کا بھی یہی لباس ہے وہاں گناہ بھی نہیں ہوگا کیونکہ وہاں یہ لباس شعار نصاریٰ کا نہیں ہے بلکہ عام ہے مسلمانوں اور کفار میں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیوہ کا نکاح ثانی عیب سمجھنا

﴿سوال﴾ جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم اس امر کے کہ یہ قرآن شریف سے ثابت ہے اور حضرت کی سنت ہے عیب اور بے عزتی سمجھتا ہو اور اس کے کرنے والے کو بے عزت اور کمینہ کہتا ہو یا یوں کہتا ہو کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں اور حضرت کی سنت سمجھتے ہیں مگر چونکہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں اس واسطے ہم اس کو عار و ننگ جانتے ہیں اب ان دونوں صورتوں میں شرع شریف سے ایسے شخص کا کیا حکم ہے اس شخص کیساتھ معاملہ رشتہ ناتے کا کرنا یا شادی غمی میں اس کی شامل ہونا یا اس کے جنازے کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ حکم حق تعالیٰ یا کسی طریقہ سنت رسول اللہ ﷺ کو عیب یا موجب بے عزتی کا جانے یا

---

(۷۷):فانا ممنوعون من التشبيه بالكفرة وأهل البدعة المنكرة في شعارهم.. ..فالمدار على الشعار.من تزنو بزنار اليهود أو النصارى وان لم يدخل كنيستهم كفر. (شرح فقه الاكبر، ص: ۱۷۱، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

ولو شد الزنار على وسطه أو وضع الغل على كتفه فقد كفر.....وفي الملتقط اذا شد الزنار أو أخذ الغل أو لبس قلنسوة المجوسي جادا أو هازلا يكفر.الخ (شرح فقه الاكبر، ص: ۱۷۱، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

يكفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصحيح، الالضرورة دفع الحر والبرد بشد الزنار في وسطه، الااذا فعل ذلك خديعةً في الحرب. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ۵، ص: ۲۰۸،ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

اس کے کرنے والے کو بے عزت کہے لا ریب وہ ملعون کافر ہے(۷۸) اور مخالف حق تعالیٰ کا اور جہنمی ہے اور مرتد ہے اور باوجود اعتراف اس امر کے کہ یہ حکم خدا تعالیٰ کا اور سنت ہے اور پھر بھی اس کو اپنے رواج کے سبب ننگ و عار کا باعث جانتا ہے یہ زیادہ تر موجب اس کے کفر اور مخالفت حق تعالیٰ کا ہے کہ وہ شقی ملعون اپنے رواج کفر کو حق تعالیٰ کے حکم سے اچھا جانتا ہے پس ایسے شخص سے ترک ملاقات و معاملات کرنا عین دین ہے اوراس سے رشتہ وقرابت رکھنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اس سے علیٰحدہ ہو جاوے اوراس کو مبغوض ترین خلق اللہ تعالیٰ کا جان کر اس کا دشمن ہو جاوے اوراس کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھے کہ وہ کافر ہے(۷۹) کذا فی کتب

(۷۸):اذا أنكر آية من القرآن أو سخر بآية من القرآن، وفى الخزانة: أو عاب فقد كفر. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل العاشر: فيما يتعلق بالقرآن، ج: ۷، ص: ۳۱۵، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

(البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ۵، ص: ۲۰۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

والحاصل انه اذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر. (الفتاوى البزازيه، على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب ألفاظ تكون اسلاماً أو كفراً، الفصل الثانى، النوع الثالث فى الأنبياء، ج: ۶، ص: ۳۲۸)

من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبيا بشىء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السابع: فيما يعود الى الأنبياء عليهم السلام، ج:۷، ص: ۳۰۵، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

(وكذا فى مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج:۲ ، ص: ۵۰۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۷۹):يٰٓايها الذين اٰمنوا لاتتخذوا الكٰفرين اولياءَ من دون المؤمنين اتريدون=

=ان تجعلوا للّٰہ علیکم سلطٰنا مبینا. (سورة النساء: ۱۴۴)

فی المرقات: فان هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق، فانه صلی اللہ علیہ وسلم لما خاف على كعب بن مالك وأصحابه النفاق حين تخلفوا عن غزوة تبوك أمر بهجرانهم خمسين يوماً. (المرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب،الفصل الاول، باب ماينهى عنه من التهاجر و التقاطع و اتباع العورات، ج:۹، ص: ۲۳۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی بذل المجهود:وقال السيوطی:والمراد حرمة الهجران اذا كان الباعث عليه وقوع تقصير فی حقوق الصحبة، والأخوة، وآداب العشرة، كاغتياب، وترك نصيحة، وأما ما كان من جهة الدين والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب الى وقت ظهور التوبة. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب فی هجرة الرجل أخاه، ج: ۱۳، ص: ۳۱۹، ط، دار البشائر الاسلامية،بيروت لبنان)

وفی الهندية: ولايجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولامسلمة و لا كافرة اصلية، وكذٰلك لايجوز نكاح المرتدة مع أحد، كذا فی المبسوط. (الفتاوى العالمكيريه، فصل: القسم السابع المحرمات بالشرك، ج: ۱، ص: ۲۸۲)

(وكذا فی رد المحتار على ا لدر المختار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، ج: ۴، ص: ۳۷۶، ط، دارعالم الكتب رياض)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، ج: ۳، ص: ۳۶۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فی الدرالمختار: اما المرتد: فيلقى فی حفرة كالكلب.

وفی الشامية: (قوله: فيلقى فی حفرة): أی ولايغسل، ولايكفن، ولايدفع الى=

جواب صحیح ہے بموجب حدیث ترمذی کے عن صهیب رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ ما آمن بالقرآن من استحل محارمه (۸۰). منکر و مستخف سنت نبوی کا خصوصاً ایسی عبادت کا کافر ہے اور بمقتضائے حسن ظن توبہ و وسعت رحمت الٰہی کے معاملہ جائز ہوتو بعید نہیں ہے والا مثل معاملات روافض و خوارج و ہنود کے ضرورتاً جائز ہوگا والا لا۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ العبد المذنب عبدالرحمٰن پانی پتی ۲۵ شعبان یوم شنبہ۔

لاریب فیہ بلکہ جو اس مسئلہ کو چھپا دے یا اظہار سے سکوت برتے وہ بھی بموجب حدیث من سکت الخ گونگا شیطان ہے اور جو ایسے کام کے مخالف کا اشارۃً بھی معین ہوگا دوزخ میں اوندھے منہ ڈالا جاوے گا کما فی الحدیث فقط۔ العبد محمد مسعود نقشبندی دہلوی۔

حررہ الفقیر العاصی محمد جمال الدین دہلوی عفی عنہ۔ جواب درست ہے قادر علی عفی عنہ مقیم دہلی۔

الجواب صحیح و معتبر و حق محمد حسن الجواب صحیح محمد اسماعیل مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی۔

=من انتقل الى دينهم، بحر عن الفتح. (كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، قبيل مطلب فى حمل الميت، ج: ۳، ص: ۱۳۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى البحر: واما المرتد فلايغسل ولايكفن وانما يلقى فى حفرة كالكلب ولايدفع الى من انتقل الى دينهم كما فى الفتح. (البحر الرائق ، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، ج: ۲، ص: ۳۳۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۸۰):(اخرجه الترمذى فى جامعه وقال: هٰذا حديث ليس اسناده بذاک، وقد خولف وكيع فى روايته. وقال محمد: ابو فروة يزيد بن سنان الرهاوى ليس بحديثه بأس الا رواية ابنه محمد عنه، فانه يروى عنه مناكير. وقد روى محمد بن يزيد بن سنان عن ابيه هذا الحديث فزاد فى هذا الاسناد: عن مجاهد عن سعيد بن المسيب عن صهيب، ولايتابع محمد بن يزيد على روايته وهو ضعيف، وأبو المبارک رجل مجهول، ابواب فضائل القرآن، ج: ۲، ص: ۳۲۸، ۳۲۹، رقم: ۲۹۱۸، ط، الطاف اينڈ سنز كراتشى)

صح الجواب محمد ابراہیم دہلوی۔ الجواب صحیح محمد محی الدین عفی عنہ اعظم پوری۔ الجواب صحیح نمقہ محمد یسین الرحیم آبادی۔ الجواب صحیح خلیل اللہ خادم العلماء۔

سید محمد عبدالسلام دہلوی — سید محمد ابوالحسن دہلوی — محمد حسن دہلوی — سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی

الجواب صحیح ثابت علی عفی عنہ۔ المجیب مصیب بشیر احمد عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح میاں محمد بقلم خود الجواب حق صریح الحق ان یتبع عبداللہ شاہ جلال آبادی کرنالی۔ محمد ابراہیم سنبھلی عفی عنہ۔

جواب صحیح ہے فقیر مغیث الدین حنفی کرنالی بقلمہ۔ الجواب صحیح ابوالحسن عفی عنہ سہارنپوری۔

الجواب صحیح پیر محمد سہارنپوری — صد شکر کہ من پیر محمد درام — الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ — المجیب مصیب محمد حسن دیوبندی

الجواب صحیح محمد منفعت علی دیوبندی — اصاب من اجاب کرامت علی سہارنپوری — قمرالدین عفی عنہ۔ قمرالدین سہانپوری امام جامع مسجد سہارنپور

محمد ابراہیم عفی عنہ جو شخص کہ سنت رسول اللہ ﷺ کو مثل نکاح وغیرہ کے عیب ذلت یا باپ دادا کی بے عزتی سمجھے بے شک وہ کافر دوزخی واجب القتل ہے بسبب ارتداد کے (۸۱)۔

---

(۸۱): فی منحة السلوک: ومن ارتد عرض علیه الاسلام و حبس ثلاثة أیام استحباباً، قیل وجوباً فان لم یسلم قتل. لقوله علیه السلام: من بدل دینه فاقتلوه. رواه احمد والبخاری وغیرهما. (منحة السلوک فی شرح تحفة الملوک، فصل فی احکام المرتدین، ص: ۳۵۷، ط،)

وفی القدوری: اذا ارتد المسلم عن الاسلام: عرض علیه الاسلام، فان کانت له شبهة: کشفت له، ویحبس ثلاثة أیام، فان اسلم، والا قتل.

وفی اللباب تحته: (ویحبس ثلاثة أیام) ندباً، وقیل ان استمهل: وجوباً، والا :=

عبداللہ خان عفی عنہ　　الجواب صحیح احمد عفی عنہ بن مولانا محمد قاسم صاحب
مرحوم مدرس عربی مدرسہ عالیہ دیوبند　احمد دیوبند

محمد عثمان عفی عنہ　　ہذا الجواب حق لاشک فیہ　　المجیب المصیب
سراج احمد عفی عنہ　　محمد عبدالحق عفی عنہ

ان ہذا ہو الحق　　الجواب صحیح

محمد شفیع　　جلال الدین عفی عنہ　　رحیم بخش

عبدالوہاب　　محمد اسماعیل　　احمد اللہ چاٹگامی　　لاشک فیہ
عفی عنہ　　عفی عنہ　　محمد عبدالرحمٰن

سخاوت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی　　محمد صدیق عفی عنہ مدرس
قصبہ انبیٹھ ضلع سہارنپور　　مدرسہ عربیہ انبیٹھ

الجواب صحیح والمجیب نجیح احقر العباد محمد عمر بن مولوی شیخ محمد غفر اللہ الصمد تھانوی فاروقی چشتی صابری

اسماعیلی نوری عبدالحق انواری　　محمد عمر بن مولانا شیخ محمد

من اجاب اصاب　　الجواب صحیح　　الجواب صحیح

غلام احمد عفی عنہ　　سعید احمد عفی عنہ　　حبیب احمد عفی عنہ

الجواب صحیح　　جمیل احمد　　اللہ جمیل　　الجواب صحیح

رسول احمد عفی عنہ　　عفی عنہ　　ویحب الجمال　　دین محمد عفی عنہ　　دین محمد دارم

=نـدبـاً... (والا): أي وان لـم يسـلـم: (قتل) لحديث: من ترک دينه فاقتلوه. (اللباب فی شـرح الـكـتـاب، أحـكـام الـمـرتـدين، ج: ۵، ص: ۳۱۵، ۳۱۶، ط، دار السراج المدينة الـمنورة/ والبحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ۵، ص: ۲۱۰، ط، دار الـكـتـب الـعـلـمية بيـروت لبـنـان/ ومـجـمـع الانهر فی شرح ملتقى الأبحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۴۸۷، ۴۸۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

پردہ کی تنبیہ نہ کرنے والا مرد

﴿سوال﴾ جس شخص کی زوجہ ماموں زاد بھائی یا بہنوئی وغیرہ سے حسب رواج زمانہ پردہ نہ کرتی ہوتو یہ زوج حکم فاسق معلن میں ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر عورت پردہ شرعی سے سامنے آتی ہے یا پردہ شرعی نہیں کرتی مگر خاونداس پر تنبیہ کرتا ہے اوراس کے اس فعل سے ناخوش ہے تب تو اس کے ذمہ کوئی معصیت نہیں (۸۲) اوراگر وہ پردہ شرعی نہیں کرتی اور خاونداس سے ناخوش نہیں تو بیشک گنہگار ہے (۸۳)۔

رنڈی کا ناچ ولہولعب

﴿سوال﴾ زید نے اپنے پسر کی تقریب نکاح میں پندرہ بیس روز قبل ڈھول اپنے گھر میں رکھوا کر عورتوں سے بجوایا اور گوایا اور نوبت نقارے بجوائے اور آرائش باغ باڑی آتش بازی کثرت سے جھاڑوں کی

---

(۸۲): ولاتزر وازرة وزر اخریٰ. (سورة النجم: ۳۸)

انما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار. (تبين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، ج: ٦، ص: ٢٩، ط، مكتبة الكبرى الاميرية، مصر)

(۸۳):عن عمار بن ياسر، عن ابيه، عن جده عمار بن ياسر، عن رسول الله ﷺ قال: ثلاثة لايدخلون الجنة أبداً: الديوث من الرجال والرجلة من النساء ومدمن الخمر. فقالوا يا رسول الله: أما مدمن الخمر فقد عرفناه، فما الديوث من الرجال؟ قال الذى لايبالى من دخل على أهله، قلنا: فالرجلة من النساء؟ قال: التى تشبه بالرجال. (الجامع لشعب الايمان للبيهقى، باب فى الغيرة والمذاء، ج: ١٣، ص: ٢٦١،٢٦٢، رقم: ١٠٣١٠، ط، مكتبة الرشد رياض)

لايدخل الجنة ديوث. (كنز العمال، المواعظ الحكم، ص: ٢١١٦، رقم الحديث: ۴۳۷۴۹)

روشنی معہ تاشے باجے نوشہ کو سہرۂ نقرئی طلائی سے معہ دیگر رسومات ممنوعہ کے بازار میں گشت کرائے مثل برات ہنود کے اور تمام شب دلہن گھر پر ناچ رنڈی کا کرایا لوگوں کو ناچ کی دعوت کر کے بلایا پھر عقد نکاح کرایا گیا اور بروقت رخصت معہ تاشے باجے بکھیرے کرتا ہوا روپیہ پیسہ کی اپنے گھر آیا ہر چند کہ زید لوگوں نے ایسی حرکات نالائقہ سے منع کیا مگر باز نہ آیا اور فخریہ اصرار کر کے جواب دیتا تھا کہ یہ جملہ امور جائز ہیں کسی میں کچھ حرج نہیں خود رسول اللہ نے ناچ راگ باجہ عورتوں کا سنا دیکھا ہے اور رنڈی بھی عورت ہی ہے میں ان افعال کو جائز اور ثابت بالحدیث جانتا ہوں۔ باوجودیکہ زید اپنے کو مقتدائے قوم اور بزرگ بننے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور لوگوں کی امامت بھی کرتا ہے لہٰذا زید کس جرم شرعی کا مرتکب ہے فسق کا یا کفر کا درصورت کفر اس کی زوجہ نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں اور امامت اس کی جائز ہے یا نہیں اور لوگوں کو اس سے ترک ملاقات واختلاط وسلام ضروری ہے یا نہیں اور اس کی قوم والے اتفاق کر کے اس کو برادری سے نکال دیں یا نہیں اور جو لوگ اس کے ان افعال و حرکات میں شریک ہوں اور اس سے اتحاد رکھیں میل جول ناتہ رشتہ پیدا کریں ان کا کیا حکم ہے اور انعقاد نکاح میں ایسی مجالس ممنوعہ سے نقصان واقع ہوتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ لہو ولعب کے تاشے باجے ڈھول آتش بازی طلائی نقرئی سہرا رنڈی کا ناچ اس کے لئے لوگوں کی دعوت روپیہ پیسہ بکھیر کر مال اضاعت تفاخر وریا کی حالت یہ سب افعال گناہ وناجائز وحرام تھے کفر نہ تھے مگر رنڈیوں کے ناچ کو جائز جاننا کفر ہوا کہ زنان فاحشہ کے اس ناچ کی حرمت ضروریات دین سے ہے قرآن عزیز کی متعدد آیات اس کی حرمت پر ناطق ہیں۔

کما تلونا فی الخطر من فتاوینا منظومة وهبانية. درمختار(۸۴)وغیرہما میں ہے **ومن یستحل الرقص قالوا بکفره ولاسیما بالدف یلهو ویزمو** وجیز اکردی کتاب السیر فصل فی المتفرقات میں ہے **وقد نقل القرطبی ان هذا الغناء وضرب القضیب والرقص حرام بالاجماع عند مالک وابی حنیفه والشافعی واحمد ورأیت فتوی شیخ الاسلام السید**

---

(۸۴):(درمختار ومعه رد المحتار، کتاب الجهاد ، باب المرتد، مطلب فی مستحل الرقص، ج: ٦ ، ص: ۴۰۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

جلال الملة والدين الكيلانی رضی اللّٰہ عنهم ان مستحل هذا الرقص كافر ولما علم ان حرمته بالاجماع لزم ان يكفر مستحله بالاختصار.

پھر اس کے دیکھنے کو عیاذاً باللہ حضور سید المرسلین ﷺ کی طرف نسبت کرنا اس سے بدتر کفر اخبث واکبر ہے کہ اس میں حضور اقدس ﷺ پر افتراء کے سوا صراحتاً حضور پرنور ﷺ کی توہین ہے اور حضور والاتو حضور والا کسی نبیؑ کی توہین مطلقاً اجماعاً کفر مبین ہے صلی اللّٰہ تعالیٰ علی الحبیب وسلم قال اللّٰہ تعالیٰ ان الذين يؤذون اللّٰہ ورسوله لعنهم اللّٰہ فی الدنيا والاخرة واعدلهم عذابا مهينا (۸۵). پس صورت مستفسرہ میں زید بلاشبہ کافر مرتد ہوگیا اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی اگر زید توبہ کرے اور اسلام لائے جب بھی عورت کو اختیار ہے کہ اس سے نکاح نہ کرے جس سے چاہے نکاح کرلے (۸۶) نماز اس حالت میں اس کے پیچھے نہ فقط حرام بلکہ باطل محض ہوگی (۸۷) جیسے گنگا دین یا رام

---

(۸۵):(سورة الاحزاب: ۵۷)

(۸۶):وان كانت نيته الوجه الذی يوجب التكفير لاتنفعه فتوى المفتی ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک وتجديد النكاح بينه وبين امراته. (الفتاوی التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل الاول فی اجراء كلمة الكفر مع علمه أنها كلمة الكفرأو غير عمله، ج:۷،ص: ۲۸۲، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

(وكذا فی المحيط البرهانی، كتاب السير فصل فی مسائل المرتدين و أحكامهم، ج: ۵، ص: ۲۲۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۸۷):وتجوز الصلاة خلف كل بر وفاجر، لقوله عليه السلام: صلوا كل بر و فاجر. ولأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة، وأهل الهواء، والبدع، من غير نكير. وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف البدع فمحمول على الكراهة، اذ لا كلام فی كراهة الصلاة خلف الفاسق والمبتدع.هذا اذا لم يؤد الفسق أو البدعة الى حد الكفر، أما اذا أدى اليه فلا كلام فی عدم جواز الصلاة خلفه. (شرح العقائد النسفية، الكلام فی العقائد المتفرقة، ص: ۳۶۹، ط، مكتبة البشریٰ كراتشی)

چرن کے پیچھے بلکہ بدتر کہ وہ کافر اصلی ہے اور یہ مرتد اور مرتد کا حکم کافر اصلی سے اشد ہے جب تک اسلام نہ لائے اپنے اقوال ملعونہ سے صراحۃً توبہ نہ کرے اس سے میل جول سلام وکلام سب حرام برادری والوں پر فرض ہے کہ اسے برادری سے نکال دیں (۸۸) جولوگ ان افعال ممنوعہ میں شرکت کریں گے گنہگار ہیں اور جو اس سے میل جول ناتہ ورشتہ کریں سب مستحق نار قال اللّٰہ تعالیٰ ولاتر کنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (۸۹). اور اگران دوقول ملعون میں اس کے شریک ہوں تو وہ بھی اس کی طرح صریح کفار اور انہیں سب احکام کفر وارتداد کے سزاوار۔ افعال ممنوعہ سے انقعاد نکاح میں خلل نہیں ہوتا ہاں اگر دولہا دولہن میں کوئی ایک یا جمیع حاضرین جلسہ ایجاب وقبول وعقیدہ کفریہ رکھتے ہوں تو نکاح نہ ہوگا یوں ہی اگر حاضرین میں صرف ایک مرد یا عورت یا ایک مرد ایک عورت یا دو عورتیں مسلمان باقی عقائد کفریہ والے تو وہ بھی اس حکم میں ہیں۔ اما علی الاول فلان المرتد لا نکاح له ولامع مرتدتها والمرتدة لانکاح لها ولامع مرتد

(۸۸):فی المرقات: فان هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق، فانه ﷺ لما خاف على كعب بن مالك وأصحابه النفاق حين تخلفوا عن غزوة تبوك أمر بهجرانهم خمسين يوماً. (المرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ، كتاب الآداب،الفصل الاول، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، ج: ۹، ص: ۲۳۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى بذل المجهود:وقال السيوطى:والمراد حرمة الهجران اذا كان الباعث عليه وقوع تقصير فى حقوق الصحبة، والأخوة، وآداب العشرة، كاغتياب، وترك نصيحة، وأما ما كان من جهة الدين والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب الى وقت ظهور التوبة. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب فى هجرة الرجل أخاه، ج: ۱۳، ص: ۳۱۹، ط، دار البشائر الاسلامية،بيروت لبنان)

(۸۹):(سورة هود: ۱۱۳)

واماعلی الاٰخر فلاشتراط شاھدین مسلمین فی نکاح مسلمین فلاانعقاد بمحضر مرتدین کما لایخفیٰ. واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ.

محمدی حنفی قادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان۔

بلاشک ناچ رنگ رنڈیوں کا اور اسراف بے جا اور بکھیر مال کی اور اس کا ضائع کرنا اور نقرہ وسونے کا سہرہ مردوں کے لئے یہ سب ناجائز ہیں تو اس کو ہرگز جائز نہ جاننا چاہئے۔شگفتہ محمد گل بےنظیر ۱۳۰۰ھ۔

فی الواقع غیرمشروع کاموں سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے محمد نعیم الدین عفی بلاشک جواب مجیب کا صورت مسئولہ میں صحیح ہے اس لئے کہ ناچ اور مرتکب باجہ وغیرہ کا فاعل وسامعین وجالسین ہر دو فساق فجار میں ہیں مگر اہل سنت کے نزدیک حکم تکفیر ان پر جائز نہیں ہے فقط۔شد محمد نور عالم۔

المعروف گڑ بڑ شاہ پنجابی مقیم مراد آباد۔الجواب صحیح والرائے نجیح محمد قاسم عفی عنہ۔

مولانا محمد قاسم علی خلف محمد قاسم علی ۱۲۹۶۔

جواب مجیب صحیح ہے مگر حکم تکفیر اس وقت عائد ہوگا کہ کوئی تاویل نہ ہو سکے بہرحال مرتکب ان امور کا بے شک اسلام اور مسلمین میں فتنہ وفساد ڈالنے والا ہے واللہ تعالیٰ اعلم محمد حسن عفی عنہ مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد محمد حسن ۱۳۰۵ الجواب صحیح محمد عبداللہ محمد عبداللہ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی رشید احمد ۱۳۰۱۔

یزید پر لعنت کرنا

﴿سوال﴾ یزید کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرایا وہ قابل لعن ہے یا نہیں گو کہ ل کرنے میں احتیاط کرے۔ بہت اکابر دین درباب لعن یزید تحریر فرما چکے ہیں چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں کہ شب شہادت کو میں نے ایک آواز غیب سنی کہ کوئی کہتا تھا شعر ؎

ایھا القاتلون جھلا حسینا

بشروا بالعذاب والتذلیل

قــد لــعــنتم عـــلـــى لســـان ابـــن داؤد
ومــــوســــىٰ وحــــامــــل الانــــجيــــل

كـذا فـى تـحـرير الشهادتين (وصواعق محرقة) اورامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔ قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم من اخاف اهل المدينة اخافه اللّٰـه وعـلـيـه لـعـنة الـلّٰـه والـمـلئكة والناس اجمعين. (رواه مسلم) وكان سبب خلع اهل الـمـديـنة ان يـزيـد اسرف فى المعاصى . اوردوسری جگہ فرماتے ہیں وقـتـل وجـيـئـى برأسه فى طسـت حتـى وضـع يـدى ابن زياد لعن اللّٰه قاتله وابن زياد ومعه يزيد. اور بعض محققین مثل امام ابن جوزی اور ملا سعد الدین تفتازانی وغیرہما رحمہم اللہ بھی لعن کے قائل ہیں چنانچہ مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔ وجہ قول جواز لعن آنست کہ ابن جوزی روایت کردہ کہ قاضی ابویعلی در کتاب خود معتمد الاصول بسند خود از صالح بن احمد بن حنبل روایت کردہ کہ گفتم پدر خود را کہ اے پدر مردم گمان می برند کہ ما مردم را دوست می داریم احمد گفت کہ اے پسر کسے کہ ایمان بخدا و رسول داشتہ باشد اورا دوستی یزید چگونہ روا باشد وچرا لعنت نہ کردہ شود برکسیکہ خدا بروئے در کتاب خود لعنت کردہ گفتم در قرآن کجا بر یزید لعنت کردہ است احمد گفت فهل عسيتم ان توليتم الخ. اور نیز مکتوبات صفحہ ۲۰۳ میں ہے غرض کہ کفر بر یزید از روایت معتبرہ ثابت می شود پس او مستحق لعن است اگرچہ در لعن گفتن فائدہ نیست لیکن الـحب فى اللّٰه والبغض فى اللّٰه مقتضى آنست واللّٰه اعلم. ان عبارات مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کفر کے قائل تھے اور بعض حضرات اکابر دین لعن کو جائز نہیں فرماتے ہیں اس واسطے کہ یزید کے کفر کا حال محقق نہیں۔ پس وہ قابل لعن نہیں لہٰذا یزید کو کافر کہنا اور لعن کرنا جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرمائیں؟

﴿جواب﴾ حدیث صحیح ہے کہ جب کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے اگر وہ شخص قابل لعن کا ہے تو لعن اس پر پڑتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے پر رجوع کرتی ہے (۹۰) پس جب تک کسی کا کفر پر مرنا محقق نہ ہوجائے اس

---

(۹۰): عـن ام الـدرداء قـالـت سمعت ابا الدرداء يقول: قال رسول اللّٰه ﷺ: ان الـعـبـد اذا لعن شيئاً صعدت اللعنة الى السماء، فتغلق ابواب السماء دونها، ثم تهبط الى=

پر لعنت نہیں کرنا چاہئے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے لہٰذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں۔ مگر جس کو محقق اخبار سے قرائن سے معلوم ہوگیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی وخوش تھا اوران کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ لعن کے جواز کا قائل ہیں اور مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا اس کے بعد ان افعال کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہ ہوا۔ تحقیق نہیں ہوا۔ پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں لہٰذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث (۹۱) منع لعن مسلم سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے پس جواز لعن وعدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے (۹۲) کیونکہ اگر جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الارض، فتغلق ابوابها دونها، ثم تاخذ يميناً وشمالاً، فاذا لم تجد مساغا رجعت الى الذى لعن. فان كان لذلك أهلا، والا رجعت الى قائلها. (ابوداؤد، كتاب الأدب، باب فى اللعن، ص: ۶۹۲، رقم: ۴۹۰۵، ط، دار السلام رياض)

(۹۱):عن الحسن عن سمرة بن جندب عن النبى ﷺ قال: لاتلاعنوا بلعنة الله ولا بغضب اللّٰه ولا بالنار. (ابوداؤد، كتاب الأدب، باب فى اللعن، ص: ۶۹۲، رقم: ۴۹۰۶، ط، دار السلام رياض)

(۹۲):قال العلامة سيدمحمد يوسف البنورى رحمه اللّٰه تعالىٰ: يزيد لاريب فى كونه فاسقاً، ولعلماء السلف فى يزيد وقتله الامام الحسين خلاف فى اللعن والتوقف. قال ابن الصلاح: فى يزيد ثلاث فرق، فرقة تحبه، وفرقة تسبه وتلعنه، و فرقة متوسطة لاتتولاه ولاتلعنه، قال: وهذه الفرقة هى المصيبة. الخ. (معارف السنن، ابواب الحج عن رسول اللّٰه ﷺ، باب ماجاء فى حرمة مكة، ج: ۶، ص: ۸، ط، ايجوكيشنل بريس كراتشى)

شاہ اسماعیل شہید کے متعلق رائے

﴿سوال﴾ جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم جو ہمراہ سید احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے شہید ہوئے تھے ان کو مردود کہنا اور بے ایمان کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر نادرست ہے تو مردود اور بے ایمان کہنے والے کا کیا حکم ہے اور تقویۃ الایمان جو تصنیف مولانا مرحوم کی ہے اس کا مطالعہ کرنا اور پڑھنا اور پڑھانا اچھا ہے یا بُرا؟

﴿جواب﴾ مولوی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی اور بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا عمل کرنے والے خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حالت میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اولیاء ہ الا المتقون (۹۳). اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردشرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اس کے رکھنے کو جو بُرا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی نہ سمجھے تو اس کا قصور فہم ہے کتاب اور مؤلف کتاب کی کیا تقصیر بڑے بڑے عالم اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسی گمراہ نے اس کو بُرا کہا تو وہ خود ضال و مضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شاہ اسماعیل شہید کے مختصر حالات

﴿سوال﴾ مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی جو مستند الوقت شیخ الکل مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پوتے تھے ان کو مردود اور کافر کہنا اور لعن طعن کرنا صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں ہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور کتاب تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا مرحوم کیسی ہے اس کا پڑھنا اچھا ہے یا بُرا؟

---

(۹۳): (سورۃ الانفال: ۳۴)

﴿جواب﴾ مولوی محمد اسماعیل صاحب عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہووے وہ ولی اللہ اور شہید ہے حق تعالیٰ فرماتے ہے ان اولیاء ہ الا المتقون (۹۴). کوئی نہیں اولیاء حق تعالیٰ کا سوائے متقیوں کے بموجب اس آیت کے مولوی اسماعیل ولی ہوئے اور حسب فحوائے حدیث من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقة فقد وجبت له الجنة الحدیث (۹۵). کے وہ جنتی ہیں سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعی جنتی ہے اور مخلص ولی ہے ایسے شخص کو مردود کہنا خود مردود ہونا ہے اور ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے من عاد لی ولیا فقد آذنته بالحرب (۹۶). جس نے عداوت کی میرے ولی سے میری طرف سے اُس کو اعلام لڑائی کا ہے تو گویا خدائے تعالیٰ سے وہ مقابل ہوا پس دیکھو جس کو خدائے تعالیٰ اپنے سے لڑائی کرنے والا فرمائے وہ کون ہوتا ہے۔ بہرحال ایسے عالم مقبول کو مردود کہنے والا بالضرور سخت فاسق ہے تمام ائمہ اور ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور قریب کفر کے (۹۷) حق تعالیٰ ایسے بدزبانوں فاسقوں بدعتیوں کو ہدایت کرے اور حق یہ ہے مولوی اسماعیل

---

(۹۴): (سورة الانفال: ۳۴)

(۹۵): (اخرجه ابوداؤد فی سننه فی کتاب الجهاد، باب فیمن سأل الله الشهادة، ص: ۳۶۹، رقم: ۲۵۴۱، ط، دار السلام ریاض/ والبیهقی فی السنن الکبیر، کتاب السیر، باب تمنی الشهادة ومسالتها، ج: ۱۸، ص: ۵۵۹)

(۹۶): (اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الرقاق، باب التواضع، ج: ۲، ص: ۹۶۰، ط، مکتبه رحمانية لاهور)

(۹۷): وفی الذخیرة: ومن شتم عالما أو فقیها من غیر سبب خیف علیه الکفر. (الفتاوی التاتارخانیه، کتاب أحکام المرتدین، الفصل السادس عشر فی العلم والعلماء والابرار، ج:۷، ص: ۳۳۵، ط، مکتبة زکریا، بدیوبند، الهند) =

صاحب سے اہل بدعت کو اس واسطے عداوت ہے کہ انہوں نے بدعات کو خوب ظاہر کر کے قلع کیا اہل بدعت کے بازار کو بے رونق کر دیا اس واسطے اس صاحب سنت سے یہ لوگ بدعتی ناخوش ہو گئے اور سب وشتم کرنے لگے جیسا روافض صاحب سنت اور شیخین رضی اللہ عنہما سے عداوت کر کے طعن کرتے ہیں بہر حال یہ لوگ مولوی اسماعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ جو کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے وہ لعنت کرنے والے پر عود کرتی ہے اگر لعنت کیا گیا قابل لعنت کے نہ ہو (۹۸) اور معلوم ہو چکا کہ مولوی اسماعیل شہید ولی مہبط رحمۃ حق تعالیٰ کے ہیں تو بالضرور ان کی لعنت کرنے والے پر عود کرتی ہے۔ وہ خود ملعون مطرود الرحمۃ ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور وہ رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں اُس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اس کے رکھنے کو جو کفر کہتا ہے خود یا کافر ہے یا فاسق بدعتی ہے اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی نہ سمجھے تو اس کا قصور فہم ہے کتاب اور مؤلف کتاب کی کیا تقصیر ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم

= ومن بغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر. (مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتدين، ج: ۲، ص: ۵۰۹،ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، موجبات الكفر انواع، منها مايتعلق بالعلم والعلماء، ج: ۲، ص: ۲۷۰)

(۹۸):عن ام الدرداء قالت سمعت ابا الدرداء يقول: قال رسول اللهﷺ: ان العبد اذا لعن شيئاً صعدت اللعنة الى السماء، فتغلق ابواب السماء دونها، ثم تهبط الى الارض، فتغلق ابوابها دونها، ثم تاخذ يميناً وشمالاً، فاذا لم تجد مساغا رجعت الى الذى لعن. فان كان لذلك أهلا، والا رجعت الى قائلها. (ابوداؤد، كتاب الأدب، باب فى اللعن، ص: ۶۹۲، رقم: ۴۹۰۵، ط، دار السلام رياض)

چشمہ آفتاب راچہ گناہ

بڑے بڑے اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کسی گمراہ نے اس کو بُرا کہا تو وہ خود ضال ومضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شاہ اسماعیل شہید کے فتوی پر رائے

﴿سوال﴾ درصورتیکہ بعض افعال شرکیہ دررسالہ تقویۃ الایمان محررشدہ مثل نذرلغیر اللہ یعنی توشہ وغیرہ وبوسہ دادن قبر وغلاف انداختن بدان وسوگند بنام غیر اللہ ومثل آنہا از زید صادر شد پس زید را کافر گفتن وخون ومال اورامباح دانستن ودیگر معاملہ کفار بااونمودن جائز است یانہ۔

﴿جواب﴾ زید را کافرمحض دانستن وبااومعاملہ کفاربمجرد وصدور آنچہ درسوال محرراست جائز نیست وہر کہ بااومعاملہ کفاربمجرد صدور افعال مذکورہ نماید گنہگار میشود وآنچہ دررسالہ تقویۃ الایمان محررشدہ بیانش انیست کہ چنانکہ درحدیث شریف وارد ست کہ ایمان راچند وہفتاد شعبہ ست افضل جمیع شعبہ لا الٰہ الا اللہ وادنیٰ آنہا دور کردن چیزے موذی ازراہ ست (۹۹) وہمچنیں درروایت دیگر وارد شدہ کہ حیا شعبہ ایست از ایمان (۱۰۰) وہم چنیں درروایات متعددہ وارد شدہ کہ صبر وسماحت یعنی علوے ہمت وحسن خلق شعبہائے ایمان ہستند وحالانکہ بسیار دیدہ می شود کہ بعض ازیں امور دربعضے از کفار یافتہ میشود۔ مثلاً بسیارے از کفار صاحب حیا ہم می شوند وبسیارے از ایشان خوش خلق ہم میشوند پس بمجرد یافتن حیا مثلاً آن کافر را مومن نتواں گفت وبااو معاملہ مسلمانان نمی تواں کرد۔ آرے ایں قدر البتہ ضرور باید دانست کہ حیا شعبہ ایست از ایمان وچیزیست کہ نہایت پسندیدہ است نزد حق جلّ وعلیٰ اگرچہ ایں شخص پسندیدہ نیست زیرا کہ کافرست اما ایں خلق او پسندیدہ ہم چنیں

(۹۹/۱۰۰): عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: الايمان بضع وسبعون، أو بضع وستون شعبة، فافضلها قول لا اله الا اللّٰه، وادناها اماطة الاذى عن الطريق، والحياء شعبة من الايمان. (رواه مسلم، كتاب الايمان، باب بيان عدد شعب الايمان وأفضلها وأدناها، ج: ۱، ص: ۴۷، ط، مكتبة البشرى كراتشى)

وقتیکہ شرک مقابل ایمان ست پس لابد اورا ہم ایں قدر شعبہا باشد پس چنانکہ زید رابجر د حیا مومن نتواں گفت اگر چہ خلق وحیا را تحسین باید کرد۔ ہم چنیں اورابجر د سوگند خوردن بنام غیر خدا مشرک نتواں گفت اگر چہ ایں فعل اورا از فعل شرکیہ باید شمرد وانکار بریں فعل بیش از بیش باید نمود واہانت ایں فعل باید کرد واہانت فاعل آں بالخصوص بباید کرد زیرا کہ ممکن ست کہ درآں شخص چنانکہ ایں شعبۂ شرکیہ یافتہ شدہ بسیارے از شعبہ ہائے ایمان ہم موجود باشد پس بسبب شعبہائے ایمان مقبول عند اللہ گردد گو ایں فعل او مردود باشد وایں تفصیل ملحوظ باید داشت مادامیکہ فاعل آں مقابلۂ شرع شریف بے پردہ نمودہ باشد اما وقتیکہ رد شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات الزاکیات نماید مثلاً بگوید کہ اورا با شریعت ہیچ کار نیست یا بگوید کہ فلاں کار البتہ خواہد کرد خواہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی شوند یا ناخوش یا بگوید ممنوعیت ایں فعل در شرع است اما شرع برائے او نیست بلکہ برائے دیگران است مذہب او طریقت ست نہ شریعت پس آں وقت کافر مطلق می شود ہمہ شعبہائے ایمان کہ در او موجود باشد برباد گردد ودر غضب الٰہی گرفتار می شود اعاذنا اللّٰہ وسائر المسلمین من غضب اللّٰہ وغضب رسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم.

کتبہ: محمد اسماعیل مصنف تقویۃ الایمان عفی عنہ محمد اسماعیل دہلوی

درشاہجہان آباد محررہ دوازدہم جمادی الاولیٰ ۱۲۴۰ھ تمام شد۔

﴿جواب﴾ جواب مولانا محمد اسماعیل صاحب کا نہایت صحیح ہے کہ افعال شرکیہ بعض ایسے ہیں کہ شرک محض ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ لوگ ان کو کرتے ہیں اور تاویل ہوسکتی ہے پس پہلی قسم جیسا سجدہ بُت کو کرنا زنار ڈالنا ان امور سے مشرک ہوجاتا ہے(۱۰۱) اور دوسری قسم کے افعال سے کبیرہ گناہ ہوتا ہے خروج عن

(۱۰۱): فی شرح العقائد: ومع ذلک شد الزنار بالاختیار، أو سجد للصنم بالاختیار، نجعلہ کافراً، لما أن النبی ﷺ جعل ذلک علامۃ التکذیب والانکار. (شرح العقائد النسفیۃ، مبحث الایمان، ص: ۲۸۹، ط،مکتبۃ البشریٰ کراتشی)

وفی الشامیۃ: کما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً فی قاذورۃ فانہ یکفر وان کان مصدقاً.(ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب الجھاد، باب المرتد، ج: ٦، ص:=

الاسلام نہیں ہوتا کیونکہ بعض شرک اصل شرک ہے اور بعض کم کہ شرک دون شرک کہتے ہیں تو دوسرے درجہ کے شرک حقیقۃً شرک نہیں مثلاً قسم لغیر اللہ کو شرک فرمایا(۱۰۲) اور ریا کو شرک فرمایا(۱۰۳) اور تسمیہ لغیر اللہ کو شرک فرمایا چونکہ یہ افعال صورۃً شرک ہیں ان کو شرک فرمادیا ہے ان کے کرنے سے مشرک حقیقی نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱ھ

کتاب تقویۃ الایمان کے متعلق رائے

﴿سوال﴾ کتاب تقویۃ الایمان کیسی کتاب ہے اس کو اچھا سمجھنا اور اس کا درس کرنا اور اس پر عمل کرنا کیسا ہے اور مولانا محمد اسحٰق صاحب کو برا سمجھنا اور ان کو کافر مردود بتانا اور حقیر سمجھنا کیسا ہے اگر کسی کے ماں

=۳۵۶،ط، دار عالم الکتب، ریاض)

وفی شرح فقہ الاکبر: ولو شد الزنار علی وسطہ أو وضع الغل علی کتفہ فقد کفر.....وفی الملتقط اذا شد الزنار أو أخذ الغل أو لبس قلنسوۃ المجوسی جادا أو ھازلا یکفر.الخ (شرح فقہ الاکبر، ص: ۱۷۱، ط، دار الکتب العربیۃ الکبری، مصر)

(۱۰۲): عن سعد بن عبیدۃ قال: سمع ابن عمر رجلاً یحلف لا والکعبۃ، فقال لہ ابن عمر: انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من حلف بغیر اللہ فقد اشرک. (رواہ ابو داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب کراھیۃ الحلف بالآباء، ص: ۴۷۴، رقم: ۳۲۵۱، ط، دار السلام ریاض)

(۱۰۳):عن شداد بن اوس، قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من صلی یُرائی فقد اشرک، ومن صام یرائی فقد اشرک، ومن تصدق یرائی فقد اشرک. رواہ احمد. وفی المرقات تحت ھذا الحدیث:أی شرکاً خفیا کما سیجئی مصرحافیما یلیہ من حدیثہ.الخ. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ، ج: ۹، ص: ۵۱۵، رقم الحدیث: ۵۳۳۱،ط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

باپ نماز جماعت ووعظ سُننے کومنع کریں تواس کوچھوڑ دے یاان کے کہنے کورد کرے مجھ عاجز کے واسطے دعا کیجئے مجھ کوکوئی دعاتعلیم فرمایئے جس کے ورد سے وسواس ہونا دور ہوں اوراللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہواور عشق حضرت رسول اللہ ﷺ کا نصیب ہو۔آپ سے اللہ واسطے عرض کرتا ہوں ۔فقط والسلام۔

﴿جواب﴾ کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت واصلاح ایمان کی ہےاورقرآن وحدیث کا مطلب پورااس میں ہےاس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا۔اور مولانا محمد اسحٰق دہلوی ولی کامل محدث فقیہ عمدہ مقبولین حق تعالیٰ کے تھے جوکوئی ان دونوں کوکافر یابد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے(۱۰۴)اوراگرکسی کا باپ یاوالدہ نماز جماعت سے منع کرے یاوعظ سننے سے کسی عالم مقبول متدین کے منع کرے تو قول والدین کا ہرگز نہ مانے بلکہ ان کاموں کوکرتا رہے(۱۰۵)اوردفع وسوسہ شیطانی کیواسطے لاحول اوراستغفار پڑھا کرو۔فقط والسلام۔

---

(۱۰۴): وفي الذخيرة: ومن شتم عالما أو فقيها من غير سبب خيف عليه الكفر. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السادس عشر فى العلم والعلماء والابرار، ج:۷،ص:۳۳۵، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

ومن بغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر. (مجمع الانهرفى شرح ملتقى الابحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتدين، ج: ۲، ص: ۵۰۹،ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، موجبات الكفر انواع، منها مايتعلق بالعلم والعلماء، ج: ۲، ص: ۲۷۰)

(۱۰۵):وعن على رضى الله قال: قال رسول اللهﷺ: لاطاعة فى معصية انما الطاعة فى المعروف. [متفق عليه]. وفى المرقات تحت هذا الحديث: (وعن على رضى الله قال: قال رسول اللهﷺ: لاطاعة)أى لأحد كما فى رواية الجامع الصغير أى من الامام وغيره كالوالد والشيخ (فى معصية) وفى رواية الجامع فى معصية الله (انما الطاعة =

تقویۃ الایمان کے بعض جملوں کی تشریح

﴿سوال﴾ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۴ میں ہے ''یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے''۔ اس عبارت کے مضمون کا کیا مطلب ہے مولانا علیہ الرحمۃ نے کیا مراد لیا ہے؟

﴿جواب﴾ اس عبارت سے مراد حق تعالیٰ کی بے نہایت بڑائی ظاہر کرنا ہے کہ اس کی سب مخلوقات اگرچہ کسی درجہ کی ہو اس سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی، کمہار لوٹا مٹی کا بنادے اگرچہ خوبصورت پسندیدہ ہو اس کو احتیاط سے رکھے مگر توڑنے کا بھی مختار ہے اور کوئی مساوات کسی وجہ سے لوٹے کو کمہار سے نہیں ہوتی۔ پس حق تعالیٰ کی ذات پاک جو خالق محض قدرت سے اس کے ساتھ کیا نسبت و درجہ کسی خلق کا ہو سکتا ہے چمار کو شہنشاہ دنیا سے اولاد آدم ہونے میں مناسبت و مساوات ہے اور شہنشاہ نہ خالق و رازق چمار کا ہے تو چمار کو تو شہنشاہ سے مساوات بعض وجوہ سے ہے بھی مگر حق تعالیٰ کیساتھ اس قدر بھی مناسبت کسی کو نہیں کہ کوئی عزت برابری کی نہیں ہو سکتی۔ فخر عالم علیہ السلام باوجودیکہ تمام مخلوق سے برتر و معزز و بے نہایت عزیز ہیں (۱۰۶)۔

=فی المعروف) أی: مالاینکره الشرع. (متفق علیه)، ورواه أبو داؤد وابن ماجة. (مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الثانی، ج: ۷، ص: ۲۲۶، رقم: ۳۶۶۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۰۶): والمعتقد المعتمد ان أفضل الخلق نبینا حبیب الحق قد ادعی بعضهم الاجماع علی ذلک قال ابن عباس رضی اللّٰه عنه ان اللّٰه فضل محمداً علی أهل السماء وعلی الانبیاء. (شرح فقه الاکبر للملا علی القاری، مسئلة فی تفضیل بعض الانبیاء علی بعض، ص: ۱۰۲، ط، دار الکتب العربیة الکبری)

عن ابن عباسؓ قال: جلس ناس من أصحاب النبی ﷺ ینتظرونه، فخرج، حتی اذا دنا منهم سمعهم یتذاکرون فتسمع حدیثهم، فاذا بعضهم یقول: عجباً ان اللّٰه اتخذ=

کہ کوئی مثل ان کے نہ ہوا نہ ہوگا مگر حق تعالیٰ کی ذات پاک کے مقابلہ میں وہ بھی بندۂ مخلوق ہیں تو یہ سب حق ہے مگر کم فہمی اپنی کجی فہم سے اعتراض بیہودہ کر کے شان حق تعالیٰ کو گھٹاتے ہیں اور اس کا نام حب رسول اللہ ﷺ رکھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تقویۃ الایمان کے مسائل

﴿سوال﴾ تقویۃ الایمان میں کوئی مسئلہ ایسا بھی ہے جو قابل عمل نہیں یا کُل اس کے مسائل صحیح اور علماء دین کو مقبول ہیں اور ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی محمد اسماعیل شہیدؒ نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے آپ نے بھی کہیں یہ بات سنی ہے یا محض افتراء ہے اور جو مولانا مرحوم کا معتقد نہ ہو اور ان کو خوش عقیدہ اور بزرگ نہ جانے وہ بدعتی اور فاسق ہے یا نہیں اور مولوی صاحب شہید مقلد تھے یا عامل بالحدیث اور اگر مقلد تھے تو کون سے امام کے حنفی تو شاید نہ ہوں چونکہ سنا ہے کہ رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے اور اکثر غیر مقلد مولانا موصوف کو عامل بالحدیث بتاتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو زیادہ مانتے ہیں اور انہیں کے قول کو زیادہ سند میں لاتے ہیں بہ نسبت اور علماء کے اور انہیں کو اپنے زمانے کا مجتہد بتاتے ہیں حالانکہ اس زمانہ میں اور بہت سے علماء عظام موجود تھے اور انہیں کو اکثر موقع پر

=من خلقه خليلاً، فابراهيم خليله، وقال آخر: ماذا بأعجب من: "وكلم الله موسىٰ تكليما"، وقال آخر: فعيسىٰ كلمة الله وروحه، وقال آخر: وآدم اصطفاه الله، فخرج عليهم فسلم، وقال: قد سمعت كلامكم وعجبكم، ان ابراهيم خليل الله، وهو كذٰلك، وموسىٰ نجيه وهو كذلك، وعيسىٰ روحه وكلمته وهو كذٰلك وآدم اصطفاه الله تعالىٰ وهو كذلك الا انا حبيب الله ولا فخر، وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة تحته آدم فمن دونه ولافخر، وأنا أول شافع، وأول مشفع يوم القيامة ولافخر، وأنا أول من يحرك غلق الجنة ولافخر فيفتح الله لي فيدخلنيها ومعي فقراء المؤمنين ولافخر، وأنا أكرم الأولين والآخرين على الله ولافخر. (رواه الدارمي، كتاب علامات النبوة، وفضائل سيد الأولين والآخرين، باب ما اعطى النبي ﷺ من الفضل، الجزء الاول، ص: ٦٨، رقم: ٤٨)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح دیتے ہیں اور اکثر مسائل حضرت شاہ صاحبؒ کے نہیں مانتے اور ان کے کل مسائل مقبول جانتے ہیں۔ان باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب مقلد نہیں تھے۔عامل بالحدیث تھے۔اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ نہیں مقلد تھے غیر مقلد ہر گز نہیں تھے بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کو مرتبہ اجتہاد کا تھا اس وجہ سے انہوں نے تقلید نہیں کی اس کا خلاصہ حال جو ہو تحریر فرما دیجئے اور مولوی صاحب کے عقیدے میں اور محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ میں کچھ فرق تھا یا یہ دونوں صاحب ایک ہی مسلک کے ہیں اور حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کہ جو ان کے مرشد ہیں یہ بھی عالم اور مقلد تھے یا نہیں اور حضرت سید صاحب کے خلفاء میں اور بھی کوئی ان سے زیادہ لائق خلیفہ ہوا یا سب سے زیادہ سربرآوردہ یہی حضرت تھے اور جو مسائل تقویۃ الایمان میں مختلف ہیں ان پر عمل کرے یا نہ کرے اور مولوی صاحب موصوف سے سلسلہ صوفیت کے نہ چلنے کی کیا وجہ ہے حالانکہ مولوی صاحب خود سید صاحب سے بیعت ہوئے ہیں اور ان سے بھی آدمی غالباً مرید ہوئے ہوں گے اور مولوی صاحب ممدوح علماء میں شمار کئے گئے ہیں یا صوفیہ میں؟

﴿جواب﴾ بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں اگر چہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افترا اہل بدعت کا ہے اور اگر ان کو بزرگ نہ جانے جھوٹے حالات ان کے سن کر تو معذور ہے اور اگر کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مبتدع فاسق ہے اور وہ یہ فرماتے تھے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملے اس پر عامل ہوں ورنہ ابوحنیفہ کی رائے کا مقلد ہوں اور سید صاحب کا بھی یہی مشرب تھا اور محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کا مجھ کو مفصل حال معلوم نہیں اور نہ خلفاء سید صاحب کا اور مولوی اسماعیل صاحب وعظ ورد بدعت میں مصروف رہے پھر جہاد میں جا کر شہید ہو گئے سلسلہ بیعت کا کہاں جاری کرتے اور تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے فقط۔

تذکیر الاخوان کے عبارت کی تشریح

﴿سوال﴾ تذکیر الاخوان کے صفحہ ۵ میں ہے کہ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ آل عمران میں (۱۰۷)

---

(۱۰۷): ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جآء ھم البینٰتُ واولٓئک لھم عذاب عظیم. یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم=

اورمت ہوان کی طرح جوعلیحدہ علیحدہ ہوگئے اوراختلاف کرنے لگے بعداس کے کہ پہنچ چکے ان کوصاف حکم اور ان کے واسطے بڑاعذاب ہے جس دن سفید ہوں گے بعض منہ اور سیاہ ہوں گے بعض منہ سووہ جوسیاہ ہوئے منہ ان کے کیاتم کافر ہوگئے ایمان میں آکر اب چکھوعذاب بدلا اس کفر کرنے کا۔اس کے فائدے میں ہے کہ بہت گروہ فرقہ فرقہ ہوگئے چنانچہ یہود ونصاریٰ بہتّر بہتّر فرقہ ہوگئے (۱۰۸) اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں۔ پھر ان میں کوئی قادری کوئی نقشبندی کوئی چشتی ہے الخ۔اورصفحہ ۷ میں فرماتے ہیں: پھر کسی نے خودکوچشتی مقرر کیا کسی نے قادری کسی نے نقشبندی کسی نے سہروردی کسی نے رفاعی ٹھہرالیاالخ۔اس جگہ پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ ان خاندانوں کوان فرقوں میں شامل جوفرمایا تواس کی کیاوجہ ہےاور یہ مضمون صحیح ہے یاغلط؟

﴿جواب﴾ مراد یہ ہے کہ فرقہ فرقہ جدا ہونا باعتبار عقائد واعمال کے بدعت ہے جیسا روافض وخوارج عقائد میں اپنے اہواء سے مختلف ہوگئے ہیں تواسی طرح اس زمانے کے قادری وچشتی مثلاً اپنے اپنے عقائد مبتدعہ میں اوراعمال ناجائز میں مختلف ہوکر ہرایک نے خلاف شرع کواپنا طریقہ مقرر کرلیا ہے کہ اگر عالم ان کوکسی عقیدہ باطلہ مبتدعہ سے یا کسی عمل غیر مشروع سے منع کرے تو کہتے ہیں کہ ہم قادری ہیں ہم کوجس طرح

=بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون. (سورة اٰل عمران: ۱۰۵، ۱۰۶)

(۱۰۸):عن النمیری، عن انس قال: قال رسول اللهﷺ: ان بنی اسرائیل قد افترقت علی ثنتین وسبعین فرقة، وانتم تفترقون علی مثلها، کلها فی النار الا فرقة. [اخرجه احمد ۳/ ۱۲۰ قال: حدثنا وکیع، قال: حدثنا عبدالعزیز، یعنی الماجشون، عن صدقة بن یسار، عن النمیری، فذکره]. (المسند الجامع، ص: ۲، ص: ۲۸۱، ۲۸۲، ط، دار الجیل، بیروت لبنان)

وأخرج أبو داؤد، والترمذی، وابن ماجة، والحاکم وصححه، عن أبی هریرة قال: قال رسول اللهﷺ: افترقت الیهود علی احدی وسبعین فرقة، وتفرقت النصاری علی ثنتین وسبعین فرقة، وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین فرقة. (الدرالمنثورفی التفسیر بالمأثور، ج: ۳، ص: ۷۱۸، ۷۱۹)

اپنے بزرگوں سے پہنچا اس کو ہی حق جانتے ہیں اور یہ بالکل غلط ہے کیونکہ عقائد واعمال سب بزرگان دین کے موافق سنت کے تھے ان لوگوں نے احداث بدعات کیا پس ایسے اہل طریقہ کو وہ مثل بہتر فرقے کے فرماتے ہیں۔ نہ ان اہل اللہ لوگوں کو جو ان خاندان کے مقبول متبع سنت ہیں کیونکہ ان کا کوئی فرقہ سوائے اہل سنت کے نہیں اور کوئی امر طریقہ کا خلاف شرع کے نہیں ہے خود ایک ہی فرقہ ہے فقط نام ہر ایک کا جدا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مراقبہ کا حکم

﴿سوال﴾ تصور کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ میں کیسا ہے اور یہ جاننا کہ جب ہم ان کا تصور باندھتے ہیں تو وہ ہمارے پاس موجود ہو جاتے ہیں اور ہم کو معلوم ہو جاتے ہیں ایسا اعتقاد کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ ایسا تصور درست نہیں۔ اس میں اندیشہ شرک کا ہے (۱۰۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۰۹): ''عن علی قال: قال لی رسول اللّٰہ ﷺ: قل : اللّٰهم اهدنی ،وسددنی، و اذکر بالهداية هداية الطريق، واذكر بالسداد تسديدک السهم''.وفی بذل المجهود تحت هذا الحديث: وفيه اشارة الى جواز التصور الشيخ، فان الشيخ ليس أقل مرتبة عنداللّٰه من السهم والطريق، لاسيما عند معتقديه، كيف وفيه جمع للخواطر ولو الى جهة أسفل من التی يجب ارجاعهااليها، وهوا لواجب تعالٰی شأنه، ولاضير أيضاً فی حبه اياه عند التصور، نعم يضره أن يتصور شيخه متصرفاً فی أمر باطنه حين التصور، أو حاضراً لديه، أو عالماً بحاله، ولذلک اختلفت فيه الشيوخ، ولعل النزاع بينهمالفظی، فمن جوّزه أراد الأول، ومن منعه أراد الثانی، الّا أن العلماء لما رأو أنه منجر الى فساد عقائد العوام أطلقوا فيه المنع، وهو الحق حسب اقتضاء المقام، فكم من مستحب صار حراماً لعارض مّا، فكيف بما كان مباحاً،انتهٰی (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، ج: ۱۲ ، ص: ۲۵۳،ط، دار البشائر الاسلامية،بيروت لبنان)

رسول ﷺ کے علم غیب کا معتقد

﴿سوال﴾ زید کہتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا کل علم غیب آنحضرت ﷺ کو عطا فرما دیا تھا اور اب بھی آپ مخلوق کے ہر ایک حال ظاہر و باطن خیر و شر سے بخوبی واقف ہیں۔ یہاں تک کہ مچھر کے پَر ہلانے کا بھی آپ کو علم ہو جاتا ہے اور ایک کی آواز خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں بذات خود سن لیتے ہیں یہ عقیدہ کیسا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مذہب احناف اور کتب معتبرہ حنفیہ کی رو سے مسلمان رہا یا کافر مشرک ہوگیا؟

﴿جواب﴾ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے علم غیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے (۱۱۰)۔ صاحب بحر الرائق کتاب النکاح میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جو کوئی نکاح کے

---

(۱۱۰): ثم اعلم ان الانبیاء علھیم الصلاة والسلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمھم اللّٰہ تعالیٰ أحیانا. وذکر ان الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ. کذا فی المسایرة. (شرح فقه الاکبر للملاعلی القاری، مسئلة فی أن تصدیق الکاهن بما یخبر به من الغیب کفر، ص: ۱۳۷، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

اعتقاد اینکه کسے غیر حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاوی، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مکتبه رشیدیه)

وفی البحر الرائق: وفی البزازیة قال علماؤنا: من قال أرواح المشایخ حاضرة تعلم تکفر. (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج: ۵، ص: ۲۰۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا الخ: الفصل الثانی النوع الثانی فیما یتعلق باللّٰہ تعالیٰ، ج: ۶، ص: ۳۲۶)

شاہدین اللہ اور رسول اللہ مقرر کرے اور اعتقاد یہ کرے کہ رسول اللہ ﷺ عالم غیب ہیں وہ یقیناً کافر ہے (۱۱۱) اور مشرک تو اسی کو کہتے ہیں کہ کسی مخلوق کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کسی وصف ذاتی مثل علم کے اور قدرت کے یا عبادت کے شریک کرے کہ اس واسطے کہ اشراک فی الذات یعنی تعدد الٰہ کا قائل تو بہت ہی کم ہوا ہوگا شامی نے ردالمحتار کی کتاب الاتداد میں صاف طور پر ایسے عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے (۱۱۲) اور یہ جو کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت ﷺ کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے رسول اللہ ﷺ کو محشر میں بھی بعض لوگوں میں قابل سقی ماء کوثر ہونے کا احتمال ہوگا اور باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا **انک لاتدری ما احدثوا بعدک اخرج البخاری الحدیث** (۱۱۳). فقط۔

---

(۱۱۱):لو تزوج بشهادة اللّٰه ورسوله لاينعقد ويكفر لاعتقاده أن النبى يعلم الغيب. (البحر الرائق، كتاب النكاح، ج: ۳، ص: ۱۵۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

تزوج بلاشهود وقال رسول خداى را وفرشتكان را گواه كردم يكفر لانه اعتقد أن الرسول والملک يعلمان الغيب. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا الخ: الفصل الثانى النوع الثانى فيما يتعلق باللّٰه تعالىٰ، ج: ۶، ص: ۳۲۵)

(وكذا الفتاوى التاتارخانية، كتاب احكام المرتدين، الفصل السادس فيما يعود الى الغيب، ج: ۷، ص: ۲۹۹، ط، مكتبة زكريا بديوبند،الهند)

(۱۱۲):قلت: وحاصله أن دعوى علم الغيب معارضة لنص القرآن فيكفر بها. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب فى دعوى علم الغيب، ج: ۶، ص: ۳۸۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۱۳):عن المغيرة قال سمعت ابا وائل عن عبداللّٰه عن النبى ﷺ قال انا فرطكم على الحوض وليرفعن رجال منكم ثم ليختلجن دونى فاقول يا رب اصحابى فيقال=

الجواب صحیح۔ اصاب المجیب عزیز الرحمٰن عفی عنہ وتوکل علی العزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ عالیہ دیو بند۔ مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔

اصاب من اجاب محمد ریاض الدین عفی عنہ

ناظر حسن دیو بندی　　بندہ محمود عفی عنہ　　الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ

محمد ناظر حسن　　الٰہی عاقبت محمود گردان　　مدرس اول مدرسہ عالیہ دیو بند

خلیل احمد　　مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

الجواب صواب ہذا ہوالحق وماذ ابعدالحق الا الضلال۔ الجواب صحیح محمد اسحٰق

عبدالمومن مدرس مدرسہ میرٹھ۔ اسمہ۔ عفی عنہ مدرس مدرسہ میرٹھ۔

الجواب صحیح خاکسار۔ احمد حسن الحسینی

سراج احمد عفی عنہ میرٹھ۔ الامروہوی غفرلہ۔ اسمہ احمد۔

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

ملفوظات

وظیفہ یا شیخ عبدالقادر اور طلباء کو وظائف کا پڑھنا۔ پانی کا بہت پینا اور ماش کی دال اور غلیظ اشیاء کا کھانا ذہن کی تیزی کا وظیفہ

(۱): علم دین کے برابر کوئی چیز نہیں (۱۱۴)۔ اگر کسی کو نصیب ہو جاوے جہاں تک ہو کوشش کر کے

=انک لاتدری ما احدثوا بعدک. (رواہ البخاری، کتاب الحوض، باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر، ج: ۲، ص: ۹۷۳، ط،مکتبہ رحمانیہ،لاھور)

(۱۱۴): عن حذیفة بن الیمان رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: فضل العلم خیر من فضل العبادة، وخیر دینکم الورع. رواہ الطبرانی فی الاوسط، والبزار=

پڑھوسب وظائف درست ہیں مگر وظیفہ یا شیخ عبدالقادر کا بندہ اچھا نہیں جانتا۔اس کوترک کردواور طالب علمی میں اگر وظائف پڑھو گے تو سبق کس طرح یاد ہوگا اگر پڑھنے کے واسطے اوراد کو موقوف کروتو بہتر ہے بعد فراغت قدر ضروری علم کے شروع کر دینا اور ذہن وحافظہ جیسا خدائے تعالیٰ نے کسی کا بنادیا بن گیا اب اس کی کشایش اس کے ہی اختیار میں ہے پانی کا بہت پینا اور ماش کی دال اور غلیظ اشیاء کا کھانا مضر ہے بندہ بھی آپ کو دعا میں شریک کرتا ہے اور ذہن کے واسطے سورۂ فاتحہ کو اکیس بار پانی پر دم کر کے پانی لیا کرو فقط والسلام۔

شیئاً للہ کا پڑھنا

(۲):شیئاً للہ کا پڑھنا کسی وجہ سے جائز نہیں (۱۱۵)۔اگر شیخ قدس سرہٗ کو عالم الغیب ومتصرف مستقل

=باسناد حسن. (الترغيب والترهيب من الحديث الشريف، كتاب العلم، الترغيب فى العلم وطلبه وتعلمه الخ، ج: ۱، ص: ۹۳، ط، دار احياء التراث العربى، بيروت لبنان)

العلم خير من العبادة، وملاک الدين الورع. [ابن عبدالبر عن ابى هريرة] (كنز العمال، كتاب العلم، ص: ۱۲۹۳، رقم: ۲۸۶۶۴)

(۱۱۵):ازيں چنيں وظيفه احتراز لازم و واجب اولا ازيں جهت كه اين وظيفه متضمن شيئاً للّٰه است وبعض فقهاء را از همچو لفظ حكم كفر كرده اند چنانكه در درمختار مى نويسند كذا قول شىء للّٰه قيل يكفر انتهٰى. ودر رد المحتار مى آرد ولعل وجهه انه طلب شيئا للّٰه واللّٰه غنى عن كل شىء والكل مفتقر ومحتاج اليه.وينبغى ان يرجح عدم التكفير فانه يمكن ان يقول اردت طلب شىء اكراما للّٰه شرح الوهبانية. قلت فينبغى او يجب التباعد عن هذه العبارة وقد مر ان مافيه خلاف يؤمر بالتوبة والاستغفار وتجديد النكاح انتهٰى وثانيا ازين جهت كه اين وظيفه متضمن ست نداى اموات را از امكنۀ بعيده وشرعا ثابت نيست كه اولياء را قدرتے حاصل است كه از امكنۀ بعيده ندا را بشنوند الخ. (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوىٰ: ج: ۴،ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه كوئٹه)

جان کر کہتا ہے تو خود شرک محض ہے بقولہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب لایعلمھا الاھو الاٰیۃ (۱۱۶) ودیگر نصوص قال فی البزازیۃ وغیرھا من الفتاویٰ من قال ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم کفر (۱۱۷) و من ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰہ واعتقد بہ کفر کذا فی البحر الرائق (۱۱۸) انتھٰی من مأتہ مسائل. اور جو یہ عقیدہ نہیں تو بھی ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں گو یہ ندا شرک نہ ہو مگر مشابہ بشرک ہے اور جو لفظ موہم معنی شرک ہو اس کا بولنا بھی ناروا ہے (۱۱۹) لقولہ تعالٰی:

---

(۱۱۶):(سورۃ الانعام: ۵۹)

(۱۱۷):(الفتاوی البزازیۃ علی ھامش الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا الخ: الفصل الثانی النوع الثانی فیما یتعلق باللّٰہ تعالٰی، ج: ۶، ص: ۳۲۶/ البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج: ۵، ص: ۲۰۹، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان/ مجمع الانھرفی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر والجھاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۵، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(۱۱۸):(البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان/ رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لایفسد، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام من شمع او زیت او نحوہ، ج: ۳، ص: ۴۲۷، ط، دارعالم الکتب ریاض/ النھر الفائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ۲، ص: ۴۲، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(۱۱۹):اخرج الدارمی فی سننہ عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینھما مشتابھات، لایعلمھا کثیر من الناس، فمن اتقی الشبھات استبرأ لعرضہ ودینہ، ومن وقع فی الشبھات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت ھٰذا الحدیث: قولہ (ومن وقع فی الشبھات، وقع فی الحرام): یرید أنہ اذا اعتادھا واستمر علیھا أدتہ الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر=

لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا (۱۲۰). اور بقوله علیه السلام لاتقولوا ماشاء اللّٰه وماشاء فلان ولکن قولوا ماشاء اللّٰه ثم شاء فلان الحدیث (۱۲۱). حالانکہ صحابہؓ کی نیت میں کوئی معنی قبیح نہ تھے مگر بسبب مشابہت اور موہم معنی قبیح کے یہ الفاظ ممنوع ہو گئے پھر عوام اس ورطۂ شرک وگناہ میں مبتلا ہوتے ہیں تفسیر عزیزی میں بیان وجوہ شرک میں لکھا ہے از انجملہ اند کسانیکہ درذکر دیگرانرا باخدا تعالیٰ ہمسری کنند۔ واز انجملہ ان کسانیکہ در دفع بلا دیگراں رامی خوانند وہم چنیں در تحصیل منافع بدیگران رجوع می نمایند بالاستقلال وآنکہ توسل باآں دیگراں نمایند۔ پس ظاہر ہے کہ دعوت اس کلام کی داخل ہر دو قسم میں ہے کیونکہ غرض اس سے دفع بلا وجلب منافع ہے یا مثل ذکر اللہ تعالیٰ اس سے تحصیل برکات وتقرب مقصود ہے یا بوجہ تبرک کے اس کو تکرار کرتے ہیں ہاں کسی کے توسل سے دعا کرانا درست ہے (۱۲۲) مگر یہ صورت توسل کی ہرگز نہیں بلکہ دعا

=علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۱۲۰):(سورة البقرة: ۱۰۴)

(۱۲۱):وأخرج ابن ابی شیبة، وأحمد، وأبوداؤد، والنسائی، وابن ماجة، و البیهقی، عن حذیفة بن الیمان، عن النبی ﷺ قال: لاتقولوا: ماشاء اللّٰه وشاء فلان. قولوا: ماشاء اللّٰه ثم شاء فلان. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۲، ص: ۱۸۸)

(۱۲۲):قال العلامة خلیل احمد السهارنفوی نوراللّٰه مرقده:عندناوعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالأنبیاء والصالحین من الأولیاء والشهداء والصدیقین فی حیٰوتهم وبعد وفاتهم بان یقول فی دعائه اللّٰهمّ انی اتوسل الیک بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیرذلک...الخ. (المهند علی المفند،ص:۳۵،ط،قدیمی کتب خانه)

وقال العلامة بدرالدین العینی : وفیه من الفوائد: استحباب الاستشفاع بأهل الخیر و الصلاح و أهل بیت النبوة...الخ.(عمدة القاری ج:۷،ص:۴۸،رقم الحدیث:=

واستعانت ہے۔ مجیب صاحب کوشبہ واقع ہوا کہ دعا کوتوسل سمجھ گئے توسل کی صورت یہ ہے یا اللہ بجاہ شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔ نہ یہ کہ خود شیخ سے طلب کرے بصیغۂ دعا یا شیخ اعطنی شیئاً للہ یہ توسل کس طرح ہوسکتا ہے معہذ الفظ شیئاً للہ کا موہم معنی شرک کو ہے کیونکہ اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ کچھ حق تعالیٰ کو دو۔ اس واسطے کہ لفظ لام کا معطی لہٗ پرآتا ہے یہ معنی تو اشد شرک ہیں دوسرے معنی یہ ہیں کہ شیخ مجھ کولوجہ اللہ تعالیٰ کے کچھ دوسواس معنی میں اگر مستقل معطی شیخ کو جانتا ہے تو بھی شرک ہوا۔ اور جو باذن اللہ معطی سمجھا تو اس کی توجیہ وہ ہے جو تفسیر عزیزی سے مجیب نے نقل کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اولیاء کوحق تعالیٰ آلہ تکمیل وارشاد خلق بناتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے باذن اللہ مطالب برآمد ہوتے ہیں نہ کہ اولیاء خود متصرف ومستقل بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ آلہ ٹھہرے تو اگرچہ بظاہر حاجت روائی تو بذریعہ آلہ ہوتی ہے مگر خود آلہ سے بھی دعا واستعانت طلب کرنا شرک ہے پس ایسی صورت میں متصرف حقیقی کو چھوڑ کر آلہ سے طلب کرنا بھی خالی از مشابہت شرک نہیں۔ ندا و دعا کرنا دوسری شے ہے کہ منادی کے علم وتصرف کو چاہتا ہے اور بذریعہ ہونا اور امر ہے کہ ذریعہ کا واسطہ اور مقبول ہونا بدرگاہ فیاض اس سے مستفاد ہوتا ہے شتّان بینہما مثلاً نور بواسطہ شمس کے آتا ہے، مگر طلب نور شمس سے شرک ہے ندا کسی کو کرنا مبنی برعلم وتصرف منادی کے ہے پس اس سے عبارت عزیزی سے جواز ندا کا کیونکر مفہوم ہوا، غایت تعجب ہے کہ اگر گاہے اولیاء کو بطور کشف باذن اللہ تعالیٰ کچھ معلوم ہو جاوے تو اس سے

=۱۰۱۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان)

وقال ابن حجر: ویستفاد استحباب الاستشفاع بأهل الخیر والصلاح وأهل بیت النبوة.....الخ. (فتح الباری، ج:۲، ص:۵۷۷، رقم الحدیث:۱۰۱۰، ط، مکتبة الملک الفهد الوطنیة، ریاض). انتهیٰ.

ویحسن التوسل والاستغاثة بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ربه ولم ینکر ذلک أحد من السلف والخلف حتی جاء ابن تیمیة فأنکر ذلک وعدل عن الصراط المستقیم وابتدع مالم یقله عالم وصار بین الأنام مثلة انتهیٰ. (تفسیر روح المعانی، ج:۶، ص:۱۲۶، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

ہر وقت باستقلال علم وتصرف کا ہونا کہاں سے لازم آتا ہے۔ پس ایسی دعوت بہر حال یا شرک جلی یا خفی یا لغو مشابہت بشرک ہوکر حرام وناجائز ہووے گی۔ کسی وجہ سے جواز کا شائبہ اس میں نہیں ہوسکتا۔ اب استدلالت مجیب کا حال سنو کہ پڑھنا اس کلام کا بطور توسل جائز فرماتے ہیں حالانکہ توسل کی کوئی صورت نہیں۔ کما مر اور شاہ ولی اللہ صاحب طریقہ بعض جیلانیہ کا بیان کیا ہے اس سے اجازت ومشروعیت کا فہم محض غفلت ہے اور تحکم ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت کا مطلب خود واضح ہوگیا کہ ندا کو ہرگز جائز نہیں فرماتے بلکہ شرک لکھتے ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں اُس سے جواز ندا وطلب ہرگز مستفاد نہیں ہوسکتا۔ علی ہذا تفسیر مظہری کا مطلب بھی یہی ہے کہ ندا اور استعانت اولیاء سے نہ حیات میں روا ہے نہ بعد موت اور جو صاحب خزینہ کی عبارت مجیب نے نقل کی ہے کہ **یاشیخ عبدالقادر فھو نداء واذا اضیف الیہ شیئا للّٰہ فھو طالب شیٔ اکراما للّٰہ تعالٰی فما الموجب بحرمتہ.** جب تک اس کے سابق لاحق کا حال معلوم نہ ہو اس پر حکم نہیں ہوسکتا۔ سلمنا اگر اس کی مراد یہی ہے جو مجیب نقل کرتے ہیں تو فتویٰ اس کا مردود ہے نصوص قطعیہ وروایات فقہاء معتبرین سے جیسا کہ سابق لکھا گیا کہ ندا غیر اللہ بہر حال ناجائز ہے اور شیئاً للہ کے معنی موہم شرک ہیں اگرچہ نیت داعی کی قبیح معانی کی نہ ہوتا ہم درست نہیں یہ وجہ حرمت اس کلام کی ہے اگرچہ موجب حرمت مجیب صاحب کو معلوم نہ ہوا مگر نصوص وروایات سے ہم ثابت کر چکے۔ پس جو فتویٰ خلاف نصوص وروایات صحیحہ کے ہو وہ قطعاً مردود ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

پڑھنے والا اس جملہ کا تقریباً اور شہرت دینے والا اس کے جواز کا اعتقاداً آثم بلکہ مشرک ہے سند اس کی حجۃ اللہ البالغہ مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی صفحہ ۲۱ میں موجود ہے۔ **قال ومنھا ای من مظان الشرک انھم کانوا یستعینون بغیر اللّٰہ فی حوائجھم من شفاء المریض وغناء الفقیر وینذرون لھم یتوقعون انجاح مقاصد بتلک النذور ویتلون اسماء ھم رجاء ببرکتھا فاوجب اللّٰہ علیھم ان یقولوا فی صلٰوتھم ایاک نعبد وایاک نستعین وقال اللّٰہ تعالٰی فلاتدعوا مع اللّٰہ احداً لیس المراد من الدعاء العبادۃ کما قالہ بعض المفسرین بل مرادہ الاستعانۃ بقولہ تعالٰی بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون** (۱۲۳). اور قاضی ثناء اللہ صاحب نے

(۱۲۳):(حجة اللّٰه البالغة ومعه شرحه رحمة اللّٰه الواسعة، ج: ۱، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، ط، زمزم پبلشرز کراتشی)

بھی اس مضمون کو صراحۃً ارشاد الطالبین میں ذکر کیا ہے۔

مسئلہ: انچہ جہال میگویند یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً اللہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک وکفر است حق تعالیٰ می فرماید و الذین تدعون من دون اللّٰہ عباد امثالکم (۱۲۴) انتھٰـــــی. اور اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب کی تقریر بھی بعض حواشی میں صراحۃً اسی مضمون پر دال ہے۔ میگویند۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا پڑھنا وہ استعانت جو کفر ہے اس کی تصریح

(۳): تم اپنے مقصد کے واسطے حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل پانچ سو بار پڑھا کرو خواہ ایک جلسہ میں خواہ متفرق جلسات میں کوئی قید اور کوئی پرہیز اس میں نہیں نہ وقت مقرر ہے فقط۔ مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند وہ استعانت جو کفر ہے وہ یہ ہے کہ تم میرا کام کر دو (۱۲۵) اور یہ کہ دعا کرو کہ میرا کام حق تعالیٰ کر دیوے کفر نہیں مگر جو منکر سماع ہیں وہ منع کرتے ہیں بسبب لغو ہونے کے اور عدم ثبوت کے سنت سے اور مجوزین جائز کہتے ہیں (۱۲۶) بسبب سماع کے ثبوت کے ان کے نزدیک اور ثبوت اس

---

(۱۲۴): (سورۃ الاعراف: ۱۹۴)

(۱۲۵): قال العلامة ابو الفضل محمود الالوسی البغدادی رحمه اللّٰه تعالیٰ: ان الناس قد أكثروا من دعاء غير اللّٰه تعالیٰ من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل: ياسيدی فلان أغثنی، وليس ذلک من التوسل المباح فی شیء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلک، وأن لايحوم حول حماه، وقد عده أناس من العلماء شركاً، وان لايكنه، فهو قريب منه. (روح المعانی، [المائدة: ۳۵]، ج: ۶، ص: ۲۸، ط، دار أحياء التراث العربی)

(۱۲۶): می گوید ای فلان از خداوند بخواه كه فلان كار مرا و مقصد مرا بر آورد كن، این صورت بر مسأله ی سماع است، پس كسانی كه سماع موتی را قائل=

کی اصل کے پس یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے فقط۔

استحلال معصیت کی صراحت، عورت کا زینت کے ساتھ نکلنا

(۴): استحلال معصیت یہ ہے کہ اس کو مباح جانے لہٰذا خوف اس پر عذاب کا مطلقاً جائز ہے۔ بلکہ جائز جانے نہ یہ کہ دل میں غیر جائز جان کر کچھ اندیشہ غالب نہ ہو یا اس قدر علم ہو کہ یہ فعل اچھا نہیں یہ بھی استحلال نہیں اور استحلال بھی اس معصیت کا کفر ہے کہ ثبوت معصیت کا نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ہو اور حرمت بھی اس کی بعینہ ہو نہ لغیرہ (۱۲۷) اور اگر ان قیود سے کوئی مرتفع ہو جاوے گی تو کفر نہ ہوگا لہٰذا کم ایسے لوگ ہوویں گے جو کفر کے درجہ کو پہنچیں گے فقط اور زینت سے خروج جو ممنوع ہوا ہے تو رفع فتنہ کے واسطے ہے اگر فتنہ کا محل ہے تو ہر حال خروج ممنوع ہے خواہ باذن زوج ہو خواہ بلا اذن اور جو فتنہ کا محل و اندیشہ نہیں تو ہر حال درست ہے اگر باذن ہے اور بدون اذن خروج درست نہیں (۱۲۸) بس اس پر ہی مدار جواز و عدم جواز کا ہے فقط

=اند این را روا می دارند، ونافیان سماع این را ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، کتاب العقائد، باب مایتعلق بالانبیاء والصلحاء، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ط، کتب خانه ملی ایران)

(۱۲۷): فی شرح فقه الاکبر: ان استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية.... ذكرت فی الفتاوی من انه اذا اعتقد الحرام حلالا فان كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعي يكفر والا فلا بان تكون حرمته لغيره أو ثبت بدليل ظني. (شرح فقه الاكبر، مسئلة استحلال المعصية ولو صغيرة كفر، ص: ۱۳۸، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

(وكذا فی شرح العقائد النسفية، جحود الأحكام القطعية والاستهزاء بها، ص: ۳۸۳، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشی)

(۱۲۸): وعن ابن عباسؓ: ان امراة من خثعم أتت رسول الله ﷺ فقالت: يا رسول الله اخبرنی، ماحق الزوج على الزوجة فانی امراة ايم فان استطعت والا جلست ايما؟=

واللہ تعالیٰ اعلم والسلام۔

عیدین کے درمیان نکاح

(۵): درمیان عیدین کے نکاح کرنا سنت اور موجب برکت کا ہے رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شوال میں ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عزیزوں کا نکاح شوال میں کراتی تھیں (۱۲۹) پس اس نکاح کو منحوس جاننا جہل وفسق ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مخالفت اور

=قال: فان حق الزوج على زوجته ان سالها نفسها، وهى ظهر بعير ان لاتمنعه نفسها، ومن حق الزوج على الزوجة ان لاتصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت، ولاتقبل منها، ولاتخرج من بيتها الا باذنه، فان فعلت لعنتها ملائكة السماء، وملائكة الرحمة، وملائكة العذاب، حتى يرجع. قالت لاجرم لاأتزوج ابداً. [رواه البزار، وفيه: حسين بن قيس المعروف بحنش، وهو ضعيف، وقد ثقه حصين بن نمير، وبقية رجاله ثقات]. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة، ج: ۴، ص: ۳۰۶، ۳۰۷، ط، دار الكتاب العربى، بيروت لبنان)

فى التاتارخانية: وفى الخانية: الناشزة هى التى خرجت من منزل الزوج بغير اذنه بغير حق. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النفقات، الفصل الاول نفقة المرأة على الزوج، ج: ۵، ص: ۳٦٦، ط، مكتبة زكريا بديوبند، الهند)

وفيه ايضاً: ذكر فى فتاوى الشيخ أبى الليث: أن للزوج أن يضرب امرأته على اربع خصال وما هو فى معنى الأربع....والرابع: على الخروج من المنزل. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الحادى والعشرون فى بيان مايصلح للزوج أن يفعل وفى بيان مايصلح للمرأة أن تفعل، وما ليس لها أن تفعل، ج: ۴،ص: ۳۰۴، ۳۰۵، مكتبة زكريا بديوبند، الهند)

(۱۲۹): عن عروة، عن عائشة قالت: تزوجنى رسول اللهﷺ فى شوال، وبنى=

عداوت ہے ایسے اقوال سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ فعل سنت کے بُرا جاننے سے کافر ہو جاوے گا(۱۳۰) اور ایسا قول سخت احمق جاہل بکتا کا ہے۔ عالم ایسی بات نہیں کہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

=بی فی شوال، فأی نساء رسول اللهﷺ کان احظی عنده منی؟ قال: وکانت عائشة تستحب ان تدخل نساء ها فی شوال. (رواه مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج والتزویج فی شوال، واستحباب الدخول فیه، ج: ۴، ص: ۳۶۹، رقم: ۳۴۸۱، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۱۳۰):والحاصل انه اذا استخف بسنة أو حدیث من أحادیثه علیه السلام کفر. (الفتاوی البزازیه، علی هامش الفتاوی العالمکیریه، کتاب ألفاظ تکون اسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع الثالث فی الأنبیاء، ج: ۶، ص: ۳۲۸)

من لم یقر ببعض الأنبیاء علیهم السلام أو عاب نبیا بشیء أو لم یرض بسنة من سنن المرسلین علیهم السلام فقد کفر. (الفتاوی التاتارخانیه، کتاب أحکام المرتدین، الفصل السابع: فیما یعود الی الأنبیاء علیهم السلام، ج:۷،ص:۳۰۵، ط، مکتبة زکریا، بدیوبند، الهند)

(وکذا فی مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر والجهاد، باب المرتد، ج:۲ ، ص: ۵۰۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

کتاب العقائد

اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت

﴿سوال﴾ ذات باری تعالیٰ عزاسمہٗ موصوف بصفت کذب سے ہے یا نہیں اور خدائے تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں اور جو شخص خدائے تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ ذات پاک حق تعالیٰ جلالہ کی پاک ومنزہ ہے اس سے کہ مصنف بصفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ ومن اصدق من اللّٰہ قیلا** (۱). جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے(۲) اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مؤمن نہیں **تعالیٰ اللّٰہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً**. البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مثل فرعون وہامان وابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا۔ مگر وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے عاجز نہیں ہو گیا قادر ہے اگر چہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کرے

---

(۱):(سورۃ النساء: ۱۲۲)

(۲):اذا وصف اللّٰہ تعالیٰ بما لایلیق بہ، أو سخر باسم من أسمائہ، أو بأمر من أوامرہ، وأنکر صفۃ من صفات اللّٰہ تعالیٰ، أو انکر وعدہ، أو وعیدہ....یکفر. (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر والجہاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۴، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(وکذا فی المحیط البرہانی کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین و أحکامہم، نوع آخر فیما یقال فی ذات اللّٰہ وصفاتہ، ج: ۵، ص: ۲۲۷، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

گا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ولوشئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنة والناس اجمعین (۳)۔ اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہے اُس کے خلاف نہ کرے گا اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار فعال لما یرید (۴) ہے یہ عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔ چنانچہ بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفرلھم (۵). الــــخ. لکھا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید کا ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ(۶)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ کی طرف بالفعل جھوٹ کی نسبت

﴿سوال﴾ بسم اللّٰہ الرحمٰن نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ماقولکم دام فضلکم فی ان اللّٰہ تعالیٰ ھل یتصف بصفة الکذب ام لا ومن یعتقد انہ یکذب کیف حکمہ افتونا ماجورین؟

﴿جواب﴾ان اللّٰہ تعالیٰ منزہ من ان یتصف بصفة الکذب ولیست فی کلامہٖ شائبة الکذب ابداً کما قال اللّٰہ تعالیٰ ومن اصدق من اللّٰہ قیلاً(۷)ومن یعتقد ویتفوہ بانہ تعالیٰ یکذب فھو کافر ملعون قطعا (۸) ومخالف الکتاب والسنة واجماع الامة تعالیٰ

(۳):(سورة الم سجدة: ۱۳)

(۴):(سورة البروج: ۱۶)

(۵):(سورة المائدة: ۱۱۸)

(۶):(تفسیر البیضاوی، ج: ۲، ص: ۱۵۱، ط، دار احیاء التراث العرابی و مؤسسة التاریخ العربی، بیروت لبنان)

(۷):(سورة النساء: ۱۲۲)

(۸):اذا وصف اللّٰہ تعالیٰ بما لایلیق بہ، أو سخر باسم من أسمائہ، أو بأمر من=

اللّٰہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا. نعم اعتقاد اھل الایمان ان ماقال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن فی فرعون وھامان وابی لھب انھم جھنمیون فھو حکم قطعی لایفعل خلافہ ابدا لکنہ تعالیٰ قادر علی ان یدخل الجنۃ ولیس بعاجز عن ذلک ولایفعل ھذا مع اختیارہ قال اللّٰہ تعالیٰ ولوشئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین (۹) فیتبین من ھذہ الایۃ انہ تعالیٰ لوشاء لجعلھم کلھم مومنین ولکنہ لایخالف ما قال وقد ذٰلک بالاختیار لابالاضطرار وھو فاعل مختار فعال لما یرید (۱۰). ھذہ عقیدۃ جمیع علماء الامۃ کما قال البیضاوی تحت تفیسر قولہ تعالیٰ ان تغفرلھم (۱۱).الخ. وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ (۱۲). واللّٰہ

=أوامرہ، وأنکر صفۃ من صفات اللّٰہ تعالیٰ، أو انکر وعدہ، أو وعیدہ....یکفر. (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر والجھاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۴، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(وکذا فی المحیط البرھانی کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین و أحکامھم، نوع آخر فیما یقال فی ذات اللّٰہ وصفاتہ، ج: ۵، ص: ۲۲۷، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(وکذا الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب أحکام المرتدین، الفصل الثانی فیما یقال فی ذات اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ وصفاتہ، ج: ۷، ص: ۲۸۵، ط، مکتبۃ زکریا بدیوبند، الھند)

(۹):(سورۃ الم سجدۃ: ۱۳)

(۱۰):(سورۃ البروج: ۱۶)

(۱۱):(سورۃ المائدۃ: ۱۱۸)

(۱۲):(تفسیر البیضاوی، ج: ۲، ص: ۱۵۱، ط، دار احیاء التراث العرابی و مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت لبنان)

تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبهٗ الاحقر رشید احمد گنگوهی عفی عنه.

خلاصہ تصحیح علماء مکہ مکرمہ زاداللہ شرفہ

الحمد لمن هو به حقیق ومنه استمدد العون والتوفيق ما اجاب به العلامة رشيد احمد المذكور هو الحق الذى لامحيص عنه وصلى اللّٰه على النبيين وعلى اٰله وصحبه وسلم امر برقمه خادم الشريعة راجى اللطف الخفى محمد صالح بن المرحوم صديق كمال الحنفى مفتى المكرمة حالاً كان اللّٰه لهما راقمه لمرتجى من ربه كما النيل محمد سعيد بن محمد يابصيل مفتى الشافعيه بمكة المحمية غفر اللّٰه له ولوالديه ومشائخه وجميع المسلمين الراجى العفو من واهب الوطيه محمد عابدين المرحوم الشيخ حسين المالكية ببلدة اللّٰه المحمية مصلياً مسلما هٰذا وما اجاب به العلامة رشيد احمد فيه الكفاية وعليه المعول بل الحق الذى لامحيص عنه رقمة الخير خلف بن ابراهيم خادم افتاء الحنابله بمكة المشرفة حالا حامداً مصلياً ومسلماً.

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاداللہ شرفہ درمسئلہ امکان کذب برفع شبہات مولوی نذیر احمد خانصاب رامپوری

﴿شبہ﴾ براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہوسکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہے اور اس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہوگئے۔ از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی اللہ عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد سلام تحیہ اسلام آنکہ آپ کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا۔ ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے

شایداللہ تعالیٰ نفع پہنچادے **ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللّٰہ.**

﴿جواب﴾ واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح **ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا** (۱۳) **وان اللّٰہ لایخلف المیعاد** (۱۴). وغیرہما آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علماء کا جو در بارہ وقوع وعدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اس کی تحقیق میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو۔ چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام وصوفیائے کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہوگئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابناء زماں قاصر ہیں۔ آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے ایک ایک مثال قران وحدیث کی لکھی جاتی ہے ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے **قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا الایۃ** (۱۵). دوسری جگہ ارشاد فرمایا **وما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم الاٰیۃ**(۱۶). آیت ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت

---

(۱۳):(سورۃ النساء: ۸۷)

(۱۴):(سورۃ الرعد: ۳۱)

(۱۵):(سورۃ الانعام: ۶۵)

(۱۶):(سورۃ الانفال: ۳۳)

باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہے کیوں نہ ہو وھو علی کل شیء قدیر (۱۷). احادیث کو دیکھئے کہ عشرہ مبشرہ مثلاً بالیقین جنتی بارشاد نبوی جو حقیقۃً وحی الٰہی جل وعلی ہے ہو چکے (۱۸) پر چونکہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ خدائے پاک مجبور نہیں اس لئے نظر بقدرت وجلال کبریائی ڈرتے ہی رہے (۱۹) بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلی آلہ

(۱۷):(سورة الحديد: ۲)

(۱۸):عن حميد بن عبدالرحمان، عن عبدالرحمان بن عوفؓ، قال: قال رسول اللهﷺ ابوبكر فى الجنة، وعمر فى الجنة، وعثمان فى الجنة، وعلى فى الجنة، وطلحة فى الجنة، والزبير فى الجنة، وعبدالرحمان بن عوف فى الجنة، وسعدبن ابى وقاص فى الجنة، وسعيد بن زيد فى الجنة، وابو عبيدة بن الجراح فى الجنة.[أخرجه أحمد ۱/ ۱۹۳ (۱٦۷۵).والترمذى(۳۷۴۷). والنسائى فى فضائل الصحابة(۹۱) ثلاثتهم عن قتيبة بن سعيد، قال: حدثنا عبدالعزيز بن محمد الدراوردى، عن عبدالرحمان بن حميد عن أبيه، فذكره]. (المسند الجامع، ج: ۱۲، ص: ۳۵۲، ۳۵۳، رقم: ۹۵۷۲، ط، دار الجيل، بيروت لبنان)

(۱۹):عن الضحاك،قال: مر أبو بكر رضى الله عنه على طير قد وقع على شجرة فقال: طوبى لك يا طير، تطير فتقع على الشجر ثم تاكل من الثمر[ثم تطير] ليس عليك حساب ولا عذاب. يا ليتنى كنت مثلك، والله لوددت أنى كنت شجرة الى جانب الطريق فمر على بعير فأخذنى، فأدخلنى فاه فلاكنى، ثم ازدردنى، ثم أخرجنى بعرا، ولم أكن بشرا.

عن يعقوب بن زيد وعمر بن عبدالله مولى غفرة قالا: نظر أبو بكر الصديق رضى الله عنه الى طير حين وقع على الشجر، فقال: ماأنعمك يا طير، تأكل وتشرب، وليس عليك حساب يا ليتنى كنت مثلك.

وفى حديث شعبة، عن عاصم بن عبيدالله، عن عبدالله بن عامر بن ربيعة، قال:=

الصلوٰت والتسلیمات جن کی شان میں لیغفر لک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر (۲۰) فرماتے رہے واللّٰہ مادری وانا رسول اللّٰہ ما یفعل بی ولابکم(۲۱). اور کما قال اللّٰہ تعالیٰ یحق الحق وھو یھدی السبیل.

علم غیب الٰہی

﴿سوال﴾ علم غیب وصفات رحمان وقدوس جل شانہ مختصہ بجناب باری تعالیٰ کے ہے یا نہ؟

﴿جواب﴾ علم غیب خاصہ حضرت حق است جل شانہ خاصة الشی مایوجد فیه ولایوجد

=رأيت عمر بن الخطاب أخذ تبنة من الأرض، فقال: يا ليتني لم أكن شيئاً ليت أمّي لم تلدني، ليتني كنت نسيا منسيا. [وهو مخرج فی كتاب فضائل عمر].

عن معمر عن قتادة قال قال ابو عبيدة بن الجراح: لوددت أني كنت كبشا فيذبحني أهلي، فيأكلون لحمي، ويشربون مرقي. (الجامع لشعب الايمان، باب فی الخوف من اللّٰه تعالیٰ، ج: ۲، ص: ۲۲۷،۲۲۸، ۲۲۹، ط،مکتبة الرشد، رياض)

(۲۰): (سورة الفتح: ۲)

(۲۱):عن خارجة ابن زيد بن ثابت، عن ام العلاء وهی امراة من نسائهم بايعت رسول اللّٰهﷺ قالت: طار لنا عثمان بن مظعون فی السكنی حين اقرعت الأنصار علی سكنی المهاجرين، فاشتكی فمرضناه حتی توفی، ثم جعلناه فی اثوابه دخل علينا رسول اللّٰهﷺ فقلت: رحمة اللّٰه عليك أبا السائب، فشهادتی عليك لقد أكرمك اللّٰه. قال وما يدريك؟ قلت: لا ادری، قال امّا هو فقد جاء ه اليقين، انی لأرجو له الخير من اللّٰه، واللّٰه ما أدری وانا رسول اللّٰه ما يفعل بی ولا بكم. قالت ام العلاء فواللّٰه لا ازكی احدا بعده. قالت : ورأيت لعثمان فی النوم عينا تجری فجئت رسول اللّٰهﷺ فذكرت ذلك له فقال: ذلك عمله يجری له. (رواه البخاری، كتاب التعبير، باب العين الجارية فی المنام، ج:۲، ص: ۵۸۰، ط، مكتبة رحمانية لاهور)

فی غیرہ. عقیدہ فقیر ہمین است فقیر غلام فرید بقلم خود سکنہ کوٹ مٹھن وچاچڑان ریاست بہاولپور۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بندہ کو آپ کے کارڈ کا مضمون معلوم ہوا کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اس کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔

علم غیب الٰہی

﴿سوال﴾ ایک شخص مثلاً زید کہتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اقوال گذشتہ وآئندہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے معلوم ہوئے بطور کشف اور خواب اور وحی اور الہام کے اور بعضے وقت میں احوال اس چیز کا کہ زمین وآسمان میں ہے معلوم ہوا۔ اور اب بھی سلام اور درود امت کی طرف سے دور دور سے فرشتے حضرت کی خدمت میں لے جاتے ہیں لیکن علم محیط کل شئی کا حضرت کو حاصل نہیں ہے بلکہ علم جس چیز کا جس وقت کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا بخشا اور ایک شخص مثلاً عمرو کہتا ہے کہ علم دائمی کل شئی کا حضرت کو حاصل ہے اللہ کا بخشا ہوا اور حضرت ہمیشہ ہر جگہ ناظر اور حاضر اور ہر چیز کا احوال ہر وقت حضرت جانتے ہیں آیا ان دونوں قولوں میں کس کا قول حق اور صحیح ہے اور کس کا قول باطل اور کفر ہے؟

﴿جواب﴾ علم اللہ تعالیٰ کا ازلی اور ابدی اور محیط کل شئی کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس طرح علم اور قدرت خاصہ حق تعالیٰ کا ہے کسی دوسرے کو اس میں شریک کرنا خواہ نبی ہو خواہ ولی ہو اور اس بات پر اعتقاد رکھنا شرک ہے (۲۲) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور عبادت میں اور کو شریک کرنا ہاں بعضے وقائع

---

(۲۲):ثم اعلم ان الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمھم اللّٰہ تعالٰی أحیانا . وذکر ان الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ السلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالٰی قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ. کذا فی المسایرۃ. (شرح فقہ الاکبر للملاعلی القاری، مسئلۃ فی أن تصدیق الکاھن بما یخبر بہ من الغیب کفر، ص: ۱۳۷،ط، دار الکتب العربیۃ الکبری، مصر) =

گذشتہ اور حوادث آئندہ کا احوال اس کے بندگان خاص کو اللہ کے بتلانے سے حاصل ہوتا ہے سو اس طرح کا علم حضرت ذات مقدس میں سب سے کامل تر ہے نہ یہ کہ مانند علم خدا تعالیٰ کے ہووے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل لااقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب الأیة (۲۳)۔ پس جو زید کہتا ہے حق ہے اور عمرو جو کہتا ہے باطل ہے۔ فقط محمد صدر الدین حررہ المسکین محمد صدر الدین دہلوی۔ ۱۳۴۰ صدر صدور

الجواب صحیح۔ بعضے شخص کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں کل غیب عنایت فرمائے ہیں سو یہ بات محض غلط ہے حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی امت کو تین نشانیوں سے پہچانیں گے ایک تو نورانیت اعضاء وضو سے دوسرے داہنے ہاتھ ہونا نامۂ اعمال کا اور تیسرے آگے دوڑنا اولاد کا (۲۴) اور قیامت کے دن بعضے شخصوں کو حضرت پہچانیں گے اور فرشتے ان کو

= اعتقاد اینکه کسے غیر حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاوی، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مکتبه رشیدیه)

واما من قال: ان نبینا أو غیره أحاطه بالمغیبات علماً کما أحاط علم اللّٰه بها، فقد کفر. (حاشیة الصاوی علی الجلالین، ۱۸۸/۲، بحواله کتاب النوازل، ج: ۲، ص: ۱۷۰)

(۲۳): (سورة هود: ۳۱)

(۲۴): وعن أبی الدرداء قال: قال رسول اللّٰه ﷺ انا اول من یؤذن له بالسجود یوم القیامة، وانا اول من یرفع راسه فانظر الی بین یدی فاعرف امتی من بین الامم، ومن خلفی مثل ذلک، وعن یمینی مثل ذلک، وعن شمالی مثل ذلک. فقال رجل: کیف تعرف أمتک یا رسول اللّٰه (ﷺ) من بین الأمم، فیما بین نوح الی أمتک؟ قال: هم غر محجلون من اثر الوضوء، لیس أحد کذلک غیرهم، واعرفهم انهم یؤتون کتبهم بایمانهم، واعرفهم تسعی ذریتهم بین ایدیهم. [رواه احمدو البزار باختصار عنه الا أنه قال: ''وذراریهم نور بین ایدیهم''، ورجال احمد رجال الصحیح غیر ابی لهیعة وهو ضعیف=

دور کریں گے حضرت فرماویں گے یہ لوگ میرے ہیں فرشتے کہیں گے کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں چنانچہ پھر حضرت بھی ان سے بیزار ہوں گے(۲۵) مفصل یہ مضمون دریافت کرنا چاہئے تو مشکوٰۃ شریف میں کتاب الطہارت اور باب الحوض والشفاعت کی حدیثوں سے اچھی طرح ثابت ہے کہ جناب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک بھی علم محیط کل شئ کا حاصل نہیں اور ایسا علم خاصہ جناب باری تعالیٰ کا ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

محمد قطب الدین عفی عنہ۔ محمد قطب الدین عبدہ دہلوی۔

یہ مسئلہ صحیح ہے۔ محمد کریم اللہ دہلوی ۱۳۴۱، الجواب حق سید محمد نذیر محدث دہلوی، دریں مسئلہ شک نیست خواجہ ضیاء الدین احمد دہلوی ۱۲۶۱

محمد عبدالکریم سندھی ۱۲۴۱ فقیر محمد رمضان بوڑیوی ۱۲۸۲ من کتب حق محمد عبدالحق

الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد ۱۳۰۱

دیدار الٰہی

﴿سوال﴾ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کو دیکھا ہے یا نہیں؟

=وقد وثق]. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب البعث، باب کثرة هذه الامة وعلامتها فی الآخرة، ج: ۱۰، ص: ۳۴۴، ط، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان)

(۲۵): عن سهل بن سعد قال قال النبیﷺ انا فرطکم علی الحوض من مر علی شرب ومن شرب لم یظمأ ابدا لیردن علی اقوام اعرفهم و یعرفونی ثم یحال بینی وبینهم قال ابو حازم فسمعنی النعمان بن ابی عیاش فقال هٰکذا سمعت من سهل فقلت نعم فقال اشهد علی ابی سعید الخدری لسمعته وهو یزید فیها فاقول انهم منی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی. (رواه البخاری، کتاب الحوض، باب قول اللّٰه انا اعطینک الکوثر، ج: ۲، ص: ۵۰۳، ۵۰۴، ط،مکتبه رحمانیه،لاهور)

﴿جواب﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کو دیکھا ہے(۲۶)۔فقط۔

(۲۶): وقال القاضی عیاض[رحمه اللّٰه]: اختلف السلف والخلف، هل رأى نبیناﷺ ربه لیلة الاسراء، فأنكرته عائشة، وهو المشهور عن ابن مسعود. والیه ذهب جماعة من المحدثین والمتكلمین. وروى ابن عباس أنه رأى بعینه، ومثله عن أبی ذر وكعب والحسن كان یحلف على ذلک، وحكى مثله عن ابن مسعود وأبی هریرة وأحمد بن حنبل. وحكى اصحاب المقالات عن أبی الحسن الأشعری وجماعة من أصحابه [رضی اللّٰه عنهم] أنه رآه. (مرقاة الفاتیح شرح مشكاة المصابیح، كتاب أحوال القیامة وبدء الخلق، باب رؤیة اللّٰه تعالیٰ، الفصل الثالث، ج: ۱۰، ص: ۳۲۶، ط، دار الكتب العلمیة بیروت لبنان)

عن ابن عباس: أنه رآه بعینه، هذا هو المشهور عنه، وحجته قوله تعالیٰ: (ما كذب الفؤاد ما رأىٰ. [النجم: ۱۱]). وقال عبداللّٰه بن الحارث: اجتمع ابن عباس وكعب، فقال ابن عباس: اما نحن بنو هاشم فنقول: ان محمداً رأى ربه مرتین. ثم قال ابن عباس: أتعجبون أن الخلة تكون لابراهیم، والكلام لموسىٰ، والرؤیة لمحمدﷺ وعلیهم أجمعین. قال: فكبر كعب حتى جاوبته الجبال، ثم قال ان اللّٰه قسم رؤیته وكلامه بین محمد وموسىٰ علیهما السلام، فكلم موسىٰ ورآه محمدﷺ.

وحكى عبدالرزاق ان الحسن كان یحلف باللّٰه لقد رأى محمد ربه.... وحكى ابن اسحاق أن مروان سأل أبا هریرة: هل رأى محمد ربه؟ فقال: نعم .

وحكى النقاش عن أحمد بن حنبل أنه قال: أنا أقول بحدیث ابن عباس: بعینه رآه رآه...حتى انقطع نفسه، یعنی نفس أحمد.

والى هذا ذهب الشیخ أبو الحسن الأشعری وجماعة من اصحابه: أن محمداًﷺ رأى اللّٰه ببصره وعینی رأسه. وقاله أنس وابن عباس وعكرمة والربیع والحسن. وكان=

لوجہ اللہ صدقہ کا اظہار

﴿سوال﴾ اگر صدقہ محض اللہ کے واسطے ہو مگر بدنامی بخل سے محفوظ رہنے کے لئے اظہار منظور ہو تو ثواب میں کمی تو نہ ہوگی؟

﴿جواب﴾ جو صدقہ وہبہ لوجہ اللہ ہو اس میں اجر و ثواب زیادہ ہے (۲۷) اور جو اور وجوہ کا شائبہ ہوگا اسی قدر اجر میں کمی ہوگی۔ فقط۔

دعا کرتے وقت بحق فلاں کہنا

﴿سوال﴾ دعا میں بحق رسول اللہ وولی اللہ کہنا ثابت ہے یا نہیں۔ بعض فقہاء ومحدثین منع کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟

﴿جواب﴾ بحق فلاں کہنا درست ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو تو نے اپنے احسان سے وعدہ فرمالیا

=الحسن يحلف بالله الذى لااله الاهو لقد رأى محمد ربه. (الجامع لأحكام القرآن، ج: ۸، ص: ۴۸۴، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

(وكذا فى المفهم لما أشكل من كتاب تلخيص مسلم، كتاب الايمان باب هل رأى محمد ﷺ ربه؟، ج: ۱، ص: ۴۰۱، ۴۰۲، ط، دار ابن كثير، مشق وبيروت)

(وكذا فى الكوكب الوهاج والروض البهاج فى شرح صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الايمان، باب فى ذكر الاختلاف هل رأى محمد ﷺ ربه؟، ج: ۴، ص: ۲۵۰، ط، دار طوق النجاة، بيروت لبنان)

(۲۷):وعن ميمونة بنت سعد، أنها قالت: يا رسول الله افتنا عن الصدقة؟ فقال: انها حجاب من النار لمن احتسبها يبتغى بها وجه الله عزوجل. [رواه الطبرانى فى الكبير وفى من لم اعرفه. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، ج: ۳، ص: ۱۱۱، ط، دار الكتاب العربى بيروت لبنان)

ہےاس کے ذریعے سے مانگتا ہوں مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلاں کے یہی مراد رکھتے ہیں سو اس واسطے معنی موہم اور مشابہ ہو گئے تھے لہٰذا فقہاء نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے (۲۸) تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیوں کیساتھ تشابہ ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کفار کے حقوق

﴿سوال﴾ حقوق العباد جو مسلمانوں کے گناہ ہوتے ہیں اس کا بدلہ تو یوں ہو جائے گا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دلائی جائیں گی اور درصورت نیکیاں نہ ہونے کے اس صاحب حق کے گناہ اس کو دیئے جاویں گے اگر کافر کا حق ہے تو اس صورت میں کیا معاملہ مسلمانوں کے ساتھ کیا جاوے گا؟

---

(۲۸): فی الدرمختار: (و) کره قوله (بحق رسلک وأنبیائک وأولیائک) أو بحق البیت لأنه لاحق للخلق علی الخالق تعالیٰ.

وفی الشامیة تحته: (لأنه لا حق للخلق علی الخالق) قد یقال: انه لاحق لهم وجوباً علی الله تعالیٰ. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج: ۹، ص: ۵۶۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی التاتارخانیة: وقال: ویکره أیضاً أن یقول الرجل فی دعائه: اللّٰهم انی أسئلک بحق أنبیائک ورسلک، لانه لا حق للمخلوقین علی الله. وفی الکافی: ویکره أن یقول الرجل فی دعائه بحق فلان وبحق بیت الحرام والمشعر الحرام. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الکراهیة الفصل الرابع، مسائل الدعاء، ج: ۱۸، ص: ۵۲، ط، مکتبة زکریا بدیوبند، الهند)

(وکذا فی البنایة شرح الهدایة، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مسائل متفرقه، ج: ۱۲، ص: ۲۴۸، ۲۴۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، ج: ۴، ص: ۲۲۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

﴿جواب﴾ حقوق کفار کے عوض عذاب کیا جاوے گا کہ خلاف حکم حق تعالیٰ کے کیا اور کفار کو کچھ نہ ملے گا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا ہے کہ میں مخاصمہ ذمی کافر کی تکلیف دہی میں کروں گا (۲۹)۔ کما قال واللہ تعالیٰ اعلم۔

بشریت رسول کا مطلب

﴿سوال﴾ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کس بات میں مثل ہیں کیا یہ بات ہے کہ جملہ بشریت میں حضور ﷺ ہمارے مثل ہیں صرف نبوت کا فرق ہے یا یہ کہ حضور کی بشریت ہماری بشریت سے کچھ افضل ہے اور اگر بالفرض افضل ہے تو کس قدر جیسے بڑے بھائی کا مرتبہ یا اس سے بھی کچھ کم وبیش اور جو شخص یہ کہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ہماری بشریت سے اس قدر افضل ہے کہ جیسے بڑے بھائی کا مرتبہ تو یہ قول اس کا قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نفس بشر ہونے میں مساوات ہے اگر چہ آپ کی بشریت ازکیٰ واطیب ہے اور بڑا بھائی کہنا بھی اس نفس بشریت کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ بشریت کی افضلیت ایسی ہے چونکہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو بایں رعایت تقویۃ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے نہ بایں وجہ کہ آپ کی بشریت کا فضل بڑے بھائی کے فضل کی قدر ہے اس کلمہ پر نافہموں نے غل مچادیا ورنہ بعد حق تعالیٰ کے فخر عالم کو افضل واکمل وہ خود لکھتے ہیں۔

---

(۲۹):اخرج السیوطی فی الجامع الصغیر: ''من آذی ذمیا فأنا خصمه، ومن كنت خصمه خصمته يوم القيامة''. وفی التنوير تحت هذا الحديث: سكت عليه المصنف، وقد قال مخرجه الخطيب: هذا حديث منكر بهذا الاسناد، وحكم ابن جوزی بوضعه، وقال احمد: لا أصل له، وقال: فی اللسان وليس له راوٍ غير ابن الفلاح متهم بالاختلاق.
(التنوير شرح الجامع الصغير، ج: ۱۰، ص: ۱۱، ۱۲، ط، مكتبة دار السلام رياض)

انبیاء کا علم غیب

﴿سوال﴾ زید کہتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی سے پہلے معلوم تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تہمت منافقین سے بری ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام فلاں مقام پر ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی کے پہلے یہ علم نہ تھا۔ فرمائیے کہ زید کا کہنا اور عقیدہ ٹھیک ہے یا عمرو کا اگر زید کا کہنا اور عقیدہ ٹھیک نہیں تو عمرو کو زید کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے جائز ہے یا مکروہ ہے اور مکروہ ہے تو کس قسم کی کراہت ہے؟ جواب اس کا بحوالہ کتب احادیث وروایات فقہ حنفیہ کے صاف تحریر فرمائیے۔

﴿جواب﴾ قبل نزول وحی کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور علی ہذا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ معلوم نہ تھا۔ بعد وحی کے معلوم ہوا اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو یہ اضطراب وحیرانی کیوں ہوتی پس عقیدہ عمرو کا درست ہے اور زید کا غلط ہے پس اگر عقیدہ زید کا اس سبب سے ہے کہ آپ کو حق تعالیٰ نے علم دیا تھا تو ایسا سمجھنا خطاء صریح ہے اور کفر نہیں اور جو یہ عقیدہ ہے کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدون اطلاع حق تعالیٰ کے تو اندیشہ کفر کا ہے لہٰذا پہلی شق میں امامت درست ہے دوسری شق میں امام نہ بنانا چاہئے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان کو روکے اور تاویل کرے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح محمود حسن غفرلہ المجیب مصیب محمد اسماعیل بیگ عفی عنہ الجواب صحیح
ھذا الجواب حق والحق بالاتباع حقیق سید محمد عبدالرشید محمد اسماعیل
شگفتہ محمد گل بینظیر مدرس مدرسہ امدادیہ مرادآباد الجواب صحیح محمد جان علی

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملال خاطر ہونا بوجہ اتہام منافقین کے اور جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ مجھ پر اللہ جل شانہ کا احسان ہے کہ خداوند تعالیٰ نے میری بریئت اور عصمت نازل فرمائی (۳۰) اور

---

(۳۰):ان عائشةؓ قالت: كان رسول اللهﷺ اذا أراد أن يخرج سفراً اقرع بين ازواجه. فايتهن خرج سهمها أخرج بها معه. فأقرع بيننا في غزاة غزاها فخرج سهمي=

بعداس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین متہمین کو سزا کا فرمانا (۳۱) چنانچہ ماہر علم حدیث پر روشن وہویدا ہے یہ دلیل بین ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل نزول وحی کے علم نہ تھا۔ پس قول زید کا صحیح نہیں ہے قول عمرو کا درست ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم محمد ابوالفضل عفی عنہ۔

اصاب من اجاب　　　اصاب من اجاب　　　مشہور فضل محمد امام مسجد چوکی حسن خاں مراد آباد

محمد احتشام الدین عفی عنہ　　　محمد دایم علی عفی عنہ　　　محمد احتشام مہر الدین　خادم الموحدین ۱۲۹۲ھ۔

فی الحقیقت اعتقاد عمرو صحیح ودرست ہے اور عقیدہ زید مخالف نصوص ہے اور ایک قسم کا بہتان وافتراء نسبت جناب رسالت مآب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت یعقوب علی الصلوٰۃ والسلام کے ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت فرمائے۔ فقط محمد قاسم علی عفی عنہ۔ محمد قاسم علی خلف مولانا عالم علی ۱۲۹۲ امام ومفتی شہر مراد آباد۔

چونکہ عرف میں علم یقینی ہی کو علم کہتے ہیں پس ثبوت نزول وحی پیشتر نفی علم کے لئے کافی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل وحی کے علم براءت نہ تھا چنانچہ حدیث افک سے علم کا نہ ہونا عمدہ طور سے ثابت ہے۔

=فخرجت معه بعد ما انزل الحجاب ۔ الی قوله ۔ فقام رسول اللهﷺ من يومه فاستعذر من عبدالله ابن ابی سلول فقال رسول اللهﷺ من يعذرنی من رجل بلغنی اذاه فی أهلی؟ فوالله ما علمت علی أهلی الا خيرا ۔ الی قوله ۔ فلما سری عن رسول اللهﷺ وهو يضحک فكان اول كلمة تكلم بها ان قال لي: يا عائشة، احمدی الله فقد برّء ک الله. قالت لي امي: قومي الی رسول اللهﷺ، فقلت: لا والله، لا اقوم اليه ولا احمد الا الله، فانزل الله تعالیٰ: ﴿ان الذين جاء وا بالافک عصبة منكم﴾ الآيات. فلما انزل الله هذا فی برآءتی. الخ. (رواه البخاری، كتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضا، ج: ۱، ص: ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ط، مكتبه رحمانيه لاهور)

(۳۱): وذكر القشيری عن ابن عباسؓ قال: جلد رسول اللهﷺ ابن ابیّ ثمانين جلدة، وله فی الآخرة عذاب النار. (الجامع لاحكام القرآن، ج: ۱۵، ص: ۱۶۸، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

حررہ عبدالرحمٰن کان اللہ لہ ولوالدیہ۔

فی الواقع عقیدہ عمرو نہایت صحیح و درست موافق کتاب اللہ و کتاب الرسول کے ہے اس لئے کہ جو کچھ رسول کو معلوم ہوتا ہے وہ بغیر وحی کے معلوم ہی نہیں ہوسکتا پھر زید کا کہنا کہ قبل وحی کے دونوں پیغمبر علیہما السلام کو یہ قصہ معلوم تھا بالکل خلاف عقل و نقل ہے۔ محمد ہدایت العلی عفی عنہ لکھنوی۔

نبی کو پکارنا

﴿سوال﴾ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص بغیر حاضر و ناظر جانے پکارے اور مثلاً اس قسم کے اشعار پڑھے۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم۔ ز مہجوری برآمد جان عالم۔ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ایسے اشعار میں شرک تو نہیں مگر عوام کو موجب اضلال کا ہو جاتا ہے لہٰذا کسی کے روبرو نہ پڑھے اور بایں خیال پڑھے کہ حق تعالیٰ اس میری عرض کو فخر عالم علیہ والسلام کے پیش کر دیوے فقط۔

تشہد میں صیغہ خطاب کی تبدیلی

﴿سوال﴾ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تشہد میں صیغہ خطاب السلام علیک ایہا النبی کی بجائے السلام علی النبی صیغہ غائب سے بدل لیا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے اور فتح الباری و عینی وغیرہ شراح حدیث اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے صیغہ تعلیمیہ خطاب کو بدل دیا اور پسند نہ کیا تو معلوم ہوا کہ خطاب غائب کو دیا نا جائز ہے یا اولیٰ نہیں بہر حال صلوۃ وسلام میں یا تشہد میں خطاب کا نہ کہنا افضل ہے۔ جیسا کہ صحابہ کا معمول تھا یا نہیں جیسا کہ معمول زمانہ ہے اگر نہیں ہے تو وجہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے(۳۲)۔ خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا

---

(۳۲):ثم اعلم ان الانبیاء علهیم الصلاۃ والسلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء=

ہے ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا احادیث میں آیا ہے(۳۳) تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعودؓ نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا(۳۴) تو کوئی حرج

=الا ماعلمهم اللّٰه تعالیٰ أحيانا. وذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لايعلم من فى السموات والارض الغيب الا اللّٰه. كذا فى المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلى القارى، مسئلة فى أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ۱۳۷،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

اعتقاد اینکه کسے غیر حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است.(مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاوى، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه)

وفى البحر الرائق: وفى البزازية قال علماؤنا: من قال أرواح المشايخ حاضرة تعلم تكفر. (البحر الرائق ، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ۵، ص: ۲۰۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا الخ: الفصل الثانى النوع الثانى فيما يتعلق باللّٰه تعالیٰ، ج: ٦، ص: ۳۲٦)

(۳۳):عن عبداللّٰه قال: قال: رسول اللّٰهﷺ ان للّٰه سياحين فى الارض يبلغونى من امتى السلام. (رواه سنن نسائى، كتاب السهو، باب السلام على النبىﷺ، المجلد الثانى، الجرء الثالث، ص: ۵۰، رقم: ۱۲۸۱، ط، دار المعرفة، بيروت لبنان)

وفى رواية الحنفى: قال عن النبىﷺ قال: من صلى على عند قبرى سمعته، ومن صلى نائيا ابلغته. (الجامع لشعب الايمان للبيهقى،ج:۳،ص: ۱۴۱،ط، مكتبة الرشد،الرياض)

(۳۴): حدثنا أبو نعيم: حدثنا سيف قال: سمعت مجاهداً يقول: حدثنى عبداللّٰه=

نہیں کسی مصلحت کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے دیکھو حیات فخر عالم علیہ السلام میں بھی لوگ دور دور اپنے بیوت میں اور مکہ اور بلاد بعید میں خطاب کے لفظ سے پڑھتے تھے جیسا وہاں خطاب درست تھا اب بھی کیا وجہ ہے جو حرام ہو علم غیب نہ وہاں تھا نہ یہاں بلکہ آپ کو جب بھی ملائکہ پہنچاتے تھے اور اب بھی لہٰذا صیغہ کو خطاب سے بدلنا کوئی ضرور نہیں اور اس میں تقلید بعض صحابہؓ کی ضرور نہیں ورنہ خود آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ بعد میرے انتقال کے خطاب مت کرنا بہرحال صیغہ خطاب رکھنا اولیٰ ہے کہ اصل تعلیم اس طرح ہے اور مراد بعض صحابہ کی کسی مصلحت کی وجہ سے تھی یا اجتہاد تھا یا استحباباً تھا نہ وجوباً اسی واسطے جملہ فقہاء ائمہ اربعہ کے متمذہب اس صیغہ کو نقل فرماتے ہیں (۳۵) اور تبدیل صیغہ کی ضرورت نہیں لکھتے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=بن سخبرة أبو معمر قال: سمعت ابن مسعود يقول: علمنى رسول اللهﷺ وكفى بين كفيه التشهد كما يعلمنى السورة من القرآن: التحيات لله، والصلوات والطيبات، السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، اشهد ان لااله الا الله، وأشهد ان محمدا عبده ورسوله، وهو بين ظهرانينا، فلماقبض قلنا: السلام - يعنى - على النبىﷺ. (رواه البخارى فى كتاب الاستئذان، باب الأخذ باليدين، ص: ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، رقم: ۶۲۶۵، ط، دار السلام رياض)

(۳۵):قال العلامة ابراهيم بن محمد الحلبى الحنفىؒ: فاذا رأسه من السجدة الثانية من الركعة الثانية افتراش رجله اليسرى فجلس عليها ونصب يمنا نصباً ووجه أصابعها نحو القبلة ووضع يديه على فخذيه وبسط أصابعه موجهة نحو القبلة وقرأ تشهد ابن مسعود رضى الله وهو التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لااله الا الله وأشهد ان محمدا عبده ورسوله. (ملتقى الأبحرومعه مجمع الانهر، ج: ۱، ص: ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

=

بلاعقیدہ غیب نبی کو پکارنا

﴿سوال﴾ اشعار اس مضمون کے پڑھنے۔

= (وكذا فى بحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ١، ص: ٥٦٥، ٥٦٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ١، ص: ٣٢٠، ٣٢١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وقال العلامة ابو عبدالله محمد بن محمد الرعيني المالكىؒ: ص: (وهل لفظ التشهد والصلاة على النبى سنة أو فضيلة خلاف) ش: قال فى المدونة: واستحب مالك تشهد عمر رضى الله عنه وهو التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوات لله السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، وأشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهد أن محمداً عبده ورسوله. انتهٰى. (مواهب الجليل لشرح مختصر خليل، كتاب الصلاة، فصل فى فرائض الصلاة، ج: ٢، ص: ٢٥٠، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى التوضيح شرح مختصر ابن الحاجب فى فقه الامام مالك، كتاب الصلاة، فصل فى سنن الصلاة وفضائلها، ج: ١، ص: ٣٨٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى تسهيل المسالك الى هداية السالك الى مذهب الامام مالكؒ، كتاب الصلاة، فصل فرائض الصلاة وسننها، ج: ٢، ص: ٣١٧، ط، مكتبة الامام الشافعى، رياض)

وفى كتاب الام: أخبرنا الربيع قال أخبرنا الشافعى قال أخبرنا يحيى بن حسان=

یارسول کبریا فریاد ہے
یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ
میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے

کیسے ہیں؟

=عن الليث بن سعد عن أبى الزبير المكى عن سعيد ابن جبير وطاوس عن ابن عباسؓ قال كان رسول اللّٰهﷺ يعلمنا التشهد كما يعلمنا القرآن فكان يقول التحيات المباركات الصلوات الطيبات للّٰه سلام عليك أيها النبى ورحمة اللّٰه وبركاته سلام علينا وعلى عباد اللّٰه الصالحين أشهد أن لا اله الا اللّٰه وأشهد أن محمداً رسول اللّٰه. (قال الربيع) وحدثنا يحيى بن حسان (قال الشافعى)وبهذا نقول وقد رويت فى التشهد أحاديث مختلفة كلها فكان هذا أحبها اليّ لأنه أكملها. (الام، باب التشهد والصلاة على النبىﷺ، ج: ۱، ص: ۱۱۷، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

(وكذا فى الوجيز فى فقه الامام الشافعیؒ، كتاب الصلاة، الباب الرابع فى كيفية الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۲۸، ط، دار الارقم بن ابى الارقم، بيروت لبنان)

(وكذا فى بحر المذهب فى فروع المذهب الشافعیؒ، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى المهذب فى فقه الامام الشافعیؒ، كتاب الصلاة، فصل فى التشهد، الجزء الاول، ص: ۲۶۴، ط، دار القلم دمشق)

وقال العلامة ابو محمد عبداللّٰه بن أحمد بن محمد بن قدامة الحنبلیؒ: مسألة: قال: (ويتشهد، فيقول: التحيات للّٰه والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبى ورحمة اللّٰه وبركاته السلام علينا وعلى عباد اللّٰه الصالحين اشهد ان لااله الا اللّٰه و=

﴿جواب﴾ ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرمادیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں۔ اور بعقیدۂ عالم الغیب اور فریادرس ہونے کے شرک ہیں (۳۶) اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقیدہ کو فاسد کرتے ہیں لہٰذا مکروہ ہوویں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

=أشهد ان محمدا عبده ورسوله. وهو التشهد الذى علمه النبیﷺ لعبدالله بن مسعود رضی الله عنه)

هذا التشهد هو المختار عند امامنا رحمه الله، وعليه اكثر أهل العلم من أصحاب النبیﷺ ومن بعدهم من التابعين. قاله الترمذی، وبه يقول الثوری، واسحاق، وابو ثور، وأصحاب الرأی، وكثير من اهل المشرق. (المغنی، كتاب الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۲۰، رقم المسالة: ۱۷۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا كتاب الفروع ومعه تصحيح الفروع، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۰۷، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

(وكذا فی الممتع فی شرح المقنع فی فقه الامام احمد بن حنبلؒ، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۳۷۰، ۳۷۱، ط، مكتبة الأسدی، مكة المكرمة)

(وكذا معونة أولی النهٰی شرح المنتهٰی، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۵۴، ط، مكتبة الأسدی، مكة المكرمة)

(۳۶):ثم اعلم ان الانبياء علهيم الصلاة والسلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ماعلمهم الله تعالٰی أحيانا. وذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبی عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالٰی قل لايعلم من فی السموات والارض الغيب الا الله. كذا فی المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلی القاری، مسئلة فی أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ۱۳۷، ط، دار الكتب العربية الكبری، مصر) =

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب

﴿سوال﴾ قصبہ ہذا میں ایک میاں صاحب وارد ہوتے ہیں۔ پیری مریدی کرتے ہیں مولانا افضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کے مرید خلیفہ حاجی عالم صوفی حافظ اپنے کو بتلاتے ہیں رفتہ رفتہ ان کو بزرگی کا شہرہ ہوا۔ عوام کے سامنے وعظ نصیحت فرماتے ہیں رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب تھا۔

﴿جواب﴾ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے (۳۷) اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح

= اعتقاد اینکہ کسے غیر حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاوی، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مکتبه رشیدیه)

(۳۷): قال اللّٰه تعالیٰ: قل لآ اقول لکم عندی خزآئن اللّٰه ولا اعلم الغیب. الخ. (سورة الانعام: ۵۰)

وقال اللّٰه تعالیٰ: ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوٓء. ان انا الا نذیر وّبشیر لقوم یؤمنون. (سورة الاعراف: ۱۸۸)

وقال اللّٰه تعالیٰ: فقل انما الغیب للّٰه فانتظروا انی معکم من المنتظرین. (سورة یونس: ۲۰)

عن مسروق قال: کنت متکئا عند عائشة، فقالت: یا ابا عائشة! ثلاث من تکلم بواحدة منهن فقد اعظم علی اللّٰه الفریة، قلت ما هن .... قالت ومن زعم انه (صلی اللہ علیہ وسلم) یخبر بما یکون فی غد. فقد اعظم علی اللّٰه الفریة، واللّٰه یقول: قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰه. (النمل: ۶۵) (رواه مسلم، کتاب الایمان، باب معنی=

شرک ہے(۳۸)۔فقط والسلام۔

=قول اللّٰہ عزوجل: ولقد رء اہ نزلة اخریٰ، ج: ۱، ص: ۴۴۳، ۴۴۴،۴۴۵، رقم: ۴۳۹، ط، مکتبة بشریٰ کراتشی)

عن ابی الحسین، اسمه خالد المدنی قال: کنا بالمدینة یوم عاشوراء. والجواری یضربن بالدف ویتغنین. فدخلنا علی الربیع بنت معوذ. فذکرنا ذلک لها. فقالت: دخل علی رسول اللّٰہﷺ صبیحة عرسی وعندی جاریتان تغنیان وتندبان آبائی الذین قتلوا یوم بدر. وتقولان، فیما تقولان: وفینا نبی یعلم ما فی غد. فقال: اما هٰذا، فلا تقولوه. مایعلم ما فی غد الا اللّٰہ. (رواه ابن ماجة، کتاب النکاح، باب الغناء والدف، ص: ۱۳۶، ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

وأخرج ابن مردویه عن سلمة بن الاکوع قال: کان رسول اللّٰہﷺ فی قبة حمراء اذ جاء رجل علی فرس فقال له: من انت؟ قال: انا رسول اللّٰہ. قال: متی الساعة؟ قال: غیب، وما یعلم الغیب الا اللّٰہ. قال: ما فی بطن فرسی؟ قال: غیب، وما یعلم الغیب الا اللّٰہ. قال فمتی تمطر؟ قال: غیب، وما یعلم الغیب الا اللّٰہ. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۱۱، ص: ٦٦۵)

(۳۸):ثم اعلم ان الانبیاء علهیم الصلاة والسلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمهم اللّٰہ تعالیٰ أحیانا. وذکر ان الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ. کذا فی المسایرة. (شرح فقه الاکبر للملاعلی القاری، مسئلة فی أن تصدیق الکاهن بما یخبر به من الغیب کفر، ص: ۱۳۷،ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

اعتقاد اینکه کسے غیر حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاوی، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مکتبه رشیدیه)

رحمۃ للعالمین

﴿سوال﴾ لفظ رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾ لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے فقط۔

شفاعت کبریٰ

﴿سوال﴾ شفاعت کبریٰ کا وعدہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا۔لیکن باقی اذن من جانب اللہ ہوتا ہے یا نہیں یا بدون اجازت وحکم خداوند ذوالجلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے؟

﴿جواب﴾ کوئی شفاعت بغیر اذن کے نہیں ہوسکتی من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ(۳۹).

ترجمہ:۔کون ہے ایسا جو شفاعت کرسکے اس کے پاس بدون اذن کے پس اس ذات ذوالمجد ہو الکبریا کی بارگاہ میں کسی کو جرأت زبان ہلانے کی بدون اجازت کے نہیں ہوئے گی (۴۰)۔فقط۔

---

(۳۹):(سورة البقرة: ۲۵۵)

(۴۰):واخرج عن سعيد بن جبير فى قوله: (من ذا الذى يشفع عنده). قال من يتكلم عنده الا باذنه. (الدر المنثور فى التفسير بالمأثور، ج: ۳، ص: ۱۸۸)

وفى تفسير السمرقندى: (من ذا الذى يشفع عنده) يقول: من ذا الذى يجترئ ان يشفع عنده (الا باذنه) دون أمره رداً لقولهم حيث قالوا: هم شفعاؤنا عندالله. وفى الآية دليل على اثبات الشفاعة لأنه قال: (الا باذنه) ففيه دليل على أن الشفاعة قد تكون باذنه للأنبياء والصالحين. (تفسير السمرقندى، ج: ۱، ص: ۲۲۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا اسلام

﴿سوال﴾ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مسلمان تھے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے (۴۱) حضرت امام

(۴۱):قال صاحب المرعاة: اعلم أن هذه المسالة كثر النزاع والخلاف بين العلماء فيها، فمنهم من نص على عدم نجاة الوالدين، كما رأيت فى كلام النووى، والقارى وقد بسط الكلام فى ذلک القارى فى شرح الفقه الأكبر، وفي رسالة مستقلة له. ومنهم من شهد لهما بالنجاة، كالسيوطى، وقد ألف فى هذه المسألة سبع رسائل، بسط الكلام فيها، وذكر الأدلة من الجانبين، ومن شاء رجع اليها، والأسلم، والأحوط عندى هو التوقف، والسكوت . انتهٰى كلام صاحب المرعاة .

قال الجامع عفا اللّٰه تعالٰى عنه: عندى الأولى، والأسلم الوقوف مع النصوص الصحيحة، كحديث الباب، وحديث مسلم المذكور: ان أبى وأباک فى النار، مع عدم التوسع والخوض بزيادة ما ليس فى النصوص، وأما تصحيح حديث احياء أبوى النبى صلى الله عليه وسلم، كما قال ابن حجر الهيثمى فمما لايلتفت اليه، فان جل الحفاظ من المحدثين على أنه موضوع، كما أشرت اليه فيما تقدم.

ثم ان هذه المسألة ما رأيت للمتقدمين فيها كلاما، بل انما أثارها، وتنازع فيها، وخاض غمرتها المتأخرون، من أمثال السيوطى، ومن سار على دربه فما وسع الأولين من السكوت، وعدم الخوض وترک التنازع، والتخاصم هو الصواب لمن كان حريصا على دينه، فلو كان فى هذا الخوض خير لكان المتقدمون أسبق اليه، وأحرص من المتأخرين عليه، فسلوک سبيلهم فيه السلامة فى الدنيا والآخرة، فالواجب الوقوف على ماصح عن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم، وعدم التوسع،ونصب الخلاف فيما وراءه.واللّٰه تعالٰى اعلم بالصواب=

صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے(۴۲)۔فقط۔

=والیہ المرجع والمآب. (ذخیرة العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ، کتاب الجنائز، باب زیارة قبر المشرک، ج: ۲۰، ص: ۳۶،۳۷، رقم الحدیث ۲۰۳۴، ط، دار آل بروم، المملکة العربیة السعودیة)

(۴۲):فی حاشیة الطحطاوی: وما فی الفقه الاکبر من أن والدیهﷺ ماتا علی الکفر فمدسوس علی الامام ویدل علیه أن النسخ المعتمدة منه لیس فیها شئ من ذلک قال ابن حجر المکی فی فتاواه وللوجود فیها ذلک لابی حنیفة محمد بن یوسف البخاری لا لابی حنیفة النعمان بن ثابت الکوفی وعلی تسلیم أن الامام قال ذلک فمعناه أنهما ماتا فی زمن الکفر وهٰذا لایقتضی اتصافهما به کیف واللّٰه تعالٰی یقول فی کلامه العزیز وتقلبک فی الساجدین. الخ. (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج: ۲، ص: ۸۰، ط، المکتبة العربیة کوئٹه)

وقال العلامة محمد زاهد بن الحسن الکوثری نور اللّٰه مرقدهٗ: وأما فی الفقه الأکبر روایة حماد بن أبی حنیفة عن أبیه فله شروح کثیرة....ففی بعض تلک النسخ: وأبوا النبیﷺ ماتا علی الفطرة۔و (الفطرة) سهلة التحریف الی (الکفر) فی الخط الکوفی، وفی أکثرها: (ما ماتا علی الکفر)، کأن الامام الأعظم یرید به الرد علی من یروی حدیث (أبی و أبوک فی النار) ویری کونهما من أهل النار. لأن انزال المرء فی النار لایکون بدلیل یقینی وهٰذا الموضوع لیس بموضوع عملی حتی یکتفی فیه بالدلیل الظني.

ویقول الحافظ محمد المرتضی الزبیدی شارح الأحیاء والقاموس فی رسالته (الانتصار لوالدی النبی المختار)۔وکنت رأیتها بخطه عند شیخنا أحمد بن مصطفی العمری الحلبی مفتی العسکر العالم المعمر۔مامعناه: ان الناسخ لما رأی تکرر (ما) فی=

مزارات اولیاء سے فیض

﴿سوال﴾ مزارات اولیاء رحمہم اللہ سے فیض حاصل ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کس صورت سے؟

﴿جواب﴾ مزارات اولیاء سے کاملین کو فیض ہوتا ہے(۴۳) مگر عوام کو اس کی اجازت دینی ہرگز

=(مـا مـاتا) ظن أن أحدهما زائدة فحذفها نسختہ الخاطئة، ومن الدليل على ذلک سياق الـخبـر لأن أبـا طـالـب والأبـوين لو كانوا جميعاعلى حالة واحدة جمع الثلاثة فى الحكم بـجملة واحدة لا بجملتين مع عدم التخالف بينهم فى الحكم وهٰذا رأى وجيه من الحافظ الـزبيـدى الا أنـه لـم يـكـن رأى النسخة التى فيها (ما ماتا) و انما حكى ذاک عمن رآها، وانـى بـحـمدللّٰه رأيت لفظ (ما ماتا) فى نسختين بدار الكتب المصرية قديمتين كما رأى بعض أصدقائى لفظى (ما ماتا) و (على الفطرة) فى نسختين قديمتين بمكتبة شيخ الاسلام المذكورة ــ وعـلـى الـقـارى بنى شرحه على النسخة الخاطئة وأساء الأدب سامحه اللّٰه. (العالم والمتعلم، ص: ٦، ٧، ط، المكتبة الأزهرية)

وفـى حـاشية مـنـح الـروض الأزهـر: وقـال الشيخ محمد بن ابراهيم البيجوریؒ الـمتوفى ١٢٧٦هـ: ما نقل عن أبى حنيفة فى ”الفقه الاكبر“ من ان والدى المصطفى ماتا عـلـى الـكفر فمدسوس عليه، وحاشاه أن يقول ذلک. وغلط ملا على القارى غفر اللّٰه له فـى كـلـمة شـنـيـعة قـالهـا. [تحفة المريد شرح جوهرة التوحيدص: ٦٩]. (منح الروض الأزهر شرح الفقه الأكبر، ص: ١٩٧، ط، مكتبة المدينة كراتشى)

(۴۳): واثبتـه المشائخ الصوفيه قدس اللّٰه اسرار هم وبعض الفقهاء رحمهم اللّٰه تـعـالـٰى وذلک امـر مـقدر عند اهل الكشف والكمال منهم ولا شک فى ذلک عندهم حتـى ان كثيـراً مـنهـم حـصل لهم الفيوض من الارواح وتسمى هذه الطائفة اويسية فى=

جائز نہیں ہے اور تحصیل فیض کا طریقہ کوئی خاص نہیں ہے جب جانے والا اہل ہوتا ہے تو اس طرف سے حسب استعداد فیضان ہوتا ہے مگر عوام میں ان امور کا بیان کرنا کفر و شرک کا دروازہ کھولنا ہے۔ فقط۔

اولیاء کی کرامات

﴿سوال﴾ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہست قدرت اولیاء را ازالۂ

تیر جستہ باز گرداندز راہ

اس کا کیا مطلب ہے اور اس شعر کے مصداق اولیاء اللہ ہوتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کرامت اولیاء حق ہے (۴۴) اور کرامت خرق عادت کو کہتے ہیں (۴۵) جب حق تعالیٰ چاہے اولیاء سے ایسا کرا دیوے یہی مطلب شعر کا ہے۔

=اصطلاحهم قال الامام الشافعیؒ قبر موسی الکاظمؒ تریاق مجرب لاجابة الدعاء قال حجة الاسلام محمد الغزالیؒ من یستمد فی حیاته یستمد بعد مماته..الخ. (حاشية مشکوة المصابیح، باب زیارة القبور، ص: ۱۵۴، ط،مکتبة الحرمین کانسی روڈ کوئٹه)

(۴۴): والکرامات للأولیاء حق، أی ثابت بالکتاب والسنة.(شرح فقه الاکبر للملا علی القاریؒ، بحث فی ان خوارق العادات للانبیاء والکرامات للاولیاء حق، ص: ۶۹، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

وقال العلامة التفتازانی رحمه اللّٰه تعالٰی: وکرامات الأولیاء حق. (شرح العقائد النسفیة، مسئلة کرامات الأولیاء، ص: ۳۳۸، ط، مکتبة بشریٰ کراتشی)

(۴۵): وکرامته ظهور أمر خارق للعادة من قبله، غیر مقارن لدعوی النبوة. (شرح العقائد النسفیة، مسئلة کرامات الأولیاء، ص: ۳۳۸، ط، مکتبة بشریٰ کراتشی)

فالحاصل أن الأمر الخارق للعادة بالنسبة الی النبی معجزة، سواء ظهر من قبله=

اولیاء کی کرامات

﴿سوال﴾ اولیاء کو عالم کی سیر کرانا مثلاً مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ بلا اسباب ظاہر کے یہ ممکن اور کرامات ہے یا نہیں ایسی بات کا اگر کوئی انکار کرے تو گنہگار رہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ کرامات اولیاء اللہ سے ہوتی ہے اور حق ہے کہ کرامات خرق عادت کا نام ہے اس میں کوئی تردد کی بات نہیں اس کا انکار گناہ ہے (۴۶) کہ انکار کرامت کراتا ہے اور کرامت کا حق ہونا مسئلہ اجماعی اہل سنت کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اولیاء شہداء کے عذاب قبر کا مسئلہ

﴿سوال﴾ عدم سوال مخصوص شہدائے مقتولین سے ہی ہے یا ہر قسم شہدائے سے اور اولیاء اللہ بھی بمرتبہ شہداء اور داخل تحت آیت بل احیاء عند ربھم ہیں یا نہیں کیونکہ وہ مجاہد فی النفس ہیں کہ یہ جہاد اکبر ہے۔ فقط۔

=أو من قبل آحاد أمته، وبالنسبة الى الولى كرامة لخلوّه عن دعوى النبوة. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فى ثبوت كرامات الأوليا والاستخدامات، ج: ۵، ص: ۲۴۶، ۲۴۷، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۴۶):وكرامات الأولياء حق.....وكرامته ظهور أمر خارق للعادة من قبله، غير مقارن لدعوى النبوة.....والدليل على حقيقة الكرامة ما تواتر من كثير من الصحابة ومن بعدهم، بحيث لايمكن انكاره(اى لايصح انكاره)خصوصاً الأمر المشترک، وان كانت التفاصيل آحاد. (شرح العقائد النسفية، مسئلة كرامات الأولياء، ص: ۳۳۸، ط، مكتبة بشرىٰ كراتشى)

والكرامات للأولياء حق أى ثابت بالكتاب والسنة ولاعبرة بمخالفة المعتزلة و أهل البدعة فى انكار الكرامة. (شرح فقه الاكبر للملا على القارىؒ، بحث فى ان خوارق العادات للانبياء والكرامات للاولياء حق، ص: ۷۹، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

﴿جواب﴾ اولیاء کرام بھی بحکم شہداء ہیں اور مشمول آیت بل احیاء عند ربھم (۴۷) کے ہیں (۴۸) اور سوال قبر نہ ہونا شہداء سے بندہ کو معلوم نہیں [1] مگر ہاں حدیث میں آیا ہے کہ شہید کو عذاب قبر سے امن دی جاتی ہے (۴۹) اور یہ فضیلت اولیاء عظام کے واسطے بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بڑے پیر کی کرامات

﴿سوال﴾ یہ قصے مشہور ہیں کہ جس وقت حضرت بڑے پیر صاحب کو قبر میں دفن کیا اور نکیرین آئے تو بڑے پیر صاحب نے نکیرین کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بجائے جواب دینے کے سوال کرنا شروع کئے اور نکیرین کو اس کا جواب دینا غیر ممکن تھا۔ بجبوری نکیرین نے جناب باری میں جا کر عرض کیا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا

---

(۴۷): (سورة آل عمران: ۱۶۹)

(۴۸): اخرج ابن جريرو قال حدثنا ابن حميد، قال: ثنا عباد، قال ثنا ابراهيم بن معمر، عن الحسن، قال مازال ابن آدم يتحمد حتى صار حيا ما يموت، ثم تلا هذه الآية: [ولاتحسبن الذين قتلوا فى سبيل اللّٰه امواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون]. (تفسير الطبرى، ج: ٦، ص: ۲۳۴)

(۴۹): وعن عبادة بن الصامت عن النبیﷺ مثل حديث قبله وهو هذا قال قال رسول اللّٰهﷺ ان للشهيد عنداللّٰه عزوجل ست خصال أن يغفر له فى أول دفعة من دمه ويرى مقعده من الجنة ويحلى حلة الايمان ويزوج من الحور العين ويجار من عذاب القبر ويأمن من الفزع الأكبر ويوضع على رأسه تاج الوقار الياقوتة منه خير من الدنيا وما فيها ويزوج ثنتين وسبعين زوجة من الحور العين ويشفع فى سبعين انساناً من اقاربه. [رواه احمد هكذا قال مثل ذلک، والبزار والطبرانى الا انه قال سبع خصال وهى كذلک، ورجال أحمد والطبرانى ثقات]. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج: كتاب الجهاد، باب ماجاء فى الشهادة وفضلها، ج: ۵، ص: ۲۹۳، ط، دار الكتاب العربى، بيروت لبنان)

[1]: فى الشامية: ثم ذكر أن من لايسأل ثمانية: الشهيد، والمرابط، والمطعون...الخ. (ردالمحتار على الدرالمختار، باب صلاة الجنازة، مطلب: ثمانية لايسألون فى قبورهم، ج: ۳، ص: ۸۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

ہے؟ جناب باری نے ارشاد فرمایا کہ بے شک تم اس کا جواب نہ دے سکو گے۔ اور تمہارے واسطے خوب ہوا جو اس نے تمہیں چھوڑ دیا۔ اور دوسرا قصہ یہ مشہور ہے کہ ایک عورت بڑے پیر صاحب کی خدمت میں گئی اور عرض کیا کہ میرے لڑکا نہیں ہوتا۔ بڑے پیر صاحب نے فرمایا کہ جا تیرے سات بیٹے ہونگے۔ چنانچہ اس کے سات بیٹے ہوئے حالانکہ اس کی تقدیر میں ایک لڑکا بھی نہیں تھا اور تیسرا قصہ یہ مشہور ہے کہ ہر ماہ نو قبل رویت کے بڑے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور یہ کہتا کہ مجھ میں اب کے اس قدر خدا صاحب نے نقصان رکھے ہیں اور اس قدر نفع رکھے ہیں اور چوتھا قصہ یہ مشہور ہے کہ ایک روز آپ ممبر پر بیٹھ کر وعظ فرماتے تھے یکا یک کھڑے ہو گئے اور فرمایا سب اولیاء کی گردن پر میرا قدم ہے اس وقت جس قدر اولیاء جمع تھے سب نے پائے مبارک بڑے پیر صاحب کے اپنی گردن پر رکھ لئے اور حلقہ اطاعت در گوش کیا۔ اور ایک ولی نے اس بات کا یقین نہیں کیا اور اس پر کچھ اعتراض کیا۔ ان کا حال تباہ و برباد ہو گیا اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ آپ کے نزدیک یہ قصے صحیح ہیں یا غلط اور جو علماء ایسے قصوں کو صحیح بتاتے ہیں ان کی کیا دلیل ہے اور جو علماء ان کو خلاف بتاتے ہیں ان کی کیا حجت ہے اور حضرت مخدومنا ہادینا حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر سلمہ اللہ تعالیٰ جو ضیاء القلوب صفحہ ۱۹ قرب نوافل میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اما قرب نوافل انیست کہ صفات بشریہ سالک از روئے زائل گردد و صفات حق تعالیٰ بروئے ظاہر آیند چنانچہ زندہ گرداند مردہ را و بمیر اند زندہ را باذن اللہ تعالیٰ اور قرب فرائض ایسی ہی زیادہ نعمت ہے۔ اللہ صاحب جیسے نصیب فرماویں اور حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ کہ عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہے ہو جاوے اب سائل یہ عرض کرتا ہے کہ ممکن نہیں بندہ خدا صاحب کے کسی کام میں دخل دے سکے بندہ چاہے کسی مرتبہ میں ہو بندہ ہے ہر وقت عاجز ہے مگر یہ مرتبہ قرب نوافل کا اور عارف کا حضرت بڑے پیر صاحب کو حاصل ہو گیا تھا یا نہیں اور جس شخص کو یہ مراتب حاصل ہو گئے ہوں اس سے ایسے قصوں کا وقوع ہو جانا کیوں غیر ممکن ہے اور خدا صاحب تقدیر کے خلاف کرنے پر قادر ہے یا نہیں اور کبھی کبھی بندہ پر خدا صاحب بباعث کسی عتاب یا انعام اپنے کے اس کی تقدیر کے خلاف کر دیتے ہیں یا نہیں یا خدا صاحب کسی بندہ کے حق میں کسی بندہ خاص کی سفارش مان کر یا اس کے اعمال کی وجہ سے اس کی تقدیر کے خلاف کر دیتے ہیں یا نہیں مثلاً نیک آدمی کی عمر دراز ہونا یا ظالم کی عمر کم ہونا یا بباعث

سیئات مفلسی آجانا بباعث خیرات بلاؤں کا رد ہوجانا وغیرہ وغیرہ اور حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر قصے مشہور ہیں کہ جس کو انہوں نے فرمایا کہ تو اندھا ہے تو وہ فوراً اندھا ہوجاتا اور جس کو فرمادیا کہ کیا تو مرگیا تو وہ فوراً مردہ ہی ہوگیا۔ غرض یہ ہے کہ جو کچھ وہ فرماتے تھے فضل الٰہی سے اس کا اسی طرح فوراً ظہور ہوجاتا تھا تو یہ قصے بھی صحیح ہیں یا خلاف اور وہ فرشتے کہ جن کو نکیرین کہتے ہیں ان کا مرتبہ زیادہ ہے یا اولیائے عظام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

﴿جواب﴾ بزرگوں کی حکایات اکثر جہلاء نے غلط بنادی ہیں اور اگر کوئی واقعہ صحیح ایسا ہو کہ مفہوم نہ ہووے تو شطحیات کہلاتے ہیں جس کے معنی فہم میں سے کسی کے نہیں آتے ہیں اس کو نہ قبول کرے نہ رد کرے۔ سکوت کرے اور جو امور خلاف قاعدہ شرع کے ہیں ان کو رد کرنا چاہئے یا سکوت کرے اگر مصلحت ہو اور قرب فرائض قرب نوافل کا فہم اس کے اہل کا رتبہ ہے بندہ اس سے عاری ہے باقی یہ کہ حق تعالیٰ اولیاء کی قبولیت کے واسطے اکثر دعا ان کی قبول کرتا ہے یہ ان کی کرامت ہے مردہ زندہ کرنا خود خرق عادت وکرامت ہے حق تعالیٰ ہی کرتا ہے مگر بظاہر کسی ولی نبی کا ذریعہ ہوجاتا ہے لہٰذا کرامت ومعجزہ کہلاتا ہے(۵۰)۔ فقط۔

بڑے پیر صاحب کا حضور کو کندھا دینا

﴿سوال﴾ بعض صوفی یہ کہتے ہیں کہ جس وقت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف لے گئے ہیں اس وقت بڑے پیر صاحب نے کندھا دیا اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۵۰):فالحاصل أن الأمر الخارق للعادة بالنسبة الى النبی معجزة، سواء ظهر من قبله أو من قبل آحاد أمته، وبالنسبة الى الولی كرامة لخلوّه عن دعوی النبوة. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی ثبوت كرامات الأوليا والاستخدامات، ج: ۵، ص: ۲۴۶، ۲۴۷، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(وكذا فی شرح العقائد النسفية، مسئلة كرامات الأولياء، ص: ۳۴۲، ۳۴۳، ط، مكتبة بشریٰ كراتشی)

فرمایا کہ جا اے محی الدین تیرے قدم سب اولیاؤں کی گردن پر تو اب یہ فرمائیے کہ اس کی کہیں اصل بھی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور اس کا واضع ملعون ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

منصور حلاجؒ

﴿سوال﴾ منصور کہ جن کو زمانہ امام ابو یوسف صاحبؒ میں سولی دی گئی تھی۔ ان کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں وہ کیسے تھے؟

﴿جواب﴾ منصور معذور تھے بیہوش ہو گئے تھے ان پر فتویٰ کفر کا دینا بیجا ہے ان کے باب میں سکوت چاہیئے اس وقت دفع فتنہ کے واسطے قتل کرنا ضرور تھا۔

منصور کون تھے

﴿سوال﴾ منصور کہ جن کو دار پر چڑھایا گیا تھا یہ آپ کے نزدیک ولی ہیں یا نہیں اور اگر ولی ہیں تو یہ کونسی منزل میں تھے۔ قرب نوافل میں یا قرب فرائض میں اور اگر ولی نہیں ہیں تو کس دین میں ہیں؟

﴿جواب﴾ بندہ کے نزدیک وہ ولی تھے(۵۱) اور منازل ولایت سے بندہ ناواقف ہے اور بزرگوں کے درجات کو جاننا کام میرا اور آپ کا نہیں اور کلام اپنے مرتبہ سے کرنا لازم ہے نہ اعلیٰ اپنے حال سے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵۱):فی البداية: هو الحسين ابن منصور بن محمى الحلاج أبو مغيث، ويقال ابو عبدالله، كان جده مجوسيا اسمه محمى من اهل فارس من بلدة يقال لها البيضاء، ونشأ بواسط، ويقال بتستر، ودخل بغداد وتردد الى مكة وجاور بها فى وسط المسجد فى البرد والحر، مكث على ذلك سنوات متفرقة، وكان يصابر نفسه ويجاهدها، ولايجلس الا تحت السماء فى وسط المسجد الحرام، ولايأكل الا بعض قرص و=

ہرصدی کا مجدد

﴿سوال﴾ مسئلہ ہرصدی میں مجدد کا مبعوث ہونا ثابت ہے تو اس کی معرفت اوراطاعت واجب ہوگی اس صدی میں کون مجدد ہے؟

﴿جواب﴾ مجدد ایک شخص ہوتا ہے اکثر بلکہ وہ عالم غیب میں مجموعہ علماء کا ایک شخص ہوتا ہے لہٰذا ہر وقت میں جو علماء قاطع بدعت ہوں اور محی سنت ان کا مجموعہ مراد ہے(۵۲) جو شخص بایں طرح ہو اس مجموعہ کا ایک جزو خیال کرنا چاہئے اور جن لوگوں نے ایک کو قرار دیا ہے ان کو سخت مصیبت پیش آئی ہر چند تاویلات کی گئیں تاہم درست نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=یشرب قليلا من الماء معه وقت الفطور مدة سنة كاملة، وكان يجلس على صخرة فى شدة الحر فى جبل أبى قبيس، وقد صحب جماعة من سادات المشايخ الصوفية، كالجنيد بن محمد، وعمرو بن عثمان المكى، وأبى الحسين النورى. قال الخطيب البغدادى: والصوفية مختلفون فيه، فاكثرهم نفى أن يكون الحلاج منهم، وأبى أن يعده فيهم، قبله من متقدميهم أبو العباس بن عطاء البغدادى، ومحمد بن خفيف الشيرازى، وابراهيم بن محمد النصر اباذى النيسابورى، وصححوا له حاله، ودنوا كلامه، حتى قال ابن خفيف: الحسين بن منصور عالم ربانى. وقال ابو عبدالرحمٰن السلمى۔ واسمه محمد بن الحسين۔ سمعت ابراهيم ابن محمد النصر اباذى وعوتب فى شىء حكى عن الحلاج فى الروح فقال للذى عاتبه: ان كان بعد النبيين والصديقين موحد فهو الحلاج. (البداية والنهاية، ج: ١١، ص: ١٣٢، ط، مكتبة المعارف بيروت لبنان)

(٥٢):وعنه، فيما أعلم عن رسول اللهﷺ، قال: ان الله عزوجل يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها. وفى المرقات تحت هذا الحديث: (من يجدد)مفعول يبعث (لها) أى لهذه الأمة (دينها) أى يبين السنة من البدعة، ويكثر العلم=

مردوں کا سننا

﴿سوال﴾ سماعت موتیٰ ثابت ہے یا نہیں درصورت جواز یا عدم جواز قول راجح کیا ہے اور تلقین بعد دفن ثابت ہے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا ہے (۵۳) اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا۔

=ويعز أهله، ويقمع البدعة ويكسر أهلها. قال صاحب جامع الاصول: قد تكلم العلماء فى تأويله وكل واحد أشار الى العالم الذى هو فى مذهبه وحمل الحديث عليه، والأولى الحمل على العموم فان لفظة [من] تقع على الواحد والجمع، ولايختص أيضا بالفقهاء فان انتفاع الأمة بهم وان كان كثيرا فانتفاعهم بأولى الأمر وأصحاب الحديث والقراء والوعاظ والزهاد......والأظهر عندى والله اعلم أن المراد بمن يجدد ليس شخصاً واحداً بل المراد به جماعة يجدد كل أحد فى بلد فى فن أو فنون من العلوم الشرعية ما تيسر له من الأمور التقريرية أو التحريرية، ويكون سبباً لبقائه وعدم اندراسه وانقضائه الى ان ياتى أمر الله. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثانى، ج: ١، ص: ٤٦١، ٤٦٢، رقم: ٢٤٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى البذل: وكتب مولانا محمد يحيى المرحوم فى ”التقرير“: قوله: [من يجدد لها دينها] أى نوعا منهم وأشخاصاً، فلايلزم أن يكون واحداً بالشخص...الخ. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داود، كتاب الملاحم، باب مايذكر فى قرن المئة، ج: ١٢، ص: ٣٣٧، رقم: ٤٢٩١، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(٥٣):قال الفقيه المفسر العلامة محمد شفيع العثمانى رحمه الله تعالىٰ: واعلم أن مسألة سماع الموتى وعدمه من المسائل التى وقع الخلاف فيه بين الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين. فهذا عبدالله ابن عمر رضى الله عنهما يثبت السماع للموتى،=

تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے جس پر عمل کرے درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردوں کا سننا

﴿سوال﴾ میت قبر میں سنتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اموات کے سننے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہیں بعض کے نزدیک نہیں سنتیں (۵۴)۔

صحابہ رسول کی بے ادبی

﴿سوال﴾ ایک صوفی صاحب اپنی تقریر میں حضرت عکرمہ بن ابوجہل اور حضرت ابوسفیان کو جو حضور کے وقت میں موجود تھے مردود وملعون اور دوزخی بتلاتے ہیں اور سمجھانے پر اصرار کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ تمام عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ وجدال کرتے رہے اور ہمیشہ سخت دشمن رہے حتیٰ کے اسی حال میں مرگئے ایمان اور اسلام نصیب نہیں ہوا۔

﴿جواب﴾ ابوسفیانؓ اور عکرمہؓ دونوں مسلمان ہوگئے تھے (۵۵) اور عکرمہؓ نے اسلام کے بعد

=وهذه أم المؤمنين عائشة الصديقة رضى الله عنها تنفيه. والى كل مالت طائفة من علماء الصحابة والتابعين. (احكام القرآن للتهانوى، ج:۳،ص: ۱۶۳،ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشى)

(۵۴): دیکھئے حاشیہ نمبر۵۳۔

(۵۵):صخر بن حرب بن امية بن عبدشمس بن عبدمناف الاموى ابو سفيان والد معاوية واخوته كان رئيس المشركين يوم احد ورئيس الاحزاب يوم الخندق اسلم زمن الفتح ولقى النبى صلى الله عليه وسلم بالطريق دخول مكة وشهد حنينا والطائف. (تهذيب التهذيب، ج: ۴، ص: ۴۱۱، ط، مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة الهند) =

بہت سے غزوات اور جہاد کئے اور شہید ہوئے ہیں (۵۶) اسد الغابہ میں مفصل مذکور ہے جو حضرات صحابہؓ کی

= (وکذا فی اسد الغابة فی معرفة الصحابة، ج: ۳، ص: ۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج: ۱۳، ص: ۱۱۹، ۱۲۰، ط، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان)

عکرمة بن ابی جهل واسمه عمرو بن هشام بن المغیرة بن عبداللّٰه ابن عمر بن مخزوم القرشی کان هو وابوه من اشد الناس علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ثم اسلم عکرمة یوم الفتح وحسن اسلامه. روی حدیثه ابو اسحاق السبیعی عن مصعب بن سعد عنه قال قال النبیﷺ یوم جئته مرحبا بالراکب المهاجر. (تهذیب التهذیب، ج: ۷، ص: ۲۵۷، ۲۵۸، ط، مجلس دائرة المعارف النظامیة الکائنة الهند)

عکرمة بن أبی جهل واسمه عمرو بن هشام بن المغیرة بن عبداللّٰه بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی، وکان أبو جهل یکنٰی أبا الحکم، فکناه رسول اللّٰهﷺ أبا جهل. وکان أبو جهل وابنه عکرمة بن ابی جهل من اشد الناس علی رسول اللّٰهﷺ، فقتل اللّٰه أبا جهل یوم بدر کافراً، ثم هدیٰ اللّٰه عکرمة الی الاسلام، فأسلم بعد الفتح، وحسن اسلامه. (تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج: ۲۰، ص: ۲۴۷، ط، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان)

(۵۶):قال ابو اسحاق السبیعی: نزل عکرمة یوم الیرموک، فقاتل قتالاً شدیداً، ثم استشهد، فوجدوا به بضعاً وسبعین من طعنة ورمیة وضربة. وقال عروة وابن سعد و طائفة: قتل یوم أجنادین. (سیر اعلام النبلاء، ج: ۱، ص: ۳۲۴، ط، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان) =

بےادبی کرے وہ فاسق ہے(۵۷)۔فقط۔

= وفـی اسـد الـغـابة: وله فی قتال اهل الردة اثر عظیم. استعمله ابو بکر رضی اللّٰه عـنه علی جیش، و سیرة الـی اهـل عـمان، وکانوا ارتدوا، فظهر علیهم. ثم وجهه ابو بکر ایـضـا الی الیمن، فلما فـرغ مـن قتـال اهـل الـردة سار الی الشام مجاهداً ایام ابی بکر مع جیـوش الـمسلمین، فلما عسکروا بالجزف علی میلین من المدینة، خرج ابو بکر یطوف فی معسکرهم، فبصر بخباء عظیم حوله ثمانیة افراس ورماح وعدة ظاهرة فانتهی الیه فاذا بـخباء عکرمة، فسلم علیه ابو بکر، وجزاه خیراً، وعرض علیه المعونة، فقال: لاحاجة لی فیهـا، مـعـی الـفـا دیـنـار. فـدعا له بخیر، فسار الی الشام واستشهد باجنادین. وقیل: یوم الیـرمـوک، وقیـل یوم الصفر. (اسد الغابة فی معرفة الصحابة، ج: ۴، ص: ۶۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۵۷):فی الشامیة: اقول: نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة أن الرافضی اذا کان یسـبّ الشیـخیـن ویـلـعنهما فهو کافر، وان کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع اهـ. وهذا لایستـلـزم عـدم قبـول التـوبة عـلـی ان الحکم علیه بالکفر مشکل لما فی الاختیار: اتفق الأئـمة عـلـی تـضـلیـل البـدع أجمع وتخطئتهم، وسب أحد من الصحابة وبغضه لایکون کـفـراً، لکن یضلل. الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ۶، ص:۳۷۷، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

وفـی شـرح الـعـقائد: ویکف عن ذکر الصحابة الا بخیر، لما ورد من الأحادیث الـصـحیـحة فـی مـنـاقبهم، ووجوب الکف عن الطعن فیهم، کقوله علیه السلام: لاتسبوا أصـحـابـی، فـلـو أن أحدکم ان أنفق مثل أحد ذهبا، ما بلغ مد أحدهم، ولانصیفه، وکقوله عـلیـه السلام: اکرموا أصحابی فانهم خیارکم، الحدیث، وکقوله علیه السلام: اللّٰه اللّٰه=

ازواج مطہرات اور عام عورتوں میں فرق

﴿سوال﴾ ازواج مطہرات پر حجاب فرض تھا یا واجب اور ان دونوں میں شرعا کیا فرق ہوتا ہے اور عام مؤمنات کو اور ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم برابر ہے یا فرق ہے اگر ہے تو کس وجہ سے ہے؟

﴿جواب﴾ سب کو حکم برابر ہے (٦٨) فرض کا منکر کافر ہوتا ہے اور واجب کا منکر کافر نہیں ہوتا اور فرض قطعی نص سے ثابت ہوتا ہے اور واجب ظنی سے (٦٩) فقط۔

=فی أصحابی، لاتتخذوهم غرضاً من بعدی، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فبغضی أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللّٰه تعالی، ومن آذی اللّٰه تعالی فیوشک أن یاخذه....فسبهم والطعن فیهم ان کان مما یخالف الأدلة القطعیة فکفر، کقذف عائشةؓ، والا فبدعة وفسق. (شرح العقائد النسفیة، العقائد المتعلقة بالصحابة ومن بعدهم، ص: ٣٧١، ٣٧٢،٣٧٣، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(٦٨): وفی تفسیر المأمون: والخلاصة: أمر اللّٰه تعالیٰ نبیه ﷺ أن یأمر زوجاته وبناته ــ لشرفهن فی الأمة ــ ثم یلیهن النساء المؤمنات فی الأمر، أن یدنین علیهن من جلابیبهن لیتمیزن بحجاب الفطرة والعفاف عن لباس أهل الجاهلیة والاماء. (التفسیر المأمون علی منهج التنزیل والصحیح المسنون، ج: ٦، ص: ٢١۴)

(٦٩):ورد النصوص، بأن ینکر الأحکام التی دلت علیها النصوص القطعیة من الکتاب والسنة، کحشر الأجساد مثلا، کفر، لکونه تکذیبا صریحا للّٰه تعالیٰ، ورسوله علیه السلام فمن قذف عائشة رضی اللّٰه عنها بالزنا کفر.....اذا اعتقد الحرام حلالا، فان کانت حرمته لعینه، وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر، والا فلا، بأن یکون حرمته لغیره، أو ثبت بدلیل ظنی. (شرح العقائد النسفیة، جحود الأحکام القطعیة والاستهزاء بها، ص: ٣٨٢، ٣٨٣، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

کرم اللہ وجہہ کہنے کی وجہ

﴿سوال﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر اکثر اہل سنت کرم اللہ وجہہ کا استعمال کرتے ہیں اور دیگر صحابہ کے لئے نہیں تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوارج بلفظ سوّد اللہ وجہہ اپنی خباثت سے یاد کرتے ہیں اس واسطے اہل سنت نے کرم اللہ وجہہ مقرر کیا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

روحانی زندگی

﴿سوال﴾ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں (۶۰) سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع

---

(۶۰):فی کتاب الروح: فقد کفانا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم أمر هذه المسألة، واغنانا عن أقوال الناس، حيث صرح باعادة الروح اليه، فقال البراء بن عازب: كنا فی جنازة فی بقيع الغرقد، فأتانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقعد، وقعدنا حوله، كأن على رؤوسنا الطير، وهو يلحد له، فقال: أعوذ باللّٰہ من عذاب القبر ثلاث مرات. ثم قال: ان العبد المؤمن اذا كان فی اقبال من الآخرة وانقطاع من الدنيا نزلت اليه الملائكة كأن وجوهم الشمس، فجلسوا منه مد البصر. ثم يجیء ملک الموت حتی يجلس عند رأسه، فيقول: أيتها النفس الطيبة اخرجی الی مغفرة من اللّٰہ ورضوان......قال: فتعاد روحه فی جسده، فيأتيه ملكان، فيجلسانه، فيقولان له: من ربک؟ فيقول: ربی اللّٰہ. فيقولان له: مادينک؟ فيقول: دينی الاسلام. فيقولان له: ماهذا الرجل الذی بعث فيكم؟ فيقول: هو رسول اللّٰہ....قال وان العبد الكافر....فتعاد روحه فی جسده. الخ. [رواه الامام أحمد، وأبو داؤد والنسائی وابن ماجة أوله. ورواه أبو عوانة الاسفراينی فی صحيحه]. =

میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر (۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہابیوں کے عقائد

﴿سوال﴾ وہابی مذہب یہ کون فرقہ ہے مردود ہے یا مقبول اور عقائد ان کے مذہب والوں کے مطابق اہل سنت والجماعت ہیں یا مخالف کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں باقی بندہ آپکو دعا

= وذهب الى القول بموجب هذا الحديث جميع اهل السنة والحديث من سائر الطوائف. (كتاب الروح، فصل: المسألة السادسة، وهى ان الروح هل تعاد الى الميت فى قبره الخ. ص: ۱۱۵،۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ط، دار عالم الفوائد، مكة المكرمة)

وفى شرح فقه الاكبر:واعادة الروح، أى ردها أو تعلقها الى العبد، أى جسده بجميع أجزائه أو ببعضها مجتمعة أو متفرقة فى قبره حق...الى قوله...واعلم ان أهل الحق اتفقوا على ان الله تعالىٰ يخلق فى الميت نوع حياة فى القبر قدر مايتألم أو يتلذذ. (شرح فقه الاكبر للملا على القارى، بحث فى أن عذاب القبر حق وبيان ان الروح تعاد للميت، ص: ۹۰، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

(۶۱):قال الفقيه المفسر العلامة محمد شفيع العثمانى رحمه الله تعالىٰ: واعلم أن مسألة سماع الموتى وعدمه من المسائل التى وقع الخلاف فيه بين الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين. فهذا عبدالله ابن عمر رضى الله عنهما يثبت السماع للموتى، وهذه أم المؤمنين عائشة الصديقة رضى الله عنها تنفيه. والى كل مالت طائفة من علماء الصحابة والتابعين. (احكام القرآن للتهانوى، ج:۳،ص: ۱۶۳،ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشى)

گو ہے سب امور کے لئے دست بدعا ہے۔فقط والسلام۔

فرعون کا جھوٹ

﴿سوال﴾ بعض شخص کہتے ہیں کہ فرعون جھوٹ نہ بولتا تھا۔اس کی کیا اصل ہے؟

﴿جواب﴾ فرعون کا سب مذہب جھوٹا اور باطل انا ربکم الاعلیٰ (۶۲) خود کذب صریح ہے یہ عوام کی ہفوات ہے کہ جھوٹ نہیں بولتا تھا شرک و دعویٰ ربوبیت سے زیادہ کونسا جھوٹ ہوتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خلوص دل سے توبہ کرنا

﴿سوال﴾ ہزار بار گناہ صغیرہ کبیرہ کئے اور ہزاروں بار توبہ کی ہے اور پھر قصد تھا کہ اب گناہ نہ کروں گا مگر پھر شیطان نے کرادیا۔اب پھر دل سے توبہ کرتا ہے تو قبول ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ توبہ جب خالص دل سے کرے گا قبول ہوگی خواہ کتنی ہی بار ٹوٹی ہو (۶۳)۔

---

(۶۲):(سورة النّٰزعٰت: ۲۴)

(۶۳):عن عبدالرحمن ابن أبی عمرة قال: سمعت أبا هريرة قال: سمعت النبیﷺ قال: ان عبداً أصاب ذنباً، وربما قال: أذنب ذنباً. فقال: رب اذنبت ذنباً، وربما قال: اصبت فاغفرلی۔فقال ربه: أ علم عبدی ان له ربا يغفر الذنب ويأخذ به؟ غفرت لعبدی، ثم مكث ماشاء اللّٰه، ثم أصاب ذنباً. أو أذنب ذنباً. فقال: رب أذنبت ۔أو أصبت آخر ــ فاغفره. فقال: أ علم عبدی أن له ربا يغفر الذنب ويأخذ به؟ غفرت لعبدی، ثم مكث ماشاء اللّٰه ثم أذنب ذنباً ۔وربما قال: أصاب ذنبا ۔قال: قال رب أصبت ۔أو أذنبت آخر ــ فاغفره لی. فقال: أ علم عبدی أن له ربا يغفر الذنب، ويأخذ به؟ غفرت لعبدی۔ ثلاثا ــ فليعمل ماشاء. وفی عمدة القاری تحت هذا الحديث: ''فليعمل ماشاء'' معناه:=

بیوہ عورت کا نکاح نہ کر کے عبادت کرنا

﴿سوال﴾ مسئلہ عورت جو بیوہ ہو دوسرا نکاح نہ کرے اور عبادت اور پرہیز گاری میں رہے عنداللہ اس کو اجر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عورت بیوہ اگر نکاح نہ کرے اور عبادت میں مصروف رہے تو عبادت اور ثواب اس کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اہل قبور سے دعا کرنا

﴿سوال﴾ دعا کرنا اہل قبور سے ممنوع ہے جیسا کہ ایضاح الحق میں مولانا شہید مرحوم شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں و نیز بحکم رئیس العلماء حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کہ استمداد بمعنی طلب دعاء از اموات از جنس بدعات شمردہ باوجود آنچہ صاحب استیعاب روایت کردہ کہ درزمان حضرت عمرؓ اعرابی طلب دعا استسقاء از مزار مبارک جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نمود پس باوجود تحقیق این امر مذکور درآن قرن بنابرآن کہ مروج درآن قرن نگردیدہ از بدعات شمردہ اندالخ اور مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم بھی اربعین میں فرماتے ہیں وحق آنست کہ انکار فقہاء عام است ازآنکہ استمداد از قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشان ہمہ جائز نیست۔ یا جائز ہے اگر جائز ہے تو جواز مع دلائل مفصل کے ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾ قبور سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحب قبر اس طرح میرا کام کردے تو یہ تو حرام اور

=مادمت تذنب فتتوب غفرت لک. وقال النووی فی الحدیث: ان الذنوب ولو تکررت مائة مرة بل ألفاً وأکثر وتاب فی کل مرة قبلت توبته، أو تاب عن الجمیع توبة واحدة صحت توبته. (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالیٰ: یریدون ان یبدلوا کلٰم اللّٰہ."الفتح:۱۵"، ج: ۲۵، ص: ۲۴۵، رقم: ۷۵۰۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

شرک بالاتفاق ہے(۶۴)اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دعا کرو تو اس باب میں اختلاف ہے منکرین سماع اس کو لغو نا جائز کہتے ہیں اور مجوزین سماع جائز جانتے ہیں (۶۵)اور یہی بندہ نے پہلے سائلین کے جواب میں لکھا ہے۔بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہوں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شرافت نسبی

﴿سوال﴾ شرافت نسبی کو زیادتی ثواب عمل میں کچھ دخل ہے یا نہیں مثلاً سید اور جاہل دونوں تقویٰ اور طہارت میں مساوی ہوں تو سید کی بوجہ سیادت کے عنداللہ کچھ زیادہ قربت مل سکتی ہے یا نہیں اور یہ آیت ومن یقنت منکن للہ ورسولہ الخ.(۶۶) سے اس کا ثبوت ہوتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عمل میں سب برابر ہیں نسب کو دخل نہیں زیادات ثواب اخلاص سے ہے۔فقط۔

---

(۶۴):قال العلامة ابو الفضل محمود الالوسی البغدادی رحمه الله تعالیٰ: ان الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالىٰ من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل: ياسيدی فلان أغثنی، وليس ذلک من التوسل المباح فی شیء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلک، وأن لايحوم حول حماه، وقد عده أناس من العلماء شركاً، وان لايكنه، فهو قريب منه.(روح المعانی،[المائدة: ۳۵]،ج:۶،ص: ۱۲۸،ط، دار أحياء التراث العربی بيروت لبنان)

(۶۵):می گوید ای فلان از خداوند بخواه که فلان کار مرا و مقصد مرا بر آورد کن، این صورت بر مسأله ی سماع است، پس کسانی که سماع موتی را قائل اند این را روا می دارند، ونافیان سماع این را ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، كتاب العقائد، باب مايتعلق بالانبياء والصلحاء، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ط، کتب خانه ملی ایران)

(۶۶):(سورة الاحزاب: ۲۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک مٹی میں ملنے کا مطلب

﴿سوال﴾ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶۱ مطبوعۃ فاروقی میں حدیث نقل فرماتے ہیں ابوداؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیا جائے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں تو دیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں وہ اپنے راجہ کو سو تم بہت زیادہ لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو سو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے گا تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کر۔ف یعنی میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔تو کیا سجدہ کے لائق ہوں الخ تو یہاں پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ مٹی میں ملنے سے کیا مراد ہے اور مخالفین یہاں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صاحب کے نزدیک انبیاء کا جسد زمین میں مل جانا ثابت ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے مفصل ارقام فرمایئے؟

﴿جواب﴾ مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کے ساتھ خلط ہو جاوے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک زمین ہی بن جاتی ہیں۔دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا یعنی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں اور جسد انبیاء علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہیں۔ چونکہ مردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردہ کی مٹی سے جسد۔مع کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا۔اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنات کا تکلیف دینا

﴿سوال﴾ جنات کا سر پر آنا اور ستانا کہیں شیخ سدو دا اللہ بخش وغیرہ مشہور ہیں اور تکالیف پہنچاتے ہیں اور خبیث بھوت وغیرہ بھی ان کو کہتے ہیں ان امور کی شرعاً کچھ اصل معتمد بھی ہے یا واہی ہی باتیں ہیں مفصل ارقام فرمادیں؟

﴿جواب﴾ شیخ سدو اور اللہ بخش دونوں جن ہیں لوگوں کو ستاتے ہیں خبیث بھوت۔ پری دیو۔ جن۔آسیب ایک چیز کا نام ہے سر چڑھنا اور تکلیف دینا جنات کا حق ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظ

﴿۱﴾ امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اس عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہیں اور علمائے امت کا بھی یہی عقیدہ ہے مثلاً فرعون پر ادخال نار کی وعید ہے مگر ادخال جنت فرعون پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اس کو نہ دیوے گا۔اور یہی مسئلہ مبحوث اس وقت میں ہے بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہیں اس کو اعدا نے دوسری طرح پر بیان کیا ہوگا۔اس وقت اور عدم ایقاع کو امکان ذاتی و ممتنع بالغیر سے تعبیر کرتے ہیں۔فقط والسلام۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

کتاب البدعات

مجلس میلاد کی ابتداء

﴿سوال﴾ محفل میلاد شریف وقیام وعودلوبان سلگانے فرش وچوکی بچھانے وتاریخ معین کرنے وغیرہ بہ ہیئت مشہورہ ومروجہ اس زمانہ میں آیا اس طریقہ سے محفل میلاد جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس دلیل سے دلیل ادلہ اربعہ سے ہو بینوا توجروا؟

﴿جواب﴾ یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین علیہ الرحمۃ میں نہیں ہوئی اس کا ایجاد بعد چھ سال کے ایک بادشاہ نے کیا(۱) اس کو اکثر اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں لہٰذا یہ مجلس بدعت ضلالہ ہے اس کے عدم جواز میں صاحب مدخل وغیرہ علماء پہلے بھی لکھ چکے ہیں(۲) اور اب بھی بہت رسائل فتاویٰ طبع ہو چکے ہیں زیادہ دلیل کی حاجت

---

(۱):فی معارف السنن: قال الشیخ: وله کتاب ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' أثبت فیه طریقة محفل المیلاد الرائج الیوم فی البلاد، ولم یکن یلیق بالمحدث أن یؤلف فی مثل هذه البدعة، وانما أحدثها صوفی فی عهد الملک ''اربل'' سنة ستمائة ولم یکن له أصل فی الدین.(معارف السنن شرح جامع الترمذی، ج:۴،ص: ۴۳۷،ط، ایجو کیشنل بریس کراتشی)

(۲): فی المدخل: ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع أعتقادهم أن ذلک من أکبر العبادات واظهار الشعائر مایفعلونه فی شهرربیع الاول من المولد وقد احتوی علی بدع ومحرمات جملة...الخ. (المدخل لابن الحاج، فصل فی المولد، ج: ۲، ص: ۲، ط، مکتبة دار التراث، القاهرة)

سئل نفع اللّٰه به: عن حکم الموالد والأذکار التی یفعلها کثیر من الناس فی=

نہیں عدم جواز کے واسطے یہ دلیل بس ہے کہ کسی قرون خیر میں اس کو نہیں کیا زیادہ مفاسد اس کے دیکھنے ہوں تو مطولات فتاویٰ کو دیکھ لیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد ۱۳۰۱۔ الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ خلیل احمد

مجلس مولود مجلس خیر و برکت ہے درصورتیکہ ان قیودات مذکورہ سے خالی ہو فقط بلا قید وقت معین وبلا قیام وبغیر روایت موضوع مجلس خیر و برکت ہے صورت موجودہ جو مروج ہے بالکل خلاف شرع ہے اور بدعت ضلالۃ ہے هكذا سمعت من ابى مولانا الحاج المحدث السهارنفورى المولوى احمد على برد الله مضجعه وبهذا افتى مولانا المرحوم محمد خليل الرحمٰن مدرس مدرسه اسلاميه سهارنفور. محمد خليل الرحمٰن مجلس میلاد شریف بہیئت معلومہ مروجہ لاریب بدعت وممنوع فقط۔

=هذا الزمان هل هى سنة أم فضيلة أم بدعة؟....فأجاب بقوله: الموالد والأذكار التى تفعل عندنا اكثرها مشتمل على خير كصدقة وذكر وصلوة وسلام على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومدحه، وعلى شربل شرور لولم يكن منها الا رؤية النساء للرجال الأجانب، وبعضها ليس فى شر لكنه قليل نادر، ولاشك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع شىء من الشر فيما يفعله من ذلك فهو عاص آثم وبفرض أنه عمل فى ذلك خيراً، فربما خيره لايساوى شره...الخ. (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيثمىؒ، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار وصلاة التراويح مطلوب مالم يترتب عليه شر والا فيمنع منه، ص: ۲۱۱)

قال العلامة الفقيه عزيز الرحمٰن العثمانى رحمه الله تعالىٰ: والاحتفال بذكر الولادة الشريفة ان كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر اذكاره ﷺ. (امداد الفتاوى، كتاب العقائد والكلام، ج:۶،ص: ۳۱۲،ط، مكتبه دارالعلوم كراچى)

بندہ عزیز الرحمٰن دیوبندی عفی عنہ توکل علی العزیز الرحمٰن الجواب صحیح بندہ احمد عفی عنہ خلف مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم اسمہ احمد اصاب المجیب محمد حسن عفی عنہ محمد حسن **لاشک ان انعقاد هذا المجلس المخترع ضلالة ویذم جاعلها بذم البدعات.**

فقیر محمد حسین دہلوی محمد اسماعیل ۱۳۰۴ سید محمد ابوالحسن یقال لہ ابراہیم سید محمد عبدالسلام غفرلہ ۱۳۹۹

الجواب صحیح نبیرہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی۔

جواب صحیح ہے اور یہ مولود مروجہ بدعت ہے چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں ارقام فرماتے ہیں عبارتہ ہکذا اگر فرضاً حضرت ایشان درین آوان در دنیا زندہ بودے واین مجلس واجتماع کہ منعقد میشد آیا این امر راضی میشدند واین اجتماع را مے پسندیدند یانہ یقین فقیر آن ست کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودہ ند بلکہ انکار می نمودند مقصد فقیر اعلام بود قبول کنید یانہ کنید فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مروجہ مجلس میلاد

﴿سوال﴾ مروجہ مجلس میلاد بدعت ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ مجلس مولود مروجہ بدعت ہے (۳) اور بسبب خلط امور مکروہہ کے مکروہ تحریمہ ہے اور

---

(۳): فی المدخل: ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع أعتقادهم أن ذلک من أکبر العبادات واظهار الشعائر مایفعلونه فی شهر ربیع الاول من المولد وقد احتوی علی بدع ومحرمات جملة...الخ. (المدخل لابن الحاج، فصل فی المولد، ج: ۲، ص: ۲، ط، مکتبة دار التراث، القاهرة)

لا أعلم لهٰذا المولد أصلاً فی کتاب ولاسنة ولاینقل عمله عن أحد من العلماء الأئمة الذین هم القدوة فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین، بل هو بدعة أحدثها البطالون شهوة نفس اعتنی بها الأکلون. (الجنة لأهل السنةدهلی ۱ ۲۰، بحواله کتاب النوازل، ج: ۱، ص: ۵۵۴، ط، المرکز العلمی لال باغ مراد آباد، هند)

قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے اورامردلڑکوں کا پڑھنا راگ میں بہ سبب اندیشہ وہیجان فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے(۴) معہذا مشابہ بفعل ہنود ہے اورتشبہ غیرقوم کے ساتھ منع ہے(۵) ایصال ثواب بدون اس ہیئت درست ہے(٦) اورجس ضیافت میں امور غیرمشروع ہوں وہاں جانا بھی ناجائز ہے(۷)

(۴):فی البزازية: ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث. وبعد الأسبوع ونقل الطعام الى القبر فى المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الاخلاص.(ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة،مطلب فى كراهة الضيافة من أهل الميت، ج:۳،ص: ۱۴۸،ط، دار عالم الكتب، رياض).انتهٰى.

(۵):عن ابن عمر قال : قال رسول اللّٰه ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبوداؤد، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة،ص: ۵٦۹، رقم: ۴۰۳۱،ط، دارالسلام، رياض).

(٦):فى مراقى الفلاح: فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من انواع البر ويصل الى الميت.

وقال الشيخ احمد الطحطاوى رحمه اللّٰه تعالٰى تحته: (فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة) سواء كان المجعول له حياً، أو ميتاً من غير أن ينقص من أجره شىء. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة،باب أحكام الجنائز، فصل فى زيارة القبور، ص: ٦۲۱، ٦۲۲،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۷)وعن سفينة: أن رجلاً ضاف علىؓ ابن أبى طالب، فصنع له طعاماً فقالت فاطمةؓ: لو دعونا رسول اللّٰه ﷺ فأكل معنا، فدعوه، فجاء، فوضع يديه على عضادتى الباب، فرأى القرام قد ضرب فى ناحية البيت، فرجع. فقالت فاطمةؓ: فتبعته، فقلت: يا=

اور جس کا مال حرام ہے خواہ فاحشہ ہو یا مرد مسلم اس کے ہاتھ بیع کرنا اس مال حرام کے عوض حرام ہے(۸) کہ کل کو حرام کر دیتا ہے اگر اچھے مال سے خرید کر لے درست ہے فقط والسلام۔

=رسول اللہ ﷺ ما ردک؟ قال: انہ لیس لی أولنبی أن یدخل بیتاً مزوقاً. رواہ احمد وابن ماجہ. وفی المرقات تحت ھذا الحدیث: وفیہ تصریح بأنہ لایجاب دعوۃ فیھا منکراً اھـ. (مرقات المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمۃ، الفصل الثانی، ج: ٦، ص: ٣٤٣، رقم: ٣٢٢١، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

وفی الھندیۃ: ومن دعی الی ولیمۃ فوجد ثمۃ لعبا أو غناء فلابأس أن یقعد ویأکل فان قدر علی المنع یمنعھم وان لم یقدر یصبر وھذا اذا لم یکن مقتدی بہ أما اذا کان ولم یقدر علی منعھم فانہ یخرج ولایقعد ولو کان ذلک علی المائدۃ لاینبغی أن یقعد وان لم یکن مقتدی بہ وھذا کلہ بعد الحضور و أما اذا علم قبل الحضور فلایحضر. (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج: ۵، ص: ٣٤٣)

(۸): فی الدرالمختار: الحرام ینتقل، فلو دخل بأمان وأخذ مال حربی بلارضاہ و أخرجہ الینا، ملکہ، وصح بیعہ، لکن لایطیب لہ ولا للمشتری منہ..... وفی حظر الأشباہ: الحرمۃ تتعدد مع العلم.

وفی الشامیۃ تحتہ: قولہ: (الحرمۃ تتعدد الخ) نقل الحموی عن سیدی عبدالوھاب الشعرانی أنہ قال فی کتابہ المنن: وما نقل عن بعض الحنفیۃ من أن الحرام لایتعدی ذمتین. سألت عنہ الشھاب بن الشلبی، فقال: ھو محمول علی ما اذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلاً یأخذ من أحد شیئاً من المکس، ثم یعطیہ آخر، ثم یأخذ من ذلک الآخر آخر، فھو حرام. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الحرمۃ تتعدد، ج: ۷، ص: ٣٣٠، ٣٠١، ط، دار عالم الکتب ریاض)

مجلس مولود وعرس جس میں خلاف شرع امور نہ ہوں

﴿سوال﴾ مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عقد مجلس مولود اگر چہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام وتداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں وعلی ہذا عرس کا جواب ہے بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت میں منع ہو گئیں مجلس عرس ومولود بھی ایسا ہی ہے (۹)۔

---

(۹):سئل نفع اللّٰہ به: عن حكم الموالد والأذكار التی یفعلها كثیر من الناس فی هذا الزمان هل هی سنة أم فضیلة أم بدعة؟....فأجاب بقوله: الموالد والأذكار التی تفعل عندنا اكثرها مشتمل علی خیر كصدقة وذكر وصلوة وسلام علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم ومدحه، وعلی شربل شرور لولم یكن منها الا رؤیة النساء للرجال الأجانب، وبعضها لیس فی شر لكنه قلیل نادر، ولاشك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح، فمن علم وقوع شیء من الشر فیما یفعله من ذلك فهو عاص آثم وبفرض أنه عمل فی ذلك خیراً، فربما خیره لایساوی شره...الخ. (الفتاوی الحدیثیة لابن حجر الهیثمیؒ، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار وصلاة التراویح مطلوب مالم یترتب علیه شر والا فیمنع منه، ص: ۱۱۲)

لایجوز مایفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السراج والمساجد علیها، ومن الاجتماع بعد الحول كالأعیاد ویسمونه عرساً. (تفسیر مظهری، سورة آل عمران تحت آیت: ۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفین)

فیجب أن یحذر مما یفعلون علی رأس السنة من موته، ویسمونه حولاً، فیدعون=

بدون تجدید نعمت حقیقی کے سرور وفرحت کا اعادہ

﴿سوال﴾ اعادہ کرنا سرور فرحت کا بدون تجدید نعمت حقیقی کے آیا جائز ہے یا نہیں اور یہ دلائل جو مجوزین مولود زمانہ پیش کرتے ہیں مثل صوم عاشورہ کہ شکریہ وموافقت حضرت موسیٰ علیہ السلام میں رکھا گیا تھا

=الأكابر والأصاغر، ويعدون ذلک قربة، وهى بدعة ضلالة، لأن التصدق لم يختص بيوم دون يوم، ولاتصح الا على الفقراء والمحتاجين، وقد زاد بعضهم فى جهله وهم المشايخ الذين ليس لهم الا جمع حطام الدنيا، لأنهم يجمعون بعض أحوال الميت فى كتاب ويسمونه مناقب، ثم اذا حضرالناس المدعوون، جىء برجل حسن الصوت فهو يأخذ تلک النسخة فى يده ويقرأها قرأةً مثل قرأةالمولود، وقد ورد النهى عن مثل هذا صراحةً، ثم يختمون القرآن ويمد لهم سماط، وليس هذا الا بدعة ضلالة لم يفعلها رسول اللهﷺ ولا أصحابه من بعده ولا أتباعهم من بعدهم بل لم يوجد لذلک أثر الى القرن الثامن كما يظهر من تتبع القوم، وهذا خصوصات المشايخ، فانهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء الله وبذكره تنزل الرحمة، ولوسلم أنه من أولياء الله، فهل ذكر اولى بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة ؟حاشا؛فان الرحمة، لاتنزل الاباتباع السنة السنية، فان البدع فهى تنزل الغضب والنقمة.عافانا الله واياكم من غضبه وسخطه. ولو كان هذه الخرافات نزل بها الرحمات لما غفل عنه أكابر المتقدمين من الأئمة الأعلام، وليس غرض هؤلاء المتصوفة الا طلب الشهرة والافتخار بابائهم وأجدادهم أنهم كانوا على هذه المراتب، وأن لهم كرامات عظيمة وكذا وكذا، حتى أن السامع يعتقد فيهم فيدخل فى سلكهم، ومتى دخل فى طريقهم أفقروه فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة. وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، وماعرفت له أصلاً، فان العرس انما يكون فى الزواج، ومع ذلک فهذه الأحوال والأعراس لاتكاد تخلو من ارتكاب المحرمات فضلاً عن=

اوراب تک جاری ہےصوم دوشنبہ کو بوجہ یوم ولادت ویوم نزول قرآن شریف میں رکھا گیا تھااوراب تک جاری اور مثل اعادہ عقیقہ کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت کے کیا تھا حالانکہ آپ کے کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ کا عقیقہ کر چکے تھے، لہٰذا روایات مذکور سے اثبات اعادہ سرور ہوتا ہے یا نہیں اور نیز روایت عقیقہ صحیح ہے یا ضعیف ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ اس کا جواب مفصل جدید مستقل رسالہ بنتا ہے اس کی تحقیق اور جواب براہین قاطعہ میں دیکھو فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکہ معظّمہ میں مجلس میلاد

﴿سوال﴾ فیوض الحرمین میں شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ وكنت قبل ذٰلک بمكة المعظمة فی مولد النبیﷺ فی یوم ولادته والناس یصلون على النبیﷺ یذکرون ارهاصاته التی ظهر فی ولادته ومشاهده قبل بعثته فرأیت انوارً سطعت دفعةً واحدة لااقول انی ادرکتها ببصر الجسد ولااقول ادرکتها ببصر الروح فقط واللّٰه اعلم کیف کان الامر بین هذا وذاک فتاملت تلک الانوار فوجدتها من قبل الملائکة الموکلین بامثال هذه المشاهد وبامثال هذه المجالس ورأیت یخالط انوار الملائکة انوار الرحمة.

عبارت مذکورہ میں جواز استحسان شرکت مجلس یوم ولادت وذکر وقائع ولادت ومشاہدہ انوار ملائکہ

=المکروهات، فان أهل الهند لهم الید الطولیٰ فی ذلک. قاتلهم اللّٰه. فانهم یطوفون بقبر الولی الذین یعتقدون فیه ویظنون أنه هو المتصرف فی الکون، وأن الانسان اذا تمسک بهذه، فلاحاجة له بالصلوٰة والصیام، وأکثر ما غلوا فی ذلک أتباع سیدنا عبدالقادر الجیلانی رحمه اللّٰه تعالیٰ ونفعنا ببرکاته، فانه. معاذ اللّٰه. أنی یرضٰی بتلک الکفریات اللتی یعتقدونها.(تبلیغ الحق،ص: ۸۹۷،بحواله فتاوی محمودیه، ج: ۳، ص: ۲۲۴، ۲۲۵)

ثابت ہوتا ہے اور اس سے جواز مولود زمانہ پر حجت لائی جاتی ہے لہٰذا یہ حجت لانا ان کا درست ہے یا نہیں مع مطلب عبارت مذکورہ کے ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾ فیوض الحرمین میں حاضری مولد النبی ہیں کہ مکان ولادت آپ علیہ السلام کا ہے لکھا ہے وہاں ہر روز زیارت کے واسطے لوگ جاتے ہیں یوم ولادت میں بھی لوگ جمع تھے اور صلوٰۃ وذکر کرتے تھے نہ وہاں تداعی سے اہتمام طلب کے تھے نہ کوئی مجلس تھی بلکہ وہاں لوگ خود بخود جمع ہوکر کوئی درود پڑھتا تھا کوئی ذکر معجزات کرتا تھا نہ کوئی شیرینی نہ چراغ نہ کچھ اور نفس ذکر کو کوئی منع نہیں کرتا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجلس میلاد

﴿سوال﴾ بلا مقرر کئے دن کے میلاد مبارک پڑھنا اور بلا راگ یا راگنی کے نظم پڑھنا جس میں مزامیر نہ ہووے اور اس نظم میں سوائے تعریف سچی کے اور کوئی کلمہ یا صنم یا کنھیا وغیرہ کا نہ ہووے اور تعظیم وقت ولادت کے کھڑا ہونا اس خیال سے کہ وقت پیدا ہونے نبی ﷺ کے ملائکہ مقربین کھڑے ہوئے تھے اور ستارے جھک گئے تھے اور ایام شیر خوارگی میں چاند آپ سے باتیں کرتا تھا اور پیدا ہوتے وقت بعض دریا خشک اور بعض جاری ہوگئے تھے اور دیوان خانہ نوشیرواں بادشاہ کا جس کے کنگورے گر گئے تھے دہشت سے اور شیاطین خوف سے پہاڑوں میں جا چھپے تھے اور طرح طرح کی کرامتیں ظاہر ہوئی تھیں جس کی روایتیں معتبر موجود ہیں۔ اگر کھڑا ہوجاوے تو کیسا ہے اور بایں خیال کہ ذرا سے حاکم کو دیکھ کر سب آدمی کھڑے ہوجاتے ہیں اور ہفتہ میں دو مرتبہ حضرت کو خبر پہنچتی ہے کہ فلاں امتی نے ایسا کیا۔ آپ کو حیات النبی جان کر تعظیم کرنا پیدائش کے ذکر پر جائز ہے یا نہیں؟ اور سنا ہے کہ آپ کے پیر صاحب حاجی امداد اللہ صاحب بھی مولود سنتے ہیں جواب تفصیل سے فرمایئے۔

﴿جواب﴾ مجلس مولود کا ذکر براہین قاطعہ میں دیکھو اور حجت قول وفعل مشائخ سے نہیں ہوتی بلکہ قول وفعل شارع علیہ السلام سے اور اقوال مجتہدین رحمہم اللہ سے ہوتی ہے حضرت نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں جب ان کے سلطان پیر نظام الدین قدس سرہٗ کے فعل کی حجت کوئی لاتا کہ وہ ایسا کرتے ہیں تم

کیوں نہیں کرتے تو فرماتے کہ فعل مشائخ حجۃ نباشد۔ اوراس جواب کو حضرت سلطان الاولیاء بھی پسند فرماتے تھے لہٰذا جناب حاجی صاحب سلمہ اللہ کا ذکر کرنا سوالات شرعیہ میں بیجا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجلس میلاد کو جائز جاننا

﴿سوال﴾ جو شخص مجالس غیر مشروعہ میں شریک ہووے اور مال خرچ کرے اوراس کو مستحسن اور حلال جانے کہ جن کی حرمت نص صریحہ سے ثابت ہے مثل ناچ ومزامیر ومجالس عرس وروشنی وغیرہ منکرات کثیرہ تو ایسا شخص فاسق ہوگا یا کافر؟ کیونکہ افعال ممنوعہ حرام کو حلال جانتا ہے۔

﴿جواب﴾ ایسا شخص فاسق ہے کافر کہنے سے زبان بند رکھنا چاہیے اور فعل مسلم کی تاویل کر کے اسلام سے خارج نہ کرے جہاں تک ہوسکے۔ ولانکفر احدا من اھل القبلۃ ائمہ مجتہدین فرما گئے ہیں (۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالہ مأتہ مسائل سے میلاد شریف کی اباحت

﴿سوال﴾ اس عبارت مأتہ مسائل سے انعقاد مجلس مولود کا اثبات کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ وقیاس عرس بر مولود غیر صحیح ست۔ زیرا کہ در مولود ذکر ولادت خیر البشر ست وآن موجب فرحت وسرور ست ودر شرع اجتماع برائے فرحت وسرور کہ خالی از منکرات وبدعات باشد آمدہ الخ۔

﴿جواب﴾ اس عبارت سے نفس ذکر ولادت کی اباحت وسرور کا جواز معلوم ہوتا ہے نفس ذکر ولادت مندوب ہے (۱۱) اس میں کراہت قیود کے سبب آئی ہے۔ خلاف عرس مروج کے کہ وہ قیود کا ہی نام

---

(۱۰): (شرح فقه الاكبر للملا على القاریؒ، مسئلة استحلال المعصية ولو صغيرة كفر، ص: ۱۴۱، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

(۱۱):قال العلامة الفقيه عزيزالرحمٰن العثمانی رحمه اللّٰه تعالىٰ: والاحتفال بذكر الولادة الشريفة ان كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر=

ہے اگر اس وقت میں مجلس مولود ایسے حال پر ہوتی جیسے اب ہوتی ہے تو آپ مثل عرس کے اس کو بھی حرام لکھتے۔ اس وقت میں یہ مجلس نہیں ہوتی تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ معہذا وہ خود بدعت لکھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجلس میلاد میں حضور کا تشریف لانا

﴿سوال﴾ زید دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت ﷺ مجلس مولود شریف میں تشریف لے گئے اور آپ نے اجازت دی۔ اور آپ کے زمانہ میں یہ مجلس ہوئی۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے دودھ اور چھوارے پر فاتحہ اپنے فرزند ابراہیم کی دی اور عمرو کہتا ہے کہ یہ بات محض جھوٹ ہے۔ کسی کتاب حدیث اور فقہ معتبر سے ثابت نہیں۔ اللہ کی لعنت ہے جھوٹوں پر اگر یہ بات ثابت ہو جاوے تو میں اپنے کہنے اور اعتقاد سے توبہ کرونگا۔ اور زید بھی یہی کہتا ہے کہ اگر یہ بات ثابت نہیں ہوئی تو میں اپنے عقیدہ اور قول سے توبہ کرونگا اس واسطے علمائے دین سے سوال ہے کہ جو کچھ حق ہو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کتب معتبرہ سے اس کا جواب لکھیں۔

﴿جواب﴾ زید جھوٹا ہے اور یہ بات کسی معتبر کتاب میں نہیں لکھی زید کو چاہیے کہ ایسی بات سے توبہ کرے اور اگر کسی عالم بے دین سے ایسی بات سنی ہو تو اس کی صحبت میں نہ بیٹھے اور دوسری بات جو زید نے کہی وہ بھی جھوٹ ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے بے دین کو سمجھا دیں اور اگر پھر بھی توبہ نہ کرے تو اس کی ملاقات سے پرہیز کریں اور کسی کتاب سے کہ قابل اعتبار ہو یہ بات ثابت نہیں اور عمرو دونوں مسئلوں میں سچا ہے۔ اور اس کی بات بھی ٹھیک ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین — حفیظ اللہ بس حسبنا اللہ — خواجہ فقیر ضیاء الدین — منصور ہست از احمد — قول المجیب حق احق بالاتباع — فقیر محمد حسن، سید امیر حسین ۱۲۸۴ — سید امیر احمد نقوی ۱۲۸۳

جواب صحیح ست و مہر این وقت دیگر جا بودہ لہذا بر دستخط اکتفا نمودہ شد الراقم محمد اسد علی۔

الجواب صحیح الراقم عنایت علی — الجواب صحیح — احمد علی عفی عنہ محدث سہارنپوری شاگرد مولانا محمد اسحٰق صاحب

=اذکارہ ﷺ. (امداد الفتاوی، کتاب العقائد والکلام، ج: ۶، ص: ۳۱۲، ط، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

مسعود محمد ذلک کذلک الجواب الجواب اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب۔
امام مسجد فتحپوری عبدالباری عفی عنہ محمد تراب علی من غلب ہواہ عقلہ افتضح ملا سیف اللہ ولایتی
من اجاب اجاد الجواب صحیح
محمد اسحٰق محمد عبداللہ سید سبط احمد حافظ عبداللہ محمد یوسف حنیدی محمد اکبر
الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱ھ۔

مجلس میلاد کا حکم

﴿سوال﴾ مجلس مولود خوانی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بایں ہیئت کہ روشنی ہائے کثیرہ زائد از حاجت وامردان خوش الحان وراگ خوانندہ اشعار وغیرہ وغیرہ قیودات بالخصوص قیام اسی ذکر مولد اور اسی محفل میں ثابت اور جائز ہے یا نہیں اور شریک ہونا مفتیان کا ایسی مجالس میں جائز ہے یا نہیں ونیز عیدین وپنج شنبہ وغیرہ میں آب وطعام سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب موتیٰ کرنا ثابت وجائز ہے یا نہیں ونیز خاص بروز سویم میت کے جمع ہو کر بالخصوص کلمہ طیبہ وختم قرآن مجید مع پنج آیت چنے وغیرہ تقسیم کرنا ثابت وجائز ہے یا نہیں ونیز دہم وبستم وچہلم وغیرہ کا کرنا ثابت وجائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مجلس مروجہ مولود کہ جس کو سائل نے لکھا ہے بدعت ومکروہ ہے (۱۲) اگرچہ نفس ذکر

---

(۱۲):فی الفیض: واعلم أن القیام عند ذکر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بدعة لا أصل له فی الشرع وأحدثه ملک الاربل کما فی تاریخ ابن خلکان: أنه کان یعقد له مجالس، ویصرف علیها أموالا. وقد ألف ابن دحیة المغربی کتاباً فی المیلاد. (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال، ج: ۲، ص: ۴۰۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی معارف السنن: قال الشیخ: وله کتاب ”التنویر فی مولد البشیر النذیر“ أثبت فیه طریقة محفل المیلاد الرائج الیوم فی البلاد، ولم یکن یلیق بالمحدث أن=

ولادت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کا مندوب ہے مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس ممنوع ہوگئی کہ قاعدہ فقہ کا ہے کہ مرکب حلال وحرام سے حرام ہوجاتا ہے پس اس ہیئت مجموعہ مجلس مولود میں بکثرت وزائداز حدضرورت چراغ جلانا اسراف ہے اوراسراف حرام ہے کہ ان المبذرین کا نوا اخوان الشیاطین الآیۃ(۱۳). حکم ناطق قرآن شریف کا ہے علی ہذا امردان خوش الحان کا نظم۔اشعار پڑھنا موجب ہیجان فتنہ کا ہے اور کراہیت سے خالی نہیں اور قیام بالخصوص اس ہی ذکراوراسی محفل میں ہونا بدعت ہے پس حضورایسی محفل کا بسبب ان امور بدعت ومکروہ تحریمہ کے مکروہ تحریمہ اور بدعت ہوگا۔خواہ عالم لوگ جاویں یا مفتی جاوے بلکہ مفتی کوزیادہ موجب فساد کا ہے کہ وہ عالم ہے اورایسے فعل سے گمراہ کنندہ خلق کثیر کا ہوتا ہے اور فاتحہ میں ہاتھ اٹھا کر پڑھنا طعام وشراب روبرورکھ کر مشابہت فعل ہنود سے ہے اور یہ امر شرع میں ایصال ثواب کے واسطے کہیں ثابت نہیں اور من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث(۱۴). حکم ناطق حرمت مشابہت کا ہے لہٰذا یہ صنع بھی حرام ہوگا اورسوئم ودہم وچہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں اس تخصیص ایام میں مشابہت بھی ہوئی اور تخصیص ایام کی بدعت بھی ہے یہ سب بسبب ان تخصیصات کے بدعت ومکروہ تحریمہ ہیں(۱۵)۔اگرچہ اصل ایصال ثواب بدوں کسی تخصیص و

=یؤلف فی مثل هذه البدعة، وانما أحدثها صوفی فی عهد الملک ''اربل'' سنة ستمائة ولم یکن له أصل فی الدین.(معارف السنن شرح جامع الترمذی، ج:۴،ص:۴۳۷،ط، ایجو کیشنل بریس کراتشی)

(۱۳):(سورة بنیٓ اسرآءیل: ۲۷)

(۱۴):(اخرجه أبوداؤدفی سننه فی کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱،ط، دارالسلام، ریاض)

(۱۵):فی البزازیة: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث. وبعد الأسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الاخلاص.(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة،مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت، ج:۳،=

مشابہت کے درست ہے(۱۶) اور تفصیل ان جملہ مسائل کی بسط کیساتھ براہین قاطعہ میں ہے اس میں ملاحظہ کرلیویں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب حق وماذا بعد الحق الاالضلال. احقر محمد حسن غفرلہ مدرس مدرسۃ الغرباء بادشاہی مسجد مراد آباد۔

ذلک حق حقیق بالاتباع. احقر الزمن محمود حسن غفرلہ مدرس مدرسۃ الغرباء مراد آباد۔

=ص: ۱۴۸،ط، دار عالم الکتب، ریاض)

قال ابن نجیم: ولأن ذکر اللّٰہ تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت أو بشیء دون شیء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، ج: ۲،ص: ۲۷۹،ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

(۱۶):فی مراقی الفلاح: فللانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة صلاۃ کان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراء ۃ للقرآن أو الأذکار أو غیر ذلک من انواع البر ویصل الی المیت.

وقال الشیخ احمد الطحطاوی رحمه اللّٰہ تعالیٰ تحته: (فللانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة) سواء کان المجعول له حیاً، أو میتاً من غیر أن ینقص من أجره شیء.(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الصلاۃ، باب أحکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

الجواب صحیح۔ خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

قد صح الجواب۔ محمد حسن عفی عنہ مرادآبادی۔ الجواب صحیح۔ عبدالصمد عفی عنہ۔

المجیب المصیب۔ محمد عبداللہ عفی عنہ۔ الجواب حق۔ عبدالحق عفی عنہ۔

الحمدللہ کہ حضرت مجیب لبیب دامت فیوضھم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بلاشک صحیح ہے۔ کسی کو جائے مقال نہیں کیونکہ وہ مخدوم العلماء اور راسخ فی العلم ہیں۔ البتہ بوجہ مزید اطمینان عوام چند عبارات کتب محققین سے تائیداً نقل کرتا ہوں۔ فی الواقع نفس ذکر ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی منکر نہیں ہوسکتا بلکہ وہ مندوب اور مستحسن ہے مگر بوجہ الحاق امور نامشروعہ جیسا کہ مروجہ زمانہ حال ہے۔ بدعت وحرام ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیجئے۔ مگر جیسا کہ قرون ثلثہ میں تھا کہ نہ مجلس مولود منعقد ہوئی تھی نہ ذکر ولادت پر قیام ہوتا تھا۔ ہم سب مامور کئے گئے ہیں اتباع سلف صالحین پر نہ کہ اتباع خلف پر امام علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے اکابرین ومستندین سے ہیں مدخل میں فرماتے ہیں (۱۷)۔ **ومن جملة ما احدثوه من البدع من اعتقادهم ان ذٰلک من اکبر العبادات واظهار الشعائر ما یفعلونه فی شهر الربیع الاول من المولد وقد احتوی ذٰلک علی بدع ومحرمات الیٰ ان قال وهذه المفاسد مترتبة علی فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منه وعمل طعام فقط ونوی به المولد ودعی علیه الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکره فهو بدعة بنفس نیة فقط لان ذلک زیادة فی الدین ولیس من عمل السلف الماضین واتباع السلف اولی ولم ینقل من احد منهم انه نوی المولد ونحن نتبع السلف فیسعنا ماوسعهم انتهٰی** اور مولانا عبدالرحمٰن المغربی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں **ان عمل المولد بدعة لم یقل به ولم یفعله رسول اللہ ﷺ والخلفاء والائمة انتهٰی** اور **کذا فی الشرعة الالهیة.** اور مولانا نصیر الدین الاودی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بجواب سائل **لایفعل لانه لم ینقل عن السلف الصالح وانما حدث بعد القرون الثلثة**

---

(۱۷):(المدخل لابن الحاج، فصل فی المولد، ج: ۲، ص: ۲، ط، مکتبة دار التراث، القاهرة)

فی الزمان الطالح ونحن لانتبع الخلف فی ما اھمل السلف لانہ یکفی بھم الاتباع فای حاجۃ الی الابتداع انتھٰی. اورشیخ الحنابلہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان ما یعمل بعض الامراء فی کل سنۃ احتفالاً لمولدہ ﷺ فمع اشتمالہ علی التکلفات الشنیعۃ بنفسہ بدعۃ احدثۂ من یتبع ھواہ ولایعلم ما امرہ ﷺ صاحب الشریعۃ ونھاہ انتھیٰ کذا فی القول المعتمد. اورقاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ تحفۃ القضاۃ میں فرماتے ہیں (سئل القاضی عن مجلس المولد الشریف) قال لاینعقد لانہ محدث وکل محدث ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار ومایفعلون من الجھال علی راس کل حول فی شھر ربیع الاول لیس بشیء ویقومون عند ذکر مولدہ ﷺ ویزعمون ان روحہ ﷺ یجئی وحاضر فزعمھم باطل بل ھذا الاعتقاد شرک وقد منع الائمۃ عن مثل ھذا انتھٰی. اورصاحب سیرت شامی فرماتے ہیں جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا بذکر وضعہ ﷺ ان یقوموا تعظیما لہ ﷺ وھذا القیام بدعۃ لا اصل لہ. اورمولانا فضل اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ بہجۃ العشاق میں فرماتے ہیں مایفعل العوام فی القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام لیس بشیء بل ھو مکروہ اورقاضی نصیر الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ طریقۃ السلف میں فرماتے ہیں۔ وقد احدث بعض جھال المشائخ امورا کثیرۃ لانجد لھا اثر اولا رسما فی کتاب ولافی سنۃ منھا القیام عند ذکر ولادۃ سید الانام علی التحیۃ والسلام. اورحضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں بنظر انصاف بہ بنید اگر حضرت ایشان فرضاً درین زمان موجودہ بودند ودر دنیا زندہ می بودند واین مجالس واجتماع کہ معقد می شد آیا باین می شدند واین اجتماع رامی پسندیدند یانہ یقین فقیر آنست کہ ہرگز این معنی راتجویز نمی فرمودہ بلکہ انکارے نمودند مقصود فقیر اعلام بود قبول کنند یانکنند ہیچ مضائقہ نیست وگنجائش مشاجرہ نہ اگر مخدوم زادہا ویاران آنجا برہمان وضع مستقیم باشند نافقیران راازصحبت ایشان غیر ازحرمان چارہ نیست انتھٰی زیادہ چہ تصدیعہ دہد والسلام ۔اورشرکت جملہ مجالس غیر مشروعہ کی نہ عام لوگوں کودرست ہے نہ مفتیوں کوقال اللہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم

آیات اللّٰہ یکفربھا ویستھزاء بھا فلاتقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم الخ (۱۸). امام محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل میں آیت مذکورہ کے تحت فرماتے ہیں وقال الضحاک عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ دخل فی ھذہ الأیۃ محدث فی الدین وکل مبتدع الی یوم القیمۃ (۱۹). اوراسی تفسیر کو قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں ارقام فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ایصال ثواب بہتر مگر رسوم غیر جائز وبدعت کو ان کے ساتھ شریک کر لینا اور ثواب کو کھودینا اور گناہ کا مرتکب ہونا ہے۔قرون ثلثہ میں ایصال ثواب بھی کیا جاتا تھا مگر نہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھی جاتی تھی نہ رسوم سوئم دوہم بستم چہلم کی کچھ تعین تھی۔ایصال ثواب الی الاموات کیجئے مگر بلا قید جیسا کہ بزرگان سلف کا طریقہ تھا نہ طریق اختراع وابتداع خلف فتاویٰ سمرقندیہ میں مرقوم ہے قراءۃ الفاتحۃ والاخلاص والکافرون علی الطعام بدعۃ اور کبیری شرح منیہ المصلی میں ہے واتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن یکرہ (۲۰). اور نصاب الاحتساب میں ہے ان معرفا یقوم فی صف النعال ویقرأ بعد الختم اٰیۃ من الاخلاص ثلثا ومن الفاتحۃ مرۃ وھو قائم والناس قعود انہ بدعۃ ولم ینقل ھذا الصنع من السلف. اور سنن ابن ماجۃ میں حضرت جریر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ فرمایا کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ (۲۱) چنانچہ فتح القدیر میں ہے۔ واتخاذ الضیافۃ من اھل المیت وھی بدعۃ مستقبحۃ لما روی ابن ماجۃ والامام احمد باسنادہ صحیح (۲۲). اورملا

(۱۸):(سورۃ النساء: ۱۴۰)

(۱۹):(تفسیر معالم التنزیل، ج: ۲، ص: ۳۰۱، ط، دار طیبۃ، ریاض)

(۲۰):(حلبی کبیر، قبیل فصل فی احکام المسجد، ص: ۶۰۹)

(۲۱): (اخرجہ ابن ماجہ فی سننہ، فی کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع الی أھل المیت وصنعۃ الطعام، ص: ۱۱۶، ط، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲۲):(فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، فصل فی الدفن، ج: ۲،ص: ۱۵۱،ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں قال الطیبی من اصر علی امر مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فیکف من اصر علی بدعة اومنکر هذا محل تذکر الدین یصرون علی الاجتماع فی الیوم الثالث للمیت ویرونه ارجح من الحضور للجماعة ونحوه (۲۳)اورفتاویٰ بزازیہ میں مرقوم ہے یکره اتخاذ اطعام الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع نقل الطعام القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القراٰن وجمع الصلحاء والفقراء للختم او لقراءة سورة الانعام والاخلاص انتهٰی (۲۴).اورشرح منہاج امام نووی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے الاجتماع علی المقبرة فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود واطعام فی الایام المخصوصة کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشهرالسادس والسنة بدعة. اورحضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ شرح سفرالسعادت ومدارج میں فرماتے ہیں این اجتماع مخصوص بروز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت ازحق یتامیٰ بدعت است وحرام انتہیٰ ۔اورحضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وصیت نامہ میں فرماتے ہیں دیگراز عادات شنیعہ مامردم اسراف است درماتمہا وچہلم وفاتحہ سالیانہ این ہمہ رادرعرب اول وجودنبود مصلحت آنست کہ غیرتعزیت وارثان میت تاسہ روز وطعام ایشان یک شبانہ روز رسمے بناشدانتہیٰ ۔حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں وبعدمردن من رسوم دینوی مثل دہم بستم وچہلم وششماہی وفاتحہ سالیانہ ہیچ نکنند انتہیٰ اللّٰهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا فقط واللّٰه تعالٰی اعلم بالصواب وعنده علم الحق والکتاب. الجواب صحیح ابوسعید محمد حسین۔

---

(۲۳):(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالکتب العلمية، بیروت لبنان)

(۲۴): (الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة قبیل الفصل السادس والعشرون فی حکم المسجد، ج: ۴،ص: ۸۱)

ھوالصحیح لقد اصاب المجیب اللبیب جواب نہایت صحیح اور درست ہے ابوسعید محمد حسین۔

بندہ حبیب مولوی احمد شاہ حررہ دین محمد محدث بٹالوی

عفی عنہ حسن پوری عفا اللہ عنہ

اصاب من اجاب، الجواب صحیح عبدہ المسکین وہاج الدین غفرلہ ہذا الجواب صحیح عبدہ الجمیل

ابوالخیر سعد الدین غفرلہ محمد عبد الجمیل۔

صح الجواب واقعی مولود رسمی اور فاتحہ سوم دہم چہلم مروجہ بدعت ہے اور ناجائز ہے حررہ خلیل احمد عفا اللہ عنہ۔

کلہا صحیح بندہ محمود عفی عنہ۔ الجواب صحیح خاکسار محمد صدیق مرادآبادی۔ خلیل احمد انبیٹھوی۔

محمود حسن ۱۳۰۳ دیوبندی محی الدین خان احمد ۱۲۶۰۔ محی الدین عفی عنہ مرادآبادی۔

الجواب صحیح عبدالرحمٰن کان اللہ لہ عبدالرحمٰن بن عنایت اللہ۔

لقد سعی المجیب اللبیب سعیاً موفوراً وکان سعیہ سعیاً مشکوراً محمد حسین مرادآبادی ۱۳۰۵۔

فی الحقیقت محفل میلاد شریف جو خالی منہیات و بدعات شرح سے ہووے تو ادب و مستحب ہے ورنہ حرام وممنوع ہے اور طریقہ ایصال ثواب مندرجہ سوال بدعت ہے۔ مولانا محمد عالم علی۔

کما حررہ المجیب المصیب فقط محمد قاسم علی عفی عنہ مفتی شہر مرادآباد محمد قاسم علی خلف۔

المجیب مصیب احمد حسن دیوبندی۔ الجواب صحیح بندہ ہیچمدان محمد حشمت علی عفی عنہ۔

محمد حشمت علی خان مرادآبادی۔

احمد حسن صاحب امروہی ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا.

المجیب مصیب محمد حسن عفی عنہ۔ محمد حسن مرادآبادی ۱۲۸۰ھ ھوالصحیح عبدالحق مولانا مولوی اسمہ احمد ۱۲۹۷۔

اصاب من اجاب الجواب حق الحق احق بالاتباع۔

سید محمد عبدالرشید عفی عنہ عبدالحکیم عفی عنہ۔

الجواب صحیح المجیب شاب والجواب صواب لقد صح الجواب اصاب من اجاب۔

حسینی شریف عفی عنہ بنگلوری عاصی محمد عبدالحق مرادآبادی احقر بشیر احمد عفی عنہ محمد جان علی محدث مقیم مرادآباد

مدراسی در باغ قاضی صاحب

اگر ذکر میلاد جناب سرور کائنات بطور وعظ متضمن روایات صحیحہ خالی بدعات سے ہو تو مستحسن ہے اور بالفعل رسمی مولد میں کہ بیشتر امور خلاف سنت و اشعار خلاف ادب بلکہ کفر و الحاد تک مذکور ہوتے ہیں قابل حذر وزجر ہیں اور فاتحہ غیر مسنون جو بطرز مسنون التزاماً و اجتماع مردم و طعام میت جو رسمی طور پر تقسیم ہوا کرتا ہے خالی کراہت و بدعت سے نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب نقمہ المذنب الاواہ محمد لطف اللہ عفی مفتی ریاست رامپور بے شک مجیب نے نہایت درست تحریر کیا ہے فماذا بعد الحق الا الضلال فقط براہ محمد رضائے خدا۔

محمد رضا خان ۱۲۵۸ ولد محمد عمر خان الحق یوخذ بالنواجذ کتبہ العبد المتمسک باللہ محمد سلیم محمد سلیم اللہ ۱۲۹۲ الجواب صحیح عبدالقادر خادم شریعت رسول اللہ مفتی محمد لطف اللہ ۱۲۵۸۔

الحق احق بالاتباع حررہ عبدالخیف محمد علی رضا مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور۔ ابوالخیر محمد رضا ۱۳۰۴ علی۔

جواب الجواب اصح اور حق یہی ہے اور ماعدا اس کا باطل ہے عبدالوہاب خاں عفی عنہ۔

بلاریب محفل میلاد کہ جو فی زماننا ہذا معمول بہ ہے وہ محض خلاف شرع اور منہی عنہ ہے اور ایصال ثواب بلاتقیید تعین اوقات کے موتیٰ کی نسبت ثابت ہے اور ہیئت کذائی فاتحہ مذکورہ اور سوئم و دہم و بستم و چہلم و برسی وغیرہ سارے کے سارے افعال کو جو مسلمانوں نے ہنود و دیگر مذہب والوں سے اخذ کئے ہیں۔ شرعاً ناروا و ناجائز ہیں۔ چنانچہ فقیر نے اپنے بعض بعض رسائل مطبوعہ سابق میں بھی بطور بسط اس کو لکھا ہے۔ فقط اور سب جواب مجیب کے صحیح ہیں واللہ اعلم وعلمہٗ احکم واتم مسکین محمد اسماعیل بیگ غفرلہ مدرس عربی مدرسہ امدادیہ المرقوم ۱۸ اشہر ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب۔ محمد دائم علی عفی عنہ صانہ محمد اسماعیل الخلیل مرادآبادی ۱۲۹۶۔

واقعی نفس میلاد بطریق وعظ کچھ مضائقہ نہیں بلکہ مندوب مگر بہیئت مروج خالی از حرمت و بدعت نہیں۔ اور ایصال ثواب اس طریقہ پر بدعت فقط حررہ محمد عبدالغنی عفی عنہ سہنسپوری بلاریب طریقہ ایصال ثواب مندرجہ سوال زمانہ خیرالقرون میں نہ پایا جاتا ہے اور ایسے ہی محفل میلاد شریف بھی۔

الجواب صحیح محمد ہدایت العلی عفی عنہ محمد ہدایت العلی لکھنوی مقیم مرادآباد۔

بلاشک یہ طریقہ ایصال ثواب اور یہ محفل میلاد بہیئت کذائی عند اہل الشرعیہ بدلائل مذکورہ بالا ونیز بادلۂ کثیرہ مماسواہا نامشروع وبدعت ہے کذافی الکتاب الشرعیہ فقط۔ محمد زکریا عفی عنہ ۱۳۰۹ مظفر پوری۔

الجواب صحیح سید محمد حسن بغدادی۔

ہر دو جواب مرقومہ بالا شک صحیح ہستند محفل میلاد بہیئت کذائی بدعت است وفاتحہ رسمی وسویم ودہم وچہلم جملہ از رسوم ہنود ہستند واللہ اعلم کتبہ عبدربہ القوی محمد نعمت اللہ البردوانی انگلسوی الجواب صحیح ابوالفضل محمد نصیرالدین عفی عنہ۔ ابوالفضل محمد نصیرالدین ۱۳۰۶۔

جوابات صحیح اور حق ہیں۔ عنایت الٰہی عفا اللہ عنہ سہارنپوری عبدالمنان محمد عبدالرحمٰن ۱۳۰۱ سراج گنجی ثم شاہ باز پوری۔

جوابات صحیح ہیں اس لئے امور مذکورہ سوال حق متلقی عن الرسول کے خلاف ہیں جو امور اس کے خلاف ہیں وہ بدعت ہیں۔ سخاوت علی عفی عنہ مدرسہ اسلامیہ انبیٹھ سخاوت علی۔

صح الجواب من غیر شک ولا ارتیاب فاعتبروا یا اولی الالباب فقیر محمد حسین الدہلوی۔

الجواب صحیح ہر چیزے کہ از عبادات باشد وثبوتش من خیر القرون نباشد آن بلاریب بدعت است وتجاوز از حدود شرعیہ ہست۔

المسکین خادم العلماء خلیل ڈہوڈیالوی ثم انبالوی۔ مولوی خلیل اللہ واعظ۔

امور مندرجہ سوال محض محظور اور ممنوع ہیں۔ حاضر ہونا ایسے مواضع میں کام مبتدعین اور ناخداترسوں کا ہے نفس محفل کو مندوب اور مستحب سمجھنا کام ناواقف کا ہے۔ قواعد اصول اور تصریحات علمائے فحول سے ذکر جناب صلی اللہ علیہ وسلم کا البتہ مندوبات شرعیہ سے ہے محفل اور جملہ تقیدات بلاشبہ بدعت ومکروہ ہیں واللہ اعلم بالصواب کتبہ العبد المعتصم سراج احمد عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔ | الجواب صحیح | من اجاب فقد اصاب

توکل علی العزیز الرحمٰن دیوبندی | العبد محمد حسین محمد حسین تمنا جان ۱۲۸۲۔ | جمیل احمد اسرائیلی سنبھلی

المجیب مصیب انعقاد جلسہ محافل مولود مروجہ جلسہ فاسقانہ ہے۔ فاعل عامل کل بدعۃ ضلالۃ مرتکب حدیث بدعت ہیں۔ خادم العلماء بل من تراب اقدامہم محمد اللہ یار عفی عنہ واعظ بریلوی۔

الجواب صحیح العبد فتح محمد تھانوی الجواب حق بلاارتیاب محمد سعدالدین الکشمیری عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح بندہ محمد امین الدین عفی عنہ اورنگ آبادی۔ لاشک فیہ محمد امین ست ۱۳۰۳۔

الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند محمد منفعت علی ۱۳۰۲۔

الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

الجواب صحیح بندہ امید رضا عفی عنہ امیر رضا ۱۳۱۰۔ الجواب صحیح محمد اسحٰق امرتسری۔

التزام مالا یلزم ان سب امور میں موجود ہے اور یہ التزام عبادات ہوں یا عادات ہوں اس امر میں یہ حصہ شیطانی ہے۔ حسب حدیث انصراف کے نماز سے جو کہ یہ سب امر خیر القرون میں نہیں تھے تو ان کا عدم خیر القرون میں واسطے ممانعت کے کافی ہے مجوز کرنا چاہئے کہ کوئی حدیث یا آیت دلیل جواز کی پیش کرے عدم قدیم ہمارے واسطے دلیل کافی ہے اور ذکر خیر آنحضرت ﷺ ہر طرح موجب خیر و برکت کا ہے امور ممنوعہ اس کے ساتھ مل کے اس کو بھی اپنے جیسا کر لیتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب العبد محمد عبدالرحمٰن عفی عنہ بقلم عبد السلام بن انصاری ۲۴۔ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ از پانی پت۔ محمد عبدالرحمٰن شاگرد مولانا اسحٰق صاحب۔

یہ سب امور بدعات سیئہ سے ہیں ان امورات کا التزام نہ حضرت ﷺ سے اور نہ خلفائے راشدین سے ہے۔ قرآن کی مجلسوں میں تو کوئی حاضر ہوتا نہیں ہے جیسے مولود خوش الحانوں کے پڑھنے پڑھانے میں عوام کالانعام جمع ہوتے ہیں اور سوم و دہم وغیرہ کل بدعات ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب صح الجواب سید مصطفیٰ ابن محمد مفتی مدنیہ خاص الجواب صحیح الحق احق ان یتبع العبد المسکین راجی رحمۃ اللہ العالمین۔ بخشندہ ست عاصیان رحیم۔

قول صحیح من غیر شک وشبہۃ ومن شک فیہ فقد کفر، محمد عبدالجبار عفی عنہ، محمد یٰسین راجی رحمۃ ارحم الرحمین شیرکوٹی۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح مدرس مدرسہ رڑکی محمد یٰسین عفی عنہ۔

الجواب صحیح کتبہ عبدالواحد بن عبداللہ غزنوی الحق لایتجاوز عمافی ہذا الجواب

وانا ابوعبیداللہ احمداللہ عفا اللہ محدث امرتسری　　　　کتبہ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی

ہذاالجواب صحیح عبدالرحمٰن ابن مولوی غلام العلیٰ المرحوم اشاعۃ القرآن۔

الجواب صحیح ابوالحق محمدالدین عفی عنہ احمد بن عبداللہ الغزنوی۔

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ جواب صحیح اور بالکل صحیح ہے محمد عبدالرحمٰن البہاری، ابواسحٰق محمدالدین۔

ابوالوفاء ثناءاللہ کفاہ اللہ خادم مدرسہ تائیدالاسلام امرتسری ثناءاللہ محمود ہے۔

مولودخوانی مطلقاً وغیرہ رسوم عادات جہلا موت فوت میں جواوپر مذکور ہوئے سب بدعت وضلالت اورصریح گمراہی ہیں **کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار وماذا بعد الحق الاالضلال ومن لم یقبل فلیباھلنی.**

اللّٰھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا. عبدالحق الغزنوی مباہل اہل باطل۔

الجواب حق وماذا بعد الحق الاالضلال ابویعلی عبدالاعلی غزنوی۔

للّٰہ من اجاب احقر الدھور بندہ عبدالغفور۔عبدالغفورسنوھاری، الجواب صحیح محمد عبدالعزیز۔

ذکرولادت اورایصال ثواب میت کو جائز اورمستحب ہے لیکن جس طرح جہلاء زمانہ نے قیام وغیرہ متفرق قیدیں نکالی ہیں۔ وہ بدعت سیئہ ہیں اوراصرار کرنا بدعت کبیرہ ہے اوربعض وقت نوبت کفر تک پہنچتی ہے۔حکیم محمد ضیاءالدین عفی عنہ بقلم بندہ احمد۔حکیم محمد ضیاءالدین خلیفہ حضرت حافظ ضامن صاحب شہیدؒ۔

بدون قیام کے مجلس میلاد کا انعقاد

﴿سوال﴾ انعقادمجلس میلاد بدون قیام بروایت صحیح درست ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ انعقادمجلس مولود ہر حال ناجائز ہے(۲۵) تداعی امرمندوب کے واسطے منع

---

(۲۵):لا أعلم لھٰذا المولد أصلاً فی کتاب ولاسنۃ ولاینقل عملہ عن أحد من العلماء الأئمۃ الذین ھم القدوۃ فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین، بل ھو بدعۃ=

ہے(۲۶)فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجلس میلاد وعرس وسوم وچہلم

﴿سوال﴾ سوئم چہلم وغیرہ کی مجلس بتخصیص دن کے منع ہے یا بالکل ہی نہ کرنا چاہیے اور اس مجلس میں جانا چاہئے یانہیں؟

﴿جواب﴾ مجالس مروجہ زمانہ ہذا میلاد وعرس وسوئم وچہلم بالکل ہی ترک کرنا چاہیے کہ اکثر معاصی اور بدعات سے خالی نہیں ہوتی (۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجلس میلاد کا کرنا

﴿سوال﴾ زید نے بکر سے دریافت کیا کہ مجلس میلاد مروجہ حال جائز ہے یا نہیں اور اس میں شریک ہونا کیسا ہے بکر خود بھی مجلس میلاد کرتا تھا اور آیندہ سال کو ارادہ بکر کا بھی ترک مجلس کا تھا۔ بخیال اس کے کہ خرچ زائد ہوتا تھا اور اپنے اعتقاد میں ناجائز جانتا تھا مگر منع کرنا مجلس کا بوجہ اس کے تھا کہ اس وجہ سے کوئی مجھ

=أحدثها البطالون شهوة نفس اعتنى بها الأكلون. (الجنة لأهل السنةدهلی ۱۰۲، بحواله كتاب النوازل، ج: ۱، ص: ۵۵۴، ط،المركز العلمی لال باغ مراد آباد،هند)

(۲۶):من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۲۷):لايجوز مايفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السراج والمساجد عليها، ومن الاجتماع بعد الحول كالأعياد ويسمونه عرساً. (تفسير مظهری ، سورة آل عمران تحت آيت:۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفين)

کوطعنہ نہ دیوے گا جبکہ میں اس مجلس کو نہ کروں گا بہانہ شرع کا ہوجاوے گا اور خود نہ شریک ہونا مجلس کا اس وجہ سے ترک کیا کہ لوگ معترض ہوں گے اول تو ان خیالات سے مانع ہوا بعدہ بہ نیت خالصاً للہ مانع ہوا لہذا اس سبب سے بکر کو ترک بدعت سابق وحال وانکار بدعت سے ثواب ہوگا یا نہیں اور باعث ریا تو نہیں ہے۔

﴿جواب﴾ بہرحال گناہ سے محفوظ رہا جب سے قصد ترک کیا بہتر ہوا کہ بعزم ترک گناہ کا ہوا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محفل میلاد جس میں صحیح روایات پڑھی جائیں

﴿سوال﴾ محفل میلاد جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔

فتویٰ مولوی احمد رضا خان صاحب درباب میلاد شریف

فتویٰ:۔ درباب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از مجموعہ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا خان صاحب منقولہ از باب الحظر صفحہ ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، موصولہ از مولوی عبدالصمد صاحب رامپوری۔

استفتاء: اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد حضور خیر العباد علیہ الوف تحیۃ الی یوم التناد میں جوشخص کہ مخالف شرع مطہر مثلاً تارک صلوٰۃ شارب خمر ہو ڈاڑھی کترواتا ہو یا منڈواتا ہو موچھیں بڑھاتا ہو بے وضو بے ادبی گستاخی سے بروایات موضوعہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا یا پڑھاتا ہو اگر کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزاء ومزاح کرے بلکہ اپنے مقتدیوں کو حکم کرے کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے رخسار صاف صاف ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے دل مثل آئینہ کے صاف وشفاف ہیں ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اس کو پڑھنا یا ممبر ومسند پر تعظیماً بیٹھنا بٹھانا بانی مجلس وحاضرین وسامعین کا ایسے اشخاص کو بوجہ خوش آوازی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں اور ایسے آدمی سے رب العزت

جل مجدہ اور روح حضور فخر عالم ﷺ کی خوش ہوتی ہے یا ناخوش اور پروردگار عالم ایسی مجالس سے خوش ہوکر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں بانیین اور حاضرین محافل کے مستحق رحمت ہیں یا غضب؟ بینوا من الکتاب توجروا عبدرب الارباب۔

﴿جواب﴾ افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق وفاجر مستحق عذاب نیران و غضب رحمٰن اور دنیا میں مستوجب ہزاران ذلت وہوان خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے مجرد مسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے تبیین الحقائق (۲۸) وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی مراقی الفلاح (۲۹) وغیرہ میں ہے **فی تقدیم الفاسق تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً.**

روایت موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کمال ناراض ہیں ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والے سب مستحق غضب الٰہی ہیں یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال میں جدا جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور اپنا گناہ خود اس پر علاوہ اور ان حاضرین وقاری سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور اپنا گناہ خود اس پر طرہ مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار گناہ اور اس کذاب قاری پر ایک ہزار ایک گناہ اور بانی پر دو ہزار دو ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اس قاری کے اور ایک خود اپنا پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدر روایات موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب وبال وعذاب تازہ ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے تو ان حاضرین میں ہر ایک پر سو ۱۰۰ سو ۱۰۰ گناہ اس قاری وعلم دین سے عاری پر ایک

---

(۲۸):(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاة، باب الامامة والحدث فی الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۳۴، ط، مکتبه امدادیه ملتان)

(۲۹):(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الصلاة، فصل فی بیان الأحق بالامامة، ص: ۳۰۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

لاکھ ایک سوگناہ اور بانی پر دولاکھ دوسو وقس علی هذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لاینقص ذلک من اجور هم شیئا ومن ادعی الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل اثام من تبعه لاینقص ذلک من اثامهم شیئا رواه الائمة احمد ومسلم والاربعة عن ابی هریرة(۳۰).

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاک ومنزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرماہوں البتہ وہاں ابلیس شیاطین کا ہجوم ہوگا والعیاذ باللہ رب العالمین ذکر شریف حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز اگر نیت معاذ اللہ استخفاف کی نہ ہو حدیث صحیح میں ہے۔ کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یذکر اللّٰه تعالیٰ علی کل احیانه رواه الأئمة احمد ومسلم والاربعة الا النسائی عن ام المؤمنین الصدیقه رضی اللّٰه تعالیٰ عنها ورواه البخاری تعلیقاً (۳۱). اگر

(۳۰):(اخرجه مسلم فی صحیحه، فی کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سیئة، ومن دعا الی هدی أو ضلالة، ص: ۱۱۶۵، رقم: ۶۸۰۴، ط، دار السلام ریاض/ واحمد فی مسنده، عن ابی هریرةؓ، ص:۶۶۷، رقم: ۹۱۴۹، ط، بیت الافکار ریاض/ والترمذی فی جامعه، فی کتاب العلم، باب فیمن دعا الی هدی فاتبع أو الی ضلالة، وقال ابو عیسٰی: هٰذا حدیث حسن صحیح، ص: ۶۰۶، ۶۰۷، رقم: ۲۶۷۴، ط، دار السلام ریاض/ وابو داؤد فی سننه، فی کتاب السنة، باب من دعا الی السنة، ص: ۶۵۲، رقم: ۴۶۰۹، ط، دار السلام ریاض/ وابن ماجة فی سننه، فی المقدمة، باب من سن سنة حسنة او سیئة، ص: ۱۹ رقم: ۲۰۶، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی/ والدارمی، فی کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سیئة، الجزء الاول، ص: ۲۰۲، رقم: ۵۲۰)

(۳۱):(أخرجه مسلم فی صحیحه، فی کتاب الحیض، باب ذکر اللّٰه تعالیٰ فی حال الجنابة وغیرها، ج: ۲، ص: ۲۰۴، رقم: ۸۲۶، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی/ وابوداؤد فی سننه، فی کتاب الطهارة، باب فی الرجل یذکر اللّٰه تعالیٰ علی غیر طهر، ص: ۱۵، رقم: ۱۸، ط، دار السلام ریاض/ والترمذی فی جامعه، فی کتاب الدعوات،=

عیاذاً باللہ استخفاف وتحقیر کی نیت ہوتو صریح کفر ہے یونہی مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزاء صراحۃً کفر ہے قال اللّٰہ تعالٰی قل اباللّٰہ و اٰیاته ورسوله کنتم تستهزء ون لاتعتذوا قد کفرتم بعد ایمانکم. یونہی وہ کلمہ ملعونہ کہ ڈاڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں الخ صاف سنت متواترہ کی توہین اور کلمہ کفر ہے(۳۲)والعیاذ باللّٰہ رب العالمین واللّٰہ سبحانه وتعالٰی اعلم جل مجده اتم واحکم. کتبه عبده المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه بمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللّٰہ علیه وسلم.

محمدی سنی ۱۳۰۰ حنفی

عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان۔

=باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة، وقال ابو عیسٰی: هذا حدیث حسن غریب، لانعرفه الا من حدیث یحیی بن زکریا بن ابی زائدة، ص: ۷۷۲، رقم: ۳۳۸۴، ط، دار السلام ریاض/ و احمد فی مسنده عن عائشةؓ، ص: ۱۸۲۸، رقم: ۲۴۹۱۴، ط، بیت الافکار ریاض/ و ابن ماجة فی سننه، فی کتاب الطهارة، باب ذکر اللّٰہ عزوجل علی الخلاء والخاتم فی الخلاء، ص: ۲۶، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

(۳۲): والحاصل انه اذا استخف بسنة أو حدیث من أحادیثه علیه السلام کفر. (الفتاوی البزازیه، علی هامش الفتاوی العالمکیریه، کتاب ألفاظ تکون اسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع الثالث فی الأنبیاء، ج: ۶، ص: ۳۲۸)

من لم یقر ببعض الأنبیاء علیهم السلام أو عاب نبیا بشیء أو لم یرض بسنة من سنن المرسلین علیهم السلام فقد کفر. (الفتاوی التاتارخانیه، کتاب أحکام المرتدین، الفصل السابع: فیما یعود الی الأنبیاء علیهم السلام، ج:۷،ص:۳۰۵، ط، مکتبة زکریا، بدیوبند، الهند)

(وکذا فی مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر والجهاد، باب المرتد، ج:۲ ، ص: ۵۰۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

عرس میں شرکت

﴿سوال﴾ جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں ہے(۳۳)۔

---

(۳۳):فیجب أن یحذر مما یفعلون علی رأس السنة من موته، ویسمونه حولاً ، فیدعون الأکابر والأصاغر، ویعدون ذلک قربة، وھی بدعة ضلالة، لأن التصدق لم یختص بیوم دون یوم، ولاتصح الا علی الفقراء والمحتاجین، وقد زاد بعضھم فی جھله وھم المشایخ الذین لیس لھم الا جمع حطام الدنیا، لأنھم یجمعون بعض أحوال المیت فی کتاب ویسمونه مناقب، ثم اذا حضرالناس المدعوون، جیء برجل حسن الصوت فھو یأخذ تلک النسخة فی یده ویقرأھا قرأةً مثل قرأةالمولود، وقد ورد النھی عن مثل ھذا صراحةً، ثم یختمون القرآن ویمد لھم سماط، ولیس ھذا الا بدعة ضلالة لم یفعلھا رسول اللّٰهﷺ ولا أصحابه من بعده ولا أتباعھم من بعدھم بل لم یوجد لذلک أثر الی القرن الثامن کما یظھر من تتبع القوم، وھذا خصوصات المشایخ، فانھم یعتقدون أن ھذا رجل من أولیاء اللّٰه وبذکره تنزل الرحمة، ولوسلم أنه من أولیاء اللّٰه، فھل ذکر اولی بھذه الکیفیة یستوجب نزول الرحمة ؟حاشا؛فان الرحمة، لاتنزل الاباتباع السنة السنیة، فان البدع فھی تنزل الغضب والنقمة.عافانا اللّٰه وایاکم من غضبه وسخطه. ولو کان ھذه الخرافات نزل بھا الرحمات لما غفل عنه أکابر المتقدمین من الأئمة الأعلام، ولیس غرض ھؤلاء المتصوفة الا طلب الشھرة والافتخار بابائھم وأجدادھم أنھم کانوا علی ھذه المراتب، وأن لھم کرامات عظیمة وکذا وکذا، حتی أن السامع یعتقد فیھم=

ہر سال عرس کرنا

﴿سوال﴾ جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کا عرس گنج مرادآباد میں ہر سال معینہ پر ہوتا ہے بذریعہ اشتہار تاریخ عرس تشہیر بھی کی جاتی ہے خاص مریدان سلسلہ کو بذریعہ خطوط اطلاع بھی دی جاتی ہے تاریخ معینہ پر لوگوں کا اجتماع ہوکر قرآن خوانی ہوتی ہے اور ایصال ثواب کیا جاتا ہے قوالی راگ سماع مزامیر ودیگر خرافات وغیرہ روشنی بھی نہیں ہوتی ہے امیدوار ہوں کہ جواب باصواب مرحمت فرماویں کہ میاں صاحب موصوف کے یہ عقائد بموجب شرع شریف جائز ودرست ہیں یا باطل لغویات سے ہیں اگر ناجائز ونادرست

=فيدخل في سلكهم، ومتى دخل في طريقهم أفقروه فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة. وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، وماعرفت له أصلاً، فان العرس انما يكون في الزواج، ومع ذلک فهذه الأحوال والأعراس لاتكاد تخلو من ارتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فان أهل الهند لهم اليد الطولٰى في ذلک. قاتلهم اللّٰه. فانهم يطوفون بقبر الولي الذين يعتقدون فيه ويظنون أنه هو المتصرف في الكون، وأن الانسان اذا تمسک بهذه، فلاحاجة له بالصلوٰة والصيام، وأكثر ما غلوا في ذلک أتباع سيدنا عبدالقادر الجيلاني رحمه اللّٰه تعالٰى ونفعنا ببركاته، فانه. معاذ اللّٰه. أني يرضٰى بتلک الكفريات اللتي يعتقدونها. (تبليغ الحق، ص: ۸۹۷، بحواله فتاوى محموديه، ج:۳، ص: ۲۲۴، ۲۲۵)

وفي المدخل: ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع أعتقادهم أن ذلک من أكبر العبادات واظهار الشعائر مايفعلونه في شهرربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات جملة...الخ. (المدخل لابن الحاج، فصل في المولد، ج: ۲، ص: ۲، ط، مكتبة دار التراث، القاهرة)

وفي الفيض: واعلم أن القيام عند ذكر ميلاد النبي ﷺ بدعة لا أصل له في الشرع وأحدثه ملک الاربل كما في تاريخ ابن خلكان: أنه كان يعقد له مجالس،=

نزدشارع علیہ السلام ہیں تو ایسے شخص اور ایسے عقیدہ رکھنے والے کی امامت درست ہے یانہیں اور صحابہ پر طعن ومردود وملعون کہنے والا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم الغیب جاننے والے باوجود یکہ قرآن وحدیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت کو علم غیب نہ تھا اور پھر واقف کار لوگوں کا سمجھنا اور میاں صاحب کا اصرار اپنے عقائد پر ان کو کس درجہ کا گنہگار بناتا ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سے سنت جماعت سے خارج ہووے گا یانہیں ایسا عرس جس میں سب التزام ہو تاریخ تعین بھی ہو اجتماع بھی ہو پھر قوالی راگ مزامیر سماع وناجائز مجمع عورتوں کا نہ ہو جائز ودرست ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ عرس کا التزام کرے یا نہ کرے بدعت اور نادرست ہے(۳۴) تعین تاریخ سے قبروں پر اجتماع کرنا گناہ ہے خواہ اور لغویات ہوں یا نہ ہوں اور جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا(۳۵)۔از بندہ محمد یحییٰ السلام علیکم علم غیب کے متعلق دو تین رسالے میرے پاس موجود ہیں اور حضرت کی کتاب براہین قاطعہ میں یہ بحث اور بحث عرس وغیرہ خود مدلل مذکور ہے والسلام۔

=ویصرف علیها أموالا. وقد ألف ابن دحیة المغربی کتاباً فی المیلاد. (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال، ج: ۲، ص: ۴۰۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳۴): لایجوز مایفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السراج والمساجد علیها، ومن الاجتماع بعد الحول کالأعیاد ویسمونه عرساً. (تفسیر مظهری، سورة آل عمران تحت آیت: ۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفین)

(۳۵):فی الشامیة: اقول: نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة أن الرافضی اذا کان یسبّ الشیخین ویلعنهما فهو کافر، وان کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع اهـ. وهذا لایستلزم عدم قبول التوبة علی ان الحکم علیه بالکفر مشکل لما فی الاختیار: اتفق=

عرس کاحکم

﴿سوال﴾ اول زید پیری مریدی کا پیشہ کرتا تھا قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا۔ مرید لوگوں نے زید کو ایک جلیل القدر بزرگ سمجھ کر وقت دفن کرنے کے قبر میں ہر چہار طرف پتھر لگا کر دفن کیا اور پھر حسب دستور زمانہ حال زید کی قبر کی چہار دیواری پختہ بنائی۔ دوم مرید لوگ زید کی سالانہ برسی کرتے ہیں یعنی ایک تاریخ مقرر کرکے کسی دوسرے بزرگ کی خانقاہ میں سب مرید جمع ہوتے ہیں وہاں پر خلیفہ زید کا مریدان حاضرین کو توجہ دیتا ہے اور نیز ظاہر کرتا ہے کہ زید اس وقت جلسہ ہذا میں تشریف لائے بلکہ شریک جلسہ ہذا ہیں اور فلاں فلاں ارشاد فرماتے ہیں شرعاً امور مذکور الصدر درست ہیں یا خلاف اور جو شخص امور مذکورہ کا مرتکب ہو اس کا امام بنانا درست ہے یا نہیں اور وہ شخص کس درجہ میں ہے؟ فتویٰ مفصل ومشرح ارقام فرمایا جاوے۔

=الأئمة على تضليل البدع أجمع وتخطئتهم، وسب أحد من الصحابة وبغضه لايكون كفراً، لكن يضلل. الخ. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ٦، ص: ٣٧٧، ٣٧٨، ط، دار عالم الكتب، رياض)

وفى شرح العقائد: ويكف عن ذكر الصحابة الا بخير، لما ورد من الأحاديث الصحيحة فى مناقبهم، ووجوب الكف عن الطعن فيهم، كقوله عليه السلام: لاتسبوا أصحابى، فلو أن أحدكم ان أنفق مثل أحد ذهبا، ما بلغ مد أحدهم، ولانصيفه، وكقوله عليه السلام: اكرموا أصحابى فانهم خياركم، الحديث، وكقوله عليه السلام: اللّٰه اللّٰه فى أصحابى، لاتتخذوهم غرضاً من بعدى، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فبغضى أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذانى، ومن آذانى فقد آذى اللّٰه تعالى، ومن آذى اللّٰه تعالى فيوشك أن ياخذه....فسبهم والطعن فيهم ان كان مما يخالف الأدلة القطعية فكفر، كقذف عائشةؓ، والا فبدعة وفسق. (شرح العقائد النسفية، العقائد المتعلقة بالصحابة ومن بعدهم، ص: ٣٧١، ٣٧٢، ٣٧٣، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

﴿جواب﴾ قبر میں پتھر لگانا مکروہ ہے اور فقہاء نے صراحۃ اس کو منع لکھا ہے (۳۶) اور مولانا محمد اسحٰق دہلوی مہاجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہ تمام ہندوستان کے علماء محدثین کے استاد و استاد زادہ نواسہ و شاگرد خلیفہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے ہیں اپنے مسائل اربعین اور مائۃ مسائل میں اس کو منع لکھتے ہیں الفاظ اربعین کے یہ ہیں پختہ ساختن قبر و تعمیر نمودن گنبد و چہار دیواری و چبوترہ نزد قبر جائز نیست۔ اور عرس کے باب میں بھی جواب یہ ہے کہ منع ہے اربعین میں مولانا ممدوح لکھتے ہیں مقرر ساختن روز عرس جائز نیست و در تفسیر مظہری مینویسد **لایجوز مایفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد الیها ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونه عرسا**

---

(۳۶): عن جابرؓ قال: نهى رسول اللهﷺ أن يجصص القبر، وأن يبنىٰ عليه، وأن يقعد عليه. وفى المرقاة تحت هذا الحديث: قال فى الأزهار: النهى عن تجصيص القبور للكراهة و هو يتناول البناء بذلک تجصيص وجهه والنهى فى البناء للكراهة ان كان فى ملكه وللحرمة فى المقبرة المسبلة، ويجب الهدم وان كان مسجداً.....ثم قال التوربشتى: ولأنه من صنيع أهل الجاهلية أى كانوا يظللون على الميت الى سنة قال وعن ابن عمرؓ أنه رأى فسطاطاً على قبر أخيه عبدالرحمٰنؓ، فقال انزعه ياغلام وانما يظله عمله. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، الفصل الاول، ج:۴،ص: ۱۵۵،۱۵۶،ط، دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى اعلاء السنن: وفى الطحطاوى على قول صاحب الدر المختار (۱:۶۱۰): فى الشرنبلالية عن البرهان: يحرم البناء عليه للزينة، ويكره للاحكام بعد الدفن الخ. وفى كتاب الآثار(۴۲) ونكره أن يجصص، أو يطين، أو يجعل عنده مسجدا، أو علما، أو يكتب عليه، وهو قول أبى حنيفة. (اعلاء السنن، كتاب الجنائز، باب النهى عن تجصيص القبور والقعود والبناء والكتابة والزيادة عليها، ج: ۸، ص: ۳۱۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى)

انتھٰــــی (۳۷). اور یہ ہفوات کہ شیخ جلسہ میں حاضر ہے اور یہ امر فرماتا ہے اگر چہ بتاویل صحیح شرک نہیں مگر منجر بشرک اور باعث فساد عقیدہ عوام ہے تو یہ امر بھی بدعت وضلال و گناہ سے خالی نہیں بسبب انجام شرک کے لہٰذا یہ سب امور ممنوع وخلاف سنت ہیں اگر مرتکب ومصوب ان امور کا اصرار کرے اور ترک نہ کرے تو امام بنانا اس کو منع ہے گو اس کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے جب تک فساد عقیدہ اس کا محقق نہ ہو(۳۸) اور بندہ مولانا محمد اسحٰق مرحوم کے فتاویٰ سے یہ نقل کرتا ہے اگر کسی کو شبہ ہو دونوں رسالہ مذکورہ بالا کو مطالعہ کر لیوے اور نصوص حدیث وفقہ کو نقل نہیں کرتا کہ ان کے مطالعہ سے عوام بلکہ خواص ہمارے زمانہ کے بھی قاصر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب الجواب صحیح والمجیب مصیب الجواب صحیح

فخر الدین عفی عنہ گنگوہی گل محمد سرور علی شاہ عفی عنہ مدرسہ

الجواب صحیح حبیب الرحمٰن مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور مظاہر العلوم سہارنپور

ہذا الجواب صحیح محمد اسماعیل مدرس مدرسہ عربی دیوبند جوابات وسوالات صحیح ہیں عنایت الٰہی عفی عنہ

جواب صحیح ہے اللہ تعالیٰ ان فضائح کے مرتکب کو اجتناب کی توفیق دے کے اتباع سنت پر قائم رکھے

---

(۳۷): (تفسیر مظهری، سورة آل عمران تحت آیت: ۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفین)

(۳۸):وتجوز الصلاة خلف كل بر وفاجر، لقوله عليه السلام: صلوا كل بر و فاجر. ولأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة، وأهل الهواء، والبدع، من غير نكير. وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف البدع فمحمول على الكراهة، اذ لا كلام فى كراهة الصلاة خلف الفاسق والمبتدع. هذا اذا لم يؤد الفسق أو البدعة الى حد الكفر، أما اذا أدى اليه فلا كلام فى عدم جواز الصلاة خلفه. (شرح العقائد النسفية، الكلام فى العقائد المتفرقة، ص: ۳۶۹، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

مشاق احمد عفی عنہ۔ جواب صحیح ہے اور اس عبارت سے گریز بھی کمال درجہ گمراہی ہے۔

الجواب صحیح فضل الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی　　احمد علی عفی عنہ غوانپوری وارد حال سہانپور

ہذا الجواب صحیح ومنکرہ فضیح

الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی یوبند　　محمد مراد ثناء اللہ عفی عنہ از مظفر نگر

صح الجواب　　المجیب مصیب محمد اسحٰق نہٹوری عفا اللہ عنہ　　الجواب صحیح

صدیق احمد مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی، مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی، محمد علی عفی عنہ مدرس حسین بخش دہلی

الجواب صحیح　　الجواب صحیح　　جواب صحیح ہے　　الجواب صحیح

عبدالرزاق　　بندہ محمود عفا اللہ عنہ دیوبندی　　محمد عبدالرشید انصاری سہارنپوری　　بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح　　الجواب صحیح　　اصاب من اجاب　　الجواب صحیح　　من اجاب اصاب

محمد یعقوب علی عفی عنہ　　غلام رسول عفی عنہ　　محمد یٰسین عفی عنہ　　حبیب الرحمٰن　　محمد بشیر احمد

مدرس مدرسہ عربی دیوبند　　مدرس مدرسہ عربی دیوبند　　دیوبندی　　عفی عنہ دیوبندی　　عفی عنہ

تمام شد

کتاب الجنائز

جنازے اور میت اور قبروں کے مسائل کا بیان

مردوں کو ثواب کس طرح پہنچتا ہے

﴿سوال﴾ ایصال ثواب میں نیت سب اموات کی کرے تو سب کو برابر پہنچے گا یا تقسیم ہو کر پہنچے گا؟

﴿جواب﴾ یہ ثواب سب پر حصہ رسد تقسیم ہوگا۔ جیسا ظاہر ہے(۱) اور سب کو ہر ہر واحد کو پورا ثواب جیسا مشہور ہے(۲) کوئی روایت صحیح اس کی بندہ کو معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثواب میت کو کس طرح پہنچے گا

﴿سوال﴾ ایک شخص کے جس وقت دل میں آتا ہے یوں کہتا ہے کہ الٰہی جس قدر مجھ سے نیکیاں

---

(۱):قال الامام ابن القیم الجوزیۃ: ان الثواب ملک له، فله أن یهدیه جمیعه، وله أن یهدی بعضه. یوضحه: أنه لو أهداه الی أربعة مثلا یحصل لکل منهم ربعه، فاذا أهدی الربع وأبقی لنفسه الباقی جاز، کما لو أهداه الی غیره. (کتاب الروح، المسالة السادسة عشر، وهی: هل تنفع أرواح الموتی بشیء من سعی الأحیاء أم لا؟، ص: ۳۹۱، ۳۹۲، ط، دار عالم الفوائد، مکة المکرمة)

(۲):فی الشامیة: قلت: لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لأهل المقبرة الفاتحة هل یقسم الثواب بینهم أویصل لکل منهم مثل ثواب ذلک کاملاً؟ فأجاب بأنه أفتی جمع بالثانی، وهو اللائق بسعة الفضل. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراء ة للمیت واهداء ثوابها له، ج: ۳، ص: ۱۵۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

تمام عمر میں ہوئی ہوں میں نے ان کا ثواب اپنے والدین کو بخشا۔ایک شخص نے یہ بات سن کراس سے کہا کہ یوں اموات کو ہرگز ثواب نہیں پہنچتا تاوقتیکہ کوئی چیز خاص ایصال ثواب کیواسطے نہ پڑھی جاوے تو یہ کہنا اس شخص کا صحیح ہے یا نہیں اوراس طرح سے ثواب بھی پہنچتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ثواب ہرطرح پہنچ جاتا ہے(۳)۔قول مانع کا صحیح نہیں۔

ثواب پہنچنے کا طریقہ

﴿سوال﴾ایک شخص تین مرتبہ قل شریف پڑھ کراپنے والدین کو بخش دیتا ہے زید نے یہ بات سن کراس شخص سے کہا کہ تم تین مرتبہ قل شریف پڑھ کرتمام زمانہ کے مسلمانوں کی روح کو بخش دیا کرو ہر ہر فرد بشر کوایک ایک ختم قرآن شریف کا ثواب ملے گااورتمہارے والدین کے ثواب میں کچھ کمی نہ آئیگی اب وہ شخص یہ پوچھتا ہے کہ سب دنیا کے مسلمانوں کی میں نیت کرلیا کرونگا ورنہ مجھ کو کچھ ضرورت نہیں کہ میں اپنے والدین کا ثواب کاٹ کراوروں کودوں اس میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾میرے استادوں کا یہ قول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ثواب تقسیم ہوکر پہنچتا ہے(۴)۔نہ سب کو

(۳):فی مراقی الفلاح: فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من انواع البر ويصل الى الميت.

وقال الشيخ احمد الطحطاوى رحمه اللّٰه تعالٰى تحته: (فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة) سواء كان المجعول له حياً، أو ميتاً من غير أن ينقص من أجره شيء.(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة،باب أحكام الجنائز، فصل فى زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۴):قال الامام ابن القيم الجوزيةؒ: ان الثواب ملک له، فله أن يهديه جميعه،=

پورا پورا اور اس باب میں کوئی روایت حدیث صحیح نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک قرآن مجید کا ثواب کئی کو کس طرح پہنچے گا

﴿سوال﴾ ایک قرآن مجید کا ثواب چند مردوں کو پہنچایا تو تمام کو ایک قرآن کا ثواب تقسیم ہوگا یا ہر ہر واحد کو پورے ایک ایک قرآن کا ثواب حاصل ہوگا علی ہذا القیاس طعام وغیرہ؟

﴿جواب﴾ تقسیم ہو کر پہنچتا ہے (۵)۔

طعام المیت یمیت القلب کا صحیح مطلب ومنشاء

﴿سوال﴾ ایک شخص نے حسب معمول مروجہ دینا ردسویں کو بیسویں کو یا برسی ششماہی کو کھانا پکایا نیت اس کی یہ ہے کہ فقراء کو کھلاؤں گا اور برادری وغیرہ کو بھی تا کہ رسم برادری بھی ادا ہو جائے اور ثواب بھی ہو یا برادری ودوست احباب واہل وعیال نے کھایا اور فقراء مساکین نے بھی کھایا تو برادری دوست احباب نے جو کچھ کھایا تو وہ طعام میت کے حکم میں ہے یا نہیں اس پر **طعام المیت یمیت القلب** جاری ہوگا یا نہیں؟

=وله أن يهدى بعضه. يوضحه: أنه لو أهداه الى أربعة مثلا يحصل لكل منهم ربعه، فاذا أهدى الربع وأبقى لنفسه الباقي جاز، كما لو أهداه الى غيره. (كتاب الروح، المسالة السادسة عشر، وهي: هل تنفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا؟، ص: ۳۹۱، ۳۹۲، ط، دار عالم الفوائد، مكة المكرمة)

(۵):قال الامام ابن القيم الجوزيةؒ: ان الثواب ملك له، فله أن يهديه جميعه، وله أن يهدى بعضه. يوضحه: أنه لو أهداه الى أربعة مثلا يحصل لكل منهم ربعه، فاذا أهدى الربع وأبقى لنفسه الباقي جاز، كما لو أهداه الى غيره. (كتاب الروح، المسالة السادسة عشر، وهي: هل تنفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا؟، ص: ۳۹۱، ۳۹۲، ط، دار عالم الفوائد، مكة المكرمة)

﴿جواب﴾ جس قدر فقراء کوکھلایا بہ شرط نیت خالصہ کے ثواب پہنچے گا(۶) اور رسم کا گناہ بھی ہووے گا اور جو طعام برادری کو کھلایا اس کا کھانا مکروہ ہے اور اماتت قلب بھی اس میں حاصل ہے نہ کھانا چاہیے(۷) خواہ غنی ہو یا فقیر ایسا طعام مکروہ ہے فقط۔

---

(۶):فی مراقی الفلاح: فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من انواع البر ويصل الى الميت.

وقال الشيخ احمد الطحطاوی رحمه الله تعالٰى تحته: (فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة) سواء كان المجعول له حياً، أو ميتاً من غير أن ينقص من أجره شيء.(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فی زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۷):فی فتاوی عزيزی: اين قول كه طعام الميت يميت القلب حديث نيست كلام بعضی از تجربه كاران ست گويند مراد از طعام ميت طعامی است كه چهل روز ميخورانند ووجه اماتت قلب آنست كه بيشتر از هنگام سنوح موت ميت دهم بعد از ان خيال سر انجام اين طعام وتقسيم آن فيما بين الاقربا ياسكان مساجد دامنگير خاطر ميشود كسانيكه اين طعام بآنها ميرسد از وقت موت متوقع وچشم دوخته برين طعام ميباشند مقصود شرع آنست كه از موت ميت عبرت گيرند وپند پرند ودر تفكر آخرت مشغول شوند واز غفلت هوشيار شوند واين مقصود ازين صورت بالكليه مفقود ميگردد وآنچه در حديث صحيح آمده است ودر صحاح سته موجود است همين قدر است كه نهی رسول اللهﷺ عن طعام الميت. (فتاوی عزيزی، ج: ۲، ص: ۱۰۶، ط، مكتبه مجتبائی دهلی)

غنی کو کھلانے کا ثواب مردہ کو

﴿سوال﴾ اپنے بزرگوں کی ارواح کو ایصال ثواب منظور ہے کوئی شئے اپنے یار واحباب اغنیاء کو کھلا کر ایصال ثواب کر سکتا ہے ہے یا نہیں اور اغنیاء ایسی شئے کے کھانے سے خطاوار تو نہیں ہو نگے ؟

﴿جواب﴾ غنی کو ایسا طعام صدقہ نفل کا مکروہ تنزیہہ ہے اور ثواب پہنچتا ہے مگر فقیر کے کھانے سے کم۔

قبرستان میں قرآن شریف کیسے پڑھے

﴿سوال﴾ قبرستان میں قرآن شریف آواز سے ناظرہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قبرستان میں قرآن شریف پکار کے اور آہستہ دیکھ کر اور حفظ سب طرح پڑھنا درست ہے(۸) فقط۔

---

(۸):فی شرح الصدور للسیوطیؒ: وأخرج الخلال فی الجامع، عن الشعبی قال: كانت الأنصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الى قبره يقرأون له القرآن. (كتاب شرح الصدور بشرح حال موتٰى والقبور، ص: ۲۹۶، ط، دار الكتاب العربى بيروت لبنان)

وفی الهندية: وكان الصدر أبو اسحق الحافظ يحكى عن استاذه أبى بكر محمد بن ابراهيم رحمه اللّٰه تعالٰى لابأس أن يقرأ على المقابر سورة الملك سواء أخفى أوجهر. (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الكراهية، الباب السادس عشر فى زيارة القبور وقراءة القرآن فى المقابر، ج: ۵، ص: ۳۵۰)

وفيه ايضاً: قراة القرآن عند القبور عند محمد لايكره ومشايخنا اخذوا بقوله و هل ينتفع والمختار ينتفع هكذا فى المضمرات. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن والنقل من مكان الى اخر، ج: ۱، ص: ۱۶۶)

قبر پر مردے کو ثواب پہنچانے کے لئے ہاتھ اٹھانا

﴿سوال﴾ قبر پر مردے کو ثواب پہنچانا ہاتھ اٹھا کر درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ثواب پہنچانے کے لئے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی ہو تو قبر کی طرف پشت کر لینی چاہیے(۹)۔

قبر پر قرآن شریف پڑھنا

﴿سوال﴾ میت کو دفن کرنے کے بعد شہادت کی انگلی سرہانے اور پائنتیں رکھ کر دو شخص اول آخر سورۃ بقرہ پڑھتے ہیں درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اول آخر سورہ بقرہ پڑھنا تو حدیث میں وارد ہوا ہے(۱۰) مگر خصوصیت انگلی کی

---

(۹):وفی حدیث ابن مسعود رأیت رسول اللّٰہ ﷺ فی قبر عبداللّٰہ ذی البجادین. "الحدیث وفیه" فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً یدیه. أخرجه أبو عوانة فی صحیحه. (الفتح الباری، کتاب الدعوات، باب الدعا مستقبل القبلة، ج: ۱۱، ص: ۱۴۸، ۱۴۹، رقم: ۶۳۴۳)

وفی الهندیة: فاذا بلغ المقبرة یخلع نعلیه ثم یقف مستدبر القبلة لوجه المیت ویقول: السلام علیکم یا أهل القبور..... واذا أراد الدعاء یقوم مستقبل القبلة کذا فی خزانة الفتاوی. (الفتاوی العالمکیریه، کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقراء ة القرآن فی المقابر، ج: ۵، ص: ۳۵۰)

(۱۰): وفی شعب الایمان: أخبرنا علی بن أحمد بن عبدان، أخبرنا أحمد بن عبید الصفار، حدثنا أبو شعیب الحرانی، حدثنا یحیی بن عبداللّٰہ البابلتی حدثنا أیوب بن نهیک الحلبی مولی آل سعد بن أبی وقاص، قال سمعت عطاء بن أبی رباح، سمعت=

نہیں ہے(۱۱)۔

مٹی ہوئی قبروں پر قرآن مجید پڑھنا

﴿سوال﴾ ایک مکان میں چند قبریں پختہ وخام ہیں۔ اگر صاحب مکان اس جگہ قرآن شریف پڑھا کر بہ نیت قرأۃ علی القبر کی جس کو فقہاء منع کرتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں اور احکام قبر بعد منہدم ہونے کی بدل جاتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ وہاں قرآن پڑھنا جائز ہے(۱۲) اور جب قبر مطموس ہوجاوے نام ونشان نہ رہے تو

=عبداللّٰہ بن عمر سمعت النبی ﷺ یقول: اذا مات أحدکم فلاتجسوہ، وأسرعوا الی قبرہ، ولیقرأ عند رأسه فاتحة الکتاب، وعند رجلیه بخاتمة البقرة فی قبرہ.

لم نکتبه الا بهذا الاسناد فیما أعلم وقد روینا القراء ۃ المذکورة فیه عن ابن عمر موقوفاً علیه. (الجامع لشعب الایمان، باب فی الصلاة علی من مات من أهل القبلة، فصل فی زیارة القبور، ج: ۱۱، ص: ۴۷۱، ۴۷۲، رقم: ۸۸۵۴، ط، مکتبة الرشد، ریاض)

قلت: وذکرہ الهیثمی فی ''مجمع الزوائد''(۳/۴۴/ط/دار الکتاب العربی بیروت لبنان) وقال: رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیه یحیی بن عبداللّٰہ البابلتی وهو ضعیف.

وفی الشامیة: وکان ابن عمرؓ یستحب أن یقرأ علی القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت، ج: ۳، ص: ۱۴۳، ط، دار عالم الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۱):فی الدر المنتقٰی: ومن البدع وضع الید علی القبر. (الدر المنتقٰی شرح ملتقی الابحر، علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، قبیل باب الشهید، ج: ۱، ص: ۲۷۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان/فتاوی قاسمیة ۱۰/۱۳۱)

(۱۲):فی شرح الصدور للسیوطیؒ: وأخرج الخلال فی الجامع، عن الشعبی=

بعض احکام بدل جاتے ہیں(۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر پر قرآن مجید پڑھوانا

﴿سوال﴾ قرآن کے حافظوں کو قبر پر قرآن پڑھوانا یا مکان پر یا کسی دوسری جگہ پر واسطے ثواب میت کے کیسا ہے اور اگر بغیر مقررہ اجرت کے کچھ حافظوں کو دیا جاوے تو کیسا ہے اور چنے یا الا ئچی دانے کھانے کہ جس پر کلمہ طیبہ میت کے واسطے پڑھا ہے کیسا ہے اور تیجے دسویں میں جانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ قبر پر قرآن پڑھوانا درست ہے اگر لوجہ اللہ تعالیٰ ہو(۱۴) اجرت کا خیال دونوں کا نہ ہو اور جو حسب قاعدہ وعرف دیا جاتا ہے وہ بھی بحکم اجرت ہے ایسے پڑھنے کا ثواب نہیں ہوتا نہ قاری کو نہ میت

=قال: كانت الأنصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الى قبره يقرأون له القرآن. (كتاب شرح الصدور بشرح حال موتٰى والقبور، ص: ٢٩٦، ط، دار الكتاب العربى بيروت لبنان)

قال العلامة احمد بن يونس الشلبى رحمه اللّٰه تعالٰى: وهل قراء ة القرآن عند القبور مكروهة تكلموا فيه قال أبو حنيفة يكره وقال محمد لايكره. ومشايخنا أخذوا بقول محمد. (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، ج: ١، ص: ٢٤٦، ط، مكتبه امداديه ملتان)

(۱۳):فى تبيين الحقائق: ولو بلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره وزرعه والبناء عليه. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، ج: ١، ص: ٢٤٦، ط، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا فى بحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، ج: ٢، ص: ٣٤٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۴):فى عمدة القارى: قال الخطابى: فيه دليل على استحباب تلاوة الكتاب العزيز على القبور، لأنه اذا كان يرجى عن الميت التخفيف بتسبيح الشجر، فتلاوة=

کو(۱۵) اوررسوم تیجہ ودسویں وغیرہما میں جانا بھی منع ہے(۱۶)۔

=القرآن العظيم أعظم رجاء وبركة. (عمدة القارى ، كتاب الوضوء، ج: ٣، ص: ١٧٦، رقم: ٢١٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۵):وفى الشامية: قال تاج الشريعة فى شرح الهداية: ان القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لا للميت ولا للقارى، وقال العينى فى شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان.

فالحاصل: أن ما شاع فى زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لايجوز، لأن فيه الأمر بالقراءة اعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال، فاذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب الى المستأجر، ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد فى هذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسباً ووسيلة الى جمع الدنيا. انا للّٰه وانا اليه راجعون. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستيجار على التلاوة والتهليل ونحوه مما لاضرورة اليه، ج: ٩، ص: ٧٧، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فى البناية شرح الهداية، كتاب الكراهية، مسائل متفرقه، ج: ١٢، ص: ٢٣٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۶):وفى البزازية: ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث. وبعد الأسبوع ونقل الطعام الى القبر فى المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الاخلاص. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة،مطلب فى كراهة الضيافة من أهل الميت، ج:٣،ص: ١٤٨،ط، دار عالم الكتب، رياض)

قبروں پرقرآن مجید پڑھنا

﴿سوال﴾ قبروں پرقرآن پڑھوانے کوحافظوں کومقرر کرنا کیسا ہے۔

﴿جواب﴾ قبروں پراگر قرآن لوجہ اللہ پڑھوادے تو درست ہے(۱۷) مگراجرت پردرست نہیں نہ ایسے پڑھنے کا ثواب حافظ کوملتا ہے نہ مردہ کواوراجرت دینا اورلینا دونوں ناجائز ہیں(۱۸) فقط۔

قبر پرخوشبولگانا پھول رکھنا روشنی کرنا

﴿سوال﴾ قبر پرخوشبولگانا یاروشنی کرنا یا پھول رکھنا جائز ہے یانہیں؟

---

(۱۷):فی شرح الصدور للسیوطیؒ: وأخرج الخلال فی الجامع، عن الشعبی قال: کانت الأنصار اذا مات لهم المیت اختلفوا الی قبره یقرأون له القرآن. (کتاب شرح الصدور بشرح حال موتٰی والقبور، ص: ۲۹۶، ط، دار الکتاب العربی بیروت لبنان)

وقال العلامة احمد بن یونس الشلبی رحمه اللّٰه تعالٰی: وهل قراء ة القرآن عند القبور مکروهة تکلموا فیه قال أبو حنیفة یکره وقال محمد لایکره. ومشایخنا أخذوا بقول محمد. (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الجنائز، ج: ۱، ص: ۲۴۶، ط، مکتبه امدادیه ملتان)

(۱۸): فی البنایة: وفی الواقعات: یمنع القارئ والآخذ والمعطی آثمان. (البنایة شرح الهدایة، کتاب الکراهیة، مسائل متفرقه، ج: ۱۲، ص: ۲۳۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجارعلی التلاوة والتهلیل ونحوه مما لاضرورة الیه، ج: ۹، ص: ۷۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

﴿جواب﴾قبر پر پھول وغیرہ چڑھانا نادرست ہے(۱۹) اگر آمدورفت زائرین ہو اور لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو تو راستہ میں قبروں پر چراغ رکھنا درست ہے(۲۰) اور فضول روشنی ہر جگہ حرام ہے(۲۱)۔

---

(۱۹):قال العلامة السيد محمد يوسف البنورى رحمه اللّٰه تعالىٰ: قال الراقم: اتفق الخطابى والطرطوشى والقاضى عياض على المنع، وقولهم أولى بالاتباع حيث اصبح مثل تلك المسامحات والتعللات مثاراً للبدع المنكرة والفتن السائرة، فترى العامة يلقون الزهور على القبور، وبالأخص على قبور الصلحاء والأولياء. (معارف السنن، كتاب الطهارة، باب التشديد فى البول، ج: ۱، ص: ۲۶۵، ط، ايجو كيشنل بريس كراتشى)

وقال العلامة العينى رحمه اللّٰه تعالىٰ: أنكر الخطابى ومن تبعه وضع الجريد اليابس، وكذلك ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشىء.(عمدة القارى ، كتاب الوضوء، ج: ۳، ص: ۱۸۰، رقم: ۲۱۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى فيض البارى على صحيح البخارى، كتاب الوضوء، باب من الكبائر ان لايستتر من بوله، ج: ۱، ص: ۴۱۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲۰): قال المحدث الكبير محمد زكريا الكاندهلوى رحمه اللّٰه تعالىٰ فى حاشية البذل: وفى "العرف الشذى" (ص: ۱۶۱): السراج على الميت لافادة الزائرين اباحه العلماء. قلت: ويؤيده ما تقدم فى : باب فى الدفن بالليل. (بذل المجهود، كتاب الجنائز، باب فى زيارة النساء القبور، ج: ۱۰، ص: ۵۲۶، رقم: ۳۲۳۶، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۲۱):فى الكوكب الدرى: وأما اتخاذ السرج عليها فمع ما فيه من اسراف ماله=

میت کے لئے کلام اللہ پڑھنے کی اجرت

﴿سوال﴾ جو شخص ختم کلام اللہ شریف میت کو بخشے اور اس کے وارث کوئی چیز پڑھنے والے کو بغیر مقرر کرنے کے دیویں اس کا لینا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ عرف میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والے کو ضرور دیتے ہیں اگرچہ پہلے سے باہمی اجرت پڑھنے کلام مجید کی طے نہ ہوئی ہو تو لینا جائز نہیں اور نہ ایسے پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچے (۲۲) اور اگر دینا عرف کے اندر نہیں اور خالی نیت سے لوجہ اللہ اس نے پڑھا۔ پھر اگر لے لیوے تو کچھ حرج نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=المنهى عنه بقوله تعالىٰ: "ولا تبذر تبذيراً ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين". تشبه باليهود فانهم كانوا يسرجون المصابيح على قبور كبرائهم وتعظيم للقبور. الخ. (الكوكب الدرى على جامع الترمذى، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى كراهية أن يتخذ على القبر مسجداً، ج: ١، ص: ٣١٧، ط، ندوة العلماء لكهنو)

(٢٢): فى الشامية: قال تاج الشريعة فى شرح الهداية: ان القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لا للميت ولا للقارى، وقال العينى فى شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان.

فالحاصل: أن ما شاع فى زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لايجوز، لأن فيه الأمر بالقراءة اعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال، فاذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب الى المستأجر، ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد فى هذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسباً ووسيلة الى جمع الدنيا. انا لله وانا اليه راجعون. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستيجار على التلاوة والتهليل ونحوه مما لاضرورة اليه، ج: ٩، ص:=

دفن کے بعد فاتحہ پڑھنا

﴿سوال﴾ بعد دفن میت کے چند قدم ہٹ کر فاتحہ وغیرہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ چند قدم ہٹنا اس کی کچھ اصل نہیں مگر بعد دفن کے اگر ایصال ثواب کے لئے کچھ بخشے تو درست ہے (۲۳) لیکن کلمات تعزیت کہنے درست نہیں (۲۴)۔

=۷۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فى البناية شرح الهداية، كتاب الكراهية، مسائل متفرقه، ج: ۱۲، ص: ۲۳۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲۳): فى الدر المختار: ويقرأ يس، وفى الحديث: من قرأ الاخلاص أحد عشر مرة، ثم وهب أجرها للأموات، أعطى من الأجر بعدد الأموات.

وفى الشامية تحته: قوله: (ويقرأ يس) لما ورد" من دخل المقابر فقرأ سورة يس خفف الله عنهم يومئذ، وكان له بعدد من فيها حسنات" بحر. وفى شرح اللباب: ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة الى المفلحون وآية الكرسى[البقرة: ۲۲۵]. (وآمن الرسول) [البقرة: ۲۸۵] وسورة يس وتبارك الملك وسورة التكاثر والاخلاص اثني عشرة مرة. أو عشراً أو سبعاً أو ثلاثاً، ثم يقول: اللّٰهم أوصل ثواب ما قرأناه الى فلان أو اليهم. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فى زيارة القبور، ج: ۳، ص: ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۴): فى الدر المختار التعزية ثانياً، وعند القبر.

وفى الشامية تحته: قوله: (وعندالقبر) عزاه فى الحلية الى المبتغى بالغين المعجمة، وقال: ويشهد له ما أخرج ابن شاهين عن ابراهيم: التعزية عند القبر بدعة اهـ.=

مسئلہ تلقین میت

﴿سوال﴾ جب سماع موتیٰ کے حضرت امام صاحب قائل نہیں ہیں پھر فقہاء حنفیہ تلقین میت کو کیوں تحریر فرماتے ہیں۔(سوال نمبر۲):صفر کو ہندی میں پیتل کہتے ہیں یا کانسی غیاث اللغات میں کانسی لکھا ہے اور غایۃ الاوطار میں پیتل لکھا ہے صحیح کس کا قول ہے۔

﴿جواب﴾ مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں(۲۵)اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہو پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے کیونکہ اول زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں۔اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں شاذ ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔۲:قول مترجم درمختار کا صحیح ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مؤمنین کی روحوں کا شب جمعہ اپنے گھر آنا

﴿سوال﴾ ارواح مومنین ہر جمعہ کی شب کو اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں اس طرح کا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟

=قلت: لعل وجهه ان المطلوب هناک القراء ة والدعاء للميت بالتثبيت. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ج: ۳، ص: ۱۴۹، ۱۵۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۵):وفي المرقات: قال ابن الهمام في شرح الهداية: اعلم ان أكثر مشايخ الحنفية على أن الميت لايسمع على ما صرحوا به في كتاب الايمان لو حلف لايكلمه، فكلمه ميتاً لايحنث لأنها تنعقد على ما يجيب بفهم، والميت ليس كذلک: أقول: هذا منهم مبني على أن مبنى الايمان على العرف، فلايلزم منه نفي حقيقة السماع. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الجهاد، باب حكم الأسراء، الفصل الاول، ج: ۷، ص: ۴۷۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾ ارواح مؤمنین کا شب جمعہ وغیرہ کو اپنے گھر آنا کہیں ثابت نہیں ہوا۔ یہ روایات واہیہ ہیں۔ اس پر عقیدہ کرنا ہرگز نہیں چاہیے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی۔

الاجوبۃ صحیحۃ ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ — الاجوبۃ صحیحۃ محمد یعقوب النانوتوی عفی عنہ

مدرس دوم مدرسہ عالیہ دیوبند — مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند

الاجوبۃ صحیحۃ — الاجوبۃ کلہا صحیحۃ

احمد ہزاروی عفی عنہ — عزیز الرحمٰن الدیوبندی کان اللہ لہ — وتوکل علی العزیز الرحمٰن

الاجوبۃ صحیحۃ — الاجوبۃ صحیحۃ محمد محمود عفی عنہ — الٰہی عاقبت محمود گرداں، الاجوبۃ کلہا صحیحۃ ابوالمکارم

عبداللہ انصاری عفی عنہ — مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند — محمد اسحٰق فرخ آبادی عفی عنہ

مردہ کی روح کا شب جمعہ گھر آنا

﴿سوال﴾ بعض علماء کہتے ہیں کہ مردہ کی روح اپنے مکان پر شب جمعہ کو آتی ہے اور طالب خیرات وثواب ہوتی ہے اور نگاہوں سے پوشیدہ ہوتی ہے یہ امر صحیح ہے یا غلط؟

﴿جواب﴾ یہ روایات صحیح نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شب جمعہ مردوں کی روحوں کا اپنے مکانوں میں آنا

﴿سوال﴾ شب جمعہ مردوں کی روحیں اپنے گھر آتی ہیں یا نہیں جیسا کہ بعض کتب میں لکھا ہے؟

﴿جواب﴾ مردوں کی روحیں شب جمعہ میں اپنے اپنے گھر نہیں آتیں روایت غلط ہے۔

رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز

﴿سوال﴾ رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز جو کہ اصحاب ثلاثہ کی شان میں کلمات بے ادبی کہتا ہے پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں(۲۶)۔لہٰذا اس کی صلوۃ جنازہ پڑھنی نہ

(۲۶):فی الشامیة: اقول: نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة أن الرافضی اذا کان یسبّ الشیخین ویلعنهما فهو کافر، وان کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع..... نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰه عنها، أو أنکر صحبة الصدیق، أو اعتقد الألوهیة فی علیؓ، أو ان جبریلؑ غلط فی الوحی، أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن.الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ۶، ص:۳۷۷، ۳۷۸، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ باللّٰه فهو کافر وان کان یفضل علیا کرّم اللّٰه وجهه علی أبی بکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه لایکون کافراً الا أنه مبتدع.....ولوقذف عائشة رضی اللّٰه عنها بالزنی کفر باللّٰه.....من أنکر امامة أبی بکر الصدیق رضی اللّٰه عنه فهو کافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح أنه کافر وکذلک من أنکر خلافة عمر رضی اللّٰه عنه فی الأصح الاقوال کذا فی الظهیریة. ویجب اکفارهم باکفار عثمان و علی وطلحة وزبیر وعائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم ویجب اکفار الزیدیة کلهم فی قولهم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا وسیدنا محمدﷺ کذا فی الوجیز للکردری. ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا و بتناسخ الارواح وبانتقال روح الا له الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن وبتعطیلهم الامر والنهی الی أن یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمدﷺ دون علی بن أبی طالب رضی اللّٰه عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام وأحکامهم أحکام المرتدین کذا فی الظهیریة. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج: ۲، ص: ۲۶۴)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج: ۵، ص:=

چاہیے(۲۷)۔

بدعتیوں کے جنازہ کی نماز

﴿سوال﴾تعزیہ داروں اور مرثیہ خانوں اور بے نمازیوں کے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾یہ لوگ فاسق ہیں اور فاسق کے جنازہ کی نماز واجب پس ضرور پڑھنا چاہیے(۲۸)۔

=۲۱۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب أحکام المرتدین،الفصل السابع و العشرون، فیمن یجب اکفاره من أهل البدع، ج: ۷، ص: ۳۶۴، ط، مکتبة زکریا دیوبند)

(وکذا فی الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب ألفاظ تکون اسلاما أو کفرا أو خطأ، ج: ۶، ص: ۳۱۸)

(۲۷):قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ولاتصل علی أحد منهم مات أبداً ولاتقم علی قبره، بانهم کفروا باللّٰه ورسوله وماتوا وهم فاسقون. (سورةالتوبة: ۸۴)

وقال القرطبی رحمه اللّٰه تعالیٰ: لما قال تعالیٰ: (ولاتصل علی احد منهم مات ابدا) قال علماء نا: هذا نص فی الامتناع من الصلاة علی الکفار. (الجامع لاحکام القران، ج: ۱۰، ص: ۲۲۳، ط، موسسة الرسالة بیروت لبنان)

فی ملقتی الأبحر: الصلاة علیه فرض کفایة وشرطها اسلام المیت.

وفی مجمع الأنهر تحته: (وشرطها) أی شرط جواز الصلاة علیه (اسلام المیت) فلاتصح علی الکافر لقوله تعالیٰ: (ولاتصل علی أحد منهم مات أبدا) [التوبة: ۸۴]. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، ج: ۱، ص: ۲۶۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲۸): عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰهﷺ الجهاد واجب علیکم مع کل=

مردہ کو زمین میں امانت رکھنا

﴿سوال﴾ بعض شخص کہتے ہیں کہ دفن کرتے وقت قبر میں زمین سے کہہ دے کہ یہ تیرے سپرد رہے تو زمین مردے کو گلاتی نہیں ویسے ہی رہتا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ بات غلط ہے اور زمین ایسے جملہ امور میں عاجز محض اور محکوم حکم الٰہی ہے۔

مرے ہوئے بچہ کے پیدا ہونے پر نام رکھنا

﴿سوال﴾ مرے ہوئے بچہ پیدا ہونے یا ہوکر مرجانے یا ہوتے ہی مرجانے پر نام رکھنا چاہیے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو بچہ پورا یا اسقاط ہوا ہو اور تمام اعضاء بن گئے ہوں اس کا نام رکھ دینا بہتر ہے(۲۹)۔اور اگر مضغہ گوشت ہے تو نام رکھنے کی حاجت نہیں ہے۔

=امیر، براً كان أو فاجراً، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم، براً كان أو فاجراً وان عمل الكبائر، والصلاة واجبة على كل مسلم، براً كان أو فاجراً وان عمل الكبائر. وفى البذل تحت هذا الحديث: (والصلاة واجبة) أى كفائيا (على كل مسلم) ميت طاهر (براً كان أو فاجراً وان عمل الكبائر) أى فى حياته. (بذل المجهود فى حل ابى داؤد، كتاب الجهاد، باب فى الغزو مع أئمة الجور، ج: ۹، ص: ۹۹، رقم: ۲۵۳۳، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفى شرح العقائد: الثالث: اجماع الأمة من عصر النبى صلى الله عليه وسلم الى يومنا هذا بالصلاة على من مات من أهل القبلة من غير توبة، والدعاء، والاستغفار لهم، مع العلم بارتكابهم الكبائر، بعد الاتفاق على أن ذلک لايجوز لغير المؤمن. (شرح العقائد النسفية، الكبيرة لاتخرج عن الايمان، ص: ۲٦۷، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۲۹): فى ملقتى الأبحر: ومن استهل بعد الولادة غسل وسمى وصلى عليه و=

عورت کے انتقال کے بعد اس کے شوہر کا اس کے جنازہ کو ہاتھ لگانا

﴿سوال﴾ کسی عورت کا انتقال ہوگیا جنازے کو اس کا خاوند ہاتھ لگاوے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بعد فوت زوجہ کے زوج اجنبی ہو جاتا ہے جب بیگانہ لوگ ہاتھ لگاتے ہیں تو زوج کو کیوں ہاتھ لگانا منع ہوگا بلکہ جیسے اور لوگ ہیں ویسا ہی یہ بھی ہے۔

موت کے بعد میاں بیوی کا ایک دوسرے کا منہ دیکھنا

﴿سوال﴾ بعد مرنے کے خاوند کو بیوی کا دیکھنا اور بیوی کو خاوند کا منہ دیکھنا درست ہے یا نہیں؟

=الا غسل فی المختار وأدرج فی خرقة ولایصلی علیه.

وفی الدر المنتقٰی تحته: (والا) یستهل (غسل) وسمی (فی المختار وأدرج فی خرقة) ودفن. (الدر المنتقٰی فی شرح الملتقٰی علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب الجنائز، ج: ۱، ص: ۲۷۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الکنز الدقائق: ومن استهل صلی علیه والا لا.

وفی نهر الفائق تحته: (والا) أی: لم یستهل صارخاً لایصلی علیه ولایرث ولایورث اتفاقاً، وکذا (لا) یغسل ولایسمی فی ظاهر الروایة، وروی الطحاوی: أنه یغسل ویسمی، قال فی الهدایة: وهو المختار وجعله فی شرح المجمع مرویاً عن الثانی: قال: وهو الأصح. (نهر الفائق، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل فی صلاة علی المیت، ج: ۱، ص: ۳۹۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ج: ۳، ص: ۱۳۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

﴿جواب﴾ خاوند بیوی دونوں منہ دیکھ سکتے ہیں (۳۰)۔

قبل دفن قبر میں مردہ کا منہ دیکھنا

﴿سوال﴾ منہ دیکھنا میت کا قبل دفن کے گو قبر میں دیکھے درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ھو المصوب. منہ دیکھنا میت کا گو قبر میں دیکھے یا قبل دفن کے دیکھے درست ہے قال فی الفتاویٰ عالمگیری ولابأس بان یرفع ستر المیت عن وجهه وانما یکره بعد الدفن (۳۱)انتهٰی. وفی مدارج النبوة واضح آن ست کہ علی وعباس وقثم درقبر آمدند وبود قثم آخر کسے کہ بر آمد از قبر واز وی آرند کہ گفت کسیکہ روی مبارک آنحضرت را دید در قبر من بودم انتہی (۳۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم حررہ

---

(۳۰):فی الدر المختار: (ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر الیها علی الأصح). منیة......(وهی لاتمنع من ذلک) ولو ذمیة بشرط بقاء الزوجیة.

وفی الشامیة تحته: قوله: (لا من النظر الیهما علی الاصح)عزاه فی المنح الی القنیة، ونقل عن الخانیة أنه اذا کان للمحرم یممها بیده، وأما الأجنبی فبخرقة علی یده ویغض بصره عن ذراعها، وکذا الرجل فی امراته الا فی غض البصر....قوله: (وهی لاتمنع من ذلک) أی من تغسیل زوجها دخل بها أو لا کما فی المعراج، ومثله فی البحر عن المجتبیٰ. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ج: ۳، ص: ۹۰، ط، دارعالم الکتب ریاض)

(وکذا فی امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجاة الارواح، کتاب الصلاة، باب أحکام الجنائز،مطلب فی تغسیل من لایتمکن من غسله،ص:۶۱۰،ط،مکتبه رشیدیه کوئٹه)

(۳۱):(الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقراء ة القرآن فی المقابر، ج: ۵، ص: ۳۵۱)

(۳۲):فی اسد الغابة: وکان قثم آخر الناس عهداً برسول اللهﷺ لأنه کان=

محمد عبدالحی عفی عنہ۔محمد عبدالحی ۔الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی ۔رشید احمد ۱۳۰۱ھ۔

جنازہ کے لئے جاء نماز نکالنا

﴿سوال﴾ دستور اکثر بلاد میں یہ ہے کہ اہل میت کپڑا قریب گز بھر کے اپنے پاس سے دیتے ہیں اس پر امام کھڑا ہوکر نماز پڑھتا ہے امر درست ہے یا نہیں؟ اور بعض صاحب اس کو بدعت اور بوجہ اسراف فی الکفن کے حرام اور ممنوع کہتے ہیں۔

﴿جواب﴾ صورت مسئول عنہا میں کپڑا دینا اہل میت کا اور نماز جنازہ پڑھنا امام کا کپڑے مذکورہ پر درست ہے اور یہ امر نہ بدعت سیئہ معلوم ہوتا ہے نہ اسراف فی الکفن اس لئے کہ اکثر جا زمین کی پاکی اور ناپاکی کا حال معلوم نہیں ہوسکتا ہے اور چونکہ نماز جنازہ میں طہارت مکان بھی شرط ہے اس وجہ سے بھی احتیاطاً جانماز امام کے واسطے بچھا دیتے ہیں اور چونکہ نماز جنازہ ایک آدمی سے بھی کافی ہوتی ہے لہٰذا امام کے واسطے طہارت مکان واسطے صحت صلوۃ جنازہ کے کافی ہے فی الدرالمختار وفی القنية الطهارة من النجاسة فی ثوب وبدن ومكان وستر العورة شرط فی حق الميت والامام جميعا وفی ردالمحتار علی قوله: (فی القنية)الخ مثله فی المفتاح والمجتبٰی امرنا الیٰ التجريد انتهٰی (۳۳). وفی العالمگيريه اذا قام به البعض واحدا كان اوجماعة ذكرا كان او انثٰی سقط عن الباقين وايضاً فيه والصلٰوة علی الجنازة تتادیٰ باداء الامام وحده(۳۴).انتهٰی.

=آخر من خرج من قبره ممن نزل فيه، قاله علی وابن عباس. (اسد الغابة فی معرفة الصحابة، ج: ۴، ص: ۳۷۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۳):(رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ج: ۳، ص: ۱۰۳، ۱۰۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳۴):(الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلاة ، باب الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی الميت، ج: ۱، ص: ۱۶۲)

اور چونکہ اہل میت کو غرض اس کپڑا دینے سے ہوتی ہے نماز جنازہ پڑھ کر للہ دے دیا جاوے تو اسراف بھی نہ ہو نہ مطلقاً اسراف فی الکفن اس واسطے کہ کفن عرف اور شرع میں عبادت ہے ان تینوں کپڑوں سے جو میت کے ساتھ قبر میں جاتے ہیں اور کپڑا جاء نماز مذکور کفن میں شامل ہی نہیں جو اسراف فی الکفن ہو اور نیز صراح وغیرہ میں ہے کفن بفتحتین جامہ مردہ انتہٰی تو جانماز مذکور کو کفن کہنا بعض صاحب کی کم فہمی معلوم ہوتی ہے **كما لايخفى والله اعلم الراقم محمد عبدالحى عفى عنه. محمد عبدالحى.**

اگر ضروری نہ جانے تو درست ہے ورنہ بدعت ہونے میں شک نہیں (۳۵) بس جہاں جائے پاک معلوم ہو وہاں اہل میت کا کپڑا لانا امام کے واسطے بدعت ہوگا باقی للہ دینا ثواب ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

کفن میں سے جاء نماز بنانا

﴿سوال﴾ کفن میں شروع سے ایک کپڑا زیادہ بنا کر اس کا نام جاء نماز رکھ کر امام کو اس پر کھڑا کر کے نماز جنارہ پڑھوانا اور ملاّ صاحب کو وہ کپڑا دینا ثابت و درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جاء نماز بنانا زائد ہے اگر مال یتیم سے بنائی جاتی ہے تو حرام ہے (۳۶) اور اگر مال یتیم سے نہیں ہے تو اس کو ضروری جاننا بدعت ہے (۳۷) اگر صدقہ کپڑے کا کرنا منظور ہے تو ورثہ بالغین کو کیا

---

(۳۵): ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

(۳۶): وأخرج ابن أبى حاتم عن عبيدالله بن أبى جعفر قال: من أكل مال اليتيم فانه يؤخذ بمشفرة يوم القيامة، فيملأفوه جمرا، فيقال له: كل كما أكلته فى الدنيا ثم يدخل السعير الكبرى. (الدر المنثور فى التفسير بالمأثور، ج: ۴، ص: ۲۵۱)

(۳۷): دیکھئے حاشیہ نمبر ۳۵۔

ضرور ہے کہ جانماز بنائی جاوے اور امام کے پاؤں کے نیچے ڈالی جاوے ویسے ہی دے دینا چاہئے مگر چونکہ مسجد کے ملانوں نے اسی بہانہ سے ایک گز کپڑا لینا ایجاد کیا ہے تو اس مکاری سے اس رسم کو جاری کیا ورنہ اس کی کچھ اصل نہیں اور نہ ائمہ مجتہدین سے کہیں ثابت اور نہ کسی کتاب میں اس کا ذکر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو قبر میں کیسے لٹایا جاوے

﴿سوال﴾ میت کو دفن کرنا سیدھی کروٹ پر برُخ قبلہ چاہئے یا بحسب رواج چت منہ بقبلہ بثبوت روایات معتبرہ حدیث وفقہ مسلمہ حنفیہ مدلل ومفصل ارقام فرمایا جاوے۔

﴿جواب﴾ واللّٰہ تعالیٰ ملهم للحق والصواب: دفن کرنا میت کو داہنے پہلو پر قبلہ رُخ بالاتفاق مسنون ومتوارث ومعمول بہا بلا خلاف ہے بلکہ کلام فقہاء علیہم الرحمۃ اس کے خلاف کے منع پر مصرح موجود ہے لہٰذا لوگوں کو چاہئے کہ اس طریقہ کو معمول بہا اپنا ٹھہرا کر اپنے موتیٰ کو بروجہ ملت وسنت سید المرسلین علیہ التحیۃ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم پر دفنا دیں اور جانب پشت میت مٹی کے ڈھیلے سے تکیہ لگا دیں تا کہ میت داہنی کروٹ پر قائم رہے جانب پشت لوٹ نہ جاوے۔

قال فی الهداية اذا احتضر الرجل وجه الی القبلة علی شقة الايمن اعتباراً لحال الوضع فی القبر انتهٰی وقال النهاية وفی حالة اللحد فانه يوضع علی شقة الايمن وقال فی فتح القدير واما ان السنة كونه علی شقة الايمن فقيل يكمن استدلال عليه بالحديث النوم فی الصحيحين عن البرآء بن عازب عنه عليه الصلوٰة والسلام قال اذا اتيت مضجعک فتوضا وضوءک للصلوة ثم اضطجع علٰی شقه الايمن وقل اللّٰهم انی اسلمت نفسی اليک الی ان قال فان مت مت علی الفطرة. وفی شرح النهاية لالياس زاده ويوجه الی القبلة ای يوضع فی القبر علٰی جنبه الايمن مستقبل القبلة انتهٰی وقال فی البرهان شرح مواهب الرحمٰن يوجه الی القبلة علی جنبه الايمن لما روی ابوداؤد والنسائی ان رجلا قال يارسول اللّٰه ما الكبائر قال تسع فذكر منهااستحلال البيت الحرام قبلتكم احياءً

واموا تاً رواہ الحاکم فی المستدرک ایضا وقال قد احتج الشیخان بروایۃ ھذا الحدیث غیر عبدالحمید بن حنان انتھٰی واخرجہ ابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ عن عمیر اللیثی ایضا واخرج علی بن الجعد فی الجعدیات عن ابن عمر مرفوعاً ایضاً وقال فی الفتاوی قاضی خان یدخل المیت القبر من قبل القبلۃ ویوضع فیہ علی جنبہ الایمن مستقبل القبلۃ انتھٰی. وقال فی الجوھرۃالنیرۃ شرح القدروی بذلک امر رسول اللّٰہﷺ حین مات رجل من بنی عبدالمطلب فقال یاعلی استقبل القبلۃ استقبالا وقولوا جمیعا بسم اللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ وضعوہ لجنبہ ولاتکبرہ بوجھہ ولاتلقوہ علی ظھرہ انتھٰی. وفی مسند البزار عن معاذ بن جبل مرفوعاً فی حدیث طویل مشتمل علی ذکر تشفیع القراٰن فی القبر ثم یضجعہ الملائکۃ فی القبر علی شقہ الایمن مستقبلۃ القبلۃ انتھٰی. وقال فی تحفۃ الملوک مع شرح منحۃ السلوک للعینی ویضجع علی شقۃ الایمن موجھا الیھا ھکذا جرت السنۃ الیھا انتھٰی. وقال فی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی یوجہ المیت الی القبلۃ فی القبر علی جنبہ الایمن ولایلقی علی ظھرہ قال السروجی فی شرح الھدایۃ ذکر فی کتب اصحاب الشافعی واحمد بن حنبل یوضع تحت راسہ لبنہ او حجرۃ ولم اقف علیہ من اصحابنا انتھٰی. وقال فی المحیط وفی اللحد یضجع علی شقہ الایمن ووجہ الی القبلۃ ھکذا توارثت السنۃ انتھٰی. وقال فی الدرالمختار ویوجہ الیھا وجوباً وینبغی کونہ علی شقہ الایمن انتھٰی وھکذا فی النھرالفائق والبحر الرائق والعالمگیریہ وشرح القدوری لعبد الغنی المیدانی والسراج الوھاب والمستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق ملامسکین الھروی وطوالع الانوار حاشیۃ الدر المختار والتاتارخانیہ واکثر العباد والبدائع وجامع الرموز وغیرھا من الکتب الفقہ الحنفیہ کذا فی رفع الستر عن کیفیۃ ادخال وتوجیہ الی القبلۃ فی القبر مستقبل القبلۃ انتھٰی.وایضا قال فیہ ویکون نومہ علی ماذکر فی الخبر علی جنبہ الایمن مستقبل القبلۃ کما یکون فی

اللحد انتھٰی. وقال فی کشف الغطاء ودرشرح منیہ گفتہ مرد باشد میت یا زن نہادہ شود میت رابر پہلوئی راست او مستقبل قبلہ کذا فی الخلاصہ ودرعنایہ دراول باب الجنائز اتفاق روایات براین وضع ذکر کردہ ودرشرح منیہ گفتہ ونہادہ نہ شود بر پشت اوتکیہ دادہ شود میت راپس پشت او بخاک مانند آں تامنقلب نگرددودرنہایۃ حدیثے ورامر باستقبال میت بسوئے قبلہ ونہی از القاء اوبر پشت نقل کردہ ونہادہ شود زیر سر او خشتے کذا فی الغرائب انتھٰی۔

وقال فی الدرر البھیہ للامام شوکانیؒ ویوضع علی جنبہ الایمن مستقبلا انتھٰی وقال فی فی الروضة الندیہ شرح الدرر البھیة وھو ممالااعلم فیہ خلافا انتھٰی وقال فی فتح القدیر شرح الھدایة وذلک انہ علیہ السلام فی القبر الشریف علی شقة الایمن مستقبلة القبلة انتھٰی فقط واللّٰہ سبحانہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم قد صح الجواب وھو المطابق للسنة والکتاب وخلافہ باطل من غیر شک والارتیاب العبد محمد سلامت اللّٰہ عفی عنہ.

کتبہ ابوسعید احمد عفی عنہ ابوالذکاء سراج الدین محمد سلامت اللہ ۱۹۲۶ء رامپوری شاگرد مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم۔

الجواب حق العبد التواب ولد حافظ محمد عمر خان محمد عبدالوہاب خان ۱۲۸۵۔

ہذاالجواب صحیح محمد جعفرعلی عفی عنہ محمد جعفرعلی خاں ولد محمد اکبر علی خاں

العمل عندنا فی الحرمین الشریفین وسائر بلاد العرب علی الاضجاع علی الشق الایمن واللّٰہ الموفق محمدطیب المکی المدرس الاول فی مدرسة العالیة الرامفوریة محمد طیب.

روایات مذکورہ جواب مدعا مجیب پرصریح ہیں ان روایات سے مدعا مجیب بلاشبہ ثابت ہے محمد فضل حق بقلم خود مدرس دویم مدرسہ عالیہ ریاست رامپوری۔ الجواب مطابق للسنۃ والکتاب العبد محمد ارشد علی عفی عنہ مدرس سوم مدرسہ عالیہ رامپور۔ جواب صحیح ہے۔

شرافت اللہ عفی عنہ مدرس ششم مدرسہ ریاست رامپور۔ہذا الجواب مطابق لہذہ الروایت واللہ اعلم بالصواب محمد معز اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ رامپور۔الجواب حق صریح بلا خوف واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب نمقہ المذنب الاواہ محمد لطف اللہ عفی عنہ امام ومفتی رامپور۔خادم شریعت رسول اللہ مفتی محمد لطف اللہ ۱۲۹۸۔الجواب صحیح عبدالقادر مفتی عدالت دیوانی ریاست رامپور۔

مواہیر علماء مراد آباد:

الجواب صواب محمود حسن مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد۔لقد اصاب من اجاب محمد ہدایت العلی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی لکھنوی ثم المراد آبادی۔الجواب حق محی الدین عفی عنہ مراد آبادی قاضی ریاست بھوپال۔الجواب صحیح والرائے نجیح کذالک الجواب محمد صدیق عفی عنہ مراد آبادی۔محمد قاسم علی عفی عنہ امام ومفتی شہر مراد آباد۔مولانا محمد عالم علی ۱۲۹۶ھ محمد قاسم علی خلف۔

جواب درست است محمد گل مدرس مدرسہ امدادیہ مراد آباد۔شگفتہ محمد گل ۱۳۰۰۔اسمہ احمد ۱۲۹۷۔

الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ مراد آبادی مدرس اول ریاست بھوپال الجواب صحیح مولانا احمد حسن صاحب امروہی۔کذلک الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔عبدالرحمٰن ابن مولانا عنایت اللہ قال فی مختصر الوقایۃ۔

کان اللہ لہ والدیہ ولجمیع المؤمنین مرحوم مدرس حال مراد آباد لوجہ الی القبلۃ محمد ابوالفضل ۱۳۱۱۔مشہور فضل محمد امام مسجد چوکی حسن خان مراد آباد۔

تصدیق علمائے دیوبند:

الجواب حق صحیح بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی مفتی مدرسہ عالیہ۔

وتوکل علی العزیز الرحمٰن۔

الجواب صحیح بندہ مسکین محمد یٰسین خادم مدرسہ عربیہ دیوبند۔

الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔الٰہی عاقبت محمود گردان۔

الجواب صحیح بندہ غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔الجواب صحیح احقر الزمان گل محمد خاں

مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔ الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔ الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ مدرس اول مدرسہ سہانپور۔ الجواب صحیح اشرف علی عفی عنہ تھانوی۔ ۱۶۔ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ۔

اشرف علی از گروہ اولیاء

مواہیر علمائے دہلی:

الجواب صحیح محمد بشیر عفی عنہ محدث سہسواتی۔ الجواب صحیح الرائے نجیح عبدہ احمد عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ حاجی علی جان مرحوم۔

تصدیق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمۃ:

در مسئلہ مذکورہ بالا۔ حافظ سید زاہد حسن صاحب سلمہ امروہوی منتظم مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد نقل فرماتے تھے کہ میں مجلس حضرت مولانا علیہ الرحمۃ میں حاضر تھا اور مسئلہ ہذا کا تذکرہ تھا۔ سوارشاد فرمایا کہ میت کو داہنے پہلو پر رخ بقبلہ ہی لٹانا چاہیے اور یہی مسنون ہے العبد بندہ عزیز الدین عفی عنہ مراد آبادی۔

قبر میں دفن کرتے وقت بیری کی لکڑی رکھنا

﴿سوال﴾ قبر میں بر وقت دفن کرنے کے ایک لکڑی درخت بیری کی ضرور رکھتے ہیں۔ جائز یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس کا ضروری سمجھنا بدعت ہے (۳۸) اور بیری کی خصوصیت میں مشابہت روافض ہے۔ لہٰذا اس کو ترک کرنا چاہیے اور اس کی کچھ اصل نہیں (۳۹) فقط۔

---

(۳۸): من اصر علی أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة أو منکر. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، ج:۳، ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

(۳۹): عن ابن عمر قال :قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد،=

ولی کی اجازت کے بغیر جنازہ سے جانا

﴿سوال﴾ اگر کوئی بغیر دریافت کئے اہل میت کے جنازہ سے چلا جائے تو کچھ خطا وار تو نہیں ہے؟

﴿جواب﴾ بدون اذن ولی میت کے جانا مکروہ ہے(۴۰)۔

=كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱، ط، دارالسلام، رياض)

عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشةؓ تقول: قال رسول اللهﷺ: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص: ۱۸۹۸، رقم الحديث: ۲۵۹۸۶)

فى الهندية: ويكره عند القبر مالم يعهدمن السنة. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن والنقل من مكان الى اخر، ج: ۱، ص: ۱۶۶)

(۴۰):اخرج ابن ابى شيبة عن ابن جريج قال: قال رجل لنافع: أكان ابن عمر يرجع من الجنازة قبل أن يؤذن له بعد فراغهم؟ قال: ماكان يرجع حتى يؤذن له. (رواه ابن ابى شيبةفى المصنف فى كتاب الجنائز، باب فى الرجل يصلى على الجنازة أله أن لايرجع حتى يؤذن له، ج: ۴، ص: ۲۱۵، رقم: ۱۱۶۴۱، ط، مكتبة الرشد رياض/ وعبدالرزاق فى المصنف فى كتاب الجنائز، باب انصراف الناس من الجنازة قبل أن يؤذن لهم، ج: ۳، ص: ۵۱۳، رقم: ۶۶۲۱، ط، المكتب الاسلامى، بيروت لبنان)

فى التاتارخانية: ولاينبغى أن يرجع من جنازة حتى يصلى عليه، وبعد ما صلى لايرجع الا باذن أهل الجنازة قبل الدفن، وبعد الدفن يسعه الرجوع بغير اذنهم. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثانى والثلاثون فى الجنائز، حمل الجنازة، ج: ۳،=

ملفوظات

شیعہ کی تجہیز و تکفین سنی کیسے کریں

﴿۱﴾ جولوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں ان کے نزدیک تو اس کی نعش کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے (۴۱) اور جولوگ فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ان کی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونا چاہیے اور بندہ بھی ان کی تکفیر نہیں کرتا۔

زمین غیر وقف میں میت کے استخواں بوسیدہ ہوکر مٹی ہوجاویں تو اس پر زراعت و بناء کا حکم

﴿۲﴾ جب کسی زمین غیر وقف میں میت کے استخوان بوسیدہ ہوجاویں تو زراعت و بناء اس پر

=ص: ۳۹، ط، مكتبة زكريابديوبند الهند)

(وكذا فى المحيط البرهانى، كتاب الصلاة، الفصل الثانى والثلاثون فى الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل فى حمل الجنازة، ج: ۳، ص: ۷۲، ط، المجلس العلمى)

(۴۱):وفى الهداية: واذا مات الكافر وله ولى مسلم، فانه يغسله ويكفنه ويدفنه، بذلك أمر على فى حق أبيه أبى طالب، لكن يغسل غسل الثوب النجس، ويلف فى خرقة، وتحفر خفيرة من غير مراعاة سنة الكتفين واللحد، ولايوضع فيه بل يلقى. (الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الصلاة، باب الجنائز، قبيل فصل فى حمل الجنازة، المجلد الأول، جزء الثانى، ص: ۱۴۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(وكذا فى الاختيار لتعليل المختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز، قبيل باب الشهيد، ج: ۱، ص: ۹۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

درست کہتے ہیں (۴۲)۔تو درخت کا لگانا چلنا پھرنا سب درست ہوا اور زمین کا کھودنا بھی درست ہوا البتہ اس کی کوئی حد معین نہیں۔شورزمین میں جلد مردہ بوسیدہ ہوجاتا ہے۔غیر شورزمین میں بدیر فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔رشید احمد ۱۳۰۱ھ۔

(۴۲):فی تبیین الحقائق: ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ وزرعہ والبناء علیہ. (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ج: ۱، ص: ۲۴۶، ط، مکتبہ امدادیہ ملتان)

وفی الھندیۃ: ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین. (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی اخر، ج: ۱، ص: ۱۶۷)

(وکذا فی بحر الرائق، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاتہ، ج: ۲، ص: ۳۴۲، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

مسائل منثورہ

انجمن حمایت الاسلام لاہور کی کتابوں کا مرکز

﴿سوال﴾ انجمن حمایت الاسلام کا مذہب کیا ہے اور اس انجمن نے جو کتابیں اردو میں دینیات کی تالیف فرمائی ہیں بچوں کو ان کا پڑھانا مفید ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ انجمن حمایت الاسلام کا مذہب اہل سنت والجماعت ہے اور ان کی کتابیں دینیات کی اچھی ہیں گو بندہ نے تمام وکمال دیکھا نہیں ہے ان کے پڑھانے سے بچوں کو انشاء اللہ نفع ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تقویۃ الایمان وصراط مستقیم

﴿سوال﴾ کتاب تقویۃ الایمان وایضاح الحق وصراط مستقیم تینوں کتب کس کی تصنیف سے ہیں اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کس کی تصنیف سے ہے یعنی اس کے مؤلف کون ہیں؟

﴿جواب﴾ حجۃ اللہ البالغہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے اور صراط مستقیم وتقویۃ الایمان جناب مولانا اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ایضاح الحق بندہ کو یاد نہیں ہے کیا مضمون ہے کس کی تالیف باقی ان تینوں کتابوں سے میں واقف ہوں اور اس خاندان سے مستفید اور ان کے عقائد وخیالات پر پورا مطلع رسوم مروجہ کو جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس قدر استیصال فرمایا ہے حق تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے مجلس مولود اور اس میں قیام وغیرہ کی نسبت بارہا لکھا گیا ہے دربارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد عبدالوہاب نجدی کا مذہب

﴿سوال﴾ عبدالوہاب نجدی کیسے شخص تھے؟

﴿جواب﴾ محمد بن عبدالوہاب کولوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اورعامل بالحدیث تھا بدعت وشرک سے روکتا تھا مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی (۱)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱): حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ فتوے اور محمد بن عبدالوہاب نجدی سے متعلق ایک سوال کا فتاوی محمودیہ میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ:

عبدالوہاب نجدی کے ابتدائی حالات جو مشہور تھے وہ یہی تھے وہ بدعات کو مٹا کر سنت کو قائم کرنا چاہتے ہیں، یہی شہرت ہندوستان میں بھی پہنچی، اس شہرت کی بناء پر نیز ہر مسلمان سے حسن ظن رکھنے کا حکم ہے، اس بناء پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے رائے تحریر کی جو فتاوی رشیدیہ میں درج ہے....اگر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ حالات پہنچ جاتے جو شامی میں درج ہیں تو ظاہر ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ایسی رائے قائم نہ فرماتے جو فتاوی رشیدیہ میں ہے.....علاوہ ازیں مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ''الشہاب الثاقب'' میں ان مسائل کی فہرست درج کی ہے جس میں وہابی نجدی مسائل سے علماء دیوبند کا مسلک بالکل جداگانہ ہے اور اختلاف شدید ہے...الخ۔(فتاوی محمودیہ، ج:۴،ص: ۱۶۳،۱۶۲)

فی الشامية: وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا تنتحلون مذهب الحنابلة، لكنهم اعتقدوا أنهم هم المسلمون وأن من خالف اعتقادهم مشركون، واستباحوا بذلک قتل أهل السنة وقتل علمائهم، حتى كسر اللّٰه تعالىٰ شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث وثلاثين ومائتين وألف. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب فی اتباع عبدالوهاب الخوارج فی زماننا، ج: ٦، ص: ٤١٣، ط، دار عالم الكتب رياض)

وقال المحدث الكبير الشيخ محمد انور الكشميری نور اللّٰه مرقده: أما محمد بن عبدالوهاب النجدی فانه كان رجلاً بليداً قليل العلم، فكان يتسارع الى الحكم بالكفر ولاينبغی أن يقتحم فی هذا الوادی الا من يكون متيقظاً متقناً عارفاً بوجوه الكفر و=

وہابی کا عقیدہ

﴿سوال﴾ وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا۔اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

﴿جواب﴾ محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ان کے عقائد عمدہ تھے۔اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔اعمال میں فرق حنفی،شافعی،مالکی،حنبلی کا ہے۔

حبیب حسن واعظ سہارنپوری

﴿سوال﴾ یہاں ایک شخص واعظ حبیب حسن سہانپوری آئے تھے انہوں نے اکثر مضامین ومسائل رطب ویابس فرمائے اور حضور کی نسبت جو پوچھا جاتا تھا تو سکوت کرتے تھے۔اگر ان کا حال معلوم ہو تو مطلع فرمایئے کہ کس عقائد کے ہیں اور کس استعداد کے ہیں یہاں تو ایک فعل کے تین چار فاعل پڑھتے تھے زیادہ حد ادب اس امر سے بالضرور اغماض نہ فرمایا جاوے۔فقط۔

﴿جواب﴾ حبیب حسن کوئی واعظ سہارنپوری بندہ کو معلوم نہیں اور نہ کوئی عالم وہاں اس نام کا ہے لوگوں نے باوجود جہل کے اردو کتب دیکھ کر واعظ کا حیلہ دنیا کی معاش کے واسطے اختیار کرلیا ہے۔خلق کو گمراہ کرتا ہے حق تعالیٰ پناہ دیوے اگر بندہ کو معلوم ہوتا تو صاف لکھتا مگر یہاں کوئی مولوی اس نام کا نہیں وہاں کے سب علماء سے بندہ واقف ہے۔فقط والسلام۔

=أسبابه. (فيض البارى على صحيح البخارى، كتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم اياما معلومة، ج: ١، ص: ٢٥٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى المهند على المنفد للسهارنفوریؒ، ص: ۴۴، ۴۵، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

حضرت معاویہؓ کا یزید کو خلیفہ بنانا

﴿سوال﴾ حضرت معاویہؓ نے اپنے روبرو یزید پلید کو ولی عہد کیا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حضرت معاویہؓ نے یزید کو خلیفہ کیا تھا۔ اس وقت یزید اچھی صلاحیت میں تھا (۲)۔ فقط۔

حضرت معاویہؓ کا وعدہ حسینؓ سے

﴿سوال﴾ جب کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت امام حسینؓ سے اقرار نامہ لکھا تھا کہ تا زندگی یزید پلید کو ولی عہد نہ کروں گا۔ پھر حضرت معاویہؓ اپنے قول سے کیوں پھر گئے اور یزید پلید کو کیوں ولی عہد کیا؟ صحابی سے اقرار توڑنا بعید معلوم ہوتا ہے قمار باز اور شراب خور یزید پہلے ہی سے تھا یا ولی عہدی کے وقت نہ تھا۔ مفصل صحیح کس طور پر ہے؟

﴿جواب﴾ حضرت معاویہؓ نے کوئی وعدہ عہد یزید کو خلیفہ کرنے کا نہیں کیا یہ واہیات وقائع ہیں فقط۔ یزید اول صالح تھا بعد خلافت کے خراب ہوا تھا (۳)۔

---

(۲): فی البداية: فلما مات الحسنؓ قوى أمر يزيد عند معاويةؓ، ورأى أنه لذلک أهلاً، وذاک من شدة محبة الوالد لولده، ولما كان يتوسم فيه من النجابة الدنيوية، وسيما أولاد الملوک ومعرفتهم بالحروب وترتيب الملک والقيام بأبهته وكان ظن أن لايقوم أحد من أبناء الصحابة فى هذا المعنى، ولهذا قال لعبدالله ابن عمرؓ فيما خاطبه به: انى خفت أن أذر الرعية من بعدى كالغنم المطيرة ليس لها راع..... وروينا عن معاوية أنه قال يوما فى خطبته: اللّٰهم ان كنت تعلم أنى وليته لانه فيما أراه أهل لذلک فأتمم له ما وليته، وان كنت وليته لأنى أحبه فلا تتمم له ما وليته. (البداية والنهاية، ج: ۸، ص: ۸۰، ط، مكتبة المعارف بيروت لبنان)

(۳): وولد معاوية أمير المؤمنين بن أبى سفيان رضى الله عنه: عبدالله، لاعقب=

کیا شمر حافظ قرآن تھا

﴿سوال﴾ وعظ میں سنا ہے کہ شمر قاتل امام حسین بڑا حافظ قرآن تھا۔ بروقت قتل کرنے امام ہمام کے نوسیپارہ ذرا دیر میں پڑھ لئے تھے۔ یہ سچ ہے یا غلط ہے؟

﴿جواب﴾ یہ قصہ ڈھکوسلا جہال واعظین کا ہے۔

=له، لم يكن له ابنة تزوجها عبدالله بن يزيد بن معاوية، ويزيد..... كان قبيح الآثار في الاسلام قتل أهل المدينة وافاضل الناس وبقية الصحابة رضى الله عنهم يوم الحرة في آخر دولته، وقتل الحسين رضى الله عنه وأهل بيته في اول دولته، وحاصر ابن الزبير رضى الله عنه في المسجد الحرام واستخف بحرمة الكعبة والاسلام فأماته الله في تلك الايام...الخ. (جمهرة أنساب العرب لابن حزم، ص: ۴۵،)

وفي تهذيب التهذيب: وقال يحيى بن عبدالملك بن ابى غنية احد الثقات ثنا نوفل بن ابى عقرب ثقة قال كنت عند عمر بن عبدالعزيز فذكر رجل يزيد بن معاوية فقال قال امير المؤمنين يزيد فقال عمر تقول امير المؤمنين يزيد وامر به فضرب عشرين سوطاً. (تهذيب التهذيب، ج: ١١، ص: ٣٦٠، ٣٦١، ط، مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطہارت

طہارت کے مسائل

باب غسل ووضو کا بیان

﴿سوال﴾ اگر کسی شخص کو انزال ہوا اور بعد انزال کے پیشاب نہ آیا اور اس نے پنبہ رکھ لیا۔ بعدہٗ بقیہ قطرہ منی اپنی جگہ سے آ کر ذکر میں بوجہ پنبہ کے اندر ہی رہا بعد دو تین گھنٹہ کے پیشاب کے ساتھ وہ روئی نکلی تو اس شخص کو اعادہ غسل واجب ہے یا نہیں اور یہ شخص بوجہ قطرہ مرض کے پنبہ رکھتا تھا۔ اب حضور! قطرہ منی ساتھ اس کا کیا ہے۔ اور پنبہ خشک نکلے یا تر ذکر سے تو ہر دو ۲ حالت میں ایک ہی حکم ہے یا فرق ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ اگر بعد اخراج پنبہ پھر خروج منی ہوا ہے۔ تب امام صاحب کے نزدیک غسل کا اعادہ لازم ہوگا (ا) اور اگر بعد اخراج پنبہ پھر منی نہیں نکلی تو اعادہ غسل واجب نہ ہوگا۔ پنبہ اگر منی میں بھیگی ہے تب تو بحکم منی ہے اور اگر مذی میں تر ہو تو بحکم مذی اور پیشاب میں تر ہو تو بحکم پیشاب اور اگر خشک ہو تو اس کا وضو بھی قائم ہے اور غسل بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ا):ان المجامع اذا اغتسل قبل أن يبول أو ينام ثم سال منه بقية المنى من غير شهوة يعيد الاغتسال عندهما خلافاً له، فلو خرج بقية المنى بعد البول أو النوم أو المشى لايجب الغسل اجماعاً. (البحر الرائق، كتاب الطهارة، ج: ١، ص: ١٠٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثانى فى الغسل، الفصل الثالث فى المعانى الموجبة للغسل، ج: ١، ص: ١٤ / وفى مجمع الانهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، ج: ١، ص: ٣٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

سر کے مسح کرنے کا بیان

﴿سوال﴾ وضو میں سر کے مسح کے واسطے پانی ہاتھ میں لے کر ڈال دیتے ہیں۔ یعنی چھڑک کر مسح کرتے ہیں آیا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سر کے مسح کے واسطے اس قدر پانی لیوے کہ مسح ہو جاوے(۲) چلو بھر کر مسح کرنا اسراف ہے اگر پانی ڈالے گا تو غسل ہو جائے گا اور وہ مسح نہیں ہے۔ فقط۔

---

(۲): سر کے مسح کے لئے ماء جدید لینا لازم ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کے دو قول ہیں: حاکم شہیدؒ بماء جدید کو لازم قرار دیتے ہیں اور جمہور ماء جدید کو لازم قرار نہیں دیتے، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ سر کے مسح کے لئے ماء جدید لیا جائے۔ اور اگر ماء جدید کے بغیر ہاتھوں کی تری سے مسح کرلیا جائے تو جمہور کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔

اخرج ابوداؤد عن الربیع: ان النبی ﷺ مسح برأسه من فضل ماء كان فی يده.
و فی البذل تحت هذا الحديث: (كان فی يده) ﷺ غسل اليدين، وهذا الحديث يدل على ان مسح الرأس ببقية ماء اليدين جائز. (بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد، كتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبی ﷺ، ج: ۱، ص: ۵۷۷، رقم: ۱۳۰، ط، دار البشائر الاسلامية، بيروت لبنان)

ولو كان فی كفه بلل فمسح به رأسه أجزاه، قال الحاكم الشهيدؒ: هذا اذا لم يستعمل فی عضو من أعضائه بأن يدخل يده فی اناء حتى ابتل، أما اذا استعمله فی عضو من أعضائه بأن غسل بعض أعضائه وبقی على كفه بلل لايجوز، وأكثر هم على أن ما قاله الحاكم الشهيد خطأ، والصحيح أن محمدا أراد بذلک ما اذا غسل عضوا من أعضائه وبقی البلل فی كفيه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الاول، ج: ۱، ص: ۲۰۳، ۲۰۴، ط، مكتبه زكريا ديوبند/ والفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب=

استنجے کا بچا ہوا پانی

﴿سوال﴾ جس پانی سے چھوٹا استنجا پاک کیا ہے اس باقی پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں یا مکروہ ہے؟

﴿جواب﴾ اس پانی سے وضو بلا کراہت جائز ہے (۳)۔فقط۔

=الاول فی الوضوء، الفصل الاول فی فرائض الوضوء، ج: ١، ص: ٥/ والفتاوی البزازية علی هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الثالث فی الوضوء والحدث، ج: ۴، ص: ١٥/ والمحيط البرهانی، كتاب الطهارات، الفصل الاول فی الوضوء، ج: ١، ص: ١٦٦، المجلس العلمی)

(۳):عن أبی هريرةؓ قال: كان النبیﷺ اذا اتی الخلاء اتيته بماء فی تور او ركوة فاستنجی. قال أبو داؤد: فی حديث وكيع: ثم مسح يده علی الارض ثم اتيته باناء آخر فتوضأ. وفی البذل تحت هذا الحديث: (ثم أتيته باناء آخر فتوضأ) لعل المعنى: ثم أتيته باناء آخر فيه ماء، أو بماء آخر فی ذلك الاناء، وليس ذلك لظن أن الوضوء لايجوز بالماء الباقی عن الاستنجاء، أو لايجوز استعمال الاناء الذی استنجی به فی الوضوء، اذا قد ثبت الغسل والوضوء والاستنجاء جميعاً باناء واحد، بل الحاجة الی الاناء الثانی ها هنا أو الماء لصغره وقلة ما يسع فيه من الماء. (البذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الطهارة، باب الرجل يدلك يده بالأرض اذا استنجی، ج: ١، ص: ٣١٠، ٣١١، ٣١٢، ٣١٣، رقم: ۴٥، ط، دار البشائر الاسلامية، بيروت لبنان)

(وكذا فی عون المعبود شرح سنن أبی داؤد، كتاب الطهارة، باب الرجل يدلك يده بالأرض اذا استنجی، ج: ١، ص: ٦٨، رقم: ۴٥)

وضوکا پانی اگرلوٹے میں گرجائے

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر وضوکا پانی لوٹے میں گرجائے وقت وضوکرنے کے تو پانی لوٹے کا مکروہ ہوجاتا ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ وضوکا قطرہ لوٹے میں گرانا مکروہ ہے مگروہ پانی مستعمل نہیں ہوتا وضواس سے درست ہے(۴)۔

آنکھ دکھنے کی وجہ سے اگر پانی آنکھ سے بہے

﴿سوال﴾ آنکھ دکھتی ہوئی میں جوڈھیڑ آجاتا ہےتو زید کہتا ہے کہ اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ خون سے بنتا ہے زید کا قول صحیح ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ آنکھ دکھنے میں جو پانی نکلتا ہے پاک ہے اگرچہ بعض نے ناپاک کہہ دیا ہے لیکن تحقیق کے خلاف ہے(۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۴):جنب اغتسل فانتضح من غسله شئ فی انائه لم یفسد علیه الماء...الماء المستعمل اذا وقع فی البئر لایفسده الا اذا غلب وهو الصحیح هکذا فی محیط السرخسی.(الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطهارة،الفصل الثانی فیما لایجوز به التوضوء، ج: ۱، ص: ۲۳)

(۵):[۱] جو پانی آنکھیں دکھنے کے بغیر نکلتا ہے اس کے پاک ہونے میں کوئی شک اور کلام نہیں۔

[۲] جو پانی آنکھوں کی دُکھن کی وجہ سے نکلتا ہو لیکن صاف ہو وہ بھی ناقض وضونہیں، ہاں استحباباً احتیاطاً وضوء کرلے تو بہتر ہے۔

[۳] جوآنسو(پانی) اپنی اصلی حالت سے متغیر ہو چکا ہو اور پیپ کی طرح ہو اس سے وضوءٹوٹ جاتا ہے۔

شامی میں ہے: =

شک سے وضو جانے کا حکم

﴿سوال﴾ حدیث لاوضوء الا من صوت او ریح اس کا کیا مطلب ہے۔ آیا جس ریح میں آواز اور بونہ ہووہ ریح نہیں ہے نہ اس سے وضو جاتا ہے یا وہ کچھ اور ہے ریح کے ساتھ یہ دونوں ضروری ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وضو ٹوٹنے کا یقین ہو جائے جیسے کہ آواز سننے سے یا بدبو

= بل الظاهر اذا كان الخارج قيحاً او صديداً لنقض، سواء كان مع وجع او بدونه لانهما لايخرجان الا عن علة...وعن محمد اذا كان فى عينيه رمد وتسيل الدموع منها آمره بالوضوء لوقت كل صلوة لانى أخاف أن يكون ما يسيل منها صديداً فيكون صاحب العذر. قال فى الفتح: وهذا التعليل يقتضى انه امر استحباب....نعم اذا علم باخبار الاطباء او بعلامات تغلب ظن المبتلى يجب. (شامی ۱/۱۴۷،۸)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

وفى الجوهرة عن الينابيع الماء الصافى اذا خرج من النفطة لاينقض.....و فى التبيين ولو كان بعينه رمد او عمش يسيل منها الدموع قالوا يؤمر بالوضوء لوقت كل صلوة لاحتمال ان يكون صديداً او قيحاً واقول هذا التعليل يقتضى انه امر استحباب. نعم اذا علم انه صديد او قيح من طريق غلبة الظن باخبار الاطباء او علامة تغلب على ظن المبتلى يجب.[حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ص۴۸]. (فتاوى دار العلوم زكريا، كتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۴۹۸،۴۹۹، ط، زمزم پبلشرز كراچى/ وفتاوى رحيميه، كتاب الطهارة، ج: ۴، ص: ۲۵، ط، دار الاشاعت كراچى/ وفتاوى دار العلوم ديوبند، كتاب الطهارت، ج: ۱، ص: ۱۱۷، ط، دار الاشاعت كراچى/ وكفاية المفتى، كتاب الطهارة، ج: ۲، ص: ۳۱۵، ط، دار الاشاعت كراچى)

سونگھنے سے یقین ہوجاتا ہے اس وقت وضوٹوٹ جاتا ہے اور جب یقین نہ ہوتو محض شک سے وضونہیں جاتا(٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جمی ہوئی مسی سے وضواور غسل پر اثر

﴿سوال﴾ مسی کا استعمال عورتوں کو جائز ہے یا نہیں اس جوریخیں دانتوں میں جم جاتی ہیں اور وضواور غسل میں پانی دانتوں کے نیچے نہیں پہنچتا مانع طہارت ہے یا نہیں؟ اگر قصداً دانتوں میں ایسا مصالحہ پہنچاوے کہ بلا دانت جدا ہوئے وہ مصالحہ جدا نہ ہواس میں کچھ قباحت شرعی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مسّی (٧) اگر جم جائے تو مانع وضونہیں مگر مانع غسل ہے اور اگر قصداً کسی دوا سے

---

(٦):عن سعید وعباد بن تمیم عن عمه رضی الله عنه شکی الی النبی ﷺ: الرجل یخیل الیه انه یجد الشیء فی الصلاة. قال لاینصرف حتی یسمع صوتاً، او یجد ریحاً. وفی فتح المنعم تحت هٰذا الحدیث: (حتی یسمع صوتا أو یجد ریحا) معناه حتی یعلم وجود أحدهما، ولایشترط السماع والشم باجماع المسلمین. والمراد من سماع الصوت أو وجدان الریح الخارجین من مخرجه.....قال النووی: هٰذا الحدیث أصل من أصول الاسلام، و قاعدة عظیمة من قواعد الفقه، وهی أن الأشیاء یحکم ببقائهاعلی أصولها حتی یتیقن خلاف ذلک، ولایضر الشک الطارئ علیها، فمن ذلک مسألة الباب التی ورد فیها الحدیث وهی أن من تیقن الطهارة وشک فی الحدث حکم ببقائه الطهارة، ولافرق بین حصول هٰذا الشک فی نفس الصلاة وحصوله خارج الصلاة. هذا مذهبنا ومذهب جماهیر العلماء من السلف والخلف. (فتح المنعم شرح صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب من تیقن الطهارة وشک فی الحدث، ج: ٢، ص: ٣٩٣، ٣٩۴، ط، دار الشروق، القاهرة)

(٧):ایک قسم کا منجن جیسے عورتیں بطور سنگار استعمال کرتی ہیں۔(فیروزاللغات)

خالی جگہ کو بھر کر ہموار کیا گیا ہے تو اس کا حکم مثل جزو بدن کے ہو گیا وہ مانع صحت غسل کو نہیں ہے (۸)۔ فقط۔

وضو کے بعد رومالی پر پانی چھڑکنے کا حکم

﴿سوال﴾ میں نے سنا ہے کہ اگر بعد وضو کے رومالی پر پانی چھڑک لے تو قطرہ کا اگر احتمال ہو تو اس کو نہ دیکھے اور نہ وضو کرے لہٰذا یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

﴿جواب﴾ پائجامہ پر بعد وضو پانی چھڑکنا بغرض رفع وسوسہ درست ہے (۹) مگر جو شخص کہ اس کو قطرہ کا مرض ہے وہ پانی ہرگز نہ ڈالے کہ اندیشہ پائجامہ نجس ہونے کا ہے۔ اور اگر اثناء میں قطرہ آ گیا تو پائجامہ یقیناً ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۸): ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین أسنانه أو فی سنه المجفوف، به یفتی. (الدرالمختار ومعه رد المحتار، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۸۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

والصرام والصباغ ما فی ظفر هما یمنع تمام الاغتسال وقیل کل ذلک یجزیهم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع کذا فی الظهیریة. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطهارة، الباب الثانی فی الغسل، الفصل الاول فی فرائضه، ج: ۱، ص: ۱۳)

(۹): عن سفیان بن الحکم الثقفی أو الحکم بن سفیان الثقفیؓ قال کان رسول ﷺ اذا بال یتوضا وینتضح. قال ابو داؤد: وافق سفیان جماعة علی هذا الاسناد وقال بعضهم الحکم أو ابن الحکم. وفی المنهل تحت هٰذا الحدیث: دل الحدیث علی مشروعیة رش الماء علی الفرج والسراویل بعد الفراغ من الوضوء. (المنهل العذب المورود شرح سنن أبی داؤد، کتاب الطهارة، باب الانتضاح، ج: ۲، ص: ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ط، مؤسسة التاریخ العربی، بیروت لبنان)

وضو کے بعد رومالی پر پانی چھڑکنا فرض ہے یا واجب

﴿سوال﴾ جب وضو سے فارغ ہو تو شرمگاہ یعنی رومالی پر پانی چھڑکنا کیسا ہے آیا جائز ہے یا نہیں اور یہ فرض ہے یا واجب یا مستحب؟

﴿جواب﴾ دفع وسواس کے لئے بعد وضو تھوڑا پانی رومالی پر چھڑک لینا بہتر ہے(۱۰) اگر نہ چھڑکا تو گناہ نہیں ہے نہ اس سے واجب فوت ہوتا ہے نہ فرض۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس کو قطرہ آتا ہو وہ وضو کے بعد رومالی پر پانی چھڑکے یا نہیں

﴿سوال﴾ حضور نے تحریر فرمایا ہے اس کی تفصیل ذیل میں ہے مرض قطرہ کا نہیں ہے بلکہ بعد پیشاب کبھی جو شبہ ہوا اور دیکھا تو قطرہ آیا اور بعض مرتبہ دیکھا تو نہیں آیا۔ لہٰذا ایسی حالت میں پاجامہ کی رومالی دیکھنا چاہئے یا فقط تر کر لینا کافی ہے؟

﴿جواب﴾ مرض سے یہی مراد ہے کہ اس شخص کو گاہ گاہ قطرہ آتا ہے تو ایسے شخص کو بعد وضو رومالی پر پانی نہ ڈالنا چاہئے بلکہ جب شبہ ہو اس کو دیکھ لینا چاہئے۔

وضو اور غسل کے لئے پانی کا وزن

﴿سوال﴾ وضو اور غسل کے واسطے کتنا پانی صرف کرنا مسنون ہے سیر پختہ سے وزن تحریر فرما دیجئے۔

---

(۱۰): فی شرح سنن أبی داؤد للعینیؒ: عن نافع قال: کان ابن عمرؓ اذا توضا نضح فرجه. قال عبیداللہ: کان أبی یفعل ذٰلک. وروی ذلک عن مجاهد، ومیمون، وسلمة وابن عباس، (وقال العینیؒ) وعن هٰذا قال اصحابنا: من جملة مستحبات الوضوء أن ینضح الماء علی فرجه وسراویله بعد فراغه من الوضوء، ولاسیما اذا کانت به وسوسة. (شرح سنن أبی داؤد للعینیؒ، کتاب الطهارت، باب فی الانتضاح، ج: ۱، ص: ۳۸۸، ط، مکتبة الرشد،ریاض)

﴿جواب﴾ وضو میں ڈیڑھ سیر پختہ پانی کی اجازت ہے اور غسل میں چار سیر کی (۱۱)۔فقط والسلام۔

نماز جنازہ کے وضو سے فرض نماز کا حکم

﴿سوال﴾ جو وضو جنازہ کی نماز کے واسطے کیا ہے اس وضو سے نماز فرض پڑھ لیوے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ فرض درست و جائز ہے (۱۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جنازہ کے وضو سے نوافل کا حکم

﴿سوال﴾ جو وضو جنازہ کی نماز کے واسطے کیا ہے اس سے تحیۃ الوضو اور نماز فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نماز جنازہ کے واسطے جو وضو کیا ہے اس سے نماز فرض، سنت، نفل، اشراق، چاشت، تحیۃ الوضو سب جائز ہیں (۱۳)۔فقط۔

---

(۱۱): وضو میں ڈیڑھ سیر اور غسل میں چار سیر پانی استعمال کرنے کی مقدار تحدیدی نہیں ہے۔لہٰذا بقدر کفایت پانی استعمال کرنا چاہیے اور قدر کفایت کی ادنیٰ مقدار وضو میں ڈیڑھ سیر اور غسل میں چار سیر ہے۔

وفی الأوجز: فان مقدار الماء عند الحنفية عدّه صاحب "الدر المختار" من سنن الغسل، نقل الشامی عن "الحلية": نقل غير واحد اجماع المسلمين على أن ما يجزئ فى الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار، وما فى ظاهر الرواية من أن أدنى ما يكفى فى الغسل صاع، وفى الوضوء مد للحديث المتفق عليه، ليس بلازم بل هو بيان أدنى القدر المسنون. قال فى البحر: حتى من أسبغ بدون ذلک أجزأه. انتهٰی. (أوجز المسالک الى موطأ مالک، كتاب الطهارة، باب العمل فى غسل الجنابة، ج: ۱، ص: ۵۰۱، ۵۰۲، ط، دار القلم دمشق)

(۱۲/۱۳): فى الشامية: الفرق بين التيمم والوضوء أن كل وضوء تصح به الصلاة، بخلاف التيمم، فان منه مالا تصح به الصلاة كالتيمم لمس مصحف. (ردالمحتار على=

جو وضو یا تیمّم نہ کر سکے وہ نماز کیسے پڑھے

﴿سوال﴾ اگر بوجہ نہ ملنے پانی یا مٹی کے وضو و تیمّم نہ کر سکے تو نماز کس طور پر پڑھنی چاہئے یا قضا کر دیوے۔

﴿جواب﴾ اگر ایسا موقع ہو جائے تو وہاں تشبہ بالمصلین کرے اور نماز کو قضا کر لیوے یہ مذہب امام صاحب علیہ الرحمۃ کا ہے (۱۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الدر المختار، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۲۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

بخلاف الوضوء، فانه طهارة أصلية، والأقرب أن يقال: أن كل وضوء تستباح به الصلاة....ويكفى الوضوء المطلق. (ردالمحتارعلى الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم،مطلب فى الفرق بين الظن وغلبة الظن، ج: ۱، ص: ۴۱۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

استفتاء: شخصی که برای نماز جنازه وضوء کرده آیا می تواند نماز وقتی (فرض و سنت) رهم با آن وضوء اداء کند؟

الجواب باسم ملهم الصواب: بله، می تواند. (فتاوای منبع العلوم کوه ون، کتاب الطهارة، باب ما یتعلق بالوضوء، ج: ۳، ص: ۳۷۸، ط، کتب خانه ملی ایران)

(۱۴):فى معارف السنن: وقال صاحبا أبى حنيفة أبو يوسف ومحمد: لايصلى ويتشبه بالمصلين، فيقوم ويركع ويسجد من غير أن ينوى أو يقرأ. وصح اليه رجوع أبى حنيفة، وبه يفتى. (معارف السنن، كتاب الطهارة، باب ماجاء لاتقبل صلاة بغير طهور، ج: ۱، ص: ۳۲، ط، ايجوكيشنل بريس كراتشى)

(وكذا فى اعلاء السنن، كتاب الطهارة، باب أن فاقد الطهورين لاتصح صلاته فيجب عليه القضاء، ج: ۱، ص: ۳۳۱، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(وكذا فى الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب التيمم، ص: ۳۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

اس پانی کا بیان جس سے وضواور غسل جائز ہے

کس تالاب کا پانی نجس ہوتا

﴿سوال﴾ ایسا تالاب جو گرمیوں میں کسی قدر خشک ہوجاتا ہواور ایام بارش میں طویل وعریض مگر کسی موسم میں عشر درعشر سے کم نہیں رہتا اور اس میں اکثر نجاست مثل بول و براز شہر کا پانی وغیرہ بھی شامل ہوتا رہتا ہے۔لیکن تاہم اوصاف ثلثہ میں تغیر نہیں آتا۔ بلکہ ہر طرح صاف رہتا ہے۔لہٰذا یہ طاہر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ تالاب طاہر ہے اور ہرگز نجس نہیں ہر موسم میں پاک رہتا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دہ دردہ تالاب بول و براز پڑنے سے نجس نہیں ہوتا

﴿سوال﴾ تالاب وہ دردہ بہت زیادہ قریب بستی کے ہے اہل بستی کو اس کے اطراف وجوانب میں بول و براز کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔برسات میں اگر پُر نہ ہواور باہر ٹوٹ پھوٹ کر بھی نہ نکلا ہو۔اس صورت میں طاہر ہے یا غیر طاہر؟ اور اہل بستی کو اس کی ضرورت شدید ہے کوئی دریا وغیرہ نہیں جس میں دھوبی کپڑا وغیرہ دھوئیں۔البتہ کنویں بہت ہیں۔

---

(۱): یجب ان یعلم أن الماء الراکد اذا کان کثیرا فهو بمنزلة الماء الجاری لاینتجس بوقوع النجاسة فی طرف منه، الا أن یتغیر لونه أو طعمه أو ریحه، علی هذا اتفق العلماء، وبه أخذ عامة المشایخ رحمهم اللّٰه. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الطهارة، الفصل الرابع، نوع آخر فی ماء الحیاض والغدران والعیون، ج: ۱، ص: ۲۹۸، ط، مکتبة زکریا دیوبند)

لو کانت عشراً فی عشر لاینتجس مالم یتغیر لون الماء أو طعمه أو ریحه ذکره قاضیخان وغیره. (الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۵، ط، میرمحمد کتب خانه کراچی)

﴿جواب﴾ یہ تالاب پاک ہے اگرچہ باہر نہ نکلا ہو(۲)۔فقط۔

دہ دردہ پانی کب نجس ہوگا

﴿سوال﴾ آج کل جنگلوں میں بارش کا پانی گڑھوں میں جمع رہتا ہے اور جس وقت نہر بند ہو جاتی ہے تو کسی قدر نہر کا پانی بھی جمع گڑھوں میں ہو جاتا ہے۔گاؤں کے لوگ اس سے وضو کرلیا کرتے ہیں درست ہے یا نہیں اور کس قدر پانی میں حکم شرع وضو کرنے کا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر یہ پانی دہ دردہ ہے تو کسی ناپاکی سے ناپاک نہ ہوگا۔جب تک اس کا رنگ وبو ومزہ نجاست سے نہ بدل جائے۔اور اس میں غسل اور وضو سب کچھ درست ہے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳/۲): یجب ان یعلم أن الماء الراکد اذا کان کثیرا فهو بمنزلة الماء الجاری لایتنجس بوقوع النجاسة فی طرف منه، الا أن یتغیر لونه أو طعمه أو ریحه، علی هذا اتفق العلماء، وبه أخذ عامة المشایخ رحمهم اللّٰه. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الطهارة، الفصل الرابع، نوع آخر فی ماء الحیاض والغدران والعیون، ج: ۱، ص: ۲۹۸، ط، مکتبة زکریا دیوبند)

لو کانت عشراً فی عشر لایتنجس مالم یتغیر لون الماء أو طعمه أو ریحه ذکره قاضیخان وغیره. (الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۵، ط، میرمحمد کتب خانه کراچی)

باب کنوئیں کے احکام ومسائل

کنویں سے زندہ مرغی نکلنے کا حکم

﴿سوال﴾ مرغی کنویں میں جا پڑی اور کچھ دیر کے بعد زندہ نکلی دو عالم فرماتے ہیں کہ بغیر تین سو ساٹھ ڈول پانی نکالنے کے اس پانی کا استعمال حرام ہے بخیال بیٹ کر دینے کے کنویں کے اندر۔ پس کتب مذہب میں یہ مسئلہ کیونکر ہے؟

﴿جواب﴾ اگر بیٹ نکلنا ثابت ہو جائے تو پانی نکالو ورنہ حاجت نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

من ٹوٹے کنویں کے گڑھوں میں کتوں کے پانی پینے کے بعد حکم

﴿سوال﴾ ایک شخص نے کنویں کا مسئلہ حضور کا فتوی سن کر کہا جبکہ کتا نے پانی پیا اور ہر وقت پانی گڑھوں میں بھرا نہیں رہتا۔ اگر وہ ناپاک ہی تھا تو بھی سینکڑوں ڈول وگھڑے کھینچ کر اہل محلّہ کے خرچ میں آگئے۔ اب تک پاک نہ ہوا ہوگا۔ جیسے اناج کے ناپاک ہونے سے دو شریکوں کی تقسیم میں اناج پاک ہو جاتا ہے کبھی پانی بھر جاتا ہے کبھی خشک ہو جاتا ہے اس کا جواب مرحمت ہو؟

﴿جواب﴾ جب اس گڑھے سے کتے نے پانی پی لیا تھا اگر اس کے دو چار روز تک برابر پانی

---

(۱):فی التاتارخانية: فأرة وقعت فی البئر، أو عصفورة، أو دجاجة، أو شاة، أو سنور وأخرجت منها حية لايتنجس الماء ولايجب نزح شيء منه، وهذا استحسان، لأن هذه الحيوانات مادامت حية فهی طاهرة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع فی المياه التی يجوز الوضوء بها، ج: ۱، ص: ۳۱۳، ۳۱۴،ط، مكتبة زكريا ديوبند)

وفيه ايضاً: خرء ما يؤكل لحمه من الطيور لايفسد الماء الا الدجاجة المخلاة، وفی رواية: البط والاوز بمنزلة الدجاجة.(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع فی المياه التی يجوز الوضوء بها، ج: ۱،ص: ۳۲۴، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

کھینچتا رہا تو واقعی کنواں پاک ہو گیا مگر اہل محلّہ کے سب ظروف وجامہ وغیرہ نجس ہوں گے اس لئے کہ وہ پانی جو سب کے گھر پہنچا ہے نجس ہے یقیناً بخلاف تقسیم شدہ غلہ ہے اس میں کوئی حصہ یقیناً نجس نہ تھا۔ بلکہ احتمال دونوں طرف تھا اور یہاں جو محلّہ میں تقسیم ہوا ہے وہ سب پانی ناپاک ہے(۲)۔فقط۔

کنویں میں اگر جوتا گر جائے تو اس کا حکم

﴿سوال﴾ چاہ میں جوتا گر جانے سے کس قدر پانی نکالا جاوے گا؟

﴿جواب﴾ اگر جوتا ناپاک ہے تو تمام پانی نکالے گا(۳) اور اگر پاک ہے تو کچھ نہیں۔

---

(۲):في الهندية: واذا وجب نزح جميع الماء ولم يكن فراغها لكونها معينا ينزح مائتا دلو كذا في التبيين وهذا أيسر كذا في الاختيار شرح المختار.......وغسلوا كل شئ أصابه ماؤها. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، ج: ا، ص: ۱۹، ۲۰)

في ملتقى الأبحر: كحنطة بالت عليها حمر تدوسها فغسل بعضها أو ذهب طهر كلها.

وفي مجمع الأنهر تحته: (فغسل بعضها أو ذهب) بعضها (طهر كلها)، قال: صدر الشريعة أعلم انه اذا ذهب بعضها أو قسمت الحنطة يكون كل واحد من القسمين طاهراً...الخ. (مجمع الانهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، ج: ا، ص: ۹۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في الفتاوى الهندية كتاب الطهارة، الباب السابع، في النجاسة وأحكامها، ج: ا، ص: ۴۵)

(۳): في التاتارخانية: ولو وقع في البئر خرقة أو خشبة نجسة ينزح كل الماء. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في المياه التي يجوز الوضوء=

نجس کنویں کے پانی سے بنائے ہوئے گلاب کا حکم

﴿سوال﴾ طلوع آفتاب سے پہلے ایک کنویں میں سے پانی لاکراس سے گلاب کھینچا اورصدہا آدمیوں نے پانی اس سے بھرا دس بجے دن کے معلوم ہوا کہ ایک بلی مردہ اس میں پڑی ہے مگر پوست اس کا بالکل گلانہیں ہے نہایت سخت ہے وہ گلاب جواس پانی سے تیار ہوا ہے اس کا شرعا کیا حکم ہے آیا وہ فروخت کیا جاوے یا پھینکا جاوے فقط۔

﴿جواب﴾ صاحبین علیہما الرحمۃ کے مذہب کے موافق یہ گلاب پاک ہے(۴) کہ احتمال ہے کہ شب کو بلی کا بچہ نہ گرا ہو پس اس کو فروخت کرنا مباح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

=بھا، ج: ۱، ص: ۳۱۸، ط، مکتبۃ زکریادیوبند)

(وکذا فی الفتاوی الخانیۃ علی ھامش الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الطھارۃ، فصل فیما یقع فی البئر، ج: ۱، ص: ۹)

(۴):فی شرح الوقایۃ: ویتنجس البیر من وقت الوقوع ان علم ذلک والا فمنذ یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ ومذ ثلثۃ ایام ولیالیھا ان انتفخ وقالا مذ وجد.

وقال العلامۃ عبدالحئی اللکنویؒ تحتہ: قولہ: مذ وجد ای ذلک النجس فی البیر قال فی الجوھرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری علیہ الفتوی انتھٰی. (شرح الوقایۃ، کتاب الطھارۃ، ج: ۱، ص: ۹۲، ط، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

وفی بغیۃ ذوی الاحکام: قولہ: (ولا بتنجسھا منذ وجد الخ) یعنی حتی یتحققوا متی وقع وعلیہ الفتوی کذا فی الجوھرۃ. (غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ درر الاحکام علی ھامش درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، کتاب الطھارۃ، فصل بئر دون عشر فی عشر وقع فیھا نجس الخ، ج: ۱، ص: ۲۶، ط، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

من ٹوٹے کنوئیں کے گڑھوں سے کتے پانی پی لیں تو اس کا حکم

﴿سوال﴾ ایک کنویں کی من ٹوٹ گئی ہے اور گڑھے بھی ہوگئے ہیں جب ان گڑھوں میں پانی بھرتا ہے تو وہ کنویں کی طرف بوجہ نیچا ہونے کے جاتا ہے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی دیکھا کہ ان گڑھوں میں کتے نے پانی پیا لہٰذا اس کنویں کا حضور کیا حکم دیتے ہیں؟

﴿جواب﴾ جب کتے کا پانی پینا اور اس پانی کا کنویں میں جانا یقینی یا غالب گمان ہو تو کنواں نجس ہے(۵)۔ فقط۔

---

(۵):فی الهداية: وسؤرالكلب نجس، ويغسل الاناء من ولوغه.....فلما تنجس الاناء من ولوغه فالماء أولىٰ. (الهداية، كتاب الطهارة، باب الماء الذى يجوز به الوضوء وما لايجوز به، فصل فى الآسار وغيرها، ج: ١، ص: ٤٧، ط، مكتبة بشرىٰ كراتشى)

وفى الهدية العلائية: واذا شرب منه كلب أو خنزير او سعدان أو دب أو هرة وحشى أو نحوها من سباع البهائم فهو نجس. (الهدية العلائية لتلامذ المكاتب الابتدائية فى الفقه الحنفى، احكام الطهارة، ص: ٤١، ٤٢، ط، دار ابن حزم بيروت لبنان)

(وكذا فى الاختيار لتعليل المختار، كتاب الطهارة، فصل فى الآسار وأحكامها، ج: ١، ص: ١٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ملفوظات

کنوئیں میں نجاست معلوم ہوتو کب سے اس کی نجاست کا حکم لگایا جائے گا، نجاستوں اوراس کو پاک کرنے کے مسائل

﴿۱﴾ از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ مذہب صاحبین در باب چاہ کہ رویۃ کے وقت سے حکم نجاست ہو یہی معمول فقہاء کا ہے اور بعض نے فتویٰ بھی اس پر دیا ہے لہٰذا اگر سہولت عوام کی وجہ سے اس پر عمل ہو۔ بندہ درست جانتا ہے اوراس وقت میں اس پر علماء کوفتویٰ دینا جائز جانتا ہے(۶) کہ قول صاحبین بھی مذہب امام صاحب ہی ہے علیہم الرحمۃ (۷) مگر دیکھنے کے وقت سے نجس ہونے کے یہ معنی ہیں وقوع ممکن ہو

(۶):فی شرح الوقاية: ويتنجس البير من وقت الوقوع ان علم ذلک والا فمنذ يوم وليلة ان لم ينتفخ ومذ ثلثة ايام ولياليها ان انتفخ وقالا مذ وجد.

وقال العلامة عبدالحئی اللكنویؒ تحته: قوله: مذ وجد ای ذلک النجس فی البير قال فی الجوهرة النيرة شرح مختصر القدوری عليه الفتوی انتهٰی. (شرح الوقاية، كتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۹۲، ط، مير محمد كتب خانه آرام باغ كراچی)

وفی غنية ذوی الاحكام: قوله: (ولا بتنجسها منذ وجد الخ) يعنی حتی يتحققوا متی وقع وعليه الفتوی كذا فی الجوهرة. (غنية ذوی الاحكام فی بغية درر الاحكام علی هامش درر الحكام فی شرح غرر الاحكام، كتاب الطهارة، فصل بئر دون عشر فی عشر وقع فيها نجس الخ، ج: ۱، ص: ۲۶، ط، مير محمد كتب خانه آرام باغ كراچی)

(۷): والحالة الثالثة: ماثبت عن أصحابه من الامام أبی يوسف ومحمد وزفر والحسن بن زياد رحمهم اللّٰه تعالٰی. وقد نقل ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰی عن الحاوی القدسی: ”روی عن جميع أصحابه الكبار كأبی يوسف ومحمد وزفر والحسن أنهم=

مثلاً کنویں پر لوگ برابر صبح سے دو پہر تک پانی بھرتے رہے خالی نہیں ہوا۔ اور دو پہر کو جانور نکلا تو ایسی حالت میں صبح سے پہلے نجس کہا جائے گا کہ اس حالت میں لوگوں کے بھرنے تک جانور نہیں گر سکتا۔ البتہ درمیان صبح دو پہر کے چاہ پانی بھرنے والوں سے خالی بھی نہ رہا تو آخر خلو کے وقت سے حکم دیا جائے گا۔ فقط والسلام۔

=قالوا: ماقلنا فی مسئلة قولاً الا وهو روايتنا عن أبی حنيفة، وأقسموا عليه أيماناً غلاظاً، فلم يتحقق اذن فی الفقه جواب لامذهب الا له كيف ما كان، وما ينسب الى غيره الا بطريق المجاز للموافقة. (أصول الافتاء وآدابه، ص: ١٦٨، ط، مكتبة معارف القرآن كراتشی)

باب نجاستوں اوراس کو پاک کرنے کے مسائل

منہ کی رال کاحکم

﴿سوال﴾ سوتے وقت نہ سے رال جوبعض شخص کے جاری ہوتی ہے زید کہتا ہے کہ اس سے کپڑا پلید ہوجاتا ہے۔لہٰذا کپڑا ناپاک ہوتا ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ یہ رال پاک ہے(۱) کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔فقط۔

کھلیان کے غلہ کاحکم

﴿سوال﴾ خرمن گاہ میں جب کہ غلہ تیار کرتے ہیں تو نرگاواں کا پیشاب اور گوبر غلہ گندم وغیرہ میں جذب ہوتا ہے پھر غلہ کے جواز کی صورت کس طرح پر ہے؟

﴿جواب﴾ جب وہ تقسیم ہوگیا سب کے حق میں پاک ہوگیا(۲)۔اگر کچھ اثر گوبر کا دیکھے تو صاف کردیوے۔

---

(۱):فی الخانية: الماء الذی يسيل من فم النائم طاهر هو الصحيح. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، فصل فی النجاسة التی تصيب الثوب أو الخف أو البدن والأرض، ج: ۱، ص: ۲۴)

وفی الهندية: لعاب النائم طاهر سواء كان من الفم أو منبعثا من الجوف عند أبی حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه وعليه الفتویٰ. (الفتاوى الهندية، كتاب الطهارة، الباب السابع، فی النجاسة وأحكامها، الفصل الثانی فی الاعيان النجسة، ج: ۱، ص: ۴۶)

(۲):فی الهندية: المحلوج النجس اذا ندف ان كان الكل أو النصف نجسا لايطهر وان كان يسرا بحيث يحتمل ان يذهب بهذا الفعل يحكم بطهارة كالكدس اذا تنجس فقسم بين الدهقان والعامل يحكم بطهارته. كذا فی الخلاصة. (الفتاوى=

گوبری کا حکم

﴿سوال﴾ مسئلہ گوبری دینا جائز ہے یا نہیں؟ جس جگہ مرغی کی سرگین گر کر خشک ہوگئی ہو اور وہاں لوٹا خشک یا تر رکھ دے تو وہ لوٹا ناپاک ہے یا پاک اگر مرغی کی سرگین کی احتیاط کرے تو ان کا پالنا چھوٹتا ہے۔ فقط

﴿جواب﴾ گوبری دینا جائز ہے مگر جب وہ گوبر نہ رہے تب تو پاک ہے اور اس سے پہلے پہلے نجس ہے اگر ناپاک جگہ خشک ہوگئی اور نجاست کا اثر رنگ و بو و مزہ نہ رہا تو پھر وہ جگہ پاک ہوگئی اب وہاں تر چیز رکھنے سے ناپاک نہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شراب اگر سرکہ بن جائے تو اس کا حکم

﴿سوال﴾ شراب میں نمک ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ شراب جب سرکہ بن جاتی ہے تو پاک ہی ہو جاتی ہے نمک سے ہو یا کسی اور ذریعہ

=الهندية، كتاب الطهارة، الباب السابع، فى النجاسة وأحكامها، ج: ١، ص: ٤٥)

(وكذا فى مجمع الانهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، ج: ١، ص: ٩٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٣):والأرض اذا أصابتها النجاسة فجفت وذهب أثرها ثم أصابها الماء بعد ذلك الصحيح أنه لايعود نجسا وكذا لو جفت الارض وذهب أثر النجاسة ورش عليها الماء وجلس عليها لا بأس به. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، فصل فى النجاسة التى تصيب الثوب أو الخف أو البدن والأرض، ج: ١، ص: ٢٥، ٢٦)

(وكذا فى الفتاوى الهندية، كتاب الطهارة، الباب السابع، فى النجاسة وأحكامها، ج: ١، ص: ٤٤)

سے(۴)۔فقط

مردہ جانور کی اون کے متعلق حکم

﴿سوال﴾ مردہ جانور بکری بھیڑ کی اون کا کمبل استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مردہ جانور بکری بھیڑ وغیرہ کی اون پاک ہے(۵) اور اس کے کمبل کا استعمال درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۴):قال ابو حنيفة رحمه الله: يجوز تخليل الخمر، وان الخل الحاصل بذلک حلال طاهر، وهو قول الأوزاعي والليث، وهو رواية عن مالک. (تكلمة فتح الملهم بشرح صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب تحريم تخليل الخمر، ج: ۳، ص: ۵۱۰، ط، دار أحياء التراث العربى بيروت لبنان)

(وكذا فى التعليق الصبيح على مشكاة المصابيح، كتاب الحدود، باب بيان الخمر ووعيد شاربها، الفصل الأول، ج: ۴، ص: ۱۸۹، ۱۹۰)

(وكذا فى اعلاء السنن، ابواب البيوع، باب توكيل المسلم الذمى ببيع خمره، ج: ۱۴، ۱۴۴، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الاشربة، الباب الاول فى تفسير الاشربة والاعيان التى تتخذمنها الاشربة الخ، ج: ۵، ص: ۴۱۰)

(۵):في المختار: وكل اهاب دبغ فقد طهر.....وشعر الميتة عظمها طاهر.

وفى الاختيار تحته: قال (وكل اهاب دبغ فقد طهر) لقوله عليه الصلاة والسلام: ايما اهاب دبغ فقد طهر..... قال (وشعر الميتة وعظمها طاهر)....وكذلک العصب والحافر والخف والظلف والقرن والصوف والوبر والريش والسن والمنقار والمخلب لما ذكرنا، ولقوله تعالىٰ: ومن أصوافها وأوبارها وأشعارها. (الاختيار لتعليل المختار،=

بلی، چوہے، کوے وغیرہ کے جھوٹے کا حکم

﴿سوال﴾ اگر کھانے میں دودھ میں بلی یا چوہے یا کوے نے منہ ڈال دیا تو کھانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ان چیزوں کا جھوٹا حرام اور نجس نہیں ہے اگر نہ کھائیں تو بہتر۔ کھالیں تو کچھ حرج نہیں ہے(۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=کتاب الطهارة، ج: ١، ص: ١٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثالث فى المياه، الفصل الثانى فيما لايجوز به التوضؤ، ج: ١، ص: ٢۴)

(وكذا فى مجمع البحرين وملتقى النيرين، كتاب الطهارة، فصل فى الماء الذى يجوز به الوضوء ومالايجوز، ص: ٧٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٦):وسؤر سباع الطيور كالصقر والبازى والشاهين ونحوها وسؤر مايسكن فى البيوت من الحشرات وغيرها مثل الحية والعقرب والوزغة والفارة والدجاجة المخلاة اى المطلقة غير المحبوسة والهرة مكروة اى يكره التوضؤ عند وجود غيره وكذا شربه كراهة تنزيه وهذا استحسان......ووجه الاستحسان فى سواكن البيوت حديث كبشة بنت كعب بن مالك وكانت تحت ابن ابى قتادة ان ابا قتادة دخل عليها فسكبت له وضوء فجاء ت هرة تشرب منه فاصغى لها الاناء حتى شربت قالت كبشة فرآنى انظر اليه فقال اتعجبين يا ابنة اخى فقلت نعم فقال ان رسول اللهﷺ قال انها ليست بنجسة انها الطوافين عليكم والطوافات. رواه اصحاب السنن الاربعة وقال الترمذى حسن صحيح. (غنية المستملى شرح منية المصلى، كتاب الطهارة، فصل فى الآسار، ص: ١٦٨)

کولہو کے رس کا حکم

﴿سوال﴾ کولہو جو یہاں چلتے ہیں اس میں سارا کاروبار چمار اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں۔ یعنی رس کا نکالنا اور رس میں ہاتھ ڈالنا اور رس کا اپنے برتن میں فروخت کرنا مسلمانوں کو ان کے ہاتھ کے چھوئے ہوئے رس کا لینا جائز ہے یا نہیں یا وہ رس نجس ہے اور ناپاک ہے۔ علیٰ ہذا پانی ان کے ہاتھ کا پاک ہے یا نجس ہے؟ ایسے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں فقط؟

﴿جواب﴾ جب تک یقین اس امر کا نہ ہو کہ چمار کے ہاتھ نجس ہیں حکم نجاست رس وغیرہ پانی پر نہ ہوگا۔ پس صورت موجودہ میں خریدنا رس کا مسلمانوں کو اور استعمال کرنا اس کا درست اور حلال ہے۔ علیٰ ہذا پانی بھی پاک ہے۔ نماز وغیرہ درست ہے (۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی مفتی مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند۔

---

(۷): فی سبل السلام: وعن عمران بن حصين رضی اللّٰه عنه ان النبیﷺ وأصحابه توضئوا من مزادة امراة مشركة. متفق عليه، فی حديث طويل........اخرجه البخاری بألفاظ، فيها: أنهﷺ بعث علياً رضی اللّٰه عنه وآخر معه فی بعض أسفارهﷺ، وقد فقدوا الماء، فقال: اذهبا فابتغيا الماء فانطلقا، فتلقيا امراة بين مزادتين أو سطيحتين من ماء على بعير لها، فقالا لها: أين الماء؟ فقالت عهدی بالماء امس هذه الساعة، قالا: انطلقی الی رسول اللّٰهﷺ ـ الی ان قال ـ : ودعا النبیﷺ باناء، ففرغ فيه من أفواه المزادتين أو السطيحتين، ونودی فی الناس: اسقوا واسقوا، فسقى من سقى واستقى من شاء. الحديث، وفيه زيادة ومعجزات نبوية.

والمراد هنا: أنهﷺ توضأ من مزادة المشركة، وهو دليل لما سلف فی شرح حديث أبی ثعلبة من طهارة آنية المشركين.

ويدل أيضا على طهور جلد الميتة بالدباغ، لأن المزادتين من جلود ذبائح=

منی کا حکم

﴿سوال﴾ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خشک منی ناپاک نہیں جیسا کہ کتاب میں لکھا ہے اور دھونے اور پونچھنے کی کچھ ضرورت نہیں کیا وجہ کہ ایسی پلید کو پاک لکھا ہے؟

﴿جواب﴾ منی کا پلید ہونا آپ کے نزدیک ہے ان کے یہاں نہیں (۸) اور اس کی لم، آپ نہیں سمجھ سکتے۔ یہ علمی بحث ہے کہ جس کے بیان میں طول ہے ہم اور آپ مقلد ہیں۔ ہم کو علماء کا فرمان بسر وچشم قبول ہے۔ فقط۔

=المشركين، وذبائحهم ميتة.

ويدل على طهارة رطوبة المشرک فان المرأة المشركة قد باشرت الماء.الخ.

(سبل السلام الموصلة الى بلوغ المرام، كتاب الطهارة، باب الآنية، ج: ۱، ص: ۱۱۰، ۱۱۱، ط، دار العاصمة رياض)

(وكذا فى فقه الاسلام شرح بلوغ المرام، كتاب الطهارة، باب الآنية، ج: ۱، ص: ۲۸، ط، مؤسسة علوم القرآن، دمشق)

(۸):فى الهداية: والمنى نجس يجب غسله رطبا فاذا جف على الثوب اجزأ فيه الفرک لقوله عليه السلام لعائشة رضى الله عنها فاغسله ان كان رطبا، و افركيه يابساً، وقال الشافعي: المنى طاهر.

وفى البناية تحته: (والمنى نجس)ش: وبه قال مالک والثورى والأوزاعى والحسن بن حي وأحمد فى رواية. (البناية شرح الهداية، كتاب الطهارت، باب الأنجاس وتطهيرها، ج: ۱، ص: ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

یہ علمی بحث دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو:(امانی الاحبار، باب حکم المنی هل هو طاهر ام نجس، ج: ۱، ص: ۲۴۷، ط، اداره تالیفات اشرفیه،ملتان)

ناسور کے پانی کا حکم

﴿سوال﴾ ایک شخص کے ناسور سے کھانے کے وقت پانی نکلتا ہے اور وہ پانی کپڑوں کو لگتا ہے تو ان کپڑوں سے نماز درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ناسور کا پانی نجس ہے اگر قدر درہم سے زیادہ لگے گا تو نماز صحیح نہ ہووے گی کم میں بکراہت ادا ہوتی ہے(۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سرخ پڑیہ کا حکم

﴿سوال﴾ پوڑیا کا سرخ رنگ استر میں لگانا چاہئے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ پڑیا میں شراب پڑتی ہے صحیح کیسے ہے؟

﴿جواب﴾ پوڑیا کا رنگ مشتبہ ضرور ہے اگر بالیقین یہ ثابت ہو جاوے کہ اس میں شراب ہے قطعاً حرام ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ شراب نہیں پڑتی جائز ہے درصورت موجودہ مشتبہ ہونے میں تردد نہیں احتیاط ترک کرنے میں ہے اور رنگ پختہ کا دھلوا لینا مناسب ہے(۱۰)۔

---

(۹):فی الدر المختار: وعفا الشارع عن درهم وان كره تحريماً، فيجب غسله، وما دونه تنزيهاً فيسن، وفوقه مبطل فيفرض.

وفي الشامية تحته: (وان كره تحريما) أشار الى أن العفو عنه بالنسبة الى صحة الصلاة به، فلاينافي الاثم كما استنبطه في البحر من عبارة السراج. الخ. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، ج: ۱، ص: ۵۲۰، ۵۲۱، ط، عالم الكتب رياض)

(۱۰):اخرج السيوطي عن الحسن رضي الله عنه: دع ما يريبك الى ما لايريبك فان الصدق ينجي. وفي فيض القدير تحت هذا الحديث: اترك ما اعترض لك الشك فيه منقلبا عنه الى ما لاشك فيه ذكره الطيبي. (فيض القدير، ج: ۳، ص: ۵۲۸، رقم: ۴۲۱۲، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

پڑیا کا حکم

﴿سوال﴾ پڑیہ کچی یا پختہ کا بغیر دھوئے ہوئے مردوں اورعورتوں کو استعمال جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ پڑیہ کا رنگ ناپاک ہے۔فقط۔

پڑیہ کے نجاست کی وجہ

﴿سوال﴾ پوڑیہ سرخ رنگ کی رنگی ہوئی روئی رضائی میں ڈالنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ پوڑیہ میں کہتے ہیں شراب پڑتی ہے ااور یہی تحقیق ہے اور شراب نجس ہے۔اس واسطے نہ ڈالنی چاہیے(۱۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

پڑیہ میں رنگا ہوا کپڑا کیسے پاک ہوگا

﴿سوال﴾ پوڑیہ میں میں کپڑا رنگا ہوا۔اوراس کوایک مرتبہ پانی میں نکال دے اور نہ نچوڑے اور نہ ملے اور ویسے ہی پھیلا دے تا کہ خود خشک ہوجاوے اور بعد خشک ہوجانے کے پاک ہوجاوے گا یا نہیں ایک مرتبہ مل کر دھونا ضرور ہے۔

﴿جواب﴾ کپڑا پوڑیہ کا جو ناپاک ہواس کا رنگا ہوا تب تک پاک نہ ہوگا جب تک رنگ نکلتا رہے گا۔جب رنگ نکلنا بند ہوجاوے گا تب پاک ہوگا (۱۲)۔فقط۔

---

(۱۱):قال القرطبیؒ: فهم الجمهور من تحريم الخمر، واستخباث الشرع لها، واطلاق الرجس عليها، والأمر باجتنابها، الحكم بنجاستها. (الجامع لأحكام القرآن، ج: ۸، ص: ۱٦۰، ط، مؤسسة الرسالة، بيروت لبنان)

(۱۲):فی الهندية:وعلى هذا قالوا لو صبغ ثوبه أو يده بصبغ أو حناء نجسين فغسل الى أن صفا الماء يطهر مع قيام اللون كذا فی فتح القدير. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع فی النجاسة وأحكامه، الفصل الاول فی تطهير الانجاس،=

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ نے پختہ رنگ کو پاک نہیں کہا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اس پڑیا میں رنگ کر پھر دھولیا جائے تو پاک کرنے کے بعد اس کا استعمال جائز ہے اور مدار رنگ کے پاک ہونے کا تحقیق پر ہے۔ مولوی ارشاد حسین صاحب کو تحقیق ہو گیا ہوگا۔ بندہ کو تحقیق نہ ہوا۔ فقط والسلام۔

پڑیہ میں رنگے ہوئے کپڑے کا پاک کرنے کا دوسرا طریقہ

﴿سوال﴾ گولی سرخ رنگ پختہ کہ دم مسفوح سے بنائی جائے اور گولی خام یا شراب کی آمیزش اس میں ہو جیسا کہ آج کل بہت گولیاں بکتی ہیں۔ ان میں کپڑا رنگنا اور اس سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو رنگ پختہ کہ جس میں شراب یا دم مسفوح ہے اس کو اگر تین دفعہ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے اور اس سے نماز پڑھنی درست ہے۔ علیٰ ہذا کچے کی گولیاں تین دفعہ دھلنے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں (۱۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مٹی کا برتن کس طرح پاک کیا جائے

﴿سوال﴾ مٹی کا برتن اگر کسی طرح ناپاک ہو جائے تو کس طرح پاک کیا جائے؟ فقط

=ج: ۱، ص: ۴۲)

(وكذا في البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الطهارة، باب الانجاس، ج: ۱، ص: ۴۱۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۳):ذكر في المنية أنه لو دخل يده في الدهن النجس أو اختضت المرأة بالحناء النجس أو صبغ بالصبغ النجس ثم غسل ثلاثاً طهر. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الانجاس، مطلب: في حكم الصبغ والاختضاب بالصبغ أو الحناء النجيس، ج: ۱، ص: ۵۳۷، ط، دار عالم الكتب رياض/وغنية المستملي في شرح منية المصلي، فروع شتى من تعلق النجاسة، ص: ۲۰۷)

﴿جواب﴾ مٹی کا برتن اگر چہ کورا ہوتو تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجاتا ہے(۱۴) کوئی طرز خاص اس کے دھونے کا نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظات

پڑیہ کے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنے سے اعادہ نماز لازمی نہیں

﴿۱﴾ بعد سلام آنکہ اعادہ نماز کا اس وجہ سے ضرور نہیں بتایا گیا کہ بعض شرابیں سوا چار کے اس قسم کی ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک وہ نجس نہیں مگر فتویٰ امام صاحب کے قول پر نہیں اور اس رنگ میں متحقق نہیں کہ کون سی شراب پڑتی ہے پس بسبب مسئلہ مختلف فیہا ہونے کے آسانی کیوجہ سے اعادہ نماز کو نہیں کہا گیا مگر نجاست میں عمل امام محمد کے مذہب پر بتایا گیا تھا(۱۵) اور ولایت سے جو کپڑا آتا ہے اس میں شراب نجس کا پڑنا

---

(۱۴):ان المتنجس اما أن لایتشرب فیه اجزاء النجاسة أصلاً کالأوانی المتخذه من الحجر والنحاس والخزف والعتیق، أو یتشرب فیه قیلاً کالبدن والخف والنعل، أو یتشرب فیه کثیراً، ففی الأول طهارته بزوال عین النجاسة المرئیة أو بالعدد علی ما مر، وفی الثانی کذلک، لأن الماء یستخرج ذلک القلیل، فیحکم بطهارته، وأما فی الثالث: فان کان مما یمکن عصره کالثیاب فطهارته بالغسل والعصر الی زوال المرئیة، فی غیرها بتثلیثهما......ان علم أنه لم یتشرب فیه، بل أصاب ظاهره، یطهر بازالة العین أو بالغسل ثلاثا بلاعصر. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الطهارة، باب الانجاس، ج: ۱، ص: ۵۴۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۵):قال العلامة المحدث الکبیر محمد زکریا الکاندهلویؒ: خلاصة مذهب الحنفیة أن الاشربة ثلاثة اقسام: الخمر حرام مطلقاً، وله عشرة أحکام. =

ہم نے نہیں سنا۔ فقط والسلام۔

پڑیہ کے رنگ کی حقیقت

﴿۲﴾ جو چھینٹ یا بانات وغیرہ پختہ رنگ ہے۔ وہ تو ہر حال پاک ہے اگر چہ اس میں نجاست پڑے کیونکہ بعد رنگ کے اس کو دھو کر صاف کرتے ہیں اور جو خام رنگ ہیں ان کا حال معلوم نہیں کہ اس میں کچھ نجس ڈالتے ہیں یا نہیں لہٰذا اس پر حکم نجاست نہیں ہوسکتا (۱۶) کہ اصل شے کی طہارت ہے ہاں جس کو تحقیق ہوگیا کہ نجس اس میں پڑتا ہے اور نہیں دھویا جاتا اس کو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ بندہ کو جو محقق ہوا تو یہ ہے کہ بازار میں جو رنگ فلوس فلوس کو پوڑیہ فروخت ہوئی ہے اس میں شراب ہے اور بس لہٰذا اس کی نجاست کا اظہار کیا گیا ہے۔ پوڑیہ جوتہ جو پاک ہے بوجہ عدم تیقن نجاست کے ہے اگر کسی جوتہ خاص میں محقق ہوجائے کہ نجس لگا ہے وہ ناپاک ہی ہووے گا۔ لہٰذا جوتہ کو پڑیا پر قیاس نہیں کرسکتے تبدیل ماہیت بھی یہاں نہیں بلکہ ترکیب نجس باطاہر ہے جیسا نجس آب میں گوشت یا روٹی پکائی جائے اس کو تبدل ماہیت نہیں کہتے ملح خوک مضائقہ نہیں کہ مادہ وصورت ہر دو بدل گئی سرکہ شراب میں گوبر مٹی میں سو یہاں تبدیل ماہیت ہے کہ نہ وہ مادہ سابق رہا نہ

= الثاني: الأشربة الأربعة، العصير، وهو نوعان: الباذق، والمنصف، ونقيع التمر، وهو السكر، ونقيع الزبيب حرام قليلها وكثيرها، لكن حرمتها ظنية، والثالث: باق الأشربة حلال عند الشيخين مالم يسكر، حرام عند محمد والثلاثة قليلها وكثيرها، وبه يفتي. (حاشية بذل المجهود، كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر، ج: ١، ص: ٤٠١، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(وكذا في تحفة الالمعي، ابواب الاشربة، باب ماجاء في شارب الخمر، ج: ۵، ص: ٢٠۵، ٢٠٦، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

(١٦): من شک في انائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر مالم يستيقن. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الطهارة، قبيل مطلب في ابحاث الغسل، ج: ١، ص: ٢٨٣، ط، دار عالم الكتب رياض)

صورت پہلی رہی ترکیب میں ماہیت نہیں پلٹی ترکیب پیدا ہو جاتی ہے اس کا اعتبار نہیں دھونے سے البتہ پوڑیہ کا رنگا کپڑا پاک ہو جاتا ہے ایک بات باقی ہے اگر وہ صاحب بنانے والے ملے تو تحقیق کروں گا۔ شاید اس میں کوئی صورت جواز پیدا ہو جائے۔ سو دیکھئے وہ کب ملتے ہیں۔ اب تو منع کر دینا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

پڑیہ میں شراب پڑنے سے پڑیہ کا حکم

﴿۳﴾ شراب مسکر مطلقاً نجس ہے یہ امام محمدؒ کے یہاں اس پر فتویٰ دیا ہے۔ درمختار میں مذکور ہے اور یہی مذہب بندہ کے اساتذہ کے یہاں راجح ہے(۱۷)۔ تبدیل ماہیت ہیولے صورت کی تبدیل سے ہوتا ہے کہ حقیقت دیگر ہو گئی نہ ترکیب سے ورنہ روٹی خمیر سے گوندھے درست ہو شراب سے مرکب دوا حلال ہو یہ باطل ہے سرکہ میں تبدیل ماہیت ہے نہ ترکیب پوڑیہ میں ترکیب ہے نہ تبدیل ماہیت منتہائے مسکر سمیت ہے۔ خلاصہ شراب بھی شراب ہی ہوتی ہے۔ اگرچہ تیزاب بن جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۷): فی الدرالمختار: وحرمها محمد أی الأشربة المتخذة من العسل والتين ونحوهما. قاله المصنف مطلقاً قليلها وكثيرها وبه يفتی ذكره الزيلعی وغيره، واختاره شارح الوهبانية. الخ.

وفی الشامية تحته: (وبه يفتی) أی بقول محمد، وهو قول الأئمة الثلاثة لقوله عليه الصلاة والسلام: كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام. رواه مسلم، وقوله عليه الصلاة والسلام: ما اسكر كثيره فقليله حرام. رواه أحمد وابن ماجة والدار قطنی وصححه. وقوله: (وغيره) كصاحب الملتقی المواهب والكفاية والنهاية والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقهستانی والعينی، حيث قالوا: الفتوی فی زماننا بقول محمد لغلبة الفساد. (رد المحتارعلی الدر المختار، كتاب الأشربة، ج: ۱۰، ط، ۳۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

پڑیہ میں کون سی شراب پڑتی ہے

﴿۴﴾ خمر خواہ انگوری ہو یا عسل اور جو کی غرض کل مسکر حرام نجس ہے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اوراس پر ہی فتویٰ دیا گیا ہے(۱۸) اور ہمارے اساتذہ نے جو زمانہ گذشتہ میں نان پاؤ کا قصہ وتکرار ہو اتاڑی کے سبب سے اس کو منع اور حرام لکھا۔لہٰذ بندہ کے نزدیک راجح مذہب یہی ہے۔سو تحقیق اس خمر کی کہ پڑیہ میں پڑتی ہی نہیں۔بہرحال اختلاف میں احتیاط تو اوروں کو بھی بہتر ہے۔ظاہر احادیث میں موجود تو سب سکر کی خمریت کو چاہتا ہے۔کل مسکر خمر (۱۹) صاف موجود ہے۔وان من الحنطة لخمراً(۲۰) بھی اب تاویل کا باب واسع ہے۔والشیء اذا ثبت بلوازمہ خمر ہے تو حرام بھی نجس بھی ہے ظنی قطعی کے فرق میں تخفیف ہوجائے نہ ارتفاع اگر مذیل نجاست پایا جائے تو طہارت ہوتی ہے ورنہ جفاف مطہر نہیں جفاف ارض تو امام صاحب کے نزدیک مطہر ہے ثوب،دوا خمیر پاک نہیں ہوتا۔خمر میں آٹا گوندھ کر پکاویں روٹی نجس ہووے گی۔بول میں پارچہ تر ہو کر خشک ہو جائے ناپاک ہی رہے گا۔حالانکہ رطوبت بول کو ہوا لے گئی۔ علیٰ ہذا جفاف خمر موجب طہارت نہیں شراب کسی شئے میں خلط ہو اور خشک ہو بول پر قیاس ہوگا۔اور جو اُڑنے کے کچھ اور معنی ہیں ہو مجھ کو معلوم نہیں اگر پارچہ شراب میں مبلول ہو کر خشک ہو تو پاک نہیں ہوتا اگرچہ تیزی

---

(۱۸):فی عرف الشذی: واما الشافعی وأحمد ومالک ومحمد بن حسن وجمهور الصحابة فذهبوا الی أن المسکر المائع من کل شیء یحرم قلیله وکثیره، أسکر أم لم یسکر، والمسکر الجامد لیس بخمر، وأفتی أرباب الفتوی منا بقول محمد بن حسن. (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی شارب الخمر، ج: ۳، ص: ۲۹۳، ۲۹۴، ط، دار احیاء التراث العربی)

(۱۹):(اخرجه مسلم فی صحیحه فی کتاب الاشربة، باب بیان أن کل مسکر خمرالخ، ص: ۸۹۵، رقم: ۵۲۱۹، ط، دار السلام ریاض)

(۲۰):(اخرجه الترمذی فی جامعه فی کتاب الأشربة، باب ماجاء فی الحبوب التی یتخذ منها خمر، ص: ۴۳۹، رقم: ۱۸۷۲، ط، دار السلام ریاض)

دھوپ سے یا حرارت آتش سے شراب اڑتی ہی ہو یہ مسئلہ مجھ کو معلوم نہیں اگر شراب کا پڑنا محقق نہیں البتہ ناپاک نہیں اور بعد تحقیق وقوع کے بلویٰ کیا کرے گا بلویٰ وہ معتبر کوئی کرے کہ اجتناب دشوار ہو۔ زینت کا کپڑا ترک کرنا نفس پر ناگوار ہے یہ کیا بلویٰ ہے۔ ہندوستانی کپڑا برتنا چاہیے۔ اس واسطے بلویٰ کے معنی فہم میں نہیں آتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

پڑیہ میں شراب پڑتی ہے یا نہیں

﴿۵﴾ خواب اگر نظر نہ آوے کچھ حرج نہیں جاگنے کا زیادہ اعتبار ہے آدمی کو اپنے اوپر ہرگز اعتماد نہیں چاہیے۔ مقلب القلوب سے ڈرتا رہے کہ دم بھر میں بدل ڈالتا ہے اور مفارقت وملاقات دونوں مقدر میں کسی کے اختیاری نہیں جس قدر ہے ملتا ہے کہ زیادہ کون کرسکتا ہے۔ پوڑیہ ہندی میں شراب قطعاً پڑتی ہے اور لندن کی پوڑیا میں بھی اکثر اقوال سے پڑنا ثابت ہے غایت الامر لندن میں شبہ ہو اور شبہات سے بچنا بھی واجب ہے (۲۱) اصل شئے کی پاک ہے اور لحوق نجاست میں شک ہو وہ پاک رہتی ہے۔ گاہڑہ دھوکہ جو نہ اسی

(۲۱): اخرج السیوطی عن الحسن رضی اللّٰہ عنہ: دع ما یریبک الی ما لایریبک فان الصدق ینجی. وفی فیض القدیر تحت ھذا الحدیث: اترک ما اعترض لک الشک فیہ منقلبا عنہ الی ما لاشک فیہ ذکرہ الطیبی. (فیض القدیر، ج: ۳، ص: ۵۲۸، رقم: ۴۲۱۲، ط، دار المعرفۃ بیروت لبنان)

اخرج الدارمی فی سننہ عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینھما مشتابھات، لایعلمھا کثیر من الناس، فمن اتقی الشبھات استبرأ لعرضہ ودینہ، ومن وقع فی الشبھات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت ھٰذا الحدیث: قولہ (ومن وقع فی الشبھات، وقع فی الحرام): یرید أنہ اذا اعتادھا واستمر علیھا أدتہ الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیہ فیواقعہ، یقول: فلیتق الشبھۃ لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند=

قسم میں ہے اور جس میں ثبوت نجاست کا بغالب ظن ہوگیا ہو وہ ناپاک ہو جاتی ہے۔ پوڑیا کا یہی حال ہے جب تک شراب کا ہونا معلوم نہ تھا پاک کہتے تھے۔ بوجہ اصل کے اب بعض اقسام میں اعنی ہندیہ میں وقوع محقق ہوگیا اور بعض میں غلبہ ظن ہے۔ فقط والسلام۔ اور چھینٹ جو ولایت سے آتی ہے کہتے ہیں کہ وہ رنگ پوڑیا کا نہیں۔ لہٰذا اس کو نجس نہیں کہہ سکتے تا تحقیق دیکھنا شرط نہیں بلکہ علم شرط ہے کہ بظن غالب حاصل ہو جاوے۔ اگر بظن غالب ظروف نجس اس میں واقع ہوتے ہیں تو چاہ نجس ہے۔ گو آنکھ سے نہ دیکھا۔ فقط۔

=الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

نماز کے مسائل

باب نماز کے وقتوں کا بیان

آفتاب کے طلوع واستواء وغروب کے وقت سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ کا حکم

﴿سوال﴾ صلوٰۃ جنازہ وسجدۂ تلاوت وغیرہ طلوع واستواء وغروب شمس پر درست ہے یا نہیں در صورت عدم جواز اگر پڑھ لیوے تو ادا ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عین طلوع واستواء وغروب میں نماز جنازہ سجدۂ تلاوت مکروہ تحریمہ ہے معہذا اس وقت میں اگر پڑھ لیوے تو ادا ہوجاتا ہے اور ذمہ سے سقوط ہوجاتا ہے۔ بشرطیکہ اسی وقت تلاوت آیت کی ہو اور جنازہ حاضر ہوا ہو اور جو پہلے وقت مکروہ سے سجدہ کی آیت پڑھے اور جنازہ آیا اور مکروہ وقت میں ادا کیا تو ادا نہیں ہوتا۔ دوبارہ پڑھنا چاہیے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱):ثلاث ساعات لاتجوز فيها المكتوبة ولاصلاة الجنازة ولاسجدة التلاوة. اذا طلعت الشمس حتى ترتفع وعند الانتصاف الى أن تزول وعند احمرارها الى أن تغيب الا عصر يومه ذلک فانه يجوز اداؤه.....هذا اذا وجبت صلاة الجنازة وسجدة لتلاوة فى وقت مباح واخرتا الى هذا الوقت فانه لايجوز قطعا أما لو وجبتا فى هذا الوقت واديتا فيه جاز لانها اديت ناقصة كما وجبت كذا فى السراج والوهاج وهكذا فى الكافى والتبيين. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث فى بيان الأوقات التى لاتجوز فيها الصلاة وتكره فيها، ج: ۱، ص: ۵۲)

(وكذا فى امانى الاحبارفى شرح معانى الآثار، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۸۵، ط، ادارة تاليفات اشرفيه ملتان)

نماز جمعہ کس مسجد میں پڑھی جائے جہاں جلد ہو کہ دیر سے ہو

﴿سوال﴾ جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ڈھائی بجے ہوتی ہے اور مسجدوں میں جمعہ کی نماز ایک بجے ہوتی ہے تو فرمائیے کہ کہاں جمعہ پڑھے جو ثواب زیادہ ہو؟

﴿جواب﴾ جامع مسجد میں بسبب کثرت آدمیوں کے زیادہ ثواب ہے(۲) اگر گرمی کا موسم ہو تو اڑھائی بجے تک وقت اچھا ہوتا ہے وہیں جمعہ پڑھے اور جاڑے کے موسم میں بہتر ہے کہ دیگر مسجد میں پڑھ لیوے کہ احتمال ایک مثل سے وقت نکل جانے کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جمعہ اور ظہر کی نماز کے اوقات میں فرق

﴿سوال﴾ جمعہ کی نماز اور ظہر کی نماز کا وقت ایک ہی ہے یا نہیں؟ اور جمعہ کی نماز ظہر کے وقت سے کچھ پہلے پڑھنا سنت ہے یا دونوں مساوی وقت ہیں مثلاً جو شخص ظہر کی نماز دو بجے پڑھتا ہے اس کو جمعہ کی نماز ایک بجے پڑھنا مستحب ہوگی یا دو ہی بجے؟

﴿جواب﴾ جمعہ وظہر کا وقت ایک ہے مگر جمعہ کو ذرا پہلے پڑھنا کہ لوگ سویرے سے آئے ہیں ان

(۲):عن أبی بن کعب قال: صلی بنا رسول اللہ ﷺ یوماً الصبح فقال: أشاھد فلان؟ قالوا: لا. قال: أشاھد فلان؟ قالوا: لا. قال: ان ھاتین الصلاتین أثقل الصلوات علی المنافقین، ولو تعلمون ما فیھما لأتیتموھما ولو حبواً علی الرکب، وان الصف الأول علی مثل صف الملائکة، لو علمتم ما فضیلته لابتدرتموہ، وان صلاۃ الرجل مع الرجل ازکی من صلاته وحدہ، وصلاته مع الرجلین ازکی من صلاته مع الرجل، وما کثر فھو احب الی اللہ عزوجل. وفی بذل تحت ھذا الحدیث: (فھو أحب الی اللہ عزوجل) وتذکیرہ باعتبار لفظ ما، قال القاری: وکل مسجد کثر فیه المصلون فذلک أفضل. (بذل المجھود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی فضل صلاۃ الجماعة، ج: ۳، ص: ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، رقم: ۵۵۲، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

کوجلد فراغت ہوجائے تو بہتر ہے(۳)۔فقط۔

ظہر کا صحیح وقت

﴿سوال﴾ وقت ظہر مثلین تک رہتا ہے یا نہیں مذہب مفتیٰ بہ میں اگر نہیں رہتا تو جو ظہر مثلین میں پڑے تو قضاء پڑھے یا ادا اور بعد مثل کے عصر اگر پڑھے تو ہوگی یا نہیں؟ اور سایہ اصلی کی پہچان خلاصہ طور ایسے قاعدہ کلیہ سے کہ ہر جگہ وہ قاعدہ دلنشین ہو ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾ ظہر میں دونوں قولوں پر فتویٰ دیا گیا ہے(۴) جس پر عمل کرلے گا درست ہے اور سایہ اصلی کا ایسا قاعدہ جو ہر جگہ موافق و مطابق ہو مجھے معلوم نہیں۔فقط۔

---

(۳):فی الدر المختار: جمعة کظهر اصلاً واستحباباً فی الزمانین لانها خلفه.

وفی الشامية تحته: (واستحبابا فی الزمانین) ای الشتاء والصيف ح، لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لایسن لهاالابراد، تؤدی فی وقت الظهر وتقوم مقامه، وقال الجمهور ليس بمشروع لانهاتقام بجمع عظيم، فتاخيرها مفض الی الحرج، ولا کذلک الظهر وموافقة الخلف لاصله من کل وجه ليس بشرط. (رد المحتار علی در المختار، کتاب الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۵. ۲۶، ط: دار عالم الکتب رياض)

(۴): **الفتویٰ علی قول الامام**: فی الدر المختار: ووقت الظهر من زواله أی ميل ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثليه.

وفی الشامية تحته: (الی بلوغ الظل مثليه) هذا ظاهر الرواية عن الامام: نهاية، وهو الصحيح. بدائع ومحيط وينابيع، وهو المختار. غيائية. واختاره الامام المحبوبی، وعول عليه النسفی وصدر الشريعة. تصحيح قاسم. واختاره أصحاب المتون، وارتضاه الشارحون. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۴، ط، دار عالم الکتب رياض)

=

ظہر کا وقت ایک مثل تک رہنے سے امام ابوحنیفہؒ نے رجوع کیا یا نہیں

﴿سوال﴾ رجوع امام صاحبؒ بمذہب ائمہ ثلاثہ وصاحبین رحمہما اللہ ایک مثل ظہر ثابت ہے یا نہیں؟

= وفی الهندية: ووقت الظهر من الزوال الى بلوغ الظل مثليه سوى الفئ كذا فى الكافى وهو الصحيح هكذا فى محيط السرخسى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الاول فى المواقيت وما يتصل بها، الفصل الاول فى أوقات الصلاة، ج: ١، ص: ٥١)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلاة، ج: ١، ص: ٤٢٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى الاختيار لتعليل المختار، كتاب الصلاة، ج: ١، ص: ٣٨، ط، دار الكتب العليمة بيروت لبنان)

(وكذا فى الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الاول المواقيت، ج: ٢، ص: ٥، ط، مكتبة زكرياديوبند)

(وكذا فى منحة السلوك فى شرح تحفة الملوك، كتاب الصلاة، فصل فى بيان شروط الصلاة واركانها، ص: ١٠٥)

(و كذا فى خلاصة الدلائل فى تنقيح المسائل، كتاب الصلاة، ج: ١، ص: ٦٤، ٦٥، ط، مكتبة الرشد رياض)

(وكذا فى امداد الفتاح شرح نور الايضاح ونجاة الاروح، كتاب الصلاة، ص: ١٧٨، ١٧٩، ط، مكتبة رشيديه كوئٹه)

الفتوىٰ على قول صاحبيهؒ : وقال أبو يوسف ومحمد: آخر وقتها اذا صار ظل كل شىء مثله سوى فىء الزوال، به قال زفر والأئمة الثلاثة مالك والشافعى=

﴿جواب﴾ رجوع امام صاحبؒ کا بندہ کو معلوم نہیں بلکہ خود امام صاحب کی ایک روایت اس باب میں موجود ہے اور یہی مذہب صاحبین کا ہے لہٰذا یہ مذہب قوی ہے مگر رجوع کی روایت بندہ کو معلوم نہیں۔ لہٰذا اگر حنفی ایک مثل پر عمل کرے تو حرج نہیں اگرچہ احوط کا بعد دو مثل کے اور ظہر کا قبل ایک مثل کے پڑھنا ہے(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=وأحمد. وقال الطحاوی: وبه نأخذ و هو الأظهر لبيان امامة جبريل عليه السلام: وهو نص فی الباب وعليه عمل الناس اليوم، وبه يفتی. (الفقه الحنفی وأدلته فقه العبادات، كتاب الصلاة، ص: ۱۲۳، ط، دار الفيحاء بيروت لبنان و مكتبة الغزالی دمشق)

(وقالا الی أن يصير الظل مثلاً واحداً) وهو رواية الحسن عن الامام، وقول زفر والثلاثة: وبه نأخذ قاله الطحاوی. وفی البرهان: وهو الأظهر وفی الفيض، وعليه عمل الناس اليوم وبه يفتی. (الدر المنتقی شرح الملتقی، علی هامش مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الابحر، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۰۴، ۱۰۵، ط، دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی غنية ذوی الاحكام فی بغية درر الحكام علی هامش درر الحكام فی شرح غررالاحكام، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۵۱، ط، ميرمحمد كتب خانه آرام باغ كراچی)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة، ص: ۱۷۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی أوجز المسالک الی موطأ مالک، كتاب وقوت الصلاة، ج: ۱، ص: ۲۹۰، ط، دار القلم دمشق)

(وكذا فی مختصر الطحاوی، كتاب الصلاة، باب المواقيت، ص: ۲۳)

(۵):وقال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ: وقد حدثنی ابن ابی عمران عن ابن الشلجی عن الحسن بن زياد عن ابی حنيفةؒ انه قال فی ذلک آخر وقتها اذا صار الظل مثله وهو قول ابی يوسفؒ ومحمدؒ وبه نأخذ. =

عصر وظہر کے اوقات کے صحیح حدود

﴿سوال﴾ شیخ الشیوخ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مصفیٰ شرح موطا میں درتحدید صلوٰۃ ظہر وعصر فرماتے ہیں مترجم گویدابتدائے وقت ظہر زوال شمس است از وسط آسمان وآخروقت ادانیست کہ باشد سایہ ہر چیزے مانند قامت آں چیزے سوائے فی زوال برہمیں منطبق است ابراد ولفظ غشی وزانجا وقت عصر داخل میشود الخ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ بستان المحد ثین میں فرماتے ہیں کہ آنچہ از بعضی فقہاء منقول است کہ بایں حدیث تمسک کردہ اند درآنکہ وقت عصر از مابعد المثلین شروع میشود وقبل ازآں وقت ظہر است پس دلالت حدیث برآں ممنوع ست آری اگر لفظ مابین وقت العصر الی المغرب می بود گنجائش ایں استدلال می شد لفظ ما بین صلوۃ العصر الی مغرب الشمس ست کہ صلوۃ العصر دراول وقت متحقق نمی شود تا مدعا حاصل گردد ومدار تشبیہ در مقالہ مابین نماز عصر ست بردفق آنچہ معمول آں جناب بود تاوقت غروب وآن کمتر از مابین ظہر وعصر می باشد گو از ابتداء وقت عصر تا غروب مساوی آں باشد واگر کسے بخاطر است کہ تشبیہ برائے تفہیم ست ودریں صورت تخیل لازم آید زیرا کہ صلوٰۃ عصر را تعینے نیست ہر کسے در وقتے از اوقات متسعہ می خواند بخلاف وقت عصر کہ فی نفسہ متعین ست گویم تشبیہ برائے تفہیم مخاطبین ست ومخاطبین ست ومخاطبین وقت متعارف نماز آں جناب را می شناختند پس نسبت بایشان بوجہ احسن تفہیم متحقق شدو

= وفی امانی الاحبار تحته: (وبه نأخذ) ای بما رواه الحسن بن زياد عن ابی حنيفة وفی غرر الاذكار وهو الماخوذ وفی البرهان وهو الاظهر لبيان جبريل وهو نص فی الباب وفی الفيض وعليه عمل الناس اليوم وبه يفتی كذا فی الدرالمختار قال الشامی والاحسن مافی السراج عن الشيخ الاسلام ان الاحتياط ان يؤخر الظهر الی المثل وان لايصلی العصر حتی يبلغ المثلين ليكون مؤديا للصلوتين فی وقتيهما بالاجماع. (امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۰۳، ط، ادارة تاليفات اشرفيه ملتان)

دیگرآنرا بسماع ازایشان این معنی واضح شدنظیرش آنکہ حضرت عائشہؓ درمیان وقت معمول نمازعصر آن جناب فرمودہ است۔ **کان یصلی العصر والشمس فی حجرتھا بظھر الفیء** بعدومعلوم است کہ ایں بیان وتفسیر غیر از کسانے را کہ آں حجرہ مبارک را دید باشند وبودن آفتاب را درآں حجرہ وظہور سایہ را دران مقائیسہ کردہ باشند فائدہ نمی کند کذاہذا ونیز باید دانست کہ آنچہ درکلام امام واقع شدہ کہ **ومن عجل العصر کان ما بین الظھر الی اقل من بین العصر الی المغرب.** بظاہر مخدوش ست زیرا کہ موافق قواعد ظلال انقضاء مثل وقتے می شود کہ ربع النہار باقی می ماند دراکثر بلدان پس وقتین مساوی باشند نہ زیادہ وکم ومیتوان توجیہ کرد کہ مراداز مابین الظہر مابین وقت المتعارف للصلوۃ ست یعنی زابتدائے وقت متاخر خصوصاً درایام صیف کہ ابرادآن مستحب ست۔ واللہ اعلم اور مولانا قاضی ثناءاللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں **واما اخر وقت الظھر فلم یوجد فی حدیث صحیح ولاضعیف انہ لایبقی بعد مصیر ظل کل شیء مثلہ ولھذا خالف ابو حنیفۃ فی ھذا المسئلۃ صاحبیہ ووافقا فیھا الجمھور انتھی.** اب گذارش ہے کہ مذہب ایک مثل ظہر میں اور بعد مثل عصر میں مفتیٰ بہ اور محقق ومعمول بہ از روئے روایات صحیحہ حسب ارشادات اکابرین محققین رحمہم اللہ تعالیٰ آپ کے نزدیک ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ وقت ظہر میں ایسا کرنا احتیاط ہے کہ ظہر بعد مثل کے نہ پڑھیں اور عصر قبل مثلین کے نہ پڑھیں اور امام صاحب کی ایک روایت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے(۲) اور بایں ہمہ مذہب مثلین پر اعتراض

---

(۲)فی معارف السنن: اختلفت الروایات عن الامام.....والروایۃ الثالثۃ: أنہ اذا صار ظل کل شئ مثلہ خرج وقت الظھر ولم یدخل وقت العصر حتی یصیر ظل کل شئ مثلیہ، وعلی ھٰذا یکون بین الظھر والعصر وقت مھمل (کما بین الظھر والفجر) وروی ھٰذہ أسد بن عمرو عنہ. کذا فی البدائع [۱-۱۲۲] والعنایۃ علی ھامش الفتح [۱-۱۵۲] والعمدۃ [۲-۵۴۲]. وقال فی العنایۃ: قال الکرخی: وھٰذہ أعجب الروایات الی لموافقتھا لظاھر الأخیار. وعزاہ السرخسی فی المبسوط [۱-۱۴۲] الی الحسن بن زیاد، وکذا فی الکفایۃ [۱-۸۵]. ومن أجل ھٰذا قال المشائخ: ینبغی أن لایصلی العصر=

نہیں ہوسکتا اوراس عبارت بستان المحدثین اور تفسیر مظہری سے قطعیۃً اورنفی صراحۃ مثلین معلوم ہوتی ہے لہٰذا مذہب مثلین مرجوح ہے۔اورایک مثل قوی اور معمول بہ اکثر فقہاء(۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مذہب حنفیہ میں عصر کا صحیح وقت

﴿سوال﴾ مذہب حنفیہ میں عصر کے وقت کے بارہ میں ایک مثل کوزیادہ قوت حاصل ہے یا دو مثل کومفتیٰ بہ اورراجح قول کون سا ہے کسی مسجد میں قبل از دومثل عصر کی جماعت ہورہی ہوتو نماز ان کے ساتھ ادا کرے یا نہیں اوراگرمل گیا تو عصر کے فرض ساقط ہوئے یا نفلیں اور بعد دومثل اپنی عصر کی نماز ادا کرے اوروہ لوگ جوقبل از دومثل ادا کرتے ہیں آثم ہونگے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بندہ کے نزدیک ایک مثل کوزیادہ قوت ہے لہٰذا اگرایک مثل میں کسی نے نماز پڑھ لی فرض عصر اس کے ذمہ سے ساقط ہوئے اوراعادہ جائز نہ ہوگا کہ نفل بعد نماز عصر منع ہیں اگر چہ بعد مثلین کے نماز پڑھنا احوط ہے(۸)۔ للخروج عن الخلاف۔فقط۔

=حتی یبلغ المثلین، ولا الظهر مؤخراً الی انتهاء المثل لیخرج من الخلاف فیها بیقین. أفاده ابن الهمام وابن نجیم وغیرهما. (معارف السنن شرح سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ماجاء فی مواقیت الصلاة عن النبی ﷺ، ج: ۲، ص: ۱۰، ۱۱، ط، ایجوکیشنل بریس کراتشی باکستان)

(۷):وقال أبو یوسف ومحمد: آخر وقتها اذا صار ظل كل شیء مثله سوی فیء الزوال، به قال زفر والأئمة الثلاثة مالك والشافعی وأحمد. وقال الطحاوی: وبه نأخذ و هو الأظهر لبیان امامة جبریل علیه السلام: وهو نص فی الباب وعلیه عمل الناس الیوم، وبه یفتی. (الفقه الحنفی وأدلته فقه العبادات، كتاب الصلاة، ص: ۱۲۳، ط، دار الفیحاء بیروت لبنان و مكتبة الغزالی دمشق)

(۸):وقال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ: وقد حدثنی ابن ابی عمران عن=

نمازعصر کا صحیح وقت

﴿سوال﴾ صلوٰۃ عصر اگر ایک مثل پر پڑھ لی جاوے تو ہو جاوے گی یا قابل اعادہ ہوگی؟

﴿جواب﴾ ایک مثل کا مذہب قوی ہے لہٰذا اگر ایک مثل پر عصر پڑھے تو ادا ہو جاتی ہے اعادہ نہ کرے(۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ اگر حالت مرض وسفر وغیرہ میں جمع بین الصلوٰتین کر لیوے تو جائز ہے یا نہیں کیونکہ

=ابن الشلجی عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفةؒ انه قال فی ذلک آخر وقتها اذا صار الظل مثله وهو قول ابی یوسفؒ ومحمدؒ وبه نأخذ.

وفی امانی الاحبار تحته: (وبه نأخذ) ای بما رواه الحسن بن زیاد عن ابی حنیفة وفی غرر الاذکار وهو الماخوذ وفی البرهان وهو الاظهر لبیان جبریل وهو نص فی الباب وفی الفیض وعلیه عمل الناس الیوم وبه یفتی کذا فی الدرالمختار قال الشامی والاحسن مافی السراج عن الشیخ الاسلام ان الاحتیاط ان یؤخر الظهر الی المثل وان لایصلی العصر حتی یبلغ المثلین لیکون مؤدیا للصلوتین فی وقتیهما بالاجماع. (امانی الاحبارفی شرح معانی الآثار، کتاب الصلاة، باب مواقیت الصلاة، ج: ۲، ص: ۳۱۰، ط، ادارة تالیفات اشرفیه ملتان)

(۹):(وقالا الی أن یصیر الظل مثلاً واحداً) وهو روایة الحسن عن الامام، وقول زفر والثلاثة: وبه نأخذ قاله الطحاوی. وفی البرهان: وهو الأظهر وفی الفیض، وعلیه عمل الناس الیوم وبه یفتی. (الدر المنتقی شرح الملتقی، علی هامش مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۰۴، ۱۰۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

شدت مرض وسفر سخت کی تکالیف میں فوت ہونے کا اندیشہ قوی ہے اور اس کے جواز پر حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کا مسلک بھی ہے کہ مصفیٰ شرح موطا میں فرماتے ہیں۔ مختار فقیر جواز ست وقت عذر وعدم جواز بغیر عذر اور مولانا عبدالحی صاحب مرحوم بھی جواز کے قائل ہیں مجموعہ فتاویٰ میں لہٰذا ایسے عذرات میں آپ کے نزدیک بھی جواز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ مسئلہ مقلد کے دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کا ہے تو وقت ضرورت کے جائز ہے عامی کو کہ اس کو سب حق جاننا چاہیے اگر اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنے میں دشواری ہو تو دوسرے امام کے قول پر عمل کر لیوے اس قدر تنگی نہ اٹھاوے کہ یہ موجب ضرر اور حرج دین کا ہوتا ہے فقط یہی مذہب اپنے اساتذہ کا ہے (۱۰)۔ جیسا استاذ اساتذتنا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ فقط۔

زوال کا صحیح وقت گھنٹوں میں

﴿سوال﴾ زوال کی کیا علامت ہے چار نفل جو پڑھتے ہیں قبل زوال چاہیں یا بعد زول زوال کی

---

(۱۰): فی اعلاء السنن: قال فی الدر: ولابأس بالتقلید عند الضرورة، لکن بشرط أن یلتزم جمیع ما یوجبه ذلک الامام، لما قدمنا أن الحکم الملفق باطل بالاجماع قال العلامة الشامی: فقد شرط الشافعی رضی اللّٰه عنه لجمع التقدیم ثلاثة شروط: تقدیم الأولی، ونیة الجمع قبل الفراغ منها، وعدم الفصل بینهما بما یعد فاصلاً عرفا، ولم یشترط فی جمع تأخیر سوی نیة الجمع قبل خروج الأولی، ”نهر“ ویشترط أیضا أن یقرء الفاتحة فی الصلاة ولو مقتدیا وأن یعید الوضوء من مس فرجه أو أجنبیة وغیر ذلک من الشروط والأرکان المتعلقة بذلک الفعل واللّٰه تعالٰی أعلم (۱ : ۳۹۷). وقال الطحطاوی فی حاشیته علی مراقی الفلاح: وکثیراً ما یبتلی المسافر بمثله لاسیما الحاج، ولابأس بالتقلید کما فی البحر والنهر[ص ۳۱۰]. (اعلاء السنن، کتاب المواقیت، باب عدم جواز الجمع بین الصلاتین جمعا حقیقا، ج: ۲، ص: ۹۹، ۱۰۰، ط، ادارة القرآن)

علامت گھنٹوں پر زیب قلم فرمانا چاہئے۔

﴿جواب﴾ زوال دن ڈھلنے کو کہتے ہیں جب سایہ شرق کی طرف میل کرے یہ ہی علامت ہے(۱۱)۔فقط۔

نماز جمعہ کا گھنٹوں سے وقت

﴿سوال﴾ جمعہ کی نماز کا وقت امام اعظم صاحبؒ کے نزدیک کتنے بجے مستحب ہے گھنٹوں سے فرمائیے۔

﴿جواب﴾ گرمی میں تاخیر کرنا اور جاڑے میں جلدی کرنا ظہر و جمعہ میں برابر ہے(۱۲) گھنٹوں کا

---

(۱۱):قال الامام فريد الدين عالم بن العلاء الهنديؒ: واذا أردت معرفة زوال الشمس فالمنقول عن أبى حنيفة رحمه الله: أنه ينظر الى القرص فمادام فى كبد السماء فانها مازالت الشمس، فاذا انحطت يسيراً فقد زالت، والمنقول عن محمد رحمه الله فى ذلك: أن يقوم الرجل مستقبل القبلة فاذا مالت الشمس عن يساره فهو الزوال.
(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الاول فى المواقيت، ج: ۲، ص: ۵، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

(۱۲): اس مسئلے میں فقہاء احناف سے دوقول منقول ہیں ایک قول تو یہی ہے کہ جمعہ مثل ظہر کے ہے۔اصل وقت اور وقتِ مستحب دونوں کے اعتبار سے گرمی اور سردی میں،اس لیے کہ جمعہ ظہر کا بدل ہے اور اس کا نائب ہے۔علامہ حصکفی رحمہ اللہ اور علامہ ابن نجیم المصری رحمہ اللہ اور بعض دوسرے حضرات نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ سردی اور گرمی میں مطلقاً نماز جمعہ اوّل وقت ہی میں پڑھنا مستحب ہے۔ علامہ عینی،علامہ شامی رحمہما اللہ تعالیٰ اور محدث کبیر علامہ شاہ انور شاہ کشمیری اور علامہ محمد یوسف کاندھلوی رحمہما اللہ تعالیٰ اور اکثر علماء کرام نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔اور حضرت گنگوہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک=

حساب کوئی ضروری نہیں جیسا مناسب حال ہوکرے۔اس میں کوئی توقیت نہیں ہوسکتی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= دوسری فتوے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔اسی باب میں عنون ’’جمعہ اور ظہر کی نماز کے اوقات میں فرق‘‘ کے تحت ایک سوال کے جواب میں حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ: جمعہ وظہر کا وقت ایک ہے مگر جمعہ کو ذرا پہلے پڑھنا کہ لوگ سویرے سے آئے ہیں ان کو جلد فراغت ہوجائے تو بہتر ہے۔

فی العمدة: باب اذا اشتد الحر يوم الجمعة: أى هٰذا باب ترجمته اذا اشتد الحر، جواب: اذا، محذوف تقديره: اذا اشتد الحر يوم الجمعة أبرد بها، وانما لم يجزم بالحكم الذى يفهم من الجواب لكونه لم يتيقن أن قوله: يعنى الجمعة، من كلام التابعى أو من كلام من دونه، لأن قول أنس: كان النبى ﷺ اذا اشتد البرد بكر بالصلاة، واذا اشتد الحر أبرد بالصلاة، ومطلق يتناول الظهر والجمعة، كما أن قوله فى رواية حميد عنه: كنا نبكر بالجمعة، مطلق يتناول شدة الحر وشدة البرد، والحاصل أن النقل عن أنس رضى اللّٰه عنه، مختلف. فرواية حميد عنه تدل على التبكير بالجمعة مطلقاً، ورواية أبى خلدة عنه تدل على التفصيل فيها، وروايته الثانية عنه تدل على أن هذا الحكم بالصلاة مطلقاً، يعنى: سواء كان جمعة أو ظهراً، وروايته الثالثة التى رواها عنه بشر بن ثابت تدل على ان هذا الحكم بالظهر، ويحصل الائتلاف بين هذه الروايات بأن نقول: الأصل فى الظهر التبكير عند اشتداد البرد والابراد عند اشتداد الحر، كما دلت عليه الأحاديث الصحيحة، والأصل فى الجمعة، التبكير لأن يوم الجمعة يوم اجتماع الناس وازدحامهم، فاذا أخرت يشق عليهم: وقال ابن قدامة ولذالک كان النبى ﷺ يصليها اذا زالت الشمس صيفاً وشتاءً على ميقات واحد، ثم ان انساً رضى اللّٰه تعالىٰ عنه، قاس الجمعة على الظهر عند اشتداد الحر لابالنص، لأن أكثر الأحاديث تدل على التفرقة فى الظهر وعلى التبكير فى الجمعة. (عمدة القارى، كتاب الجمعة، باب اذا اشتد الحر يوم الجمعة، ج: ٦، ص: ٢٩١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) =

مغرب کا انتہائی وقت صحیح

﴿سوال﴾ شفق سفید تک وقت مغرب کا رہتا ہے یا نہیں؟ اکثر فقہاء حنفیہ تو فرماتے ہیں کہ شفق سفید تک مغرب کا وقت ہے اس کے بعد عشاء کا وقت ہے اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ

= وفی الدرالمختار: جمعة کظهر اصلاً واستحباباً فی الزمانین لانها خلفه.

وفی الشامية تحته: (واستحبابا فی الزمانین) ای الشتاء والصیف ح، لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لایسن لهاالابراد، تؤدی فی وقت الظهر وتقوم مقامه، وقال الجمهور لیس بمشروع لانهاتقام بجمع عظیم، فتاخیرها مفض الی الحرج، ولاکذلک الظهر وموافقة الخلف لاصله من کل وجه لیس بشرط. (رد المحتار علی در المختار، کتاب الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۵. ۲۶، ط: دار عالم الکتب ریاض)

وقال العلامة المحدث الکبیر الشیخ محمد انور الکشمیری نوراللّٰہ مرقده: وفی العینی: أنه لا ابراد فی الجمعة. وفی البحر: أن فیها ذلک. والأرجح عندی ما اختاره العینی رحمه اللّٰه. (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب اذا اشتد الحر یوم الجمعة، ج: ۲، ص: ۴۳۰، ط، دار الکتب العلمية بیروت لبنان)

وقال العلامة محمد یوسف الکاندهلوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقد ذهب الی تبکیر الجمعة وعدم الابراد بها اصحابنا الحنفية وهو مشهور مذهب مالک واصح الوجهین عند جمهور الشافعیه کما قال العینی لما ثبت فی الصحیح انهم کانوا یرجعون من صلوة الجمعة ولیس للحیطان ظل یستظلون به من شدة التبکیر لها اول الوقت فدل علی عدم الابراد. (امانی الاحبارفی شرح معانی الآثار، کتاب الصلاة، باب الوقت الذی یتسحب ان یصلی صلوة الظهر فیه، ج: ۲، ص: ۴۰۹، ط، ادارة تالیفات اشرفية ملتان)

(وکذا فی الخیر الجاری شرح صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب اذا اشتد=

علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعد شفق سرخ کے عشاء کا وقت ہوجاتا ہے قول اصح یہی ہے اب تردد یہ ہے شفق سفید مغرب میں داخل ہے یا عشاء میں اور علماء حنفیہ کے نزدیک قول مفتیٰ بہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾ یہ مسئلہ امام صاحب اور ان کے صاحبین میں مختلف ہے احوط یہ ہے کہ دونوں کی رعایت رکھے (۱۳) اور بعض نے فتویٰ صاحبین کے قول پر لکھا ہے جیسا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے

=الحر یوم الجمعة، ج: ۱، ص: ۲۴۳، ط، ادارة تالیفات اشرفیة ملتان/ و تحفة القاری شرح صحیح البخاری، ج: ۳، ص: ۲۲۴، ط، مکتبه حجاز دیوبند/ وفتاوی دار العلوم دیوبند، ج: ۲، ص: ۳۶، ط: دار الاشاعت کراچی/ وفتاوی محمودیه، ج: ۵، ص: ۳۵۲/ وفتاوی عزیزی، ج: ۱، ص: ۲۸۴، ط، دار الاشاعت کراچی/ وخیر الفتاوی، ج: ۳، ص: ۳۷، ط، مکتبه امدادیه ملتان/ و فتاوی رحیمیه، ج: ۴، ص: ۵۷، ط، دار الاشاعت کراچی/ وفتاوی مفتی محمود رحمه اللّٰه، ج: ۲، ص: ۵۵۴، ط، اشتیاق اے مشتاق پریس، لاهور/ وفتاوی فریدیه، ج: ۲، ص: ۱۶۸/ وآپ کے مسائل اور ان کا حل، اضافه وتخریج شده ایڈیشن، ج: ۳، ص: ۲۱۹، ط، مکتبه لدهیانوی/ وکتاب النوازل، ج: ۳، ص: ۲۳۹/ وعمدة الفقه، ج: ۲، ص: ۱۹/ وفتاوی عثمانی، ج: ۱، ص: ۵۳۲، ط، مکتبة معارف القرآن کراچی/ و فتاو ی قاسمیه، ج: ۹، ص: ۸۶، ط، مکتبه اشرفیه، دیوبند/ وکتاب المسائل، ج: ۱، ص: ۲۳۹، ۲۴۰/ ونجم الفتاوی، ج: ۲، ص: ۴۹۰)

(۱۳): فی الشامیة: قال فی الاختیار: الشفق: البیاض، وهو مذهب الصدیق ومعاذ بن جبل وعائشة رضی اللّٰه عنهم. قلت ورواه عبدالرزاق عن أبی هریرة وعن عمر بن عبدالعزیز، ولم یرو البیهقی الشفق الأحمر الا عن ابن عمر، وتمامه فیه.... قال العلامة قاسم: فثبت أن قول الامام هو الأصح، ومشی علیه فی البحر مؤیداً له بما قدمناه عنه...وفی السراج قولهما أوسع وقوله أحوط. واللّٰه اعلم. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة الوسطیٰ، ج: ۲، ص: ۱۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

شرح وقایہ میں بھی سرخ پرفتویٰ دیا ہے(۱۴)۔

(۱۴): قال العلامة أسعد محمد سعيد الصاغرجیؒ: وأول وقت المغرب اذا غربت الشمس، وآخر وقتها مالم يغب الشفق الأبيض الذی يستمر فی الأفق بعد غيبة الشفق الأحمر بثلاث درج عند أبی حنيفة رحمه اللّٰه. وقال أبو يوسف ومحمد: هو الشفق الأحمر، وهو رواية عنه أيضاً وعليها الفتوى وبه الأئمة الثلاثة. وجاء عن أبی حنيفة رحمه اللّٰه رجوعه عن قوله وقال: انه الحمرة لما ثبت عنده من حمل عامة الصحابة الشفق على الحمرة. (الفقه الحنفی وأدلته، فقه العبادات، كتاب الصلاة، ص: ۱۲۶، ط، مكتبة الغزالی دمشق، ودار الفيحاء بيروت لبنان)

(وكذا فی الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الاول فی المواقيت وما يتصل بها، الفصل الاول فی أوقات الصلاة، ج: ۱، ص: ۵۱)

(وكذا فی شرح الوقاية، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۴۷، ط، مير محمد كتب خانه كراچی)

(وكذا فی الدرر الحكام فی شرح غرر الأحكام، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۵۱، ط، مير محمد كتب خانه آرام باغ كراچی)

(وكذا فی الدر المختارشرح تنوير الأبصار وجامع البحار، كتاب الصلاة، ص: ۵۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی القول الصواب فی مسائل الكتاب، ص: ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ط، مكتبه عمر فاروقؓ كراچی)

(وكذا فی الهدية العلائية لتلاميذ المكاتب الابتدائية فی الفقه الحنفی، ص: ۶۸، ط، دار ابن حزم بيروت لبنان)

(وكذا فی حاشية العلامة الشلبی على تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۸۰، ط، مكتبة امدايه ملتان)

جماعت کے لئے گھنٹوں سے وقت مقرر کر لینے کا حکم

﴿سوال﴾ مسئلہ چند مسلمان یہ تجویز کر لیں کہ نماز ظہر کی بعد نواخت دو گھنٹے دو پہر کے ہوگی۔ یا نماز عشاء کی بعد نواخت آٹھ گھنٹے رات کے ہوگی تو باعتبار نواخت گھنٹوں کے نماز جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ وقت مقرر کر لینا مستحب وقت میں درست ہے نواخت گھنٹہ سے وقت کی تحدید ہے شرع میں چاند سورج کے سایہ سے تحدید ہے یہ بھی تحدید ساعات سے ہے اس میں کوئی حرج نہیں (۱۵)۔ فقط۔

فجر کی سنتیں قبل طلوع آفتاب ادا کرنا

﴿سوال﴾ مسئلہ سنت فجر کی اگر بباعث شامل ہونے فرضوں کے نہ ہوئی اور قبل طلوع آفتاب سے کسی نے پڑھ لی تو وہ قابل ملامت اور مرتکب گناہ کا ہوتا ہے اور سنت اس کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہیں یا نہیں ہوتی؟ زید کہتا ہے کہ قبل طلوع آفتاب کے سنت پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔ ان سنتوں کا اختلاف کس صورت پر ہے اور مفتیٰ بہ کیا ہے آیا قبل طلوع آفتاب کے پڑھنا چاہئے یا نہ پڑھنا چاہئے اور جس وقت تکبیر تحریمہ ہوگی اور امام قرأت پڑھنے لگا اس وقت سنت پڑھے یا فرضوں میں شامل ہو جاوے؟

﴿جواب﴾ جب تکبیر نماز فرض فجر کی ہوگی اور امام نے فرض نماز شروع کر دی تو سنت فجر کی صف کے پاس پڑھنا تو سب کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے مگر صف سے دور جہاں پردہ ہو امام و جماعت سے دوسرے

---

(۱۵):و فی الشامیة: فینبغی الاعتماد فی أوقات الصلاة وفی القبلة علی ما ذکره العلماء الثقات فی کتب المواقیت، وعلی ما وضعوه لها من الآلات کالربع والاصطرلاب، فانها ان لم تفد الیقین تفد غلبة الظن للعالم بها،وغلبة الظن کافیة فی ذلک. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۱۲، ط، دار عالم الکتب ریاض)

مکان میں اگر ایک رکعت نماز کی امام کے ساتھ مل سکے تو سنت پڑھ کر پھر شریک جماعت کا ہو جاوے ورنہ سنت کو ترک کر دے جماعت میں شریک ہو جاوے (۱۶) اور پھر سنت کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھ لیوے بہتر ہے ورنہ کچھ حرج نہیں، یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے (۱۷) اور قبل طلوع آفتاب کے بعد فرض کے سنت پڑھنا امام ابو

(۱۶):في الدر المختار: لايتركها بل يصليها عند باب المسجد ان وجد مكاناً، والا تركها.

وفي الشامية تحته: قوله: (عند باب المسجد) أى خارج المسجد كما صرح به القهستانى.....فان لم يكن على باب المسجد موضع للصلاة يصليها فى المسجد خلف سارية من سوارى المسجد، وأشدها كراهة أن يصليها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة والذى يلى ذلك خلاف الصف من غير حائل. ومثله فى النهاية والمعراج.

قوله: (والا تركها) قال فى الفتح: وعلى هذا: أى على كراهة صلاتها فى المسجد ينبغى أن لايصلى فيه اذا لم يكن عند بابه مكان. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب ادراك الفريضة، ج: ۲،ص: ۵۱۰، ۵۱۱،ط، دار عالم الكتب رياض)

وقال الامام عالم بن العلاء الهندى رحمه اللّٰه تعالىٰ: رجل انتهى الى الامام، والناس فى صلاة الفجر ان خشى أن تفوته ركعة من الفجر بالجماعة، ويدرك ركعة، صلى سنة الفجر ركعتين عند باب المسجد، ثم يدخل المسجد ويصلى مع القوم، وان خاف أن تفوته الركعتان جميعا لو اشتغل بالسنة، يدخل مع القوم فى صلاتهم. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الحادى عشر فى التطوع قبل الفرض وبعده الخ، ج: ۲، ص: ۳۰۸، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۱۷): فان النبى صلى الله عليه وسلم صلى ركعتى الفجر ثم صلى الفجر ولان لهذه السنة من القوة ماليس لغيرها قال صلى الله عليه وسلم صلوها فان فيها الرغائب وان انفردت بالفوات لم تقض عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما اللّٰه تعالىٰ لأن موضعها بين الاذان والاقامة وقد فات=

حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ تحریمہ(۱۸)اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک درست ہے(۱۹)۔فقط۔

=ذلک بالفراغ من الفرض وعند محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ يقضيها اذا ارتفعت الشمس قبل الزوال. (المبسوط السرخسی، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۶۲، ط، دار المعرفة بيروت لبنان/ وکذا فی التسهيل الضروری لمسائل القدوری، کتاب الصلاة، فی ادراک الفريضة، ص: ۷۳، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۱۸):فی الهداية: قال اذا فاتته رکعتا الفجر لايقضيهما قبل طلوع الشمس، لأنه يبقى نفلاً مطلقاً وهو مکروه بعد الصبح.

وفی البناية تحته: التنفل مکروه بعد أن يصلی فرض الفجر لما مر بيانه. (البناية شرح الهداية، کتاب الصلاة، باب ادارک الفريضة، ج: ۲، ص: ۵۷۲، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان/ وکذا فی مجمع الانهر شرح ملتقى الأبحر، کتاب الصلاة، باب ادارک الفريضة، ج: ۱، ص: ۱۱، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان/ والهدية العلائية لتلاميذ المکاتب الابتدائية فی الفقه الحنفی، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ص: ۹۶، ط، دار ابن حزم بيروت لبنان)

(۱۹):وأجاز الشافعی وأصحابه وطائفة من السلف ـ منهم: عطاء، وعمرو بن دينار ـ أن تصلی رکعتا الفجر بعد سلام الامام من صلاة الصبح. (الاستذکار، کتاب صلاة الليل، باب ماجاء رکعتی الفجر، ج: ۵، ص: ۳۰۹، ط، دار قتيبة دمشق، ودار الوغی حلب القاهرة)

والذی ذهب اليه الشافعی ـ رضی اللّٰه عنه ـ : أن من فاته رکعتی الفجر يصليهما بعد الفريضة. (الشافی فی شرح مسند الشافعی، کتاب الصلاة فی النوافل، الفصل الثانی فی رکعتی الفجر، ج: ۲، ص: ۱۲۶، ط، مکتبة الرشد رياض /وکذا فی شرح الزرقانی علی المؤطا، کتاب صلاة، باب ماجاء رکعتی الفجر، ج: ۱، ص: ۲۳۵، ط، مطبعة الخيرية)

ملفوظات

دونمازوں کے جمع کرنے کا مسئلہ

﴿۱﴾ ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونماز کا جمع کرنا کسی حالت میں درست نہیں مگر ہاں جمع صوری اس طرح کہ ظہر کی نماز آخر وقت میں پڑھے۔ پھر ذرا صبر کرے۔ جب عصر کا وقت داخل ہو جاوے تو عصر کو اول وقت میں ادا کرے تو اس طرح درست ہے۔ ایسا ہی مغرب کو آخر وقت اور عشاء کو اول وقت پڑھے تو اس طرح جمع کرنا عذر مرض سے درست ہے ورنہ درست نہیں (۲۰)۔ فقط والسلام۔

---

(۲۰):فی الکنز ومنع....وعن الجمع بین الصلاتین فی وقت بعذر.

وفی التبیین تحته:(وعن الجمع بین صلاتین فی وقت بعذر) یعنی منع عن الجمع بینهما فی وقت واحد بسبب العذر احترز بقوله فی وقت عن الجمع بینهما فعلا بان صلی کل واحدة منهما فی وقتهما بان یصلی الاولی فی آخر وقتها والثانیة فی أول وقتها فانه جمع فی حق الفعل وان لم یکن جمعا فی وقت واحترز بقوله بعذر عن الجمع فی عرفة والمزدلفة فان ذلک یجوز وان لم یکن لعذر. (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۸۸، ط، مکتبه امدادیه ملتان)

قوله: (ولا یجمع بین صلاتین فی وقت) مثل ما یجمع الشافعیة بین الظهر والعصر، وبین المغرب والعشاء لعذر السفر والمطر ولو فی الحضر. ولاجمع عندنا الا فی موضعین: الأول فی عرفة....والثانی: فی مزدلفة. الخ. (منحة السلوک فی شرح تحفة الملوک، کتاب الصلاة، ص: ۱۱۰/وکذا فی أوجز المسالک الی موطأ مالک، کتاب قصر الصلاة فی السفر، باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر والسفر، ج: ۳، ص: ۱۵۳، ۱۵۴، ط، دار القلم دمشق/و البحر الرائق، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۴۴۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

جمعہ یا ظہر کا صحیح وقت گھنٹوں سے

﴿۲﴾نماز پڑھنے میں گھنٹہ کا اعتبار نہیں۔ بعد زوال شمس سایہ اصلی چھوڑ کر ایک مثل کے اندر جمعہ یا ظہر پڑھ لینی چاہئے اور سوائے سایہ اصلی کے ایک مثل کے بعد بروایت مفتیٰ بہ وقت نماز عصر ہوجاتا ہے(۲۱) اور رجوع امام صاحب کا حال پھر پوچھنا عصر کی نماز ایک مثل کے ہوجاتی ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔ ہم نے استادوں سے یہی سنا ہے کہ ہزارہ روزہ کی کچھ اصل نہیں اور سب نفل روزوں کے برابر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب العبد عبدالرحمٰن بقلم عبدالرحمٰن غفرلہ نہم شعبان ۱۳۱۳ھ یوم شنبہ از پانی پت عبدالسلام عفی عنہ کا سلام مسنون۔

---

(۲۱):وقال الامام الطحاوی رحمه اللّٰه تعالٰی: وقد حدثنی ابن ابی عمران عن ابن الثلجی عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفةؒ انه قال فی ذلک آخر وقتها اذا صار الظل مثله وهو قول ابی یوسفؒ ومحمدؒ وبه نأخذ.

وفی امانی الاحبار تحته: (وبه نأخذ) ای بما رواه الحسن بن زیاد عن ابی حنیفة وفی غرر الاذکار وهو الماخوذ وفی البرهان وهو الاظهر لبیان جبریل وهو نص فی الباب وفی الفیض وعلیه عمل الناس الیوم وبه یفتی کذا فی الدرالمختار قال الشامی والاحسن مافی السراج عن الشیخ الاسلام ان الاحتیاط ان یؤخر الظهر الی المثل وان لایصلی العصر حتی یبلغ المثلین لیکون مؤدیا للصلوتین فی وقتیهما بالاجماع. (امانی الاحبارفی شرح معانی الآثار، کتاب الصلاة، باب مواقیت الصلاة، ج: ۲، ص: ۳۱۰، ط، ادارة تالیفات اشرفیه ملتان/وفی الدرالمنتقی شرح الملتقی علی هامش مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۰۴، ۱۰۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان/ وغنیة ذوی الاحکام فی بغیة درر الحکام علی هامش درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۵۱، ط، میرمحمد کتب خانه آرام باغ کراچی)

حد اسفار

﴿۳﴾ حد اسفار خوب صبح کا روشن ہوجانا ہے(۲۲) کہ بعد طلوع صبح کے تقریباً ایک گھڑی میں ہوجاتا ہے باقی سب غلو ہے۔فقط عصر کو قبل تغیر آفتاب مستحب لکھا ہے(۲۳) مگر عمل درآمد صحابہ یہ ہے کہ اول وقت پڑھے(۲۴)۔پس نصف وقت تک پڑھ لیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۲):فی الدرالمختار:والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم به.

وفی الشامیة تحته: (باسفار) أی فی وقت ظهور النور وانکشاف الظلمة. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، ۲۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

والاسفار فی الفجر أفضل یعنی اذا انکشف الصبح وأضاء .الخ. (الفقه الحنفی وأدلته، فقه العبادات، کتاب الصلاة، ص: ۱۲۲، ط، دار الفیحاء بیروت لبنان)

(۲۳):ویستحب تأخیر العصر مالم تتغیر الشمس فی کل زمان لأنه علیه الصلاة والسلام کان یأمر بتأخیر العصر لما فیه من تکثیر النوافل لکراهتها بعد الاداء. (مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۰۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

قال الشیخ السهارنفوری نوراللّٰه مرقده فی حاشیة الترمذی: قوله: تأخیر صلاة العصر: قال محمد: تأخیر العصر أفضل عندنا من تعجیلها اذا صلیتها والشمس بیضاء نقیة لم یدخلها صفرة، وبذلک جاء ت عامة الآثار وهو قول أبی حنیفة وقد قال بعض الفقهاء: انما سمیت العصر لأنها تعصر وتؤخر. [الموطأ]. (جامع الترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء فی تأخیر العصر، ج: ۱، ص: ۹۰، ط، الطاف اینڈ سنز، کراتشی)

(۲۴):وممن کان یعجل العصر عمربن الخطاب، وکتب الی عماله: أن صلوا العصر والشمس مرتفعة بیضاء نقیة، قدر ما یسیر الراکب فرسخین أو ثلاثة. وکان ابنه=

ظہر کا وقت کب کامل ہے کب ناقص؟

﴿۴﴾ مثل اول اور سایہ اصلی متفق علیہ ہے اور سارا وقت کامل ہے کچھ نقصان اس میں نہیں تو سارے وقت میں نماز ظہر بلا کراہت تنزیہہ ادا ہوتی ہے لازم ہے کہ اس وقت میں فارغ ہولیوے مثل اول کا

=عبداللّٰہ یصلیھا والشمس بیضاء نقیة یعجلھا مرة ویؤخرھا أخری. (شرح صحیح البخاری لابن بطال، کتاب مواقیت الصلاة وفضلھا، باب وقت العصر، ج: ۲، ص: ۱۷۲، ط، مکتبة الرشد، ریاض)

قال العلامة عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامة المقدسی الحنبلی رحمه اللّٰه تعالٰی: مسألة: (وتعجیلھا أفضل بکل حال) روی ذلک عن عمر، وابن مسعود، وعائشة، وأنس، وابن المبارک، وأھل المدینة، والاوزاعی، والشافعی، واسحاق. وروی عن أبی ھریرة وابن مسعود، انھما کانا یوخران العصر. (الشرح الکبیر، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۳، ص: ۱۵۰)

نیز اول وقت میں عصر کی نماز پڑھنا جس طرح اصحاب رسول ﷺ کا طریقہ ہے۔اسی طرح عصر کی نماز کو مثل ثانی میں قبل تغیر آفتاب کے پڑھنا بھی اصحاب رسول ﷺ کا طریقہ ہے۔

فی اعلاء السنن: عن الثوری عن منصور عن ابراھیم قال: کان من کان قبلکم أشد تعجیلاً للظھر وأشد تأخیرا للعصر منکم. رواہ عبدالرزاق فی مصنفه. (الجوھر النقی: ۱: ۱۱۴)، قلت: ورجاله ثقات أثبات.

وقال العلامة العثمانیؒ تحته: قوله عن الثوری عن منصور عن ابراھیم الخ. قلت: ابراھیم ھو النخعی وھو من التابعین، فقوله: ”کان من کان قبلکم“ أراد به جماعة الصحابة رضی اللّٰه عنھم، فثبت من مواظبة الصحابة علی تأخیر العصر أنه ھو المختار فیھا دون التعجیل. (اعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب المواقیت، استحباب تأخیر العصر، ۲، ص: ۴۴،۴۵، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی) =

نصف ثانی مکروہ ہونا کسی نے نہیں لکھا اور جب سایہ اصلی اور مثل اول نکل گیا تو وقت مختلف فیہ آ گیا۔ ایسے میں نماز ہرگز نہ ادا کرلے۔ پس بہتر یہ ہے کہ اول مثل میں فارغ ہو جاوے (۲۵)۔ ابراد کے واسطے قدر ایک

= وذهبت طائفة الى أن تأخير العصر أفضل، وروى ذلک عن أبى هريرة، وابن مسعود، وطاوس وأبى قلابة، وابن سيرين، وحكى عن أبى قلابة أنه قال: انما سميت العصر لتعصر، وكذلک قال ابن شبرمة، وعن ابراهيم، وهمام، وعلقمة أنهم كانوا يؤخرون العصر، وقال أصحاب الرأى: يصلى العصر فى آخر وقتها، والشمس بيضاء لم تتغير فى الشتاء والصيف.اهـ كلام ابن المنذر فى "الأوسط" باختصار.جـ۲ص ۳۶۲۔ ۳۶۵. (ذخيرة العقبٰى فى شرح المجتبٰى، كتاب الصلاة، باب تعجيل العصر، ج: ۶، ص: ۲۰۱، ۲۰۲، ط، دارآک بروم مكة المكرمة)

وقال العلامة ابن رجب الحنبلى رحمه اللّٰه تعالٰى: والقول الثانى: أن تاخيرها الى آخر وقتها مالم تصفر الشمس أفضل وهو قول اهل العراق......وقد روى هذا القول، عن على، وابن مسعود، وغيرهما. الخ. (فتح البارى، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، ج: ۴، ص: ۲۹۲، ط، مكتبة الغرباء الاثرية المدينة المنورة/ وكذا فى التعليق الممجد على موطا محمدؒ، كتاب الصلاة، ص: ۴۵، ۴۶، ط، نور محمد اصح المطابع كارخانه تجارت آرام باغ كراچى/و فى البناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت، فصل ويستحب الاسفار بالفجر، ج: ۲، ص: ۴۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ وفى خلاصة الدلائل فى تنقيح المسائل، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۶۸، ط، مكتبة الرشد رياض)

(۲۵):قال المشائخ: ينبغى أن لايصلى العصر حتى يبلغ المثلين، ولا الظهر مؤخراً الى انتهاء المثل ليخرج من الخلاف فيها بيقين. أفاده ابن الهمام وابن نجيم وغيرهما. (معارف السنن شرح سنن الترمذى، أبواب الصلاة، باب ماجاء فى مواقيت الصلاة عن النبى ﷺ، ج: ۲، ص: ۱۰، ۱۱، ط، ايجوكيشنل بريس كراتشى باكستان)

نصف مثل اول کے کافی ہے۔ باقی قید گھنٹہ کی اول تو گھنٹہ ہر موسم کا مختلف ہے۔ دوسرے بندے نے اس کا حساب بھی نہیں کیا۔ اپنا عمل درآمد یہ ہے کہ جاڑے میں ایک بجے کے قریب فارغ ہوتے ہیں اور اس موسم میں دو بجے دن کے فارغ ہوتے ہیں۔ پس ایسا ہی آپ مقرر کر دیویں اور خوغائے عوام پر خیال نہ فرماویں کہ ان کی اطاعت میں ہرگز انتظام نماز جماعت کا نہ ہوئے گا۔ واللہ اعلم۔

عصر کا صحیح وقت

﴿۵﴾ برادر عزیز محمد صدیق صاحب مدفیوضہم السلام علیکم وقت مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے۔ روایات حدیث سے ثبوت کا ہوتا ہے۔ دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں بناء علیہ ایک مثل پر عصر ہو جاتی ہے۔ گو احتیاط دوسری روایت میں ہے (۲۶)۔ فقط والسلام۔

---

(۲۶): وقال الامام الطحاوی رحمه اللّٰه تعالٰی: وقد حدثنی ابن ابی عمران عن ابن الثلجی عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفةؒ انه قال فی ذلک آخر وقتها اذا صار الظل مثله وهو قول ابی یوسفؒ ومحمدؒ وبه نأخذ.

وفی امانی الاحبار تحته: (وبه نأخذ) ای بما رواه الحسن بن زیاد عن ابی حنیفة وفی غرر الاذکار وهو الماخوذ وفی البرهان وهو الاظهر لبیان جبریل وهو نص فی الباب وفی الفیض وعلیه عمل الناس الیوم وبه یفتی کذا فی الدرالمختار قال الشامی والاحسن مافی السراج عن الشیخ الاسلام ان الاحتیاط ان یؤخر الظهر الی المثل وان لایصلی العصر حتی یبلغ المثلین لیکون مؤدیا للصلوتین فی وقتیهما بالاجماع. (امانی الاحبارفی شرح معانی الآثار، کتاب الصلاة، باب مواقیت الصلاة، ج: ۲، ص: ۳۱۰، ط، ادارة تالیفات اشرفیه ملتان)

اذان اور اقامت کا بیان

مؤذن کیسا ہو

﴿سوال﴾ مؤذن غلط خواں کے بغیر اجازت دوسرے شخص صحیح خواں کو اذان واقامت حسبۃ للہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور جس صحیح خواں کی اذان واقامت سے مؤذن غلط خواں ناراض ہوتا ہو اس کو اذان وتکبیر کا کہنا کیسا ہے۔ اور مؤذن مذکور کا ناراض ہونا شرعا خواندہ مؤذن ہونا چاہیے یا ناخواندہ بھی پھر اگر باوجود خواندہ کے ایسا مؤذن اذان واقامت کہتا رہے تو نماز میں کچھ خلل نہیں آتا؟

﴿جواب﴾ مؤذن صحیح خواں اور صالح ہونا چاہیے (۱) اگر اس کے خلاف مؤذن ہو اور ایسی طرح پر اذان کہے کہ معنی بگڑ جاویں تو وہ گویا اذان ہوئی ہی نہیں (۲)۔ بلا اذان نماز ہوئی۔ فقط۔

---

(۱):عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ لیؤذن لکم خیارکم، ولیؤمکم قراؤکم. وفی البذل تحت هذا الحدیث: (خیارکم) أی من هو أکثر صلاحاً لیحفظ نظره عن العورات، ویبالغ فی محافظة الأوقات. (بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب من أحق بالامامة، ج: ۳، ص: ۴۶۶، ۴۶۷، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۲):فی الدرالمختار: ولالحن فیه أی تغنی بغیر کلماته، فانه لایحل فعله وسماعه.

وفی الشامیة تحته: قوله: (بغیر کلماته) أی بزیادة حرکة أو حرف أو مد او غیرها فی الأوائل والأواخر. قهستانی. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الأذان، ج: ۲، ص: ۵۲، ۵۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

واما التغنی بتغییر کلماته، بزیادة حرکة أو حرف مد أو غیرها فی الأوائل=

اذان اور جماعت میں کتنا فرق ہونا چاہیے

﴿سوال﴾ اذان جماعت سے کس قدر پیشتر ہونی چاہیے اور انتظار مصلیوں کا کہاں تک ہے موافق طریقہ سنت اور فتویٰ شرعی کے جواب مرحمت ہو؟

﴿جواب﴾ اذان جماعت سے اس قدر پہلے ہونا ضروری ہے کہ پیشاب پاخانہ والا اپنی حاجت سے فارغ ہوکر وضوکر کے آسکے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد اذان کے اتنی تاخیر کو ارشاد فرمایا ہے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=والأواخر، فانه لايحل فعله ولاسماعه. (الهدية العلائية لتلاميذ المكاتب الابتدائية فى الفقه الحنفى، كتاب الصلاة، باب الاذان، ص: ۷۰، ط، دار ابن حزم بيروت لبنان)

(۳):عن أبى بن كعب رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ يا بلال اجعل بين اذانک واقامتک نفسا يفرغ الآكل من طعامه فى مهل ويقضى المتوضئ حاجته فى مهل. وفى الفتح تحت هذا الحديث: الأحكام: أحاديث الباب تدل على مشروعية الفصل بين الأذان والاقامة وكراهة الموالاة بينهما لما فى ذلک من تفويت صلاة الجماعة على كثير من المريدين لها، لان من كان على طعامه أو غير متوضئ حال النداء اذا استمر على أكل الطعام أو توضأ للصلاة فاتته الجماعة أو بعضها بسبب التعجل وعدم الفصل لاسيما اذا كان مسكنه بعيداً من مسجد الجماعة، فالتراخى بالاقامة نوع من المعاونة على البر والتقوى المندوب اليهما، وقد ضاعت هذه السنة فى زمننا هذا فى كثير من المساجد فلاحول ولاقوة الا بالله. (الفتح الربانى لترتيب مسند الامام احمد بن حنبل الشيبانىؒ، ابواب الاذان والاقامة، باب فى الفصل بين الاذان والأقامة ومن أذن فهو يقيم، ج: ۳، ص: ۴۱، ۴۲، ط، دار أحياء التراث العربى بيروت لبنان)

وفى الهندية: ينبغى ان يؤذن فى أول الوقت ويقيم فى وسطه حتى يفرغ=

اذان کے وقت اور اذان دینے کے درمیانی وقفہ میں دنیا کی بات

﴿سوال﴾ درمیان کلمات اذان کے مؤذن جو وقفہ لیتا ہے اس میں بات دنیا کی جائز ہے یا نہیں اور کچھ ثواب میں کمی ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ دنیا کی بات اثنائے سکوت مؤذن بھی درست ہے اور جب اذان کہہ رہا ہو اس وقت بھی درست ہے (۴) مگر ثواب گھٹ جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خطبہ کی اذان کا جواب اور اس کی دعا

﴿سوال﴾ جو اذان کہ خطبہ جمعہ کے واسطے کہی جاتی ہے اس کا جواب دینا اور ہاتھ اٹھا کر **اللّٰهم رب هذه الدعوة** پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جائز نہیں اور جب امام اپنی جگہ سے اٹھے اسی وقت سکوت واجب ہے (۵)۔ فقط۔

=المتوضئ من وضوئه والمصلى من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته كذا في التتارخانية ناقلا عن الحجة. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الاذان، الفصل الثاني في كلمات الاذان والاقامة وكيفيتهما، ج: ١، ص: ٥٧)

(۴):وفي التجنيس لايكره الكلام عند الاذان بالاجماع. (غنية المستملي شرح الكبير للمنية المصلي، سنن الصلاة، ص: ٣٧٨)

وكذا ينبغي أن لايتكلم في حال الآذان، والاقامة، ولايقرأ القرآن، ولايشغل بشيء من الأعمال سوى الأجابة. (تحفة الفقهاء، كتاب الصلاة، مايجب على السامعين عند الأذان، ج: ١، ص: ١١٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۵):في الجوهرة النيرة: (قوله ترك الناس الصلاة والكلام حتى يفرغ من خطبته) وكذا القراءة وهذا عند ابي حنيفة وقالا لابأس بالكلام قبل ان يخطب وذا نزل=

فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر میں النوم کا جواب

﴿سوال﴾ صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر میں النوم کے جواب میں صدقت وبررت کہنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ کہنا چاہیے ثابت ہے(٦)۔

=قبل ان يكبر للاحرام لان الكراهة للاخلال بفرض الاستماع ولااستماع في هذين الحالين بخلاف الصلاة لانها قد تمتد ولابى حنيفة ان الكلام ايضا قد يمتد طبعا فاشبه الصلاة والمراد سواء كان كلام الناس او التسبيح او تشميت العاطس او رد السلام وفى العيون المراد به اجابة المؤذن اما غيره من الكلام يكره بالاجماع لقوله عليه السلام اذا قلت لصاحبك والامام يخطب انصت فقد لغوت. (الجوهرة النيرة على مختصر القدورى، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج: ١، ص: ١١٠، ط، مكتبه امداديه ملتان)

وفى الدر المختار: قال: وينبغى أن لايجيب بلسانه اتفاقاً فى الأذان بين يدى الخطيب. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان، ج: ٢، ص: ٧٠، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فى تحفة الملوك، كتاب الصلاة، فصل فى الجمعة، ص: ٩٣، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(وكذا فى القول الصواب فى مسائل الكتاب، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص: ١٣١، ١٣٢، ١٣٣، ١٣٤، ط، مكتبه عمر فاروق كراچى)

(٦):اذا قال المؤذن الصلاة خير من النوم لايعيده السامع لما قلنا ولكنه يقول صدقت وبررت. (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، كتاب الصلاة، فصل فى بيان ما يجب على السامعين عند الأذان، ج: ١، ص: ١٥٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

=

اذان کے بعد دوبارہ نمازیوں کو بلانا

﴿سوال﴾ بعد اذان کے اگر نمازی نہ آویں تو ان کو بلانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر احیاناً کسی کو بعد اذان بوجہ ضرورت بلوالیں تو درست ہے مگر اس کی عادت ڈالنی اور ہمیشہ کا التزام نادرست ہے(۷)۔فقط۔

= وفی التحفة: واذا قال المؤذن الصلاة خير من النوم لايقوله السامع، لأن فيه شبه المحاكاة كما فی قوله حی علی الصلاة، حی علی الفلاح بل يقول صدقت وبررت. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۵۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۷):فی الكوكب: (قوله فقال بعضهم التثويب الخ) اختلفوا فی كراهته واستحبابه واختلافهم هذا مبنی علی اختلافهم فی تفسيره وجملة الأمر أن التكاسل والتهاون فی أمر الصلاة مكروة فما أفضى الى كره ومالا فلا فمن فسره بتثويب الفجر وهو زيادة الصلاة خير من النوم، استحبه ومن فسره بالاعلام بعد التأذين كرهه وهو المذهب عندنا الا أن أبا يوسف خص منهم المشتغل بأمر المسلمين كالسلطان والقاضی ومن اشتغل بالفتوى فان فی انتظارهم الصلاة فی المسجد اضراراً بالمسلمين وذلک لما ثبت أن بلال كان يعلم النبیﷺ بعد الأذان لاشتغاله بشئ من الأمور. (الكوكب الدری علی جامع الترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء فی التثويب فی الفجر، ج: ۱، ص: ۲۲۴، ۲۲۵)

باب نماز کی کیفیت کا بیان

نمازی کے قدموں کے درمیان کا فاصلہ

﴿سوال﴾ نمازی کے قدموں کے درمیان کس قدر فاصلہ ثابت ہے۔خواہ جماعت میں ہو یا علیحدہ ہو۔

﴿جواب﴾ درمیان دونوں قدموں مصلی کے فاصلہ بقدر چہار انگشت چاہیے(۱)۔

---

(۱):عن زيد بن أسلم أن عمر بن الخطاب قال: لايصلى أحدكم وهو ضام وركيه. أخرجه مالک فى الموطأ (كنز العمال ۴: ۲۲۵). وهو صحيح على قاعدته. وفى اعلاء السنن: تحت هذا الحديث: قوله: عن زيد بن أسلم الخ. قلت: ضم الوركين يستلزم ضم القدمين، وتفريجهما انفراجهما، وضم القدمين لايستلزم الوركين، ففيه دليل كراهة ضم القدمين فى الصلاة حال القيام أيضاً، بل يسن تفريجهما، وقدره فقهاؤنا بقدر أربع أصابع، لأنه أقرب الى الخشوع كما فى مراقى الفلاح. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، أبواب مكروهات الصلاة، باب كراهة صف القدمين فى الصلاة واستحباب التراويح بينهماالخ، ج: ۵، ص: ۱۵۰، رقم: ۱۵۴۵، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

وفى الشامية: وينبغى أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد لأنه أقرب الى الخشوع، هكذا روى عن أبى نصر الدبوسى أنه كان يفعله، كذا فى الكبرى. (رد المحتارعلى الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۳۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الثالث فى سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها، ج: ۱، ص: ۷۳)

ایک نمازی کا دوسرے نمازی کے قدموں کے درمیان کا فاصلہ

﴿سوال﴾ درصورت جماعت ایک نمازی سے دوسرے نمازی کو کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟ زید کہتا ہے کہ فاصلہ درمیان کے چار انگشت ہونا چاہیے۔ اور یہ امر کتب فقہ سے مستفاد ہوتا ہے چنانچہ مفتاح الصلوٰۃ میں لکھا ہے۔

میباید کہ وقت قیام فرق درمیان ہر دو قدم چہار انگشت باشد فقط اور عمرو کہتا ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ ایک مصلی دوسرے سے مونڈھے اور قدم سے قدم ملائے رکھے تا کہ اتصال حقیقی پیدا ہوجائے کیونکہ صف کے ملانے کو اور شگاف ودراز بند کرنے کو تاکیداً فرمایا گیا ہے اور یہ امر جب تک مونڈھے سے مونڈھا اور قدم سے قدم نہ ملایا جائے گا ہرگز پیدا نہ ہو۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے: **اقیموا صفوفکم فانی اراکم من ورآء ظهری و کان احدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه** (۲) انتہٰی. اور یہ حدیث صحیح صریح غیر معارض ہے اور کسی ائمہ دین سے اس کا خلاف مروی نہیں ہے کہ انہوں نے معنی حقیقی کو چھوڑ کر بلاوجہ معنی مجازی لئے ہوں اور حدیث صحیح صریح غیر معارض بلا منسوخ اپنے معنی حقیقی پر واجب العمل ہوتی ہے۔ بالاتفاق تمام اہل علم کے حالانکہ تمام خواص وعوام اس کے خلاف پر عمل کرتے ہیں۔ یہ تقریر عمرو کی ہے۔ لہٰذا جواب مدلل عند التحقیق ارقام فرمایا جاوے کہ زید وعمرو میں کون صحیح کہتا ہے اور عمل کس طرح پر ہونا چاہیے؟

﴿جواب﴾ اقامت صف کی حالت میں اتصال حقیقی ممکن نہیں ہے اور حدیث شریف میں سد فرجات وخلل کا حکم آیا ہے حالانکہ اگر پاؤں چکرا کر کھڑے ہوں گے تو دونوں پاؤں کے درمیان ایک وسیع فرجہ پیدا ہوجائے گا۔ پس اس حالت میں حدیث شریف کے معنی یہی ہوئے کہ مقابلہ اور محاذات مناکب اور کعاب کا فوت نہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ حدیث شریف ابوداؤد میں بہ تصریح موجود ہے۔ **ان رسول اللّٰه ﷺ قال**

---

(۲): (أخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الاذان، باب الزاق المنکب بالمنکب، والقدم بالقدم فی الصف، ص: ۱۴۵، رقم: ۷۲۵، ط، دار السلام ریاض)

اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولاتذروا فرجات للشیطٰن (۳) انتھی. پس اس سے ظاہر ہے کہ الزاق اور الصاق سے مراد محاذات ہی ہے نہ الصاق والزاق حقیقی ورنہ ادائے ارکان نماز میں سخت دشواری پیش آوے گی (۴) مگر معنی حقیقی مراد نہ ہونے سے یہ لازم ہونا کہ مل کر نہ کھڑے ہوں ہرگز نہیں اور وہ فرجات جو عوام بلکہ خواص پر بھی اس کے الصاق سے غفلت ہے مکروہ تحریمہ ہے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۳):(أخرجه أبو داؤد فی سننه فی کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف، ص: ۱۰۶، رقم: ۶۶۶، ط، دار السلام ریاض)

(۴):عن أبی القاسم الجدلی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: أقبل رسول اللّٰهﷺ علی الناس بوجهه فقال: أقیموا صفوفکم ثلاثا، واللّٰه لتقیمن صفوفکم أو لیخالفن اللّٰه بین قلوبکم. قال: رأیت الرجل یلزق منکبیه بمنکب صاحبه، ورکبته برکبة صاحبه، وکعبه بکعبه. وفی البذل تحت هذا الحدیث: (قال) أی نعمان بن بشیر: (فرأیت الرجل) أی من الصحابة المصلین بالجماعة بعد صدور ذلک القول من رسول اللّٰهﷺ (یلزق) أی یلصق (منکبه بمنکب صاحبه، ورکبته برکبة صاحبه، وکعبه بکعبه) ولعل المراد بالالزاق المحاذاة، فان الزاق الرکبة بالرکبة، والکعب بالکعب فی الصلاة مشکل، وأما المنکب بالمنکب فمحمول علی الحقیقة. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف، ج: ۳، ص: ۲۰۸، رقم: ۶۶۲، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۵): فی الدر المختار: ولو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنه مکاناً کره کقیامه فی صف خلف صف فیه فرجة.

وفی الشامیة تحته: (کقیامه فی صف الخ) هل الکراهة فیه تنزیهیه أو تحریمیة، ویرشد الی الثانی قوله علیه الصلاة والسلام: ومن قطعه قطعه اللّٰه. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ۲، ص: ۳۱۲، ط، دار عالم الکتب ریاض)

جولوگ بیت اللہ سے دور ہیں وہ قبلہ کیسے قرار دیں

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان میں سمت قبلہ کیا ہے؟ آیا یہ مساجد جو سلف صالحین بنا کر گئے ان کا اعتبار ہے یا بروئے قاعدہ اہل ہیئت جو سمت نکلے اس کا اعتبار ہے اور جو شخص بقاعدہ اہل ہیئت نماز پڑھتا ہو نماز اس کی ہوئی یا نہیں اور یہ شخص تمام مساجد کو غلط بتاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ سمت قبلہ اصلی میں اور سمت قبلہ مساجد میں پانچ سو کوس کا فرق ہے اور یہ شخص ایک مسجد کا امام ہے در حالت امامت سمت مساجد سے انحراف کر کے نماز پڑھتا ہے اور مقتدیان اس کی اس سمت کو غلط جانتے ہیں ایسی حالت میں اقتداء اس امام کی صحیح ہوگی یا نہیں۔ **بینوا بالدلائل والتفصیل وتوجروا بالاجر الجزیل.**

﴿جواب﴾ جولوگ کہ بیت اللہ سے غائب ہیں ان کا قبلہ جہت کعبہ شریف ہے جس طرف میں کعبہ ہے اسی طرف کو رخ کر کے نماز پڑھیں (٦)۔ مثلاً جولوگ کہ ہندوستان میں رہتے ہیں، اور ہندوستان کا

---

(٦):فی البدائع: وان کان عن الکعبة غائباً عنها یجب علیه التوجه الی جهتها وهی المحاریب المنصوبة بالامارات الدالة علیها لا الی عینها وتعتبر الجهة دون العین کذا ذکر الکرخی والرازی وهو قول عامة مشایخنا بما وراء النهر. (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الصلاة، فصل فی شرائط الارکان، ج: ۱، ص: ۱۱۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الهدایة: ومن کان غائباً ففرضه اصابة جهتها، هو الصحیح.

وفی البنایة تحته: (ومن کان غائباً عنها)ش: أی عن الکعبة م: (ففرضه اصابة جهتها) ش: أی جهة الکعبة، لأن الطاعة بحسب الطاقة، وبه قال جمهور أهل العلم منهم الثوری، ومالک وابن المبارک، وأحمد، واسحاق، وأبوداؤد، والمزنی، والشافعی فی قول أخرجه الترمذی ذلک عن عمر وعلی وابن عباس وابن عمررضی اللہ عنهم.......م (هوالصحیح) ش: یعنی کون فرض الغائب اصابة جهة القبلة هو الصحیح، واحترز به=

قبلہ مغرب کی جانب ہے تو ان کو مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی چاہیے اگر جنوب وشمال کی طرف ان کا منہ ہو جاوے گا تو ان کی نماز نہ ہوگی اور جو جنوب وشمال کے بیچ میں ہوں گے تو نماز ہو جاوے گی اور اگر کوئی شخص موافق قاعدہ ہیئت کے ساڑھے اکیس درجہ عرض کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز بھی درست ہو جاوے گی۔ اس واسطے کہ مکہ معظّمہ ساڑھے اکیس درجہ میں واقع ہوا ہے۔ اور ایک درجہ تقریباً ساٹھ میل کا ہوتا ہے تو جیسا نماز اور مسجد والوں کی درست ہے ایسے ہی جو شخص ٹیڑھا ہو کر نماز ادا کرے گا۔ درست ہوگی اس واسطے کہ محاذاۃ عین بیت اللہ کی نہ اس شخص کو حاصل ہو سکتی ہے۔ جو موافق ہیئت کے ساڑھے اکیس درجہ میں نماز پڑھتا ہے اور نہ ان لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے جو اس درجہ سے داہنے بائیں ہو کر پڑھتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ درجہ ہوتا ہے ساٹھ میل کا اور بیت اللہ کا عرض ہندوستان کی جانب سے کوئی بتیس ہاتھ کی مقدار ہے تو عین بیت اللہ کی طرف کیونکر متوجہ ہو سکتا ہے ہے لہٰذا یہ تکلف اس شخص کا اور مساجد کو غلط بتانا محض غلط و بے سود ہے سب کی نماز درست ہے اور تفرقہ اور ٹیڑھا کرنا جماعت کا غلطی اس شخص کی ہے اور صورت بیت اللہ کی اور اس کے محاذات کی درمختار اور اس کی شروح میں لکھی ہے(۷) جس کا جی چاہے دیکھ لیوے اگر اس میں لکھی جاوے، تو شاید فہم عوام میں نہ آوے، اسی لیے نہیں لکھی گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز میں ہاتھ ناف کے اوپر باندھیں یا نیچے

﴿سوال﴾ نماز میں فوق ناف ہاتھ باندھنا سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ باوجود ثبوت اس کے عامل کو برا جاننا ولا مذہب کہنا کیسا ہے۔ حالانکہ خود اکابرین و محققین علمائے صوفیہ اس کے عامل و ترجیح و توسیع

=عن قول الشيخ أبى عبدالله الجرجانى أن فرضه اصابة عينها ويريد بذلك اشتراط نية عين الكعبة وقد تقدم. (البناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التى تقدمها، ج: ۲، ص: ۱۴۴، ۱۴۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۷): (الدر المختار ومعه رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مبحث فى استقبال القبلة، ج: ۲، ص: ۱۰۸، ۱۰۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

کے قائل ہیں۔ چنانچہ حضرت میرزا مظہر جان جانان شہید رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں ہے۔ ودست را برابر سینہ می بستند ومی موودند کہ ایں روایت ارجح است از روایت زیر ناف اگر کسے گوید کہ دریں صورت خلاف حنفیہ بلکہ انتقال از مذہب لازمی آید گویم بموجب قول ابی حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ ما ثبت بالحدیث فھو مذھبی از انتقال در مسئلہ جزئی خلاف مذہب لازم نمی آید بلکہ موافقت در موافقت است انتہی۔ اور امام ربانی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی میزان میں اولویت کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں وضع الیدین تحت صدره اولی وبذلک حصل الجمع بين الاقوال الائمة رضی اللہ عنهم انتهٰی. اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرح مؤطا میں فرماتے ہیں۔ مترجم گوید رضی اللہ عنہ وارضاه کہ جمہور علماء بوضع یمنی علی الیسریٰ قائل اند بعض اختلاف کردند شافعی فوق ناف می نہد وابوحنیفہ زیر ناف وایں ہمہ واسع وجائز است اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تنویر العینین میں فرماتے ہیں۔ والوضع تحت السرة وفوقها متساويان لان كلا منهما مروى عن اصحاب النبی ﷺ. اور شیخ عبدالحق صاحب بھی توسیع کے قائل ہیں۔ مدارج النبوت میں۔

﴿جواب﴾ فوق ناف وزیر ناف دونوں طرح ہاتھ باندھنا اگر از روئے دیانت ہے تو جائز ہے (۸) اور اگر ہوائے نفسانی سے کرے گا تو ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۸): فی جامع الترمذی: حدثنا قتيبة حدثنا أبو الاحوص عن سماک بن حرب، عن قبيصة بن هلب، عن ابيه قال: كان رسول الله ﷺ يؤمنا فيأخذ شماله بيمينه.

قال: وفى الباب عن وائل بن حجر، وغطيف بن الحارث، وابن عباس، وابن مسعود، وسهل بن سعد.

قال ابو عيسى: حديث هلب حديث حسن. والعمل على هٰذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعين ومن بعدهم: يرون ان يضع الرجل يمينه على شماله فى الصلاة. ورأى بعضهم أن يضعهم فوق السرة، ورأى بعضهم أن يضعهما تحت السرة، و كل ذلک واسع عندهم. (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فى وضع اليمين=

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے

﴿سوال﴾ ناف کے تلے ہاتھ نماز میں باندھنا سنت ہے یا اوپر ناف کے اگر کوئی ناف کے اوپر باندھے تو کیا غیر مقلد ہو جاوے گا۔

﴿جواب﴾ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مستحب ہے(۹) اور اس مسئلہ میں خلاف شافعی صاحب

=على الشمال فى الصلاة، ص: ۷۰، رقم: ۲۵۲، ط، دار السلام رياض)

(۹):فى الكنز: وسننها.....ووضع يمينه على يساره تحت سرته.

وفى النهر تحته: (ووضع يمينه على يساره تحت سرته) لقول على كرم الله وجهه: من السنة وضع اليمين على اليسار تحت السرة. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۲۰۰، ۲۰۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الأوجز: قال محمد: ينبغى اذا قام فى صلاته أن يضع باطن كفه اليمنى على رسغه الأيسر تحت السرة، لحديث أبى جحيفة عن على انه قال: من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة. قال العينى: هذا اللفظ يدخل فى المرفوع عندهم، ويرمى ببصره الى موضع سجوده، أى فى حال القيام، كذا فسره الطحاوى، وهو قول أبى حنيفة. قال العينى: وعامة أهل العلم، وهو على وأبى هريرة، والنخعى، والثورى، وفى التوضيح: وهو قول سعيد بن جبير، وأبى عبيد، وابن جرير، وداؤد، وهو قول أبى بكر وعائشة، وجمهور العلماء، كذا فى الفتح الرحمانى.

وقال ابن قدامة: لما روى عن على أنه قال: من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة. رواه الامام أحمد وأبوداؤد، وهذا ينصرف الى سنة النبى صلى الله عليه وسلم، ولأنه قول من ذكرنا من الصحابة. انتهى. =

کا ہے وہ ناف کے اوپر مستحب فرماتے ہیں (۱۰)۔ اگر کسی نے ناف کے اوپر ہاتھ باندھ لیے تو اتنی حرکت سے غیر مقلد نہیں ہوتا۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا اور آمین بالجہر کا مسئلہ

﴿سوال﴾ امام کے پیچھے مقتدی کا الحمد شریف پڑھنا اور نہ پڑھنا کیسا ہے اور آمین بالجہر اور بالسر میں اولویت کس کو ہے؟

﴿جواب﴾ قرأت کا پڑھنا مقتدی کو مختلف فیہ ہے۔ علیٰ ہذا آمین بالجہر میں بھی اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرأت فاتحہ خلف امام اور آمین بالجہر کو منع کرتے ہیں (۱۱)۔

= قلت: قد عرفت مما سبق أن الوضع تحت السرة قول أكثر الأئمة، المؤيد باختيار أجل الصحابة، وهو قول امام المحدثين أحمد بن حنبل، وأئمة الظاهرية: داؤد، واسحاق، وغيرهما. الخ. (أوجز المسالک الی موطأ مالک، کتاب قصر الصلاة فی السفر، باب وضع اليدين احداهما على الأخرى فی الصلاة، ج: ٣، ص: ٣٠٩، ٣١٠، رقم: ٣٦٤، ط، دار القلم دمشق)

(١٠):قال العلامة ابو اسحاق الشيرازی الشافعی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وتستحب اذا فرغ من التكبير أن يضع اليمنى على اليسرى....والمستحب أن يجعلهما تحت الصدر. (المهذب فی الفقه الشافعی، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: اليمنى على اليسرى، الجزء الأول، ص: ٢٣٩، ٢٤٠، ط، دار القلم دمشق)

(وكذا فی كفاية النبيه شرح التنبيه فی فقه الامام الشافعیؒ، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ٣، ص: ٩٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(١١):فی البذل: وهذه مسألة اختلف فيها العلماء من الصحابة والتابعين وفقهاء المسلمين، فقالت: الحنفية ومن وافقهم: انه لايقرأ خلف الامام لا فی السرية ولا فی=

امام کے پیچھے الحمد پڑھنے والے اور آمین بالجہر کہنے والے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ جو شخص خلف امام الحمد پڑھتا اور آمین بالجہر کہتا ہو اس کو ملامت کرنا اور منع کرنا کیسا ہے؟

=الجهرية. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب من ترك القراءة فى صلاته، ج: ۴، ص: ۲۳۰، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

و فى العمدة: وقال الثورى والأوزاعى فى رواية، وأبو حنيفة وأبو يوسف و محمد وأحمد فى رواية، وعبدالله ابن وهب وأشهب: لايقرأ المؤتم شيئاً من القرآن ولابفاتحة الكتاب فى شئ من الصلوات، وهو قول ابن الميسب فى جماعة من التابعين. (عمدة القارى، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للامام والمأموم فى الصلوات كلها فى الحضر والسفر ومايجهر ومايخافت، ج: ٦، ص: ١٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

قرأة خلف الامام کے مسئلے کے بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب من ترك القراءة فى صلاته، ج: ۴، ص: ۲۳۰، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان/وعمدة القارى، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للامام والمأموم فى الصلوات كلها فى الحضر والسفر ومايجهر ومايخافت، ج: ٦، ص: ١٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ وأوجز المسالك الى موطأ مالك، كتاب الصلاة، باب القراءة خلف الامام فيما لايجهر فيه بالقراءة، ج: ٢، ص: ١٦٦، ط، دار القلم دمشق)

وفى الأوجز: وقال الأئمة الثلاثة بتأمين الامام، الا أنهم اختلفوا فى الجهر بعد اتفاقهم على أنه لايجهر بها فى السرية، فقال الحنفية: لايجهر فى الجهرية أيضاً، وكذا=

﴿جواب﴾ جوشخص فاتحہ پڑھتا ہو یا آمین بالجہر کہتا ہو اس کو ملامت کرنا نہ چاہیے، بشرطیکہ وہ شخص نہ پڑھنے والوں کو نہ برا کہتا ہو اور نہ برا سمجھتا ہو۔ ورنہ وہ شخص عاصی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا

﴿سوال﴾ صلوٰۃ جہری میں سکتات امام میں سورۂ فاتحہ پڑھنی مستحب ہے یا نہیں؟ بر تقدیر مستحب ہونے کے تو حالت سری میں بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ فقط۔

﴿جواب﴾ مذہب قوی حنفیہ کا یہ ہے مقتدی کو فاتحہ پڑھنا جہریہ سکتات میں اور سریہ میں مطلقاً مکروہ ہے (۱۲) اور بندہ کے نزدیک بحسب دلیل یہی مذہب قوی ہے اگرچہ اس میں اختلاف ائمہ کا ہے اگر سبیل الرشاد آپ دیکھیں تو لطف اس مسئلہ کا آپ کو معلوم ہو جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=عند المالكية كما فى الباجى، وقال الشافعى وأحمد: يجهر بها فى الجهرية، وفى السعاية قال الشافعى فى الجديد: ان المنفرد والامام والمأموم كل منهم يسر بآمين جهرية كانت الصلاة أو سرية. (أوجز المسالك الى موطأ مالك، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى التأمين خلف الامام، ج: ٢، ص: ١٩٢، ط، دار القلم دمشق)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (اعلاء السنن ، كتاب الصلوة، باب ماجاء فى سنية التأمين والاخفاء بها، ج: ٢، ص: ٢٤٧تا ٢٥١،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى/ ومعارف السنن، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى التأمين، ج: ٢، ص: ٣٩٧، ط، ايجوكيشنل بريس كراتشى/ وعمدة القارى، كتاب الأذان، باب جهر الامام بالتامين، ج: ٦، ص: ٧٣، ٧٤، ٧٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۲):فى الشامية: (وانصات المقتدى) فلو قرأ خلف امامه كره تحريماً، ولاتفسد فى الأصح كما سيأتى قبيل باب الامامة. (رد المحتار على الدرالمختار،=

مسئلہ رفع یدین

﴿سوال﴾ اول: تنویر میں مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **دربـــاب رفـع یـدیـن فـی الصلوٰۃ سنۃ غیر مؤکدۃ من سنن الھدی فیثاب فاعلہ بقدر مافعل ان دائما فـحسبـہ و ان مـرۃ فیمثلہ ولایلام تارکہ وان ترکہ مدۃ عمرہ واما الطاعن العالم بالحدیث ای من ثبت عندہ الاحادیث المتعلقہ بھذہ المسئلۃ فلااخالہ الا فی من یشاقق الرسول من بعدہ ماتبین لہ الھدیٰ.**

اور مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں: **والذی یرفع احب الی ممن لایـرفـع فان احادیث الرفع اکثر واثبت الخ.** لہٰذا یہ رفع یدین جیسا کہ حضرات مذکور الصدر علیہم الرحمۃ سے ثابت ومحقق ہوا آپ کے نزدیک بھی ہے یا نہیں گو ترک اس کا بوجہ مختلف ہونے ائمہ کے احناف کو جائز اور اولیٰ ہو۔ لیکن غرض سائل کی یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ ثابت صحیح غیر منسوخ ہے یا نہیں اور عامل اس کا عامل سنت ہوگا یا نہیں؟ جو امر صحیح آپ کے نزدیک ہو۔ مفصل ارقام فرماویں۔

=کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج: ۲، ص: ۱۶۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

فـی الـدر المختار: والمؤتم لایقرأ مطلقاً ولاالفاتحۃ فی السریۃ اتفاقاً، وما نسب لـمـحـمـد ضـعیف کـمـا بسطـہ الـکـمال. فأن قرأ کرہ تحریماً وتصح فی الأصح....و ھو مروی عن عدۃ من الصحابۃ فالمنع أحوط.

وفـی الشـامیۃ تـحتـہ: قـولہ: (اتفاقاً) أی بین أئمتنا الثلاثۃ..... قولہ: (مروی عن عدۃ مـن الـصـحابۃ) قال فی الخزائن: وفی الکافی: ومنع المؤتم مأثور عن ثمانین نفراً من کبـار الـصـحابۃ منھم المرتضی والعبادلۃ، وقد دون أھل الحدیث أسامیھم. (رد المحتار عـلـی الـدرالـمـختـار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج: ۲، ص: ۲۶۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

﴿جواب﴾ میرا مسلک عدم رفع کا ہے کہ عدم رفع میرے نزدیک مرجح ہے جیسا کہ قدماء حنفیہ نے فرمایا (۱۳) اور طعن بندہ کے نزدیک دونوں پر روا نہیں۔ کہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور احادیث دونوں طرف موجود ہیں اور عمل صحابہ بھی (۱۴) اور قوت وضعف مختلف ہوتے ہیں بالآخر دونوں معمول بہا ہیں۔ سبیل الرشاد دیکھو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۳):وقال أبو حنيفة وأصحابه: لايرفع الا فى الكتبيرة الأولى، وهو المشهور من مذهب مالك المعمول عند أصحابه، قال الباجى: وروى عنه فى المدونة: كان رفع اليدين ضعيفاً الا فى الافتتاح، اهـ......قال ابن عبدالبر: قال مالك: ان كان الرفع ففى الاحرام، وهو قول الكوفيين وأبى حنيفة وسائر أصحابه وسائر فقهاء الكوفة قديماً وحديثاً الخ.

وفى البدائع: روى عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما أنه قال: العشرة الذين شهد لهم رسول اللّٰه ﷺ بالجنة ماكانوا يرفعون أيديهم الا فى افتتاح الصلاة، وكذا فى العينى عن البدائع، وبه قال غير واحد من الصحابة والتابعين كما فى الترمذى. (اوجز المسالك الى موطأ مالك، كتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة، ج: ۲، ص: ۸۲، ۸۳، ط، دار القلم دمشق)

(۱۴):قال العلامة محمد يوسف الكاندهلوى رحمه اللّٰه: (وخالفهم فى ذلك آخرون فقالوا لا نرى الرفع الا فى التكبير الاولىٰ) وممن ذهب الى ذلك عمربن الخطاب وعلى بن ابى طالب وابن عمر وابن مسعود كما سيأتى الروايات عنهم عند المصنف وعند غيره وابوبكر الصديق عند البيهقى بسند جيد وذكر فى البدائع عن العشرة المبشرة وقال الترمذى و به يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة، انتهىٰ. وهذا بظاهره يستوعب جميع اهل الكوفة ويؤيده ما نقل فى التعليق الممجد عن الاستذكار لابن=

مسئلہ آمین بالجہر

﴿سوال﴾ دویم: تنویر میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں درباب جہر بآمین و کذا یظهر بعد التعمق فی الروایات والتحقیق ان الجهر بالتامین اولیٰ من خفضة لان روایة

=عبدالبر قال ابو عبد اللّٰه محمد بن نصر المروزی لانعلم مصرا من الامصار ترکوا باجماعهم رفع الیدین عند الخفض والرفع فی الصلوة الا اهل الکوفة فکلهم لایرفع الا فی الاحرام. انتهٰی. فهذه العبارة صریحة فی استیعاب جمیع اهل الکوفة فی ترک رفع الیدین فی غیر افتتاح الصلوة وتدل ایضاً علی ان غیر اهل الکوفة تارکون ایضاً ولکن لیس من حیث المجموع وقد ذکر العجلی کما فی مقدمة نصب الرأیة انه توطن الکوفة وحدها من الصحابة نحو الف وخمسمائة صحابی بینهم نحو سبعین بدریاً وأخرج ابن سعد عن ابراهیم قال هبط الکوفة ثلاثمائة من اصحاب الشجرة وسبعون من اهل بدر وقد کان فی الکوفة خلق کثیر من اصحاب الخلفاء الاربعة وغیرهم من اصفیاء الصحابة کما ذکر هم ابن سعد فی طبقاته طبقة طبقة...الخ. (امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار، کتاب الصلوة، باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع هل مع ذلک رفع ام لا، ج: ۳، ص: ۱۹۲، ط، ادارة تالیفات اشرفیه ،ملتان)

واخرج الترمذی عن سالم عن أبیه قال: رأیت رسول اللّٰہ ﷺ اذا افتتح الصلاة یرفع یدیه حتی یحاذی منکبیه، واذا رکع، واذا رأسه من الرکوع. وزاد ابن أبی عمر فی حدیثه: وکان لایرفع بین السجدتین. قال أبو عیسی: حدیث ابن عمر حدیث حسن صحیح.....وبهٰذا یقول بعض اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ، منهم ابن عمر، وجابر بن عبداللّٰه، وأبو هریرة، وانس، وابن عباس، وعبداللّٰه بن الزبیر، وغیرهم. الخ. (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب رفع الیدین عند الرکوع، ج: ۱، ص: ۱۳۶، ۱۳۷، ط، الطاف اینڈ سنز، کراتشی)

جهـره اکثـر واوضـح مـن خفضة انتهٰی. لہٰذا مسلک جہر کے قوی ہونے کا ازروئے روایات صحیح ہے یا نہیں اور عامل اس کا عامل باولویت ہوگا یا نہیں؟ عندالتحقیق آپ کے نزدیک جو ہو اس کو ارقام فرمایا جاوے۔

﴿جواب﴾ علیٰ ہذا آمین بالجہر میں بھی جواب یہی ہے(۱۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قومہ میں ہاتھ باندھنا

﴿سوال﴾ درمختار میں بـاب صـفة الـصلوٰة وهو السنة قيام له قرار فيه ذكر مسنون فيـضـع حـالة الثنـاء وفـى الـقـنـوت وتـكبيـرات الـجـنازة لا فى قيام بين ركوع وسجود ردالـمـحتـار ولاتـكبيـرات العيدين لعدم الذكر مالم يطل القيام فيضع ومقتضاه انه يعتمد ايـضا فى صلوٰة التسبيح. اس عبارت کا کیا مفہوم ہے اس قومہ صلوٰۃ التسبیح میں ہاتھ باندھنا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

---

(۱۵):فـى الأوجـز: وقـال الأئمة الثلاثة بتأمين الامام، الا أنهم اختلفوا فى الجهر بـعـد اتـفـاقهـم عـلى أنه لايجهر بها فى السرية، فقال الحنفية: لايجهر فى الجهرية أيضاً، وكـذا عـند المالكية كما فى الباجى، وقال الشافعى وأحمد: يجهر بها فى الجهرية، وفى السعـاية قـال الشـافعـى فـى الـجديد: ان المنفرد والامام والمأموم كل منهم يسر بآمين جهـرية كـانت الصلاة أو سرية. (أوجز المسالک الى موطأ مالک، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى التأمين خلف الامام، ج: ٢، ص: ١٩٢، ط، دار القلم دمشق)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:(اعلاء السنن ، كتاب الصلوة، باب ماجاء فى سنية التأمين والاخـفـاء بهـا، ج: ٢، ص: ٢٤٧تا ٢٥١،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى/ ومـعـارف السـنـن، كتـاب الـصـلاة، بـاب مـاجـاء فـى التأمين، ج: ٢، ص: ٣٩٧، ط، ايـجـوكيشـنـل بريس كراتشى/ وعمدة القارى، كتاب الأذان، باب جهر الامام بالتامين، ج: ٦، ص: ٧٣، ٧٤، ٧٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾ حالت قومہ میں ہاتھ نہ باندھنا چاہیے(۱۶)اور اس عبارت درمختار سے ہاتھ باندھنا نہیں نکلتا یہ کہتا ہے کہ اس قاعدہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔فقط۔

تشہد پڑھتے وقت انگلی سے اشارہ کیسے کیا جائے

﴿سوال﴾ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب محدث پانی پتی کتاب مالابد منہ میں فرماتے ہیں وانگشت خنصر و بنصر از دست راست عقد کند و وسطیٰ و ابہام را حلقہ کند۔ وانگشت شہادت را کشادہ دارد وتشہد بخواند وقت شہادت اشارہ کند۔ یہ عبارت موافق امام صاحب ہے یا نہیں؟اس سے ابتداء رفع سبابہ شروع التحیات سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا وقت شہادت کے رفع کیا جاوے یا اول ہی سے مرقوم فرمایئے۔

﴿جواب﴾ بعض علمائے حنفیہ اول کھول کر ہاتھ رکھتے اور وقت اشارہ کے عقد کرتے ہیں اس کا پتہ بھی حدیث سے ملتا ہے اور ملا علی قاریؒ نے لکھا کہ اول سے ہی عقد کر کے ہاتھ رکھے یہ بھی درست معلوم ہوتا ہے دونوں طرح پر عمل درست ہے(۱۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۶):ویرسل الیدین فی القومة بعد الرفع من الرکوع باتفاق ائمتنا کذا قال الصدر الشهید حسام الدین فی واقعاته. (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ص: ۳۲۰)

ویرسل فی القومة الرکوع وبین تکبیرات العید. (الجوهرة النیرة علی مختصر القدوری، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۶۰، ط، مکتبه امدادیه ملتان)

(۱۷):فی الشامیة: الثانی بسط الأصابع الی حین الشهادة، فیعقد عندها ویرفع السبابة عند النفی ویضعها عند الأثبات، وهٰذا ما اعتمده المتأخرون لثبوته عن النبی ﷺ بالأحادیث الصحیحه، ولصحة نقله عن أئمتنا الثلاثة. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفه الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۱۷، ۲۱۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

قال العلامة علی بن سلطان محمد القاری رحمه الله تعالیٰ: وقد قال صاحب=

تشہد کے وقت انگلی کب سے کب تک اٹھائے رکھے

﴿سوال﴾ بعض اشخاص جس وقت التحیات میں بیٹھتے ہیں اول ہی سے انگشت شہادت اٹھا لیتے ہیں۔ سلام پھیرنے تک حالانکہ حنفیوں کا یہ مذہب ہے کہ جب تشہد پر پہنچے تب انگلی اٹھائے بعد میں پست کرلے اس میں صحیح قول کیا ہے اور حنفی کو کس وقت سے کس وقت تک انگلی اٹھانا چاہیے اور اس میں امام اعظم صاحبؒ کیا فرماتے ہیں؟

﴿جواب﴾ تشہد پر انگشت کو اٹھاوے اور سلام تک اٹھائے رکھے۔ (۱۸) فقط۔

=مواهب الرحمن فى متنه ووضع يديه على فخذيه وبسط اصابعه واشار فى الصحيح ثم المعتمد عندنا انه لايعقد يمناه الا عند الاشارة لاختلاف الفاظ الحديث واصناف العبارة وبما اخترناه يحصل الجمع بين الادلة فان بعضها يدل على ان العقد من اول وضع اليد على الفخذ وبعضها يشير الى ان لاعقد اصلا مع الاتفاق على تحقق الاشارة فاختار بعضهم انه لايعقد ويشير وبعضهم أنه يعقد عند قصد الاشارة ثم يرجع الى ماكان عليه والصحيح المختار عند جمهور اصحابنا انه يضع كفيه على فخذيه ثم عند وصوله الى كلمة التوحيد يعقد البنصر والخنصر ويحلق الوسطى والابهام ويشير بالمسبحة رافعا لها عند النفى و واضعا لها عند الاثبات ثم يستمر على ذلک لانه ثبت العقد عند الاشارة بلاخلاف ولم يوجد امر يغيره فالاصل ابقاء الشئ على ماهو عليه واستصحابه الى آخره امر. (بتزيين العبارة لتحسين الاشارة، ص: ۹، ۱۰، ط، مكتبة الشركة)

(وكذ فى تقريرات الرافعى على رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الجزء الأول، ص: ٨٦، ٨٧، ط، دارعالم الكتب رياض)

(۱۸): فى الكوكب: (وقبض أصابعه وبسط السبابة الخ) فيه دلالة على أن المسبحة لاتوضع بعد الاشارة الى وقت التسليم فان البسط لايتم الابرفعها. (الكوكب=

تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا کیسا ہے

﴿سوال﴾ رفع سبابہ میں عقد شروع قعود وتشہد سے اور رفع وقت شہادت کے سنت صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں باوجود ثبوت اس کے عامل کو بُرا جاننا اور لا مذہب کہنا کیسا ہے اور یہ مذہب حنفیہ میں بھی ثابت ہے یا نہیں؟

=الدری علی جامع الترمذی، ج: ۴، ص: ۳۷۳)

وعن الحلوانی یقیم الاصبع عند لااله ویضعها عند الاالله لیکون الرفع للنفی والوضع للاثبات. (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۲۰، ط، مکتبه امدادیه ملتان)

وعندنا یرفعهاعند لااله ویضعها عند الاالله لمناسبة الرفع للنفی وملائمة الوضع للاثبات ومطابقة بین القول والفعل حقیقة. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب التشهد، الفصل الأول، ج: ۲، ص: ۵۷۵، ط، دارالکتب ریاض)

قال العلامة الشیخ رضاء الحق دامت برکاتهم: محققین کے نزدیک مذہب مختار یہ ہے کہ انگلی اخیر تک اٹھائے رکھے مکمل نہ رکھدے بلکہ ہلکی سی جھکا دے جس کو اٹھائے رکھنے سے تعبیر کیا ہے اور فقہاء کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے نیز نسائی شریف کی روایت کے موافق بھی ہے۔

ملاحظہ ہو نسائی شریف میں ہے:

قال حدثنی مالک بن نمیر الخزاعی رضی الله تعالیٰ عنه من أهل البصرة أن أباه حدثه أنه رأی رسول اللهﷺ قاعداً فی الصلاة واضعا ذراعیه علی فخذه الیمنی رافعاً أصبعه السبابة قد أحناها شیئاً وهو یدعو. (رواه النسائی: ۱/۱۸۷، باب احناء الاشارة بالسباة، قدیمی کتبخانه)

مراقی الفلاح میں ہے: یرفعها عند النفی أی نفی الألوهیة عما سوی الله تعالیٰ=

﴿جواب﴾ عمل رفع سبابہ کا تشہد میں سنت ہے(١٩) اس کے عامل کو بُرا جاننا زبون امر ہے حق تعالیٰ اس کو ہدایت فرمادے اور حنفیہ بھی اس کی سنیت کے مقرر ہیں اس پر لا مذہب کہنا سخت نازیبا ہے۔ فقط۔

=بقوله: "لااله" ويضعها عند الاثبات أى اثبات الألوهية للّٰه وحده بقوله: "الااللّٰه" ليكون الرفع اشارة الى النفى والوضع الى الاثبات. (مراقى الفلاح: ص ٩٩، فصل فى سننها، مكة المكرمة)

فتاوی رشیدیہ میں ہے:

تشہد پر انگشت شہادت کو اٹھادے اور سلام تک اٹھائے رکھے۔ (فتاوی رشیدیہ: ص٣٣١، مکتبہ رحمانیہ)

احسن الفتاوی میں ہے:

اشارہ کے بعد کی کیفیت کے متعلق عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں "يضعها" کے الفاظ ہیں اس سے انگلی کو بالکلیہ گرادینا مراد نہیں بلکہ قدرے جھکادینا مراد ہے، صرح به الملا على القارى رحمه اللّٰه تعالٰى لرواية أبى داؤد رافعاً أصبعه السبابة وقد أحناها شيئاً أى أمالها. (تزيين العبارة بتحسين الاشارة لعلى القارى رحمه اللّٰه تعالٰى ص ٨) امداد الفتاوی میں اس کے متعلق مفصل بحث ہے۔[احسن الفتاوی: ٣/ ٣١]۔ واللہ اعلم۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا، کتاب الصلاۃ، ج:٢، ص: ١٤٠، ١٤١، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

(١٩): اخرج مسلم عن عامر بن عبداللّٰه بن الزبير، عن أبيه، قال: كان رسول اللّٰه ﷺ، اذا قعد فى الصلاة، جعل قدمه اليسرىٰ بين فخذه وساقه. وفرش قدمه اليمنىٰ، ووضع يده اليسرىٰ علٰى ركبته اليسرىٰ، ووضع يده اليمنىٰ علٰى فخذه اليمنٰى، واشار باصبعه. وفى فتح الملهم تحت هٰذا الحديث: قوله: (وأشار باصبعه) الخ: فيه اثبات الاشارة فى التشهد، وقد اتفقت الأئمة الثلاثة وأتباعهم على كون الاشارة فى جلسة=

قعدہ اخیرہ کی فرضیت کس قدر ہے

﴿سوال﴾ درفرضیۃ اخیرہ۔

﴿جواب﴾ صحیح آنست کہ قاعدہ اخیرہ مقدار تشہد فرض ست (۲۰) چرا کہ بتواتر معنوی ثابت شدہ کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ گاہ نمازے نخواندہ مگر آنکہ قعدہ اخیرہ بجا آوردہ اند واز آنجا کہ مفہوم صلوٰۃ امرے

=التشهد سنة، كما حكاه العينى فى شرح الهداية، وكذا اتفق عليه أئمتنا الثلاثة وقدماء أتباعهم. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب صفة الجلوس فى الصلاة، وكيفية وضع اليدين على الفخذين، ج: ۴، ص: ۱۵۷، ۱۵۸، ط، دار أحياء التراث العربى بيروت لبنان)

(۲۰):أخرج أبو داؤد عن القاسم بن مخيمرة قال: أخذ علقمة بيدي فحدثني أن عبداللّٰه بن مسعود أخذ بيده، وأن رسول اللّٰه ـ عليه السلام ـ أخذ بيد عبداللّٰه يعلمه التشهد فى الصلاة. فذكر مثل دعاء حديث الأعمش: اذا قلت هٰذ أو قضيت هٰذا فقد قضيت صلاتک ان شئت أن تقوم [فقم]، وان شئت أن تقعد فاقعد. وفى شرح العينى تحت هٰذا الحديث: وقد استدل أصحابنا بهٰذا الحديث فى مسائل:....الثالثة: استدل به أصحابنا على فرضية القعدة الأخيرة، وذلک لأنه ـ عليه السلام ـ علق تمام الصلاة بالقعود، ومالايتم الفرض الا به فهو فرض، وهو حجة على مالک، حيث لم يفترض القعدة الأخيرة. (شرح سنن أبى داؤد للعينى، كتاب الصلاة، باب التشهد، ج: ۴، ص: ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ط، مكتبة الرشد رياض)

يجب أن يعلم بأن القعدة الأخيرة فرض عندنا...وقدر الفرض فيها مقدار قراءة التشهد. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثانى فى القعدة الأخيرة، ج: ۲، ص: ۱۲۸، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

بود مجمل محتاج تفسیر وبیان لہٰذا فعل وقول رسول اللہ ﷺ تفسیر اجمال آن شدہ پس ہر چیز یکہ در ادائے صلوٰۃ آنحضرت ﷺ واقع شد باید کہ فرض گردد مگر آنچہ کہ دلائل وقرائن مانع فرضیۃ در آن یافتہ شوند کہ آنہا واجب وسنت خواہد بود نہ فرض چنانکہ مثلاً قراءۃ فاتحہ کہ باوصف وقوعش در صلوات رسالت مآب ﷺ فرض نتوان شد چراکہ درصورت فرضیۃ اوزیادت برنص قطعی فاقراؤ ماتیسر من القرآن (۲۱). لازم می آید وعلی ہذا قیاس در دیگر امور واما اینکہ این قعدہ اخیرہ بطور فرضیۃ واقع شدہ پس دلیلش حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ است کہ بعد تعلیم اداء قعدہ وقرأۃ تشہد گفت اذا قلت ھذا او فعلت ھذا فقد تمت صلوٰتک (۲۲) چہ مشاالیہ اول درین حدیث قول تشہد است درحالت قعدہ نہ مطلق تشہد بہر جا کہ باشد چرا مشارالیہ نبود ودیگر درحالت جلسہ اخیرہ ومشارالیہ ثانی قعدہ است مقدار تشہد نہ مطلق قعدہ ہمیں علت مذکور خلاصہ کلام ایں شد کہ چون گفتنی ایں تشہد را درحالت قعدہ یا فعل قعدہ بجا آوردی خواہ قدر تشہد گفتہ باشی یا نہ پس نماز تمام شد ایں خود ظاہر است کہ گفتن تشہد در قعدہ جز قعدہ قدر تشہد حاصل نیاید امانفس قعدہ قدر تشہد بدون قول تشہد حاصل توان شد پس معلوم شد کہ فعل قعدہ قدر تشہد فرض است چراکہ تمامیت صلوٰۃ معلق بدان فرمود اگر قعدہ کم از قدر تشہد کرد نمازش نہ شد چراکہ مشارالیہ ہموں قعدہ قدر تشہد است نہ مطلق واگر تشہد خواند در سجدہ مثلاً وقعدہ در تشہد نہ کرد تاہم نماز نشد چراکہ قعدہ قدر تشہد بہرحال ضروریست وتمامیت ذاتی کہ بدون آن ذات شے ناقص ماند بارکان وشرائط است وتمامیت صفتی کہ ذات شے گوتمام باشد مگر نقصان در کمال آن باشد در وجوب است وچونکہ در حدیث لفظ

(۲۱): (سورۃ المزمل: ۲۰)

(۲۲):وفی البناية: (لقوله عليه السلام لابن مسعود رضى الله عنه حين علمه التشهد اذا قلت هذا أو فعلت هذا فقد تمت صلاتک) ش: أخرجه أبوداؤد فى سننه حدثنا عبداللّٰه بن محمد النفيلى ثنا زهير ثنا الحسن عن القاسم بن مخيمرة قال: أخذ علقمة بيدى فحدثنى أن عبدالله بن مسعود أخذه بيده وأن رسول اللّٰه ﷺ أخذ بيد عبداللّٰه فعلمه التشهد فى الصلاة...الخ. (البناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۵۷، ط، دار الكتب رياض)

تمت مطلق واقع شدواز مطلق فرد کامل مراد بود بہ تمامیت ذات صلوٰۃ مراد خواہد بود نہ تمامیت صفت و در حدیث فھی خداج (۲۳) غیر تمام تمامیت صفت تا زیادت بر کتاب اللہ لازم نیاید و این لفظ حدیث اذا قلت الخ ابن ہمام از دار قطنی روایت کرد فرماید کہ اگر چہ ایں را موقوف بر ابن مسعود دارند مگر مثل این موقوف کہ قیاس را نشاید حکم مرفوع دار (۲۴) وکما ھو المقر روا این حدیث ہر چند واحد است و باحادیث فرضیت نتواند شد مگر مقررہ اصول است کہ خبر واحد چون تفسیر مجمل قطعی باشد انچہ مستفاد ازیں خبر واحد باشد ملحق بقطعی گردد و موجب فرضیت باشد ازیں تقریر فرضیت قعدہ اخیر قدر تشہد برارباب علم واضح خواہد بود نہ مطلق قعدہ کما زعم البعض ایں است انچہ از کتب ملتقط شد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۳):اخرج أبو داؤد عن العلاء بن عبدالرحمٰن انه سمع ابا السائب مولى هشام بن زهرة يقول: سمعت اباهريرة يقول: قال رسول اللهﷺ: من صلى صلاة لم يقرأ فيها بام القرآن، فهى خداج، فهى خداج، فهى خداج، غير تمام. الخ. وفى البذل تحت هذا الحديث: (لم يقرأ فيها بأم القرآن فهى) أى صلاته (خداج، فهى خداج، فهى خداج) أى ناقصة أو منقوصة أو ذات نقصان.....(غير تمام) قال القارى: بيان خداج أو بدل منه، وفى نسخة: غير تام، أى غير كامل، قيل انه تاكيد، وقيل انه من قول المصنف، تفسير للخداج، ذكره ابن الملك، والأظهر أنه ليس من كلام المصنف، بل من كلام أحد الرواة، وهو صريح فيما ذهب اليه علماؤنا من نقصان صلاته، فهو مبين لقوله عليه السلام: لاصلاة، ان المراد الكمال لاالصحة.الخ. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب من ترك القراء ة فى صلاته، ج: ۴، ص: ۲۱۸، ۲۱۹، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۲۴):وفى الفتح: قوله: (اذا قلت هٰذا) تقدم أنها مدرجة من ابن مسعود، وأن المدرج الموقوف له حكم المرفوع. (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۳۲۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) =

نوافل میں محبت رسول کی بناء پر رفع یدین کرنا

﴿سوال﴾ اگر تنہا نوافل وغیرہ رفع یدین محض بخلوص نیت اتباع ومحبت کے کرلیا کرے۔ کہ یہ سنت رسول اللہ ﷺ احادیث صحیحہ کثیرہ متواترہ وعمل صحابہ محدثین ومجتہدین وبعض احناف رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اسی صورت میں اجازت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مقلد حنفی کے نزدیک باتباع اپنے امام کے یہ فعل نہ کرنا چاہیے۔ ان کے نزدیک اس میں احتمال نسخ ہے (۲۵) اور منسوخ پر عمل درست نہیں ہوتا۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے انگشتری سونے کی اور حریر

= وقال العلامة عبدالحی اللکنوی رحمه الله تعالیٰ فی حاشية الهداية: الأصح أنه مدرج فی آخر الحديث من قول ابن مسعود، لكنه لايضر، فان للموقوف فی مالايعقل بالرأی حكم المرفوع، كذا فی فتح القدير. (الهداية، كتاب الصلاة، المجلد الأول، جزء الأول، ص: ۳۰۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

(۲۵): اخرج الطحاوی عن مجاهد قال: صليت خلف ابن عمر رضی الله عنهما فلم يكن يرفع يديه الا فی التكبيرة الأولیٰ من الصلاة.

قال أبو جعفر رحمه الله: فهٰذا ابن عمرؓ قد رأیٰ النبی ﷺ يرفع، ثم قد ترک هو الرفع بعد النبی ﷺ، ولايكون ذلک الا وقد ثبت عنده نسخ ما قد كان رأیٰ النبی ﷺ فعله، وقامت الحجة عليهم بذلک. وفی نخب الأفكار تحت هٰذا الحديث: هذا جواب عن حديث ابن عمر الذی هو احدی حجج أهل المقالة الأولیٰ، وهو الحديث الذی رواه الزهری، عن سالم، عن أبيه قال: رأيت النبی ﷺ اذا افتتح الصلاة يرفع يديه حتیٰ يحاذی بهما منكبيه، واذا أراد أن يركع، وبعد مايرفع، ولايرفع بين السجدتين. وهذا حديث أخرجه الجماعة، وهو حديث صحيح بلاخلاف، ولكنه منسوخ، والدليل عليه مارواه مجاهد أنه قال: صليت خلف ابن عمرؓ فلم يكن يرفع يديه الا فی التكبيرة الأولیٰ من الصلاة. =

پہن کرمنسوخ فرمادیا(۲۶)۔اب کوئی باتباع حدیث اس عمل کوکرے تو کب حلال ہوگا۔پس ایسا ہی اس فعل

= وقد ذكرنا عن قريب أن الراوى اذا عمل بخلف ما روىٰ أو أفتٰى بخلافه دل ذلک على انتساخ الحكم الأول عنده والا لم يكن له المخالفة. (نخب الأفكار فى تنقيح مبانى الأخبار فى شرح معانى الآثار، كتاب الصلاة، باب التكبير للركوع والتكبير للسجود والرفع من الركوع هل فى ذلک رفع أم لا؟، ج: ۴، ص: ۱۷۹، ط، دار النوادر سوريا دمشق، مكتبه نور الدين طالب بيروت لبنان)

(۲۶): قال محمد بن موسى الهمدانى قرأت على ابى عيسى الحافظ اخبرک الحسين بن احمد ابو على انا ابو نعيم انا ابو احمد العبدى انا عبداللّٰه بن محمد انا اسحاق انا محمد بن بشر ثنا عبيداللّٰه عن نافع عن ابن عمرؓ قال اتخذ رسول اللّٰهﷺ خاتما من ذهب وجعل فصه مما يلى بطن كفه فاتخذ الناس الخواتيم فالقاه رسول اللّٰهﷺ وقال لا البسه ابداً، قال ثم اتخذ رسول اللّٰهﷺ خاتما من ورق فادخله فى يده ثم كان فى يد ابى بكر ثم كان فى يد عمر ثم كان فى يد عثمان حتى هلک منه فى بئر اريس. (كتاب الاعتبار فى بيان الناسخ والمنسوخ من الآثار، ص: ۲۳۲، ط، دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دكن)

واخرج الترمذى عن واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ قال: قدم انس بن مالک فأتيته فقال: من انت؟ أنا واقد بن عمرو، قال: فبكى وقال: انک لشبيه بسعد، وان سعداً كان من اعظم الناس واطول، وانه بعث الى النبىﷺ جبة من ديباج منسوج فيها الذهب، فلبسها رسول اللّٰهﷺ فصعد المنبر فقام أو قعد، فجعل الناس يلمسونها، فقالوا: ما رأينا ثوباً قط، فقال: أتعجبون من هٰذا؟ لمناديل سعد فى خير مما ترون. قال ابو عيسٰى: هٰذا حديث حسن صحيح. وفى تحفة تحت هٰذا الحديث: (فلبسها رسول اللّٰهﷺ) كان هٰذا قبل النهى عن الحرير كما فى رواية احمد المذكورة. (تحفة الأحوذى، كتاب اللباس،=

پر عمل کرنا حنفی کو نہیں چاہیے۔ البتہ اگر محقق عالم ہے اور استحباب اس فعل کا جزم مثل قول امام شافعیؒ کے ہو تو اگر کر لیوے تو کچھ مضائقہ نہیں مگر اتباع حدیث کے لئے بہت سے امور ہیں۔ اس فعل مشتبہ کے کرنے میں کیا بڑا ثواب امید کیا جاتا ہے۔ جو انجام اس کا فساد ہو اور بفعل مستحب ترک واجبات کرنا پڑے اور تواتر سے اس کا ثبوت اولاً محل کلام ہے ثانیاً متواتر فعل بھی منسوخ ہو جاتا ہے۔ نفس تواتر سے جواز عمل نہیں ہو جاتا۔ بہر حال صحابہ میں یہ مسئلہ مختلف ہو چکا ہے۔ عدم رفع بھی بہت سے صحابہ کا مذہب ہے (۲۷) لہٰذا غیر رفع بھی متبع حدیث وصحابہ کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=ج: ۵، ص: ۳۸۸، ۳۸۹، رقم: ۱۷۷۷، ط، دار الكفر)

وأخرج ابوداؤد عن عبدالله بن زرير يعنى الغافقى، انه سمع على بن أبى طالب يقول: ان نبى اللهﷺ أخذ حريراً فجعله فى يمينه، وأخذ ذهباً فجعله فى شماله، ثم قال: ان هٰذين حرام على ذكور امتى. (سنن ابى داؤد، كتاب اللباس، باب فى الحرير للنساء، ص: ۵۷۲، رقم: ۴۰۵۷، ط، دار السلام رياض)

(۲۷):وفى البدائع: روى عن ابن عباس رضى الله عنهما أنه قال: العشرة الذين شهد لهم رسول اللهﷺ بالجنة ماكانوا يرفعون أيديهم الا فى افتتاح الصلاة، وكذا فى العينى عن البدائع، وبه قال غير واحد من الصحابة والتابعين كما فى الترمذى. (اوجز المسالک الى موطأ مالک، كتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة، ج: ۲، ص: ۸۳، ط، دار القلم دمشق)

وعن علقمة قال: قال عبدالله بن مسعود رضى الله عنه الا اصلى بكم صلوة رسول اللهﷺ فصلى فلم يرفع يديه الا فى اول مرة رواه الثلاثة وهو حديث صحيح. (آثار السنن، كتاب الصلاة، باب ترک رفع اليدين فى غير الافتتاح، ص: ۱۳۲، ۱۳۳، رقم: ۴۰۲، ط، مكتبه امداديه ملتان)

وقال ابن أبى شيبة حدثنا أبو بكر قال: نا وكيع عن ابن أبى ليلى عن الحكم،=

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا

﴿سوال﴾ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ اگر قرأۃ کی نیت سے پڑھ لیوے گا تو کیا گناہ گار ہوگا؟

﴿جواب﴾ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بہ نیت قرأۃ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ منع فرماتے ہیں۔ بطور دعا مضائقہ نہیں (۲۸) اگر قرأۃ کی نیت سے پڑھ لیوے گا تو گنہگار بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ محدثین اور شافعی صاحب رحمہم اللہ کے نزدیک سنت ہے (۲۹) لہٰذا گنہگار بھی نہ ہوگا۔

=وعيسى عن عبدالرحمٰن بن أبى ليلى عن البراء بن عازب: أن النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلاة رفع يديه، ثم لايرفعهما حتى يفرغ. (المصنف لابن أبى شيبة، كتاب الصلاة، من كان يرفع يديه فى أول تكبيرة ثم لايعود، ج: ٢، ص: ٦٤، رقم: ٢٤٥٢، ط، مكتبة الرشد رياض)

(٢٨): فى التاتار خانية: وفى فتاوى سمرقند: من قرأ فى صلاة الجنازة بفاتحة الكتاب ان قرأ بنية الدعاء فلابأس، وان قرأ بنية القراءة لايجوز أن يقرأ، لأن صلاة الجنازة محل الدعاء وليس بمحل القراءة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل والثلاثون فى الجنائز، القسم الثانى فى كيفية الصلاة على الميت، ج: ٣، ص: ٤٧، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

وفى المحيط والتجنيس: ولو قرأ الفاتحة فيها بنية الدعاء فلابأس به وان قرأها بنية القراءة لايجوز لأنها محل الدعاء دون القراءة اهـ. (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، ج: ٢، ص: ٣٢١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲۹): صحیح یہ ہے کہ نماز جنازۃ میں قرأت فاتحہ شوافع حضرات کے نزدیک أرکان صلاۃ میں سے ہے۔

قال العلامة شهاب الدين احمد بن محمد القسطلانى الشافعى رحمه الله تعالىٰ:=

جمعہ کی سنتیں کتنی ہیں

﴿سوال﴾ بعد جمعہ کے سنت چار رکعت پڑھنی چاہیے یا چھ رکعات؟

﴿جواب﴾ بعد جمعہ کے چار رکعت سنت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہیں اور امام ابو

=(باب) مشروعية (قراء ة فاتحة الكتاب) فى الصلاة (على الجنازة) وهى من أركانها لعموم حديث لاصلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب وبه قال الشافعى وأحمد.الخ. (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب استحباب قراء ة فاتحة الكتاب على الجنازة، ج: ۲، ص: ۴۳۲، ط، مكتبة الكبرى الاميرية مصر)

وقال العلامة النووى رحمه الله تعالىٰ: فأركانها سبعة: الخامس: قراء ة الفاتحة بعد التكبيرة الأولى، فظاهر كلام الغزالى، أنه ينبغى أن تكون الفاتحة عقب الأولى متقدمة على الثانية، لكن حلى الرويانى وغيره عن نصه: أنه لو أخر قراء تها الى التكبيرة الثانية، جاز. (روضة الطالبين وعمدة المفتين، كتاب الجنائز، فصل فى كيفة الصلاة، ج: ۲،ص: ۱۲۵، ط، المكتب الاسلامى بيروت لبنان)

وقال العلامة المحدث الكبير محمد انور الكشميرى نور الله مرقده: لايجب الفاتحة فى صلاة الجنازة، وعند مالک وأبى حنيفة ولو قرأها فلا بأس، وقال الشافعى: ان قراء ة الفاتحة فريضة. (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى القراء ة على الجنازة بفاتحة الكتاب، ج: ۲، ص: ۳۲۸، ط، دار احياء التراث العربى بيروت لبنان/ وكذا فى النجم الوهاج فى شرح المنهاج، كتاب الجنائز، فصل فى الصلاة على الميت، ج: ۳، ص: ۴۴، ۴۵، ط، دار المنهاج المملكة السعودية/ و البيان فى مذهب الشافعى، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الميت، ج: ۳، ص: ٦٦، ط، دار المنهاج المملكة السعودية/وامام الكلام فى مايتعلق بالقراة خلف الامام،الخاتمة فى=

یوسف نے چھ رکعت فرمائیں اول چار رکعت پھر دو جس پر عمل کرے درست ہے(۳۰)۔

اعتکاف کتنے دن کا کرنا چاہیے

﴿سوال﴾ اعتکاف اگر پورے دس روز کا نہیں کیا تو ادائے سنت ہوئی یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ اعتکاف مسنون تو پورے دس رات دس دن کا ہوتا یا نو روز کا اگر چاند ۲۹ دن کا ہو اور اگر خیال ادائے سنت کا نہیں تو جس قدر چاہیے کرلیوے(۳۱)۔ فقط والسلام۔

=قرأة الفاتحة فى صلاة الجنازة، ص: ۲۷۰، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۳۰): عن أبى هريرة قال: قال رسول اللهﷺ: اذا صلى احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا. وفى فتح الملهم تحت هٰذا الحديث: قال ابن الملك: وهٰذا يدل على كون السنة بعدها أربع ركعات، وعلى الشافعى فى قول. وهو قول أبى حنيفة ومحمد، وعن أبى يوسف: أن السنة بعدها ست، جمعا بين الحديثين، أو لما روى عن على: أنه قال: من كان مصليا بعد الجمعة فليصل ستاً. وهو مختار الطحاوى. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، ج: ۵، ص: ۳۶۶، ۳۶۷، ط، دار أحيا التراث العربى بيروت لبنان)

وقبل الظهر والجمعة وبعدها أربع كذا فى المتون. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع فى النوافل، ج: ۱، ص: ۱۱۲)

وعند ابى يوسف السنة بعد الجمعة ست ركعات وهو مروى عن على رضى الله عنه والافضل ان يصلى اربعا ثم ركعتين للخروج عن الخلاف. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، كتاب الصلاة، باب صلاة النوافل، ص: ۳۸۹)

(۳۱): وينقسم الى واجب وهو المنذور تنجيزاً أو تعليقاً والى سنة مؤكدة وهو فى العشر الاخير من رمضان والى مستحب وهو ماسواهما هكذا فى فتح القدير.=

قرأت اور تجوید کا بیان

علم تجوید کا سیکھنا کیسا ہے

﴿سوال﴾ علم تجوید فرض عین ہے یا کفایہ اور کہاں تک مستحب ہے؟

﴿جواب﴾ علم تجوید جس سے کہ تصحیح حروف کی ہو جاوے کہ جس سے معانی قرآن شریف کے نہ بگڑیں یہ فرض عین ہے۔ مگر عاجز معذور ہے اور اس سے زیادہ علم قرأۃ و تجوید فرض کفایہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=(الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج: ۱، ص: ۲۱۱)

(وکذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج: ۳، ص: ۴۳۰، ۴۳۱، دار عالم الکتب ریاض)

(۱):عن عبیدة الملیکی، وکانت له صحبة، قال: قال رسول اللهﷺ: یا أهل القرآن لاتتوسدوا القرآن، واتلوه حق تلاوته.الخ. وفی المرقات تحت هٰذا الحدیث: قال ابن حجر: فیه دلالة علی أن کل ما أجمع القراء علی اعتباره من مخرج ومد وغیرهما وجب تعلمه وحرم مخالفته. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الفضائل القرآن، باب آداب التلاوة ودروس القرآن، الفصل الثالث، ج: ۵، ص:۸۷، رقم: ۲۲۱۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

فی اعلاء السنن: وقال ابن الجزری فی مقدمته:

والأخذ بالتجوید حتم لازم — من لم یجود القرآن آثم

لأنه به الاله أنزلا — وهکذا منه الینا وصلا

قلت: وقد صرح بوجوب التجوید وتصحیح الحروف فقهاؤنا الحنفیة ایضاً. الخ. (اعلاء السنن، کتاب الصلاة،باب ماجاء فی وجوب تجوید القرآن،ومعرفة أوقافه،=

قرآن شریف کس لہجہ میں پڑھیں

﴿سوال﴾ مصری لہجہ میں قرآن شریف پڑھنا کیسا ہے ورا گر امام مصری لہجہ میں نماز ادا کرے تو نماز میں کوئی نقصان تو نہ ہوگا؟ فقط۔

﴿جواب﴾ لہجہ قرآن شریف کوئی نوع نہیں کسی لہجہ میں پڑھو۔ مگر ادائے حروف میں کمی بیشی نہ ہو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=وما يناسبه، ج: ۴، ص: ۱۶۲، ۱۶۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

وفى الشامية: قال العلامى فى فصوله: من فرائض الاسلام تعلم مايحتاج اليه العبد فى اقامة دينه واخلاص عمله للّٰه تعالىٰ ومعاشرة عباده. وفرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل و الصلاة والصوم، وعلم الزكاة لمن له نصاب، والحج لمن وجب عليه، والبيوع على التجار ليحترزوا عن الشبهات و المكروهات فى سائر المعاملات،وكذا أهل الحرف، وكل من أشتغل بشئ يفرض عليه علمه و حكمه ليمتنع عن الحرام فيه.(ردالمحتار المقدمة، ج: ۱، ص: ۱۲۵،۱۲۶، ط،دار عالم الكتب، رياض)

(۲):عن يعلى بن مملک: انه سأل ام سلمة زوج النبى ﷺ عن قراء ة النبى ﷺ وصلاته، فقالت: وما لكم وصلاته؟ وكان يصلى ثم ينام قدر ما صلى، ثم يصلى قدر ما نام، ثم ينام قدر ما صلى حتى يصبح، ثم نعتت قراء ته، فاذا هى تنعت قراء ة مفسرة حرفاً حرفاً. وفى التحفة تحت هٰذا الحديث: (قراء ة مفسرة) أى مبينة (حرفاً حرفاً) أى كان يقرأ بحيث يمكن عد حروف ما يقرأ والمراد حسن الترتيل والتلاوة على نعت التجويد. (تحفة الاحوذى بشرح جامع الترمذى، أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء كيف كانت قراء ة النبى ﷺ، ج: ۸، ص: ۲۴۰، ۲۴۱، ط، دار الفكر)

عیدین وجمعہ کی نماز میں مخصوص سورتیں پڑھنا

﴿سوال﴾ زید امام جامع مسجد ہے اور عیدین کی نماز بھی پڑھاتا ہے اور ہمیشہ زید معمول سبح اسم اور ھل اتیٰ پڑھنے کا کرتا ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے کہ کیا سوائے ان سورتوں کے اور تم کو یاد نہیں یا یہ خود ہی مخصوص ہیں تو وہ کہتا ہے کہ حدیث میں ان کا پڑھنا ثابت ہے اور اسی وجہ سے میں پڑھتا ہوں۔لہٰذا ایسا معمول کر لینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ایسا معمول کر لینا درست ہے۔لیکن اصرار نہ کرے کبھی اس کے خلاف بھی پڑھ لیا کرے (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۳):وفی التحفة وغیرها یقرأ فیهما قدر ما یقرأ فی الظهر لانهما بدل منه وان قرأ بسورة الجمعة واذا جاءک المنافقون أو بسبح اسم ربک و هل اتاک حدیث الغاشیة تبرکاً بالمأثور عنه علیه الصلاة والسلام علی ما مر فی صفة الصلاة کان حسنا لکن یترکه احیانا لئلا یتوهم العامة وجوبه. (حلبی کبیر، فصل فی صلاة الجمعة، ص: ۵۶۱)

وفی الأوجز:قلت: هٰذا هو المشهور علی الألسن: أن الحنفیة لم یقولوا بندب ما ورد فی ذلک، وهٰذا النقل لیس بصحیح، بل کتبهم مصرحة بندب ذلک، نعم أنکروا الاستمرار علیه، قال فی البدائع وتبعه صاحب البحر: ینبغی للامام أن یقرأ فی کل رکعة بفاتحة الکتاب وسورة، مقدار ما یقرأ فی صلاة الظهر، ولو قرأ فی الأولی بسورة الجمعة، وفی الثانیة بسورة المنافقون، أو فی الأولی بسبح اسم ربک الاعلیٰ، وفی الثانیة بسورة هل أتاک، فحسن، تبرکاً بفعله علیه السلام، ولکن لایواظب علی قراء تها، بل یقرأ غیرها فی بعض الأوقات، کیلا یؤدی الی هجر الباقی، ولایظنه العامة حتما، اهـ.

وکذا صرح به ابن عابدین فی ردالمحتار، وابن الهمام فی الفتح، وغیرهم، من فقهاء الحنفیة. (أوجز المسالک الی مؤطا مالک، کتاب الجمعة، باب القراء ة فی=

تہجد میں قراءت کیسے پڑھیں

﴿سوال﴾ زید تہجد کی نماز کبھی بارہ رکعت کبھی آٹھ رکعت کبھی چار رکعت ادا کرتا ہے۔ مگر اس صورت سے کہ کبھی بارہ میں چار رکعت قرأۃ جہر کے ساتھ ادا کرتا ہے اور کبھی چھ یا دو جہر کے ساتھ قرأۃ پڑھتا ہے اور باقی خفیہ بکر کا قول ہے کہ ایسے نہیں چاہیے یا تو جس قدر نماز تہجد کی پڑھو سب جہر کے ساتھ پڑھو یا سب اخفاء کے ساتھ پڑھو۔ اس صورت میں زید کا قول معتبر ہے یا بکر کا؟

﴿جواب﴾ زید کا نماز تہجد میں جہر کرنا اور خفیہ سب طرح درست ہے (۴)۔ بکر کا خیال درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=صلاة الجمعة والاحتباء، ومن تركها من غير عذر، ج: ۲، ص: ۴۸۹، ۴۹۰، ط، دار القلم دمشق)

(وكذا في اعلاء السنن، كتاب الجمعة، باب القراءة في صلاة الجمعة، ج: ۸، ۸۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

(۴): في ملتقى الأبحر: وخير المنفرد في نفل الليل.

وفي مجمع الانهر تحته: (وخير المنفرد) بين الجهر والأخفاء (في نفل الليل) لأن النوافل اتباع الفرائض لكونها مكملات لها فيخير فيها كما يخير في الفرائض.الخ. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الابحر، كتاب الصلاة، ج: ۱ ،ص: ۱۵۵، ۱۵۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي التاتارخانية: وأما نوافل الليل فلابأس بالجهر فيها، لكن الأفضل أن يكون بين الجهر والاخفاء. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة وواجباتها وسننها وآدابها، فصل في القراءة، ج: ۲، ص: ۶۱، ط، مكتبة زكريا)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، فرع في تكبيرة الافتتاح أو ما يقوم مقامها، ج: ۱، ص: ۳۰۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

بسم اللہ کوتمام قرآن مجید میں کہاں پڑھے

﴿سوال﴾ بسم اللہ شریف کوختم قرآن شریف میں سورہ نمل کے سوا کے جو جزوقرآن ہے اس کو سورۂ اخلاص ہی پر پڑھنا چاہیے یا اور کسی سورۃ پر بھی پڑھنا بلا تخصیص درست ہے؟

﴿جواب﴾ بسم اللہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک قرآن کی آیت ہے اور کسی سورۃ کا جزو نہیں اس کو ایک بار خواہ کہیں پڑھ دیوے درست ہے خصوصیت قل ھواللہ کی نہیں جہاں چاہے پڑھ دیوے(۵)۔ البتہ یہ عقیدہ کرنا کہ سوائے قل ھواللہ کے اور کسی سورت پر درست نہیں بدعت ہوگا(٦)۔ ورنہ کچھ حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۵):قال الامام المحدث الفقيه الشيخ محمد عبد الحى اللكنوى الهندي رحمه اللّٰه تعالىٰ: قد صرحوا أن ختم القرآن بجميع أجزء ه فى التراويح مرة سنة مؤكدة، حتى لو ترك آية منه لم يخرج عن العهدة، وقد ثبت أن البسملة أيضاً آية منه على الأصح، فيستخرج منه أنه لو قرأ تمام القرآن فى التراويح، ولم يقرأ البسملة فى ابتداء سورة من السور سوى مافى سورة النمل، لم يخرج عن عهدة السنية، ولو قرأ ها الامام سرا خرج عن العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة، وبه أفتيت حين سئلت فى سنة أربع وثمانين بعد الألف والمائتين من الهجرة عن هذه المسألة. وقد أفتى به أبى و أستاذى نور اللّٰه مرقده مرات وكرات، وصرح به فى قمر الأقمار لنور الأنوار.(احكام القنطرة فى احكام البسملة،الباب الثانى فى نبذ من أحكام البسملة، ص: ١٧،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى)

(٦):فى المرقات: من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول،=

ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا

﴿سوال﴾ پانی پتی کے قاری تراویح میں شروع ہر سورت پر بسم اللہ جہر سے پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو کس امام کے نزدیک؟

﴿جواب﴾ بسم اللہ جہر سے پڑھنا مذہب حنفیہ کا نہیں ہے(۷)۔ مگر چونکہ یہ امر قرأت تعارف ہند کے موافق ہے اس لئے ان پر اعتراض نامناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

وفی الاعتصام: ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

(۷): قال الامام المحدث الفقیه الشیخ محمد عبد الحی اللکنوی الهندي رحمه الله تعالیٰ: اختلفوا فی قراء ة البسملة فی الصلاة عند الشروع فی القراء ة.....ثم مع قراء تها اختلفوا فی الجهر ایضاً علی ثلاثة اقوال:.....والثالث: أنه یسن السر، ویکره الجهر، وهو قول أصحابنا رحمهم الله تعالیٰ، وقال الاتقانی فی التبیین شرح منتخب حسام الدین: عندنا لایجهر، وعند الشافعی یجهر، وقد أدرک أبو حنیفة أنساً وغیره من الصحابة، والحال فی أمور الدین أشهر وأظهر للصحابة والتابعین من غیرهم، وماروی أنه علیه الصلاة والسلام جهر فقد طعن فیه ائمة الحدیث، لأن ندوة الحدیث وعدم شهرته فیما فیه ابتلاء دلیل الافتراء والنسخ، فلایسمع، وقد قال ابراهیم النخعی: الجهر بالتسمیة بدعة، وهو ممن أدرک أکابر. انتهیٰ. (احکام القنطرة فی أحکام البسملة، الباب الثانی فی نبذ من أحکام البسملة، ص: ۳۹، ۴۰، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا

﴿سوال﴾ ایک شخص نماز تراویح یا اور کوئی نماز لوگوں کو پڑھاتا ہے اور ہر رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھتا ہے اور ہر سورت کے اول میں بسم اللہ بھی جہر سے کہتا ہے تو ہر سورت کے ساتھ نماز میں بسم اللہ کا ملانا جائز ہے یا نہیں؟ اور نماز جہری میں بسم اللہ آواز سے پڑھنا افضل ہے یا آہستہ پڑھنا فضیلت رکھتا ہے اور اکثر حافظوں کا یہ دستور ہے کہ نماز تراویح میں کسی سورۃ کے اول تمام قرآن میں بسم اللہ نہیں پڑھتے۔ صرف سورۂ اخلاص کے اول بسم اللہ پڑھتے ہیں سو یہ فعل ان کا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اگر ہر سورت کے اول نماز تراویح میں بسم اللہ نہ پڑھی جاوے تو کچھ حرج ہے یا نہیں؟ بسم اللہ کے نہ پڑھنے سے قرآن کی قرأۃ کامل ہوگی یا ناقص رہے گی؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ مذہب حنفیہ میں بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا سنت ہے اور جہر سے پڑھنا ترک اولیٰ ہے اور تراویح میں جو قرآن کا ختم ہوتا ہے اس میں بھی مذہب حنفیہ کے موافق یہی حکم ہے مگر حفص قاری جن کی قرأۃ اب ہم لوگوں میں شائع ہے ان کے نزدیک بسم اللہ جزو ہر سورت کا ہے اور جہر سے پڑھنا ان کے نزدیک ضرور ہے پس اگر اقتداء سے ان کے کوئی ہر سورت پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو مضائقہ نہیں جیسا بعض قراء کا دستور ہے تو اس حالت میں قرآن کامل ہونا حفص کے نزدیک جہر بسم اللہ پر موقوف ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک دفعہ کہیں جہر سے بسم اللہ پڑھنا کافی ہے بہرحال دونوں طرح درست ہے۔ ایسے امور میں خلاف ونزاع مناسب نہیں کہ سب مذاہب صحیح ہیں (۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱ھ۔

(۸): قال الامام المحدث الفقيه الشيخ محمد عبد الحى اللكنوى الهندي رحمه الله تعالىٰ: قد صرحوا أن ختم القرآن بجميع أجزء ه فى التراويح مرة سنة مؤكدة، حتى لو ترك آية منه لم يخرج عن العهدة، وقد ثبت أن البسملة أيضاً آية منه على الأصح، فيستخرج منه أنه لو قرأ تمام القرآن فى التراويح، ولم يقرأ البسملة فى ابتداء سورة من السور سوى مافى سورة النمل، لم يخرج عن عهدة السنية، ولو قرأ ها الامام=

یہ قول ٹھیک ہے اور لاریب احادیث سے بھی دونوں باتیں ثابت ہیں یعنی بسم اللہ کا پڑھنا نماز میں جہراً بھی آیا ہے اور سراً بھی ہاں اتنی بات ہے کہ بسم اللہ کا جہراً پڑھنا متروک ہورہا ہے تو یہ سنت مردہ کے حکم میں ہے پس اس کو رواج دینے میں امید ہے کہ سوشہیدوں کا ثواب ملے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ اکثر بسم اللہ کو جہر کے ساتھ نماز میں پڑھا کریں خواہ وہ فرض نمازیں ہوں جن میں قرأت جہر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ جیسے فجر، عشاء، مغرب، خواہ تراویح کی نماز ہو(۹)۔حمید اللہ مقیم مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ۔

=سرا خرج عن العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة، وبه أفتيت حين سئلت فى سنة أربع وثمانين بعد الألف والمائتين من الهجرة عن هذه المسألة. وقد أفتى به أبى و أستاذى نور اللّٰه مرقده مرات وكرات، وصرح به فى قمر الأقمار لنور الأنوار.(احكام القنطرة فى احكام البسملة،الباب الثانى فى نبذ من أحكام البسملة، ص: ١٧،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى)

(۹): نماز میں جہراً تسمیہ پڑھنے کے بارے جو احادیث منقول ہیں علماء محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ روایات یا تو ضعیف ہیں یا موضوع۔ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ تسمیہ کا جہراً پڑھنا بدعت ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک نماز میں جہراً تسمیہ کا پڑھنا مکروہ ہے، البتہ نماز میں سورۃ فاتحہ سے قبل تسمیہ کا سراً پڑھنا حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت عبداللہ بن المغفلؓ، امام حاکمؒ، امام حسن بن ابی الحسنؒ، امام شعبیؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام قتادہؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، امام اعمشؒ، امام زھریؒ، امام مجاہدؒ، امام حمادؒ، امام ابن عبیدؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاقؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

قال الامام المحدث الفقيه الشيخ محمد عبد الحى اللكنوى الهندي رحمه اللّٰه تعالىٰ: اختلفوا فى قراءة البسملة فى الصلاة عند الشروع فى القراءة.....ثم مع قراءتها اختلفوا فى الجهر ايضاً على ثلاثة اقوال:.....والثالث: أنه يسن السر، ويكره الجهر، وهو قول أصحابنا رحمهم اللّٰه تعالىٰ، وقال الاتقانى فى التبيين شرح منتخب حسام=

دل میں قرأت ادا کرنا

﴿سوال﴾قرأت نماز میں بجائے زبان کے دل سے پڑھ لےتو نماز درست ہوگی یا نہیں اور

=الدين: عندنا لايجهر، وعند الشافعي يجهر، وقد أدرک أبو حنيفة أنساً وغيره من الصحابة، والحال فى أمور الدين أشهر وأظهر للصحابة والتابعين من غيرهم، وماروى أنه عليه الصلاة والسلام جهر فقد طعن فيه ائمة الحديث، لأن ندوة الحديث وعدم شهرته فيما فيه ابتلاء دليل الافتراء والنسخ، فلايسمع، وقد قال ابراهيم النخعي: الجهر بالتسمية بدعة، وهو ممن أدرک أکابر. انتهٰى. (احكام القنطرة فى أحكام البسملة، الباب الثانى فى نبذ من أحكام البسملة، ص: ۳۹، ۴۰، ط، ادارة القرآن والعلوم السلامية كراتشى)

وقال ايضاً: وقد سلک أصحابنا ومن تبعهم فى الاخفاء فى الجواب عن أدلة الجهر مسالک، فمنهم من سلک مسلک الترجيح، وقالوا: أحاديث السر مقدمة على أحاديث الجهر بوجوه: أحدها: أنه ليس حديث الجهر الذى يدل عليه صريحا فى الصحاح الستة، وأحاديث السر مروية فيه، وهٰذا كاف فى تضعيف أحاديث الجهر، فالبخارى مع شدة تعصبه وفرط تحمله على مذهب أبى حنيفة لم يودع فى صحيحه منها حديثاً، وكذلک مسلم، فانهما لم يذكرا فى هٰذا الباب الا حديث أنس الدال على الاخفاء، ومسألة الجهر بالبسملة من أعلام المسائل، ومعضلات الفقه وأكثرها دوراناً فى المناظرة، والبخارى كثير التتبع مما يرد على أبى حنيفة بمخالفة السنة، فيذكر الحديث، ثم يعرض بذكره، ويقول: قال رسول اللهﷺ: كذا وكذا، وقال بعض الناس كذا، فيشير ببعض الناس اليه، ويشنع به عليه، وكيف يخلى كتابه من أحاديث الباب، وقصد الرد على أبى حنيفة فى قوله: ان الأعمال ليست من الايمان مع غموض ذلک كثير من=

=الفقهاء، ومسألة الجهر مما تدور فيه الآراء.

ولو حلف أحد أن البخارى لو اطلع على حديث من أحاديث الجهر موافق لشرطه، أو قريباً منه لم يخل منه كتابه، وكذلك مسلم لصدق. ومع عزل النظر عن ذلك نقول: هٰذا أبو داؤد والترمذى وابن ماجة مع اشتمال كتبهم على الأسانيد السقيمة والأحاديث الضعيفة لم يخرجوا منها شيئاً، فلولا أنهم علموا ضعفها لما كان كذلك، كذا فى نصب الراية فى تخريج أحاديث الهداية، وفتح القدير وغيرهما.

وثانيهما: ما فى نصب الراية والبناية وغيرهما من أنه لم يخرج أحاديث الجهر أحد من أصحاب المسانيد المعتبرة.... وأما الدارقطنى فكتابه مملوء من الأحاديث الضعيفة والغريبة والشاذة والمعللة، وحكى أنه لما دخل مصر سأل بعض أهلها تصنيف شىء فى الجهر بالبسملة، فصنف فيه جزءً، فأتاه بعض المالكية فأقسم عليه أن يخبره بالصحيح من ذلك، فقال: كل ما روى عن النبىﷺ فى الجهر فليس بصحيح.....و قال بعض الحفاظ: انما كثر الكذب فى أحاديث الجهر على رسول اللهﷺ وأصحابه لأن الشيعة ترى الجهر، وهم أكذب الطوائف، فوضعوا فى ذلك أحاديث، ولذلك ترى غالب أحاديثه مسندة من أهل التشيع، وبالجملة فلا عبرة لمخرجى أحاديث الجهر ورواتها خصوصاً فى مقابلة أصحابه الصحاح.

وثالثها: أن رواة أحاديث الجهر ضعفاء، ولم يوجد حديث منها لايكون فيه ضعف، كما بسطه الزيلعى ناقلا عن العلامة ابن عبدالهادى والحازمى وغيرهما، فكيف تعادل أحاديث السر التى رواتها من رواة الصحاح. (احكام القنطرة فى أحكام البسملة، الباب الثانى فى نبذ من أحكام البسملة، ص: ۵۳، ۵۴، ۵۵، ط، ادارة القرآن)

وفى غنية المستملى: وعنه صليت خلف النبىﷺ ابى بكر وعمر فكلهم=

﴿جواب﴾ اگر زبان سے کوئی لفظ نہ نکلا نہ آہستہ نہ پکار کر تو نہ فرض قرأت ادا ہوا نہ سنت تسبیحات (درمختار میں ہے)(۱۰)۔

=يخفون بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم وفى لفظ ان رسول اللّٰه ﷺ كان يسر ببسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم وابابكر وعمر وروى الطبرانى ثنا محمد بن ابى السرى ثنا معتمر بن سليمان عن ابيه عن الحسن عن انس ان رسول اللّٰه ﷺ كان يسر ببسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم وابابكر وعمر وعثمان وعليا. انتهٰى. وهو مذهب الثورى وابن مبارك وقال ابن عبدالبر وابن المنذر هو قول ابن مسعود وابن زبير وعماربن ياسر وعبداللّٰه بن المغفل والحاكم والحسن بن ابى الحسن والشعبى والنخعى والاوزاعى وعبداللّٰه بن المبارك وقتادة وعمر بن عبدالعزيز والاعمش والزهرى ومجاهد وحماد و ابن عبيد واحمد واسحاق رحمهم اللّٰه. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، صفة الصلاة، ص: ۳۰۸)

(وكذا فى البناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۰): فى الدرالمختار: وأدنى المخافتة اسماع نفسه. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۵۲، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى ملتقى الأبحر: وأدنى المخافتة اسماع نفسه فى الصحيح.

وفى مجمع الأنهر تحته: (وأدنى المخافتة اسماع نفسه) فقط. وهو قول الهندوانى: عليه أكثر المشايخ (فى الصحيح) احتراز عما قيل: أن أدنى الجهر اسماع نفسه، وأدنى المخافتة تصحيح الحروف، وهو قول الكرخى: وصححه فى البدائع وقال: هو الأقيس وفى قوله: أدنى اشارة الى أن هٰذا القول غير ساقط عن حيز الاعتبار أصلاً لأنه يشعر بأن أعلى المخافتة تصحيح الحروف كما فى القهستانى. (مجمع الأنهر، كتاب=

حرف ضاد ادا کرنے کا طریقہ

﴿سوال﴾ یہاں پر ایک شخص قاری محمد تقی صاحب شاگرد قاری نجیب اللہ صاحب پانی پتی ہیں اور قاری صاحب نہایت مستند قاری ہیں عرصہ دو سال کا ہو جاوے گا کہ میں بھی ان سے قرأت سیکھتا ہوں (اور حکیم مولوی محمد صدیق صاحب نابینا مرادآبادی نے بھی کچھ روز ان سے قرأت سیکھی تھی) تو میرے پڑھنے کی وہ اکثر تعریف کیا کرتے ہیں اور حروف تو ادا ہوتے ہیں مگر حرف ضاد کو فرمایا کرتے ہیں کہ یہ حرف کبھی مخرج ظاء سے ادا کرتے ہو اور کبھی مخرج ضاد سے بھی نکلتا ہے مگر قرأت بالجہر میں عمداً ایسا نہیں کرتا ہوں بلکہ مجبوری زبان خاص مخرج پر نہیں پہنچتی اور اگر کبھی نماز پڑھتا ہوں تو مجھ کو بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بعض مرتبہ زبان خاص مخرج پر نہیں پہنچتی کبھی وہاں جا کر لوٹ آتی ہے پہلے اس کے کہ حرف پورا ادا ہو تو جو ہی نکل جاوے وہ ہی رہنے دیتا ہوں یہ نہیں کہ پھر اس لفظ کو دوبارہ لوٹوں۔ لہٰذا حضور تحریر فرماویں کہ جو ایک مرتبہ ادا ہو وہی کافی ہے یا اعادہ ان الفاظ کا کیا کروں۔ عالموں سے کہا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ مخرج سے ہم ادا نہیں کرتے مگر دال وضاد فرق کرتے ہیں۔ یہ مخرج علیحدہ بنا رکھا ہے میرے نزدیک دال کے آگے واؤ لگا کر اس کو مضخم کر دیا باوجودیکہ دال کی صنعت تفخیم کی نہیں ہے اور حضور خاص مخرج ضاد سے کسی طرح یہ حرف مشابہ دال نہیں نکل سکتا۔ لہٰذا گذارش ہے کہ یہ لوگ معذور بھی نہیں ہیں اور قرأت کا مخرج حروف کی جانب ان کا خیال ہی نہیں تو ایسے شخصوں کے پیچھے ہوگی یا نہیں اور میری نماز یا قاری کامل کی نماز ایسے شخصوں کے پیچھے ہو جاوے گی یا نہیں یا ترک جماعت کی جاوے اور اعادہ نماز ہر وقت کا نہایت مشکل ہے کیونکہ عام طور سے مشابہ بالدال ہی پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دال نہیں پڑھی بلکہ ایک مخرج علیحدہ ادا کیا ہے دیگر حروف کا فرق کرنا اس سے آسان ہے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پارۂ عم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حرف تو جدا ہے۔ مگر مشابہ بالدال سے مشابہ بالظاء پڑھنا اچھا

=الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ١، ص: ١٥٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في النهر الفائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ١، ص: ٢٢٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ہے کیونکہ ضاد وظاء اکثر صفات میں یکساں ہیں اور قریب المخرج بھی ہیں اور دال بعید المخرج بھی ہے اور مضخم نہیں لہٰذا حضور فتویٰ تحریر فرماویں۔

﴿جواب﴾ د۔ظ۔ض کے حرف جداگانہ اور مخارج جداگانہ ہونے میں تو شک نہیں ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ قصداً کسی حرف کو دوسرے کے مخارج سے ادا کرنا سخت بے ادبی اور بسا اوقات باعث فساد نماز ہے مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا اور وہ حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں ان کی نماز بھی درست ہے۔اور دال پر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں ہے بلکہ ضاد ہی ہے اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا۔تو جو شخص دال خالص یا ظا خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے تو نماز نہ پڑھیں مگر جو شخص دال پُر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں (۱۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۰):وان ذكر حرفا مكان حرف ولم يغير المعنى بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما أشبه ذلك لم تفسد صلاته وان غير المعنى فان أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل وان كان لايمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشايخ قال أكثرهم لاتفسد صلاته هكذا فى فتاوى قاضيخان. وكثير من المشايخ أفتوا به قال القاضى الامام أبو الحسن والقاضى امام ابو عاصم ان تعمد فسدت وان جرى على لسانه أو كان لايعرف التميز لاتفسد وهو أعدل الاقاويل والمختار هكذا فى الوجيز للكردرى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الخامس فى زلة القارئ، ج: ۱، ص: ۷۹)

(وكذا فى الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، فصل فى القرأة فى القرآن خطأ الخ، ج: ۱، ص: ۱۴۱، ۱۴۳)

(وكذا فى جواهر الفقه،رفع التضاد عن احكام الضاد، ج: ۳، ص: ۳۶، ط، مكتبه دار العلوم كراتشى)

حرف ضاد ادا کرنے کا طریقہ

﴿سوال﴾ چند اشخاص حرف (ض) (دوآد) قرآن شریف میں پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم قرآن شریف میں (دوآد) پڑھتے ہو تو عربی لفظ جو بزبان اردو بولتے ہو تو وضوکو (ودو) کیوں نہیں کہتے اور ضیاء الدین کو (دیاء الدین) کیوں نہیں کہتے یہ بھی عربی لفظ میں تو قرآن شریف میں (نہ دآد) کا پڑھنا صحیح ہے یا (دوآد) پڑھنا چاہئے۔ زیادہ والسلام۔

راقم احقر العباد حمایت اللہ ساکن شمس پور ضلع ایٹہ پرگنہ پٹیائی معرفت جناب عبدالعلیم خان صاحب بھونگامی۔ فقط۔

﴿جواب﴾ اصل حرف ضاد ہے اس کو اصلی مخرج سے ادا کرنا واجب ہے اگر نہ ہو سکے تو بحالت معذوری دال پُر کی صورت سے بھی نماز ہو جاوے گی (۱۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ وتوکل علی العزیز الرحمٰن۔ الجواب صحیح خلیل احمد مدرس اول مدرسہ سہارنپور، الجواب صحیح عنایت اللہ الٰہی عفی عنہ مدرس مدرسہ سہارنپور۔

الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ الٰہی عاقبت محمود گرداں مدرس اول مدرسہ دیوبند، الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند، الجواب صحیح احق الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ دیوبند، الجواب صحیح اشرف علی عفی عنہ، ازگروہ اولیاء اشرف علی ۱۳۰۰ھ۔

---

(۱۱):وان ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات تفسد صلاته عند الكل وان لايمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشايخ فيه قال أكثرهم لاتفسد صلاته. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، فصل فى القرأة فى القرآن خطأ الخ، ج: ١، ص: ١٤١)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الخامس فى زلة القارئ، ج: ١، ص: ٧٩)

قرآن مجید کے مختلف اوقاف کا مسئلہ

﴿سوال﴾ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

ماقولکم رحمکم اللّٰہ قرآن شریف مطبوعہ ہند میں اکثر مقامات پر علامات وقف جیسے ج، ط، ص، ز، صلی، سکتہ، صل وقف لازم، وقف غفران، وقف النبی، وقف جبرئیل، وقف منزل، لا ط ج ض وغیرہ ہیں ان علامات پر حسب قرأت حفاظ ہند وقف کرنا حدیث صحیح متصل السند مرفوع سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور قرأت نبی ﷺ میں کہاں کہاں وقت ہوتا تھا۔

﴿جواب﴾ واللّٰہ الموفق للصواب امابعد! خیر الحدیث کتاب اللّٰہ وخیر الھدی ھدی محمد ﷺ وشر الامور محدثاتھا وکل بدعة ضلالة رواہ مسلم والنسائی وزاد کل ضلالة فی النار. وقف کرنا علامات مذکورہ پر بدعت ہے اور مرتکب بدعت کا آگ میں داخل ہوگا۔ اور محدث ان علامات کا ابطیفور خراسانی سجاوندی ہے کہ اس نے دو کتابیں اس بارہ میں تالیف کی ہیں۔ ایک مدلل کہ اس میں دلائل حسب قواعد عربیت وقیاس ذکر کئے ہیں اور دوسری ملخص اس میں سے مدلل غیر مدلل کسی ایک میں حدیث کا ذکر نہیں تو جاننا چاہئے کہ وقف سنت وہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور ان سے سوائے آیت کے کہیں وقف ثابت نہیں۔ عن ام سلمة انھا ذکرت او کلمھا غیرھا فقالت قرأة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین یقطع قرأة اٰیة اٰیة وفی روایة قرأت الفاتحة کلھا وقطعھا اٰیة اٰیة الی آخرہ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن خزیمه والحاکم والدارقطنی وغیرھم کما فی الاتقان (۱۲). پس معلوم ہوا کہ درمیان آیت کے وقف کرنا بدعت ہے جیسا کہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہوا کہ قرأة رسول اللّٰہ ﷺ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

---

(۱۲):(الاتقان فی علوم القرآن، النوع التاسع عشر: فی عدد سورة وآیاته و کلماته وحروفه، فصل فی عد الآی، الجزء الثانی، ص: ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲)

الحمد للّٰہ رب العالمین. الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین. الخ. تھی۔یعنی قطع فرماتے ہیں آپ قرأۃ اپنی کو آیت آیت مگر وقف اضطرار میں میں کہ جب سانس رک جائے اور آگے چلنے کی طاقت نہ رہے تو درست ہے کہ **لایکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا(۱۳). حررہ راجی الی رحمۃ اللّٰہ العالمین. الی رحمۃ اللّٰہ المعین ابو البرکات محمد عفا عنہ اللّٰہ الصمد حفیظ الدین.**

وقف علامات مذکورہ پر کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے حدیث صحیح سے صرف آیات پر وقف ثابت ہے۔کتبہ محمد بشیر۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح سنت نبویہ سے اور عمل صحابہ سے اور نیز تابعین سے وقف ثابت ہے۔صرف آیات پر پس سو آیت کے وقف کرنا بدعت ہوگا چنانچہ اس کی تحقیق بخوبی رسالہ ازالہ وتحفۃ القرأۃ میں ہوگئی۔ حررہ الحافظ عبداللہ پشاوری۔مہر عبداللہ۔

یہ علامات مذکورہ اوران پر وقف کرنا قرون صحابہ میں اور کسی حدیث صحیح میں ثابت نہیں صرف آیتوں پر وقف کرنا ثابت ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔کتبہ سلامت اللہ عفی عنہ۔الجواب صحیح سید محمد نذیر حسین۔

جواب ہذا حسب قواعد نبویہ صحیح ہے حسبنا اللہ بس۔حفیظ اللہ۔الجواب صحیح سید محمد عبدالسلام۔ بیشک آیات پر وقف کرنا سنت نبویہ ہے خلاف اس کے ثابت نہیں۔کتبہ محمد صدیق۔ابو محمد یعقوب انصاری۔

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً امابعد!اس مجیب اوراس کے مصدقین نے نہایت کم فہمی اور غایت جور علی الائمہ کو کام فرمایا۔سنو کہ روایات قرأت قرآن شریف متواتر ومشہور وشاذ سب کے سب معتبر تمام امت کے نزدیک میں کسی عالم حقانی اور مجتہد کو انکار نہیں کہ سب کا استناد بسند صحیح۔فخر عالم الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہوتا ہے۔اورکوئی قرأت ان میں سے نہ بدعت ہے نہ مخترع اگرچہ اختلاف الفاظ کا ہو یا حرکات سکنات کا یا طرز اداء قرأت کا یا کچھ اوراگر ان سے ایک شخص نے ایک رائے اور ایک طرز کو اپنے استادوں سے سیکھا ہے تو وہ دوسری روایت وقرأت پر کچھ اعتراض نہیں کرتا۔مثلاً سورۂ فاتحہ میں **ملک یوم الدین** اور **مالک یوم**

(۱۳):(سورۃ البقرۃ: ۲۸۶)

الـــديـــن دوقرأت ہیں(۱۴)اوردونوں متواتر مگر مالک پڑھنے والا ملک پڑھنے والے پراور ملک پڑھنے والا مالک پڑھنے والے پراعتراض نہیں کرتا اوراس کوخاطی نہیں جانتا۔ایسا ہی واتـخـذوا مـن مـقـام ابـراهيم مـصـلٰـى (۱۵). میں ایک نے بکسر خاء پڑھا ہے۔بصیغہ امر دوسرے نے بفتح خا بصیغہ ماضی(۱۶) مگر یہ اس پر اعتراض نہیں کرتا اور نہ وہ اس پر بلکہ ہرایک دونوں کوحق اورصحیح جانتا ہے ثابت بالتواتر علی ہذا والیـــــــل اذا یـغـشـی والـنـهار اذا اتجلی وماخلق الذکر والانثیٰ (۱۷) کہ قراء سبعہ وماخلق پڑھتے تھے اورعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اورابوالدرداء رضی اللہ عنہ والذکر والانثی پڑھتے تھے اور ماخلق نہیں پڑھتے تھے کہ ہم نے حضرت ﷺ کی زبان سے یہ لفظ یہاں نہیں سنا(۱۸) مگر ماخلق پڑھنے والوں پر بھی انکارنہیں کرتے تھے۔علیٰ

(۱۴):فـی فـتـح الـبيـان: (مـالک) قـد اخـتـلف الـعـلـمـاء أيـمـا أبلغ ’’ملک‘‘ أو ’’مـالک‘‘ والـقـراء تـان مـرويتـان عـن النبی صلی اللّٰه عليه وآله وسلم وأبی بكر وعمر، ذكـرهما الترمذی، فذهب الی الأول أبو عبيد والمبرد، ورجحه الزمخشری، والی الثانی أبـو حـاتـم والقاضی أبو بكر بن العربی. (فتح البيان فی مقاصد القرآن، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، المكتبة العصرية بيروت)

(۱۵):(سورة البقرة: ۱۲۵)

(۱۶):وقـرأ جـمـهـور الـنـاس: ’’وَاتَّـخِـذُوا‘‘، بـكسر الخاء، على جهة الأمر لأمة مـحـمدﷺ، وقرأ نافع، وابن عامر، ’’وَاتَّخَذُوا‘‘، بفتح الخاء، على جهة الخبر. (جواهر الحسان فی تفسير القرآن، ج: ۱، ص: ۳۱۴، ط، دار احياء التراث العربی بيروت لبنان)

(۱۷):(سورة الليل: ۱/۲/۳)

(۱۸):وقـرأ جـمـهـور الـصحابة ’’وما خلق الذكر‘‘، وقرأ علی بن أبی طالب وابن عبـاس وعبـداللّٰـه بـن مسـعـود وأبـو الـدرداء وسـمعها من النبیﷺ وعلمقة وأصحاب عبـداللّٰه: والذكر والأنثی‘‘ وسقط عندهم. (المحرر الوجيز، ج: ۵، ص: ۴۹۰، ط، دار الكتب بيروت لبنان)

=

ہٰذا دیگر امور میں کہ ان میں اختلاف ہے ہر شخص جس طرح اس نے استادوں سے سنا پڑھتا ہے مگر دوسروں پر اعتراض نہیں کرتا کیونکہ سب کے پاس سند متصل الیٰ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے اور یہ قراء سبعہ زمانہ مشہود لہا بالخیر میں ہیں اور مقبول تمام امۃ حقہ ہیں کہ یا تابعی ہیں یا تبع تابعی اور روایت ان کی صحابہ کرام وتابعین سے ہے(۱۹)۔ پس ایسی حالت اختلاف میں ایک کو سنت اور ایک کو بدعت کہنا کتنا بڑا ظلم ہے معاذ اللہ اسی طریق پر حال اوقاف کا ہے کہ یہ قراء سبعہ معتبرہ اپنے اپنے اساتذہ سے جیسا انہوں نے سنا ہے ویسا ہی پڑھتے ہیں اور ان کے بعد ان کے شاگرد ویسا ہی ادا کرتے چلے آئے تو تقرر اوقاف کا ان طبقات میں ہو چکا

= وروی عن ابن مسعود أنه كان يقرأ: والنهار اذا تجلى. والذكر والأنثى، ويسقط: وما خلق. وفي صحيح مسلم عن علقمة قال: قدمنا الشام، فأتانا أبو الدرداء، فقال: فيكم أحد يقرأ على قراء ة عبدالله؟ فقلت: نعم، أنا. قال: فكيف سمعت عبدالله يقرأ هٰذه الآية: (والليل اذا يغشىٰ)؟ قال: سمعته يقرأ: والليل اذا يغشى. والذكر والأنثى. قال: وأنا والله هكذا سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرؤها، ولكن هؤلاء يريدون أن أقرأ: وما خلق، فلا أتابعهم. (الجامع لاحكام القرآن، ج: ۲۲، ص: ۳۲۱، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

(۱۹):في قمر الاقمار: القراء السبعة: وهم نافع المدني، وابن كثير عبدالله المكي، وأبو عمرو البصري، وابن عامر الدمشقي، عاصم كوفي، وحمزة، والكسائي علي، وهما كوفيان، كذا في الشاطبية. (قمر الاقمار حاشية على نور الانوار، ج: ۱، ص: ۲۳، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشي)

نافع المدني: هو نافع بن عبدالرحمٰن بن أبي نعيم القارئ امام أهل المدينة في القراء ة مولى بني ليث. روى عن فاطمة بنت علي بن أبي طالب، وعبدالرحمٰن بن هزمز الأعرج، ونافع مولى ابن عمر. قال أبو طالب عن أحمد بن حنبل: كان يؤخذ عنه القرآن، قال أبو قرة موسىٰ بن طارق: سمعت نافع بن أبي نعيم يقول: قرأت على سبعين من=

ہے نہ سجاوندی نے وضع کیا۔ نہ کسی دوسرے نے البتہ ان کا تسمیہ اصطلاحاً کہ یہ وقف لازم ہے یہ ط ہے یہ پیچھے ہوا ہے سو اس طرز سے قرأت میں کچھ تفاوت نہیں اور تسمیہ اوقاف میں کچھ حرج لازم نہیں آتا۔ اور جیسا کہ

=التابعين. وروى أبو فراس القرشي عن الأصمعي قال: كنت أجالس نافع بن أبى نعيم، و كان من القراء الفقهاء العباد. توفى سنة وستين ومائة. (انظر: تهذيب الكمال فى أسماء الرجال، ج: ۲۹، ص: ۲۸۱، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان/ وتذهيب تهذيب الكمال فى أسماء الرجال، ج: ۹، ص: ۱۸۴)

ابن كثير عبدالله المكى: هو عبدالله بن كثير ابن عمرو بن عبدالله بن زاذان بن فيروزان بن هرمز الامام العلم مقرىء مكة، وأحد القراء السبعة أبو معبد الكنانى الدارى المكى مولى عمرو ابن علقمة الكنانى. وذكر أبو عمرو الدانى المقرىء انه أخذ القراءة عن عبدالله بن السائب المخزومى صاحب النبى ﷺ. والمعروف انه أخذ القراءة عن مجاهد. عن ابن عيينة قال: كان ابن كثير يبيع العطر قديما، وقال شبل بن عباد: ولد ابن كثير بمكة سنة ۴۸ ومات سنة عشرين ومئة. قال ابن سعد: كان ابن كثير المقرىء ثقة، له أحاديث صالحة، مات سنة اثنتين وعشرين ومئة. (انظر: تهذيب الكمال فى أسماء الرجال، ج: ۱۵، ص: ۴۷۰، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان/ وسير أعلام النبلاء، ج: ۵، ص: ۳۱۸، ۳۱۹، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

أبو عمرو البصرى: هو أبو عمرو بن العلاء ابن عمار بن العريان التميمى ثم المازنى البصرى شيخ القراء والعربية وأمه من بنى حنيفة. اختلف فى اسمه على أقوال: أشهرها زبّان، وقيل العريان. استوفينا من أخباره فى طبقات القراء. وقرأ القرآن على سعيد بن جبير ومجاهد، ويحيٰى بن يعمر، وعكرمة، وابن كثير، وطائفة. قال أبو عبيدة: كان أعلم الناس بالقراءات والعربية. وهو حجة فى القراءة صدوق. ذكر غير واحد أن وفاته كانت فى سنة أربع وخمسين ومئة. وهو ابن ست وثمانين سنة. (انظر: سير أعلام=

حضرت محمد ﷺ کا پڑھنا کمی زیادتی کلمات یا تغیر وتبدل سکنات میں یا تمدید صورت میں مختلف طرح سے ثابت ہوا ہے ایسے ہی اوقاف کا حال ہے کہ آپ کا فقط ایک طرز وقف کا ہو یہ ہرگز ثابت نہیں اسی واسطے یہ قراء سبعہ

=النبلاء، ج: ٦، ص: ٤٠٧، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان/ وتذهيب تقريب التهذيب، ج: ٦، ص: ١٢٩، ط، مكتبة الرشد رياض)

ابن عامر الدمشقي: هو عبدالله بن يزيد بن تميم بن ربيعة اليحصبى المقرىء الدمشقى، كنيته أبو عمران. ولى قضاء دمشق بعد أبى ادريس الخولانى، وقرأ القرآن على المغيرة بن أبى شهاب المخزومى، وقرأ المغيرة على عثمان بن عفان. وروينا باسناد قوى أنه قرأ على أبى الدرداء، والظاهر أنه قرأ عليه من القرآن. اتخذه اهل الشام اماما فى قراء ته واختياره ومات يوم عاشوراء سنة ثمان ومئة، وله سبع وتسعون سنة. (انظر:سير أعلام النبلاء، ج: ٥، ص: ٢٩٢، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان/ وتهذيب التهذيب، ج: ٥، ص: ٢٧٥، ط، دائرة المعارف النظامية هند/ وتهذيب الكمال فى أسماء الرجال، ج: ١٥، ص، ١٤٣، ١٤٤، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

عاصم كوفي: هو عاصم بن بهدلة، وهو ابن أبى النجود الأسدى، مولاهم، الكوفى، حجة فى القراء ة، وحديثه فى الصحيحين، أحد السبعة القراء،وقال عبدالله بن أحمد بن حنبل: سألت أبى عنه، فقال: كان رجلا صالحا قارئا للقرآن، وأهل الكوفة يختارون قراء ته. ومات سنة ثمان وعشرين ومئة. (انظر:تهذيب الكمال فى أسماء الرجال، ج: ١٣، ص: ٤٧٣، ٤٧٦، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان/ وتذهيب تقريب التهذيب، ج: ٣، ص: ٥، ٦، ط، مكتبة الرشد رياض)

حمزة: هو حمزة بن حبيب ابن عمارة بن اسماعيل، الامام القدوة،شيخ القراء ة، أبو عمارة التيمى، مولاهم الكوفى الزيات، مولى عكرمة بن ربعى. وكان امام قيما لكتاب الله، قانتا لله، ثخين الورع، رفيع الذكر، عالما بالحديث والفرائض. وقال ابو بن=

معتبرہ مثلاً وقف میں اختلاف رکھتے ہیں۔ نافع مدنی جہاں بلحاظ معنی ٹھہرنا مناسب ہو وہاں ٹھہرتے ہیں اور آیت کی کچھ رعایت نہیں کرتے ہو یا نہ ہو صرف لحاظ معنی کا کرتے ہیں اور ابن کثیر اور حمزہ جہاں سانس ٹوٹ جاوے تو وہاں وقف کرتے ہیں۔ اگرچہ بیچ میں آیت آجاوے اور عاصم اور کسائی جہاں کلام ختم ہو وہاں ٹھہرتے ہیں اگرچہ آیت اس جگہ ہو یا نہ اور ابوعمرو بصری آیت پر وقف کرتے ہیں اور یہ سب اپنی وضع کو معمول بہ اور مستحسن جانتے ہیں اور دوسرے کی رائے یا مذہب پر اعتراض یا طعن بدعت کا نہیں کرتے کیونکہ سب کے پاس حجت شرعیہ موجود ہے الحاصل ان طبقات میں سب قراء اور ائمہ اعلام اس بات پر اجماع اور اتفاق رکھتے تھے کہ آیت وغیر آیت پر دونوں جگہ وقف جائز ہے اور کسی ایک نے بھی اس وقت میں اس کا خلاف نہیں کیا۔ پس بحکم قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لاتجتمع امتی علی الضلالۃ (۲۰) یہ امر جائز ہوگیا۔ قال

=منجویہ: کان من علماء زمانہ بالقراء ات، وکان من خیار عباد اللّٰہ عبادۃ، وفضلاً، وورعاً، ونسکاً. توفی سنۃ ثمان وخمسین ومئۃ، ولہ ثمان وسبعون سنۃ فیما بلغنا. والصحیح: وفاتہ فی سنۃ ست وخمسین ومئۃ. (انظر:سیر أعلام النبلاء، ج: ۷، ص: ۹۰، ط، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان/ وتھذیب الکمال فی أسماء الرجال، ج: ۷، ص، ۳۱۴، ط، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان)

الکسائی علی: ھوعلی بن حمزۃ بن عبداللّٰہ بن قیس بن فیروز الاسدی مولاھم الکوفی الکسائی احد ائمۃ القراء ۃ والتجوید فی بغداد. اخذ القراء ۃ عن حمزۃ الزیات مذاکرۃ وقرأ علیہ القرآن اربع مرات. وقال الانباری کان اعلم الناس بالنحو والعربیۃ والقراآت. روی عنہ القراأت ابو عمر الدوری وابو الحارث اللیث بن خالد ونصیر بن یوسف. ولہ مع سیبویہ المناظرۃ المشھورۃ. (انظر: تھذیب التھذیب، ج: ۷، ص: ۳۱۳، ط، دائرۃ المعارف النظامیۃ ھند)

(۲۰):(اخرجہ ابن ماجۃ فی سننہ، فی کتاب الفتن، باب سواد الأعظم، ص: ۲۸۳، ط،قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراتشی)

اللّٰہ تعالٰی ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساء ت مصیراً (۲۱). من بعد اگر کوئی خرق اجماع کرے تو وہ خود خاطی ہے پس جیسا مجیب اور اس کے اتباع نے اختیار کیا ہے۔ یہ کسی اہل حق کا مذہب نہیں ہے اور گویا مجیب نے تمام اہل حق کو مبتدع ٹھہرایا۔ معاذ اللہ اور یہ سب اسی اتقان سے جس سے مجیب اسناد و استدلال کرتا ہے واضح ہے۔ ہر اہل علم اس کو دیکھ سکتا ہے۔ حالانکہ اس کتاب میں ہرگز کسی طریقہ کو بدعت نہیں کہا بلکہ سب کو جائز اور متعارف لکھا ہے (۲۲)۔ پس ہر اہل عقل وعدم سمجھ سکتا ہے کہ مجیب نے کس قدر جور کیا سب کو مبتدع بنا چھوڑا اور یہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جو بہ سند صحیح متصل مروی ہے۔ جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے ایک اور روایت سے ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ حدثنا اللیث عن عبداللّٰہ بن عبداللّٰہ بن ابی ملیکه عن یعلی بن مملک انه سأل ام سلمة زوج النبی ﷺ عن قرأة النبی ﷺ

---

(۲۱):(سورۃ النساء: ۱۱۵)

(۲۲):قال العلامة السیوطی: اصطلح الأئمة لأنواع الوقف والابتداء اسماء، واختلفوا فی ذلک، فقال ابن الأنباری: الوقف علی ثلاثة أوجه: تام وحسن قبیح، فالتام: الذی یحسن الوقف علیه والابتداء بما بعده، ولایکون بعده مایتعلق به کقوله:(واولٓئک هم المفلحون) [البقرة: ۵]، وقوله: (ام لم تنذرهم لایؤمنون) [البقرة: ۶] والحسن: هو الذی یحسن الوقف علیه، ولایحسن الابتداء بما بعده کقوله: (الحمدللّٰه) لأن الابتداء بـ(رب العٰلمین) [الفاتحة: ۲] لایحسن، لکونه صفة لما قبله. والقبیح هو الذی لیس بتام ولاحسن کالوقف علی بسم من قوله: بسم اللّٰه.[الفاتحة: ۱].....الخ.

تنبیهات: الأول: قولهم: لایجوز الوقف علی المضاف دون المضاف الیه ولا کذا. قال ابن الجزری: انما یریدون به الجواز الأدائی، وهو الذی یحسن فی القراء ة ویروق فی التلاوة، ولایریدون بذلک أنه حرام ولا مکروه. (الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن والعشرون: فی الوقف والابتداء، ص: ۵۴۳، ۵۵۳)

وصلوته فقالت مالكم وصلوا كان يصلى ثم ينام قدر ما صلى ثم يصلى قدر ما نام ثم ينام قدر ما صلى حتى يصبح ثم تنعت قراء ته فاذا هى تنعت قرأة مفسرة حرفاً حرفاً(۲۳).

دیکھئے اس حدیث میں کوئی ذکر وقف علی الآیہ کا نہیں ہے اور دوسری روایت کہ جس میں ذکر وقف کا ہے اور اس کو دار قطنی (۲۴) نے اور ایک روایت سے ابوداؤد(۲۵) نے اور ترمذی نے نقل کیا ہے اس کی سند منقطع ہے کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ کے بعد یعلی بن مملک مذکور نہیں۔لہٰذا وہ روایت منقطع ہوئی۔اور یہ جماعت اس زمانہ کی جو اپنے آپ کو محدث کہتے ہیں وہ حدیث مرسل منقطع کو حجت نہیں جانتے اور نہ اس پر عمل درست جانتے ہیں تعجب ہے کہ اس حدیث منقطع پر کس طرح اعتماد کر کے تمام امت مقبولہ کو مبتدع بنایا۔ان کو اپنے قاعدہ کے موافق لازم تھا کہ اس روایت کیطرف التفات نہ کرتے۔چنانچہ ترمذی نے اس میں کلام کیا ہے۔

حیث قال هذا حديث حسن صحيح غريب لانعرفه الامن حديث ليث بن سعد عن ابن ابى مليكه عن يعلى بن مملك عن ام سلمة وقد روى ابن جريج هذا الحديث عن

(۲۳):(اخرجه الامام احمد بن حنبل فى مسنده فى مسند النساء، ص: ۱۹۷۵، رقم: ۲۷۰۹۹، ط، بيت الأفكار رياض/ والنسائى فى سننه فى كتاب الافتتاح، باب تزيين القرآن بالصوت، ص: ۱۴۱، رقم: ۱۰۲۳، ط، دار السلام رياض/ وأبو داؤد فى سننه فى كتاب الوتر، باب كيف يستحب الترتيل فى القراءة، ص: ۲۱۸، رقم: ۱۴۶۶، ط، دار السلام رياض/ والترمذى فى جامعه فى أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء كيف كانت قراءة النبى صلى الله عليه وسلم، ص: ۶۵۷، رقم: ۲۹۲۳، ط، دار السلام رياض)

(۲۴):(سنن الدار قطنى، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة بسم الله الرحمٰن الرحيم، ج: ۱، ص: ۲۴۱، رقم: ۱۱۶۰، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۲۵):(سنن ابى داؤد، كتاب كتاب الحروف والقراءات، ص: ۵۶۶، رقم: ۴۰۰۱، ط، دار السلام رياض)

ابـن ابـی مـلیـکة عـن ام سـلـمة ان الـنبیﷺ کان یقطع قرأة وحدیث اللیث اصح (۲۶) انتہٰی. وفیـه بـعـد یسیر حدثنا علی بن حجر نا یحیی بن سعید الاموی عن ابن جریج عن ابـن ابـی مـلیـکة عـن ام سـلـمة قالت کان رسول اللّٰهﷺ یقطع قرأة یقرأ الحمد للّٰه رب العالمین ثم یقف الرحمٰن الرحیم یقف وکان یقرأ ملک یوم الدین هذا حدیث غریب وبه یـقـرأ ابو عبیدة ویختاره ولاهکذا روی یحیی بن سعید الاموی وغیره عن ابن جریج عن ابن ابـی مـلیـکة عن ام سلمة ولیس اسناده بمتصل لان اللیث بن سعد روی هذا الحدیث عن ابن ابی ملیکة عن یعلی بن مملک عن ام سلمة انها وصفت قرأة النبیﷺ حرفاً حرفاً وحدیث الـلیـث اصـح ولیـس فی حدیث اللیث وکان یقرأ ملک یوم الدین (۲۷). اسے دیکھو ترمذی نے کیسی منقطع بنا کر استدلال اس جماعۃ کا لغو ٹھہرادیا۔ مگر ہم لوگ چونکہ مرسل و منقطع ثقہ کو معتبر جانتے ہیں۔ہم پر شرح اس حدیث کی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قرأت رسول اللہﷺ کو جو بیان فرمایا تو یہ نہیں کہا کہ تمام قرآن میں آپ اسی طرح کرتے تھے اور خاص اس ایک طریقہ قرأت اور وقف ہر آیت پر آپ کی قرأت کو حصر نہیں کیا تاکہ اس سے یہ معلوم ہو کہ آپ نے اس کے خلاف نہیں کیا تو ہم کہتے ہیں کہ آپ نے احیاناً ایسے ہی پڑھا ہے اور احیاناً دوسری طرح بھی پڑھا ہے۔ جو کہ اجماع قرون ثلثہ سے معلوم ہوا اگر اس میں کوئی لفظ حصر ہوتا تو استدلال ہوسکتا تھا۔ چونکہ اس میں کوئی لفظ حصر کا نہیں ہے تو ہرگز اس روایت سے تردید اس ایک طریقہ قرأت کے خلاف کی نہیں ہوسکتی دیکھو کہ اس ہی حدیث میں طرز تہجد آپ کا اس طرح پر روایت کیا ہے کہ آپ ایک مرتبہ کچھ نماز پڑھ کر اتنا ہی سو رہتے تھے، پھر اٹھ کر دوبارہ آدھی نماز پڑھتے تھے پھر اسی قدر سو رہتے تھے حالانکہ اور بہت سی روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ نے ایک ہی دفعہ ساری تہجد پڑھی

(۲۶): (جـامـع التـرمذی، أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء کیف کانت قراءة النبیﷺ، ص: ۶۵۷، رقم: ۲۹۲۳، ط، دار السلام ریاض)

(۲۷):(جـامـع التـرمـذی، أبـواب القراءات عن رسول اللّٰهﷺ، باب فی فاتحة الکتاب، ص: ۶۵۸، رقم: ۲۹۲۷، ط، دار السلام ریاض)

ہے(۲۸)۔استدلال مجیب بروایت ام سلمہ کے موافق لازم آتا ہے کہ جیسے اس روایت میں طریقہ تہجد مروی ہے اس کے سوا اور جس قدر طریقے ہیں جن پر آپ کا عمل فرمانا خود روایات صحاح سے ثابت ہے وہ سب بدعت ہوں معاذ اللہ اور اس ہی روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی قرأت ملک یوم الدین نقل کی ہے حالانکہ دوسری روایت میں مالک یوم الدین بھی آپ کا پڑھنا ثابت ہے(۲۹) پس جیسا کہ یہ طرز تہجد اور قرأت ملک یوم الدین احیاناً ہے نہ دائماً ایسے ہی وقف علی رؤس الآیات احیاناً ہے نہ دائماً۔حضرت ام سلمہؓ نے ان تین امور کو جو فرمایا ہے اس میں کوئی کلمہ حصر کا نہیں ہے کہ نفی دوسرے طریقہ کی ہو جائے علی ہذا حضرت ام

---

(۲۸):عن كريب مولى ابن عباسؓ: أن ابن عباسؓ أخبره: أنه بات ليلة عند ميمونة أم المؤمنين وهى خالته. قال: فاضطجعت فى عرض الوسادة، واضطجع رسول اللهﷺ فى طولها، فنام رسول اللهﷺ حتى اذا انتصف الليل أو قبله بقليل أو بعده بقليل استيقظ رسول اللهﷺ، فجلس فمسح النوم عن وجهه بيده، ثم قرأ العشر يعنى الآيات الخواتيم من سورة آل عمران، ثم قام الى شن معلقة فتوضأ منها فأحسن وضوءه، ثم قام يصلى، قال عبدالله بن عباس: فقمت فصنعت مثل ما صنع، ثم ذهبت فقمت الى جنب. فوضع رسول اللهﷺ يده اليمنى على رأسى وأخذ بأذنى اليمنى ففتلها، فصلى ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم أوتر بواحدة. ثم اضطجع حتى جاءه المؤذن، فقام فصلى ركعتين خفيفتين ثم خرج فصلى الصبح. (رواه أبوعوانة فى مسند أبى عوانة، كتاب الصلوات، باب بيان صفة قيام رسول اللهﷺ بالليل، ج: ۲، ص: ۱۵، رقم: ۲۲۸۰، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۲۹):وقد روى عبدالرزاق عن معمر، عن الزهرى، عن سعيد بن المسيب: أن النبىﷺ وأبابكر وعمر كانوا يقرءون: (ملٰك يوم الدين). (جامع الترمذى، أبواب القراءات عن رسول اللهﷺ، باب فى فاتحة الكتاب، ص: ۶۵۸، ط، دار السلام رياض)

سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قرأت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفسرۃ حرفاً حرفاً فرمایا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرأت مستعجلاً کہ جس میں صحت لفظ وادائے حروف فوت نہ ہو بدعت ہوجائے بلکہ اس طرح پڑھنا ہی جائز ہے بلکہ بعض صحابہ کے نزدیک افضل ہے برحسب رائے مجیب چاہیے تھا کہ بدعت اور ناجائز ہو حالانکہ باجماع امت یہ جائز ہے صرف اختلاف افضلیت میں ہے چنانچہ علامہ مجدالدین سفر السعادت میں فرماتے ہیں وعلماء را درین مسئلہ اختلاف ست کہ ترتیل با قلت قرأت افضل است یا سرعت با کثرت قرأت ابن عباس وابن مسعود میگویند ترتیل وتدبر با قلت قرأت افضل است وامیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجماعتے از صحابہ وتابعین وامام شافعی می گویند سرعت وکثرت قرأت افضل است اگرچہ حرفے رادہ حسنہ است پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ ہر حرفے رادہ حسنہ است لااقول الم حرف بل الف حرف ولام حرف ومیم حرف. انتھی. اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ حدیث صحیح متصل السند ام سلمہؓ سے تو یہ ثابت ہوا کہ آپ قرأت مفسرہ حرفاً حرفاً پڑھتے تھے۔ مجیب اور اس کے اتباع نے اس طرز قرأت کو دائمی قرار دے کر قرأت مستعجلاً کو بدعت نہیں کہا حالانکہ ان کی فہم کے موافق اس کا بدعت ہونا بھی ضرور تھا۔ اور حدیث منقطع جس میں بقطع آیۃ آیۃ ہے اور حسب مذہب مجیب غیر معتبر اس پر اعتماد کر کے اوقاف مستحبہ کو بدعت قرار دیا۔ معاذ اللہ من ہذا الفہم الردی پھر دوسرا اعجوبہ یہ ہے کہ سائل حدیث متصل السند سے جواب مانگتا ہے اور مجیب صاحب منقطع السند سے جواب دیتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اگر کہا جائے کہ اگرچہ اس جگہ اس روایت سے مستعجلاً پڑھنا بدعت معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ دوسری جگہ مستعجلاً پڑھنا ثابت ہے اس لئے وہ بدعت نہ ہوا تو جواب یہ ہے کہ خود اسی حدیث سے بروایت دارقطنی انعمت علیہم پر وقف نہ کرنا ثابت ہوگیا۔ باوجودیکہ یہاں پر آیت ہے اور دیگر روایات صحیحہ ونیز اجماع سے اور بہت سے موقع پر باوجود آیت ہونے کے وقف نہ کرنا ثابت ہے لہٰذا یہ بھی بدعت نہ ہونا چاہیے اور چونکہ ہندوستان میں قرأت عاصم کی شائع ہے تو اہل ہند کے اوقاف بھی مثل اوقاف عاصم کے ہیں الحاصل اس کے اوقاف کو بدعت کہنا سخت بے جا ہے۔ وقف کرنا رؤس آیات پر روایت مذکورہ سے ثابت ہوا اور غیر رؤس آیات پر روایت ہذا اور بہت سی روایات صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہوا۔ پس قرأت قرآن میں دونوں طرح پڑھنا یعنی قرأت مفسرہ حرفاً حرفاً اور مستعجلاً دونوں طرح سے درست ہے

ایسے ہی وقف علی رؤس الآیات بھی درست ہے اور عدم وقف بھی اصل یہ ہے کہ اوقاف ہی تفسیر قرآن ہیں کہ فصل ووصل سے معنی قرآن کے واضح ہوجاتے ہیں۔ سو ایسی طرح سے پڑھنا کہ جس سے توضیح مطلب ہوجائے مستحسن ہے اور بعض کج فہم جو اس تفسیر کو بدعت کہتے ہیں۔ یہ ان کی نہایت ہی کم فہمی ہے کیونکہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ جس کی نظیر قرون ثلثہ میں نہ پائی گئی ہو اور جب کہ یہ خود قرون ثلثہ میں پائی گئی تو کوئی ان کو کیسے بدعت کہہ سکتا ہے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ قراء تابعی ہیں یا تبع تابعی اور خود صحابہ سے روایت کرتے ہیں اگر بالفرض ان کا وجود قرون ثلثہ میں نہ پایا جاتا تب بھی یہ بدعت نہ ہوتی۔ کیونکہ ان کی نظیر خود حضرت محمد ﷺ سے پائی جاتی ہے کہ حضرت ﷺ نے جب آیت شریف سمیعاً بصیراً کو پڑھا تو آپ نے سمع اقدس وچشمان مبارک پر انگلی کا اشارہ فرمایا اور جب آیت شریف **دکت الارض دکاً دکاً** تلاوت فرمائی تو انگشان مبارک کو باہم دبا دیا پس جیسے یہ فعل آپ کا تفسیر کلام اللہ شریف کی واقع ہوئی ہے اور سنو کہ سائل نے کیفیت نماز تہجد رسول اللہ ﷺ کی دریافت کی ہے اور یہ سوال فی الجملہ نامناسب تھا جیسا کہ کسی شخص نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ روزہ کیسے رکھتے ہیں تو آپ ناخوش ہوئے اور اس سوال کو آپ نے ناپسند فرمایا پس اس لئے حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا **مالکم و صلوٰۃ** یعنی آپ جیسی نماز تجھ سے کب ہوسکتی ہے تو اس سے کیا کرتا ہے لہٰذا جو فعل آپ کے اشد واحمر تھا وہ ام سلمہؓ نے بیان فرمایا کہ یہ طریقہ سب طریق سے احمر واشد ہے اور طریقہ قرأت کا بھی وہی فرمایا کہ جو نفس پر اشد ہے یعنی بقرأۃ مفسرہ حرفاً حرفاً پڑھنا اور ہر آیت پر وقف کرنا کہ اس میں دیر زیادہ لگتی ہے اور آپ کو قرآن شریف بھی زیادہ پڑھنا ہوتا تھا۔ نہ یہ کہ آپ ہمیشہ نماز وقرآن اسی طرح پڑھتے تھے۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس کے سوا کوئی طریقہ معلوم ہی نہ تھا۔ بلکہ یہ طریقہ شدید تھا اس لئے اس کا بیان کرنا مناسب تھا پس انہوں نے اسی کو بیان فرمایا۔ سو اولاً یہ طریقہ خاص قرأت تہجد کا ہے نہ مطلق قرأت قرآن کا نماز وخارج نماز میں مثلاً نماز مغرب میں آپ نے سورہ اعراف پڑھی (۳۰)۔ اگر سورہ

---

(۳۰): وروی النسائی عن عائشةؓ: أن رسول اللهﷺ قرأ فی صلاة المغرب بسورة الاعراف فرقها فی ركعتين. صححه أبو محمد عبدالحق. (الجامع لأحكام القرآن، ج: ۹، ص: ۱۴۹، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان/ سنن نسائی، کتاب=

اعراف بقرأت مفسرہ حرفاً حرفاً اور ہر آیت پر وقف کے التزام سے پڑھی جاتی تو مغرب کے وقت مستحب میں ہرگز تمام نہ ہوسکتی بلکہ عشاء کا وقت ہوجاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس وقت مستعجلاً قرأت پڑھی تھی۔ ایسے ہی نماز تہجد میں بھی احیاناً کیونکہ تہجد کا بھی آپ کا ایک رکعت میں سورۂ بقرہ آل عمران ونساء کا پڑھنا ثابت ہے (۳۱) حالانکہ وقت تہجد میں بقرأت مفسرہ حرفاً حرفاً بالتزام وقف ہر ہر آیت ساری نماز میں بھی یہ سورتیں نہیں ہوسکتیں رہا حال اوقاف تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ تمام امت کا اتفاق اس کے جواز پر ہے (۳۲)

=الافتتاح،باب القراء ة فی المغرب بـ المٓصٓ،ص: ۱۳۹،رقم: ۹۹۲،ط،دار السلام ریاض)

(۳۱):عن حذیفةؓ قال: صلیت مع رسول اللهﷺ ذات لیلة فافتتح بسورة البقرة فقرأ بمائة آیة لم یرکع فمضی، قلت: یختمها فی الرکعتین فمضی، قلت: یختمها ثم یرکع فمضی، حتی قرأ سورة النساء، ثم قرأ سورة آل عمران، ثم رکع نحواً من قیامه یقول فی رکوعه: سبحان ربی العظیم، سبحان ربی العظیم، سبحان ربی العظیم ثم رفع رأسه فقال: سمع الله لمن حمده ربنا لک الحمد وأطال القیام، ثم سجد فأطال السجود یقول فی سجوده: سبحان ربی الأعلی، سبحان ربی الأعلی، سبحان ربی الأعلی لایمر بآیة تخویف أو تعظیم لله عزوجل الا ذکره. (سنن نسائی ،کتاب التطبیق، ص: ۱۵۶، رقم: ۱۱۳۴، ط، دار السلام ریاض)

(۳۲):عن القاسم بن عوف البکری قال:سمعت عبدالله بن عمرؓ یقول: لقد عشنا برهة من دهرنا، وان أحدنا لیؤتی الایمان قبل القرآن، وتنزل السورة علی محمدﷺ فنتعلم حلالها وحرامها، وما ینبغی أن یوقف عنده منها منها، کما تتعلمون أنتم القرآن الیوم ولقد رأینا الیوم رجالاً یأتی أحدهم القرآن قبل الایمان، فیقرأ ما بین فاتحته الی خاتمته مایدری ما أمره، ولازجره، ولا ما ینبغی أن یوقف عنده منه. أخرجه النحاس واحتج به هو، وابن الجزری، کما فی الاتقان[۱ :۸۸]، ورجاله کلهم ثقات الا الأنباری فلم أجد من ترجمه. وأخرجه الطبرانی فی الأوسط ورجاله رجال الصحیح،=

خلاف پرنہیں ہے بلکہ خوداس حدیث کے اندر حجت موجود ہے۔دیکھودار قطنی نے جواس روایت کونقل کیا ہے اس میں یہ لفظ ہیں **وعد بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم آیۃ ولم یعد علیھم** (۳۳) جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے **انعمت علیھم** پروقف نہیں کیا۔حالانکہ **انعمت علیھم** آیت ہے۔نافع مدنی اورابوعمرو بصری اورابن عامر شامی تین قاری کہ سبعۂ متواترہ کے روای ہیں اور قرأت ان کی قطعی ہے یہاں آیت کہتے ہیں اورآیات کا حال سماع سے تعلق رکھتا ہے کہ یہ امر توفیقی ہے۔چنانچہ تفسیر کشاف وغیرہ میں مصرح ہے۔اور اتقان وغیرہ میں بھی اس کی تصریح ہےاوررسول اللہ ﷺ وقف آیت پراسی واسطے کرتے تھے کہ معلوم ہوجائے کہ یہاں آیت ہے اور جب آپ کو یہ معلوم ہوجاتا کہ لوگوں کو یہاں آیت ہونا معلوم ہوگیا تو بسا اوقات نہیں بھی کرتے تھے۔پس بتواتر ثابت ہوگیا کہ یہاں آیت آپ نے کی ہے اوراس روایت ام سلمہؓ سے یہاں وقف نہ کرنا ثابت ہوگیا۔اور یہ دونوں فعل رسول اللہ ﷺ کے ہیں تو اس سے عدم توقف آیت پر ثابت ہوگیا۔علی ہذا جہاں اختلاف قرأۃ آیات میں ہے کہ بعض کے نزدیک وہاں آیت نہیں ہےاور بعض کے نزدیک وہاں آیت ہے پس وہاں بھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے بعض مرتبہ وہاں وقف کیا۔بعض مرتبہ نہیں کیا تو جن لوگوں

=كذا فى مجمع الزوائد [١ : ٦٦]. واخرجه الحاكم فى المستدرك [١ : ٣٥]، وصححه بهٰذا السند سوى الأنبارى، وأقره عليه الذهبى، وقال: على شرطهما، ولاعلة له اهـ. وقال العلامة العثمانىؒ تحت هٰذا الحديث: قلت: والحديث نص فى ثبوت الوقف فى أوساط الآيات، وأن ذلك اجماع من الصحابة، فانه هو الذى تمس الحاجة الى تعليمه وتعلمه دون الوقف على رؤس الآى، فان الآيات فى أنفسها مقاطع يستوى فى معرفتها العالم وغيره، والصغير، والكبير. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى وجوب تجويد القرآن، معرفة أوقافه، ومايناسبه، ج: ۴، ص: ١٦١، ط، ادارة القرآن الاسلامية كراتشى)

(۳۳):(سنن الدار قطنى، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة بسم الله الرحمٰن الرحيم، ج: ١، ص: ۲۴١، رقم: ١١٦٠، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

نے پہلے وہاں وقف سن لیا تھا وہ آیت کے قائل ہوئے اور جن کو پہلے سے یہ علم نہ ہوا تھا انہوں نے وہاں نہ ٹھہرائی۔ چنانچہ اتقان صفحہ ۹۶ میں ہے **وقال غیرہ سبب الاختلاف فی عدد الاسمی ان النبی ﷺ کان یقف علی رؤس الایات للتوقیف فاذا علم فخلیھا وصل للتمام فیحسب السامع انھا لیست فاصلة** (۳۴) **انتھٰی واللّٰہ اعلم بالصواب** الحاصل جواب مجیب کو اور تصحیح اس کے اتباع کی سراسر بے جا ہے اور طعن ناموزوں جماعۃ وتابعین پر واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ فقط۔

علامات ط اور لا پر ٹھہرے یا نہ ٹھہرے

﴿سوال﴾ جو کہ قرآن شریف میں (ط) علامت مطلق کی ہے اگر مطلق پر نہ ٹھہرے تو گنہگار ہوتا ہے یا نہیں اور لا آیت کا کیا حکم ہے؟ اس پر ٹھہرے یا نہ ٹھہرے للہ ان مسئلوں کو بہت جلد زیب قلم فرما کر مزین بمہر فرماویں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿جواب﴾ (ط) پر اگر وقف نہ کرے تو گناہ نہیں ہوتا اور (لا) پر بھی وقف نہ کرے اگر کیا تو گناہ نہیں ہوتا (۳۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۳۴): (الاتقان فی علوم القرآن، النوع التاسع عشر: فی عدد سورةو آیاته و کلماته وحروفه، فصل فی عد الآی، ص: ۴۳۳، ۴۳۴)

(۳۵): عن القاسم بن عوف البکری قال: سمعت عبداللّٰه بن عمرؓ یقول: لقد عشنا برهة من دهرنا، وان أحدنا لیؤتی الایمان قبل القرآن، وتنزل السورة علی محمد ﷺ، فنتعلم حلالها وحرامها، وما ینبغی أن یوقف عنده منها منها، کما تتعلمون أنتم القرآن الیوم ولقد رأینا الیوم رجالاً یأتی أحدهم القرآن قبل الایمان، فیقرأ ما بین فاتحته الی خاتمته مایدری ما أمره، ولازجره، ولا ما ینبغی أن یوقف عنده منه. أخرجه النحاس واحتج به هو، وابن الجزری، کما فی الاتقان[۱ :۸۸]، ورجاله کلهم ثقات الا الأنباری فلم أجد من ترجمه. وأخرجه الطبرانی فی الأوسط ورجاله رجال الصحیح، کذا=

کسی مقتدی کو جماعت میں شریک نہ ہونے پر امام کا قرأت مختصر کرنا

﴿سوال﴾ باوجود ہونے معمولی وقت کے اگر کسی مقتدی کو دیکھ کر بایں خیال کہ یہ مقتدی جماعت میں شامل نہ ہو فجر کی نماز میں قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس پڑھے تو نماز مکروہ ہوئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر امام فی الواقع مخالفت مقتدی کی وجہ سے اور غرض فاسد سے چھوٹی قرأت پڑھتا ہے تو گنہگار ہے۔اور اگر غرض صحیح ہے تو کچھ حرج نہیں اور کوئی کراہت نہیں (۳۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظ

﴿۱﴾ ط کی علامت بمنزلہ آیت کے نہیں ہے بلکہ آیت تو وہی ہے جہاں ہ ہے۔خواہ اس پر (لا) ہو یا کچھ اور ہو ٹھہرنا نہ ٹھہرنا یہ اور امر ہے آیت پر (لا) ہو تو ٹھہرنا نہ چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=فی مجمع الزوائد [۱: ۶۶]. واخرجه الحاكم فی المستدرک [۱: ۳۵]، وصححه بهٰذا السند سوی الأنباری، وأقره عليه الذهبی، وقال: علی شرطهما، ولاعلة له اهـ. وقال العلامة العثمانیؒ تحت هٰذا الحديث: قلت: والحديث نص فی ثبوت الوقف فی أوساط الآيات، وأن ذلک اجماع من الصحابة، فانه هو الذی تمس الحاجة الی تعليمه وتعلمه دون الوقف علی رؤس الآی، فان الآيات فی أنفسها مقاطع يستوی فی معرفتها العالم وغيره، والصغير، والكبير. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی وجوب تجويد القرآن، معرفة أوقافه، ومايناسبه، ج: ۴، ص: ۱۶۱، ط، ادارة القرآن الاسلامية كراتشی)

(۳۶):فی الدرالمختار: وكره تحريماً اطالة ركوع أو قراءة لادراک الجائی ان عرفه والا فلا بأس به.

وفی الشامية تحته: قوله: (والا فلا بأس) أی وان لم يعرفه فلابأس به لأنه اعانة علی الطاعة، لكن يطول مقدار مالايثقل علی القوم. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی اطالة الركوع للجائی، ج: ۲، ص: ۱۹۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

باب کن امور سے نماز میں کراہت آتی ہے اور کن سے نہیں

نمازی کے آگے جوتیوں کا رکھنا

﴿سوال﴾ نمازی کے روبرو جوتیوں کا موجود رہنا کہ جو مستعمل ہوں موجب کراہت نماز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مصلی کے آگے اگر جوتہ مستعمل رکھا رہے اس کی کوئی کراہت منقول نہیں لہٰذا کچھ حرج نہیں (۱)۔

آمین بالجہر نماز میں حرام ہے یا بدعت

﴿سوال﴾ آمین بالجہر کہنا نماز میں حرام اور بدعت عندالحنفیہ ہے یا نہیں اور ہم لوگ آمین بالجہر نماز میں کہنے والوں کو مسجد سے نکال باہر کردیں یا نہیں اور اگر ہم لوگ ان پر نکیر نہ کریں تو کچھ گناہ تو نہ ہوگا یا ہم لوگ گنہگار ہوں گے اور جماعت میں ان کے آمین بالجہر اور رفع یدین کرنے سے ہماری نماز میں کس قدر نقصان واقع ہوگا۔ ہماری نماز بالکل جاتی رہے گی یا مکروہ ہوگی۔ فقط بینوا بالکتاب توجروا بیوم الحساب بمہر ودستخط بواپسی ڈاک فقط۔

---

(۱):عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم قال: اذا صلی أحدکم فلایضع نعلیه عن یمینه، ولاعن یساره فتکون عن یمین غیره، الا أن لایکون عن یساره أحد، ولیضعهما بین رجلیه. وفی البذل تحت هٰذا الحدیث: (الا أن لایکون عن یساره أحد) أی فیجوز حینئذ أن یضعهما عن یساره (ولیضعها بین رجلیه) اذا کان عن یساره أحد، ولعل الفرجة التی بین رجلیه أو الفرجة التی قدام الرکبتین. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب المصلی اذا خلع نعلیه، این یضعهما؟، ج: ۳، ص: ۶۰۰، ۶۰۱، رقم: ۶۵۲، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۲):فی البذل: وهذه مسألة اختلف فيها العلماء من الصحابة والتابعين وفقهاء المسلمين، فقالت: الحنفية ومن وافقهم: انه لايقرأ خلف الامام لا فى السرية ولا فى الجهرية. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب من ترك القراءة فى صلاته، ج: ۴، ص: ۲۳۰، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

و فى العمدة: وقال الثورى والأوزاعى فى رواية، وأبو حنيفة وأبو يوسف و محمد وأحمد فى رواية، وعبدالله ابن وهب وأشهب: لايقرأ المؤتم شيئاً من القرآن ولابفاتحة الكتاب فى شئ من الصلوات، وهو قول ابن الميسب فى جماعة من التابعين. (عمدة القارى، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للامام والمأموم فى الصلوات كلها فى الحضر والسفر ومايجهر ومايخافت، ج: ٦، ص: ١٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

قرأۃ خلف الامام کے مسئلے کے بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب من ترك القراءة فى صلاته، ج: ۴، ص: ۲۳۰، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان/وعمدة القارى، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للامام والمأموم فى الصلوات كلها فى الحضر والسفر ومايجهر ومايخافت، ج: ٦، ص: ١٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ وأوجز المسالك الى موطأ مالك، كتاب الصلاة، باب القراءة خلف الامام فيما لايجهر فيه بالقراءة، ج: ٢، ص: ١٢٦، ط، دار القلم دمشق)

وفى الأوجز: وقال الأئمة الثلاثة بتأمين الامام، الا أنهم اختلفوا فى الجهر بعد اتفاقهم على أنه لايجهر بها فى السرية، فقال الحنفية: لايجهر فى الجهرية أيضاً، وكذا=

اوراگرکوئی شخص ہوائے نفسانی اورضد سے خالی ہواورمحض محبت سنت کی وجہ سے یہ امورکرتا ہوتواس پرکوئی طعن و تشنیع اورالزام دہی درست نہیں ہے اوراگرمحض حنفیہ کی ضد میں ایسا کریں تو سخت گنہگار ہیں۔ بہرحال ان لوگوں کےان امورکوکرنے سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خرابی ونقصان نہیں آتااورمفصل بحث اس کی بندہ نےسبیل الرشاداورہدایت المبتدی وغیرہ میں لکھی ہےفقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=عند المالكية كما فى الباجى، وقال الشافعي وأحمد: يجهر بها فى الجهرية، وفى السعاية قال الشافعى فى الجديد: ان المنفرد والامام والمأموم كل منهم يسر بآمين جهرية كانت الصلاة أو سرية. (أوجز المسالك الى موطأ مالك، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى التأمين خلف الامام، ج: ٢، ص: ١٩٢، ط، دار القلم دمشق)

تفصیل کے لیے ملاحظ ہو:(اعلاء السنن ، كتاب الصلوة، باب ماجاء فى سنية التأمين والاخفاء بها، ج: ٢، ص: ٢٤٧تا ٢٥١،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى/ ومعارف السنن، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى التأمين، ج: ٢، ص: ٣٩٧، ط، ايجوكيشنل بريس كراتشى/ وعمدة القارى، كتاب الأذان، باب جهر الامام بالتامين، ج: ٦، ص: ٧٣، ٧٤، ٧٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى البذل: وأما رفع اليدين عند الركوع والرفع منه، فاختلف فيه السلف والخلف، قال الترمذى فى "باب رفع اليدين عند الركوع" بعد تخريج حديث الرفع: وبهذا يقول بعض أهل العلم من أصحاب النبىﷺ، منهم: ابن عمر وجابربن عبدالله وأبو هريرة وأنس وابن عباس وعبدالله بن زبير وغيرهم، ومن التابعين: الحسن البصرى وعطاء وطاوس ومجاهد ونافع وسالم بن عبدالله وسعيد بن جبير وغيرهم، وبه يقول عبدالله بن المبارك والشافعى وأحمد واسحاق.

ثم قال بعد تخريج حديث ترك الرفع: وبه يقول غير واحد من أهل العلم من أصحاب النبىﷺ والتابعين، وهو قول سفيان وأهل الكوفة. =

آمین بالجہر سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں

﴿سوال﴾ غیر مذہب کے ہمراہ شامل صف نماز ہوکر کسی شخص کا پکار کر آمین کہنا ہمارے واسطے موجب فساد نماز یا کراہت نماز ہے یا نہیں اگر اس کا آمین کہنا ہمارے واسطے موجب فساد نماز یا باعث کراہت ہے تو یہ حنفی مذہب کی کون سی معتبر کتاب میں لکھا ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿جواب﴾ آمین بالجہر سے کہنا غیر مذہب کا مذہب حنفی والے کو مفسد نماز ہے نہ موجب کراہت کیونکہ فعل ایک مصلیٰ کا دوسرے مصلیٰ کی طرف مفضی نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی ۲۸ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ غفر رحیم فہو مسعود۔

بلکہ اگر آمین کے جہر کرنے میں امام قرأت بھول جاوے تو کراہت اس کی مجاہر پر نہ ہوگی۔ کتبہ محمد یعقوب دھلوی صحیح الجواب بلاارتیاب حررہ محمد عبدالحق عندہ ذلک کذلک محمد اسماعیل فانہ الجلیل الدلیل والجواب المذکور صحیح ان کان المقصود اتباع السنة والافالافضل عندی الامتناع واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

صحیح الجواب دار دشفاعت از محمد یعقوب۔ محمد یوسف عبدہ ۱۲۸۴۔ الجواب صحیح سید حسن شاہ۔ الجواب صحیح از منصور علی احمد ہست۔ بلاشبہ جواب ثانی بھی صحیح ہے نظام الدین۔ محمد عبدالرب۔ محمد اسماعیل انصاری مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلوی۔ اکبر علی خاں ولد رحم علی خاں۔ قبہ اسسہ احمد بالعا۔ مولانا سراج احمد صاحب محدث خورجوی۔ محمد عبدالقادر ۲۸۷۔ خدا باو ہاشم بنام محمد میرٹھی۔ امام فن مناظرہ اہل الکتاب سید ناصر الدین محمد

= قال العینی فی ''شرحه علی البخاری'' وعند أبی حنیفة وأصحابه لایرفع یدیه الا فی التکبیرة الأولی، وبه قال الثوری والنخعی وابن أبی لیلی وعاصم بن کلیب وزفر، وهو روایة ابن القاسم عن مالک، وهو المشهور من مذهبه والمعمول عند أصحابه. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب رفع الیدین، ج: ۴، ص: ۱۰، ۱۱، رقم: ۷۱۹، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

ابوالمنصور ۱۲۹۱ھ۔ لاریب فی ہذا الجواب الجواب صحیح محمد نور اللہ عفی عنہ۔ محمد کرامت اللہ ۱۲۹۲۔ محمد فضل احمد۔ من اجاب فقد اصاب عبداللطیف عفی عنہ مقیم میرٹھ۔ اصاب عندی من اجاب بندہ عبداللہ گلاوٹھوی عفی عنہ۔ عبداللہ۔

میرے نزدیک تو اگر خود حنفی بھی آمین بالجہر کہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی نہ کہ دوسرا شخص کہے اور حنفی کی نماز فاسد ہو جائے حق یہ ہے کہ جہر و اخفاء دونوں فعل مسنون ہیں ائمہ حنفیہ کو جواز جہر میں خلاف نہیں ہے صرف اولویت میں خلاف ہے چنانچہ حنفیہ اخفاء کو اولیٰ سمجھتے ہیں اور ائمہ جہر کو (۳)۔ پس سائل کو اپنی نماز کے

(۳):فی الفتح: وقال مالک: یؤمن المقتدی فقط سراً، هکذا مروی عن أبی حنیفة فی موطأ محمد، والروایة الثانیة عن أبی حنیفة - وهو مختار صاحبیه - أن یأتی به الامام والمقتدی سراً، والقول القدیم للشافعی أن یجهر الامام ویسر القوم، وفی الجدید جهر هما به، وبه قال أحمد بن حنبل، ولم أجد تصریح الجهر عن الموالک بل صرح فی المدونة بالاخفاء. وأما السلف الصالحون فالی الطرفین، والأکثر هو الاخفاء عند السلف، ذکره فی الجوهر النقی عن ابن جریر الطبری: فکان هو السنة والجهر جائزاً غیر سنة. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم، کتاب الصلاة، باب التسمیع والتحمید والتأمین، ج: ۳، ص: ۳۳۴، ۳۳۵، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

وفی اعلاء السنن: قال الطبری: وروی ذلک عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه وروی عن النخعی والشعبی وابراهیم التیمی: کانوا یخفون "بآمین" والصواب أن الخبرین بالجهر والمخافتة صحیحان وعمل بکل من فعلیه جماعة من العلماء وان کنت مختاراً خفض الصوت بها اذ کان أکثر الصحابة والتابعین رضی اللّٰه عنهم علی ذلک اهـ. (اعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی سنیة التأمین والاخفاء بها، ج: ۲، ص: ۲۵۵، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی) =

فساد کا کیا معنی کراہیت کا بھی شبہ نہ کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حررہ محمد اسماعیل عفا اللہ عنہ ساکن کول۔محمد اسماعیل۔

الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ انبہٹوی۔ الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ دیوبندی الٰہی عاقبت محمود گرادن ۱۲۹۹ھ۔ الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند وتوکل علی العزیز الرحمٰن۔ الجواب صحیح رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ رشید احمد ۱۳۰۱ھ۔

جواب المجیب حق والحق احق ان یتبع المتقارم الباری عبداللہ الانصاری۔ ہٰذا الجواب یجوب ریب المرتاب محمد حسین عفی عنہ۔ ابو یحییٰ محمد ۱۳۱۳ھ۔ الجواب حق علی احمد عفی عنہ سنبھلی۔

جملہ جوابات مجیبین کے صحیح ہیں لیکن مولوی محمد اسماعیل صاحب انصاری مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم کا تحریر فرمانا خلاف شان علماء کے ہے کیونکہ جب ایک امر حدیث سے سنت ثابت ہو چکا پھر اس کے عامل پر الزام نفسانیت کس طرح ہوسکتا ہے نماز میں کسی قسم کی خرابی جب واقع ہوتی ہے کہ خلاف امر مشروع نماز میں کیا جاوے اور آمین بالجہر کے جواز کے تو علمائے حنفیہ بھی قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا شیخ عبدالحق صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔ والظهر الحمل على كلا المعنين. اور مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں۔ والانصاف ان الجهر قوى من حيث الدليل. اور شیخ ابن ہمام لکھتے ہیں۔ لو كان الى فى هذا شىء توفقت بينهما ان يراد براوية الحفض عدم الفزاع العنيف وبرواية الجهر بمعنى زيرا لصوت وذيلها.

= وفى معارف السنن: وقد ذهب السلف الى القولين غير ان أكثر الصحابة والتابعين على الاخفاء كما ذكره صاحب الجوهر النقى [١: ١٣٢]، وذكر أن عمر وعلياً لم يكونا يجهران بآمين.....فكان الاخفاء هو السنة والجهر جائز غير سنة. ...قال ابن القيم فى "الهدى": وهٰذا ـ أى الجهر ـ للتعليم أيضاً جهر الامام بالتأمين، وهٰذا من الاختلاف المباح الذى لايعنف فيه من فعله ولامن تركه اهـ. (معارف السنن، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى التأمين، ج: ٢، ص: ٣٩٧، ٣٩٨، ط، ايجوكيشنل بريس كراتشى)

اور نیز علمائے دیگر بھی قائل ہیں مانند ان کے مولانا بحرالعلوم عبدالعلی ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں کہ درباب آہستہ گفتن ہیچ دارد نہ شدہ مگر حدیث ضعیف اور مولانا سلامت اللہ صاحب حنفی بھی قائل ہیں۔ چنانچہ شرح المؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حررہ عبدالصمد حنفی متوطن کوٹھاؤلی ضلع بلندشہر مورخہ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ ہوالمصیب۔ کسی دوسرے شخص کا زور سے آمین کہنا احناف کے واسطے نہ موجب فساد ہے نہ کراہت احناف اور غیر احناف میں جو کچھ اس بارہ میں اختلاف ہے وہ محض اولویت وعدم اولویت کا ہے اس سے فساد کسی کا مذہب نہیں زمانہ صحابہ سے لے کر آج تک یہ تعامل چلا آتا ہے کہ دونوں فریق ایک جگہ نماز پڑھتے رہے البتہ سب وشتم اور لعن وطعن باہم نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عبداللطیف عفی عنہ از دفتر ندوۃ العلماء کانپور ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ۔ الجواب صحیح محمد مجتبیٰ حسن عفی عنہ۔

مہر ندوۃ العلماء۔

الجواب صحیح عبدالرحمٰن پشاوری۔ الجواب صواب مومن عفی عنہ دیوبندی۔ صح الجواب حررہ الفقیر عبدالحئی اصلح اللہ لہٗ۔ صح الجواب خادم الفقراء والعلماء ابوبکر علی احمد محمود اللہ شاہ الحنفی البدایونی۔ الجواب صحیح العبد احقر العباد عبدالقیوم گڈھ یکٹسری واعظ علی گڑھ۔

چونکہ آمین بالجہر پر تعامل صحابہ کبار رہا ہے اس لئے آمین بالجہر کہنے والوں پر سب وشتم کرنا در پردہ صحابہ پر معترض ہونا ہے اور یہ بالاتفاق ممنوع ہے فعل صحابہ سے کسی صحابی کے فعل کا اقتداء سنت ہے۔ کما قال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم بایدیھم اقتدیتم اھتدیتم (۴) واللہ اعلم بالصواب. بندہ محمد محسن عفی عنہ۔ محمد حسن میرٹھی۔

جو شخص اہل حدیث ہو اور وہ شریک جماعت احناف ہو اس کا آمین کہنا مفسد نماز احناف ہرگز نہیں یہ اختلاف اولویت میں ہے واللہ اعلم کتبہ محمد ریاض الدین مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ زید کے آمین بالجہر کہنے سے عمر کی نماز نہ فاسد ہوگی۔ نہ مکروہ ہوگی۔

---

(۴):(مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابۃ، الفصل الثالث، ص: ۵۵۴، ط، قدیمی کتب خانہ کراتشی)

عبداللہ خان۔محمد ریاض الدین احمد۔مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر میرٹھ بالائی کوٹ۔

آمین بالجہر سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ مکروہ ہوتی ہے۔غلط بیان کرتا ہے جو کہتا ہے کہ آمین بالجہر سے دوسرے کی نماز فاسد ہوجاتی ہے یا مکروہ احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ میرٹھ اندر کوٹ۔

آمین بالجہر کہنے سے آمین بالخفاء کہنے والوں کی نماز میں کسی طرح کا فساد نہیں ہے۔حررہ محمد رمضان عفی عنہ مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ۔

ریشمی کپڑے سے نماز پڑھنا

﴿سوال﴾ ریشمی پارچہ سے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ریشمی کپڑے سے نماز ہوجاتی ہے مگر سخت گنہگار ہوتا ہے اور عورت کو کچھ مضائقہ نہیں ہے(۵)۔فقط۔

---

(۵):فی البحر: أطلق فیما یستر به فشمل ما یباح لبسه وما لایباح، فلو سترها بثوب حریر وصلی صحت وأثم کالصلاة فی الأرض المغصوبة، ولو لم یجد غیره یصلی فیه لاعریاناً. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۱، ص: ۴۶۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب فی ستر العورة، ج: ۲، ص: ۷۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

عن عبدالله بن زریر یعنی الغافقی، أنه سمع علی بن ابی طالب یقول: ان نبی الله ﷺ أخذ حریراً، فجعله فی یمینه، وأخذق ذهباً فجعله فی شماله، ثم قال: ان هذین حرام علی ذکور امتی. (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، ص: ۵۷۲، رقم: ۴۰۵۷، ط، دار السلام ریاض)

نماز میں آنکھیں بند کرنا

﴿سوال﴾ مسئلہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ نماز اندھیرے میں پڑھے یا آنکھیں بند کرلیا کرے تاکہ نظر منتشر نہ ہو اور حضور قلب میسر ہو۔ لہٰذا عرض ہے کہ شرع کا مسئلہ ہے کہ آنکھیں بند کرنے سے نماز مکروہ ہوجاتی ہے اور جہاں سجدہ کی جگہ نہ دیکھے وہ بھی نماز مکروہ ہوگی۔ لہٰذا اگر واسطے حضور قلب کے آنکھیں بند کرکے نماز پڑھے تو حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں اور نماز تہجد ووتر تو ہمیشہ اندھیرے میں پڑھتا ہوں اور آج کل چونکہ اندر مکان میں سوتا ہوں تو سنتیں فجر کی اندھیرے میں پڑھتا ہوں۔ لہٰذا سجدہ کی جگہ نہ دیکھنے کا کیا مطلب ہے؟

﴿جواب﴾ بہ نیت خشوع وبقصد وخطرات وساوس اگر نماز میں آنکھیں بند کرے تو کراہت نہ ہوگی (٦) ایسے ہی ضرورت کے وقت معروف جگہ پر جہاں جہت قبلہ بھی مشتبہ نہ ہو اور نہ کوئی اندیشہ ہو نماز

---

(٦):فی الدر المختار: وتغمیض عینیه للنهی الا لکمال الخشوع.

وفی الشامیة تحته: قوله: (للنهی) أی فی حدیث: اذا قام أحدکم فی الصلاة فلایغمض عینیه. رواه ابن عدی، الا أن فی سنده من ضعف، وعلل فی البدائع بأن السنة أن یرمی ببصره الی موضع سجوده، وفی التغمیض ترکها. ثم الظاهر أن الکراهة تنزیهیة، کذا فی الحلیة والبحر،..... قوله: (الا لکمال الخشوع) بأن فات فوت الخشوع بسبب رؤیة ما یفرق الخاطر فلایکره. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد ومایکره فیها، ج: ۲، ص: ۴۱۳، ۴۱۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی النهر الفائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، ج: ۱، ص: ۲۸۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، ج: ۱، ص: ۱۸۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

درست ہے(۷)۔فقط۔

نماز سے پہلے نماز میں سورتیں پڑھنے کا تعین کر لینا

﴿سوال﴾ اگر قبل نماز پڑھنے تعین کر لے کہ فلاں فلاں سورۃ پڑھوں گا خواہ مقتدی ہو یا امام درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس خیال اور تعین سے نماز میں کوئی نقصان اور خرابی نہیں آتی اور اگر پھر اس قرارداد کے موافق نہ پڑھے اور کچھ پڑھ لے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دھوبی کے یہاں بدلے ہوئے کپڑے سے نماز

﴿سوال﴾ کپڑا دھوبی کے یہاں بدل جاوے تو اس سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر اس کا کپڑا اس شخص کے پاس پہنچ گیا ہے اور قیمت میں چنداں تفاوت نہیں ہے تو اس کا استعمال مضائقہ نہیں ہے۔اور اگر وہ کپڑا اس شخص کا دھوبی نے رکھ لیا ہے یا کھو دیا اور دوسرے کا کپڑا اس کو دے دیا تو ایسی صورت میں اس کا استعمال ہرگز درست نہیں (۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۷):عن عائشة قالت: كنت أنام بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ورجلاى فى قبلته، فاذا سجد غمزنى فقبضت رجلى، واذا قام بسطتهما، قالت: والبيوت يومئذ ليس فيها مصابيح. (رواه مسلم، كتاب الصلاة، باب الاعتراض بين يدى المصلى، ص: ۲۱۰، رقم: ۱۱۴۵، ط، دار السلام رياض)

وفى الهندية: رجل صلى فى المسجد فى ليلة مظلمة بالتحرى، فتبين أنه صلى الى غير القبلة، جازت صلوته، لأنه ليس عليه أن يقرع أبواب الناس للسؤال عن القبلة. (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث فى استقبال القبلة، ج: ۱، ص: ۶۴)

(۸):وعن أبى حرة الرقاشى،عن عمه،قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لاتظلموا،=

سرخ استر کے کپڑے سے نماز

﴿سوال﴾ سرخ استر سے نماز ہو جاوے گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سرخ رنگ مرد کو علی الاصح درست ہے۔ کسم کا رنگ البتہ مرد کو حرام ہے(۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=ألا لايحل مال امرئ الا بطيب نفس منه. رواه البيهقى فى شعب الايمان، والدار قطنى فى المجتبىٰ. وفى المرقات تحت هٰذا الحديث: (لايحل مال امرئ) أى مسلم أو ذمى (الا بطيب نفس) أى بأمر أو رضا. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانى، ج: ٦، ص: ١٣٤، ١٣٥، رقم: ٢٩٤٦، ط، دار الكتب رياض)

(۹):قال العلامة الشاه عبدالعزيز نور الله مرقده: درلبس احمر در اصل يکے از علماء روم تصنيف کرده بود و حضرت شيخ ابو طاهر کردیؒ حضرت ولی نعمة ما را فرموده بودند که آنرا مطالعه نمايند وبران چيزے بنويسنده ايشان بعد مطالعه بطريق حاشيه چيزے بر ان رساله نوشته اند همين حاشيه در فهرست مولفات ايشان داخل است ودرين باب مختار آنست که هر احمر حرام نيست بلکه معصفر فقط وآن هم چون بحدمورد مفرح واحمرقانی باشد ومراتبيکه دون مورد اند مثل شنجرفی وپيازی وغيره ذلک مباح اند وبانات سرخ که آنرا عربان احمر گويند بالاجماع جائز است وهمچنين کهاروا او ازهمين جا معلوم ميشود که مدار برشوخی رنگ است نه بر حمرة. (فتاوی عزيزی، بيان مسئله لباس سُرخ، ج: ۱، ص: ۱۲۲)

(وكذا فى رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى اللبس، ج: ۹، ص: ۵۱۵، ۵۱۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

نمازی کے سامنے قرآن شریف کا ہونا

﴿سوال﴾ اگر قرآن شریف پڑھ کر سامنے رکھ دے اور پھر نماز پڑھے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز میں کراہت آجاتی ہے۔

﴿جواب﴾ اگر آگے قرآن شریف رکھا ہو تو نماز میں کوئی حرج نہیں ہے(۱۰)۔ فقط۔

نماز کی نیت توڑنا

﴿سوال﴾ ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور وہ انگوٹھی چاندی کی یا روپیہ غسل خانہ میں بھول آیا۔ نماز پڑھنے کی حالت میں یاد آیا۔ اب وہ کیا کرے، نماز توڑ کر لا دے یا نہیں۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مجھ کو گم شدہ چیز مل جائے گی؟

﴿جواب﴾ اگر احتمال گم ہونے اور نہ ملنے کا غالب ہے تو نماز کو توڑ کر لانا جائز ہے(۱۱) ورنہ نماز کو تمام کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۰):في البحر: لايكره أن يصلي وأمامه مصحف أو سيف، سواء كان معلقاً أو بين يديه. أما المصحف فلأن في تقديمه تعظيمه و تعظيمه عبادة والاستخفاف به كفر فانضمت هذه العبادة الى عبادة أخرى فلاكراهة، ومن قال بالكراهة اذا كان معلقاً معللاً بأنه تشبه بأهل الكتاب مردود لأن الكتاب يفعلونه للقراءة منه وليس كلامنا فيه. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، ج: ٢، ص: ٥٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، ج: ٢، ص: ٤٢٣، ط، دار عالم الكتب رياض/ والفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع مايكره للمصلي ومالايكره، ج: ٢، ص: ٢١٠، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۱۱):رجل قام الى الصلاة فسرق منه شيء قيمته درهم له أن يقطع الصلاة=

جلسہ اور قومہ کی دعائیں

﴿سوال﴾ جلسے اور قومے میں یہ الفاظ کہنا فرائض ہوں یا نوافل جائز ہے یا نہیں۔ اللّٰھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی جلسے میں اور قومے میں ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه.

﴿جواب﴾ یہ کلمات فرض نفل سب میں درست ہیں مگر امام کو فرائض میں نہ کہنا چاہیے کہ مقتدیوں پر تطویل صلوٰۃ کی کلفت ہوتی ہے (۱۲) تنہا ہو تو کہے کہ نماز میں اذکار مسنونہ اولیٰ ہیں (۱۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=ویطلب السارق سواء کانت فریضة أو تطوعاً لان الدرهم مال. (الفتاوى العالمکیریة، ج: ۱، ص: ۱۰۹)

(وکذا فی الدر المنتقٰی فی شرح الملتقی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، ج: ۱، ص: ۱۸۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، کراهیة الصلاة، ص: ۳۵۴)

(۱۲):عن أبی هریرة، قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم: اذا صلی احدکم للناس فلیخفف، فان فیهم السقیم والضعیف والکبیر. واذا صلی أحدکم لنفسه فلیطول ماشاء. متفق علیه. (مشکوٰة المصابیح، کتاب الصلاة، باب ماعلی الامام، الفصل الاول، ص: ۱۰۱، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

(۱۳):وعن سعید بن جبیر، عن ابن عباس: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول بین السجدتین: اللّٰهم اغفر لی وارحمنی واجبرنی واهدنی وارزقنی. (رواه الترمذی، کتاب الصلاة، باب مایقول بین السجدتین، ص: ۷۷، رقم: ۲۸۴، ط، دار السلام ریاض) =

بلاعمامہ کے نماز پڑھنا

﴿سوال﴾ سرور عالم ﷺ سے کبھی بلاعمامہ کے بھی نماز پڑھنا ثابت ہے یا نہیں اور حضور نے کبھی بلاعذر نماز بلاجماعت بھی پڑھی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس کا صریح ثبوت اس وقت بندہ کو معلوم نہیں مگر احرام کی حالت میں سر برہنہ نماز پڑھنا محقق ہے۔علی ہذا نماز فرض مرض موت میں بلاجماعت پڑھی ہے(۱۴) ورنہ جماعت سے ہی پڑھتے تھے۔

= وفی الدرالمختار: وكذا لايأتی فی ركوعه وسجوده بغير التسبيح علی المذهب، وما ورد محمول علی النفل اهـ. وفی رد المحتار: وقال (أی صاحب الحلية): علی أنه ان ثبت فی المكتوبة فليكن فی حالة الانفراد، والجماعة والمأمون محصورون لايثقلون بذلک، كما نص عليه الشافعيه، ولاضرر فی التزامه وان لم يصرح به مشائخنا، فان القواعد الشرعية لاتبنو عنه، كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراء ة كما ثبت فی السنة اهـ. (رد المحتار علی الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ٢، ص: ٢١٢، ٢١٣، ط، دار عالم الكتب رياض)

(١٤):عن عبدالله بن عمر: أن رجلاً قال: يا رسول اللهﷺ، مايلبس المحرم من الثياب؟ قال رسول الله: لايلبس القمص ولا العمائم ولا السراويلات ولا البرانس ولا الخفاف، الا أحد لايجد نعلين فليلبس خفين وليقطعهما أسفل من الكعبين، ولاتلبسوا من الثياب شيئا مسه زعفران أو ورس. وفی منحة الملک الجليل تحت هٰذا الحديث: وقوله: "ولا العمائم" جمع عمامة، وهی ما يشد بها الرأس، وهٰذا تنبيه بالمنع من ستر الرأس فالرجل المحرم لايستر رأسه بالعمامة أو بغيرها كالعقال مثلا أو سير يشده علیٰ رأسه فكل هٰذا ممنوع.(منحة الملک الجليل شرح صحيح محمد بن اسماعيل، كتاب=

بلاعمامہ کی نماز کا حکم

﴿سوال﴾ کیا فتاوی عالمگیری اور قاضی خان میں نماز بلاعمامہ کو مکروہ لکھا ہے؟

﴿جواب﴾ کسی نے بلاعمامہ نماز کو مکروہ نہیں کہا اگر کہا تو وہ قول مأوّل ہے۔ تبرک ندب ورنہ مردود ہوگا (۱۵)۔ فقط۔

=الحج، باب مالایلبس المحرم من الثیاب، ج: ۳، ص: ۲۶۳، رقم: ۱۴۷۷، ط، دار التوحید ریاض)

عن ابن شهاب قال: أخبرنی انس بن مالکؓ، ان ابابکرؓ کان یصلی لهم فی وجع رسول اللّٰہ ﷺ الذی توفی فیه، حتی اذا کان یوم الاثنین، وهم صفوف فی الصلاة، کشف رسول اللّٰہ ﷺ ستر الحجرة، فنظر الینا وهو قائم، کأن وجهه ورقة مصحف، ثم تبسم رسول اللّٰہ ﷺ ضاحکاً. قال فبهتنا ونحن فی الصلاة، من فرح بخروج النبی ﷺ ونکص ابو بکرؓ علٰی عقبیه لیصل الصف، وظن ان رسول اللّٰہ ﷺ بیده أن أتموا صلاتکم، قال ثم دخل رسول اللّٰہ ﷺ، فأرخی الستر، قال: فتوفی رسول اللّٰہ ﷺ من یومه ذلک. (رواه مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض وسفر وغیرهما.الخ.، ص: ۱۷۶، رقم: ۹۴۴، ط، دار السلام ریاض)

(۱۵): قال العلامة عبدالحی اللکنوی نوراللّٰہ مرقدہٗ: وقد سئلت غیر مرة عن الصلاة بغیر عمامة هل تکره، کما هو المشهور بین العوام فتجسسته فی کتب الفقه، فلم اجد سوی قولهم: المستحب ان یصلی فی ثلاثة اثواب، ازار و قمیص وعمامة، وهو لایدل علی کراهة الصحة بدونها کما حرره بعض علماء عصرنا ظانا ان ترک المستحب مکروه، وذلک لانه قد صرح فی البحر الرائق وغیره ان المستحب لا تلزم منه الکراهة مالم یقم دلیل خارجی علیه. (نفع المفتی والسائل، ذکر المکروهات المتفرقه، ص: ۱۱۲، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

بلاعمامہ کے نماز پڑھانا

﴿سوال﴾ اگر بلاعمامہ نماز پڑھاوے تو کیا نماز مکروہ ہوگی تنزیہی یا تحریمی کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نماز عمامہ سے پڑھائی ہے صرف ٹوپی کو سر مبارک پر زیب نہیں بخشا؟

﴿جواب﴾ صلوٰۃ بلاعمامہ مکروہ نہیں نہ تحریمہ نہ تنزیہ البتہ ترک افضل ہے(۱۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ آپ کے سر مبارک پر گاہ کلاہ بلاعمامہ بھی ثابت ہوتی ہے(۱۷)۔

---

(۱۶):وقد ذكروا ان المستحب ان يصلى فى قميص وازار و عمامة ولا يكره الاكتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهته ذلک وكذاما اشتهر ان المؤتم لوكان معتما لعمامة والامام مكتفيا على قلنسوة يكره. (عمدةالرعاية فى حل شرح الوقايه، ج: ۱، ص: ۱۹۸، ط، مير محمد كتب خانه كراتشى)

(۱۷):وقال ابن القيم فى زاد المعاد: وكان يلبسها يعنى العمامة ويلبس تحتها القلنسوة وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة ويلبس العمامة بغير قلنسوة. انتہٰى. وفى الجامع الصغير برواية طبرانى عن ابن عمرؓ قال كان يلبس قلنسوة بيضاء .قال العزيزى: اسناده حسن وفيه برواية الرويانى وابن عسا كرعن ابن عباس: كان يلبس القلانس تحت العمائم و بغير العمائم ويلبس العمائم بغير قلانس وكان يلبس القلانس اليمانية وهن البيض المضربة و يلبس القلانس ذوات الآذان فى الحرب وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بين يديه وهو يصلى.الحديث. (تحفة الاحوذى، كتاب اللباس، ص:۴۸۳، ج: ۵، ط، دار الفكر)

قال رحمه الله (ولا بأس بلبس القلانس) لماروى ان النبى صلى الله عليه وسلم كان له قلانس يلبسها وقد صح ذلک، ذكره فى الذخيره. (تكلمة البحر الرائق ، مسائل شتى، ص: ۳۶۲، ج: ۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) =

بغیر عمامہ کے نماز پڑھانے والے سے جنگ کرنا

﴿سوال﴾ جو شخص تارک عمامہ سے جنگ وجدل کرے اور عمامہ کو ضروری جانے وہ کیسا ہے حالانکہ تارک عمامہ اولویت کا نماز کے اندر قائل ہے اور جہاں امام دستار بند نماز نہ پڑھاتا ہو۔ وہاں سے جو شخص مسجد چھوڑ کر چلا جاوے اسی وجہ سے اور مارنے مرنے پر تیار ہو وہ کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ تارک عمامہ سے جدال کرنے والا جاہل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عمامہ والی نماز کا ثواب

﴿سوال﴾ امام کو باوجود قدرت ہونے عمامہ کے بغیر عمامہ نماز پڑھانا؟

﴿جواب﴾ بلا عمامہ امامت کرنا درست ہے بلا کراہت کے ہے(۱۸) اگر چہ عمامہ پاس رکھا ہو البتہ عمامہ سے ثواب زیادہ ہوتا ہے(۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱ھ۔

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ ابو حنیف محمد عبد اللطیف عفی عنہ۔

= وذکر فیہ ایضاً :انہ لا بأس بلبس القلانس، فقد صح انہ کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلانس یلبسھا.(فتاوی تاتا رخانیہ ، کتاب الکراھیۃ، الفصل العاشر فی اللبس مایکرہ من ذلک وما لایکرہ، ص: ۱۰۶ ، ج:۱۸ ، مکتبہ زکریا دیوبند/ وفتاوی عالمکیریہ ، ص: ۳۳۰ ، ج:۵/ وفتاوی بزازیہ علی ھامش فتاوی عالمکیریہ،ص :۳۶۸، ج: ۶/ وتبیین الحقائق، مسائل شتی، ص: ۲۲۸ ، ج: ۶ ، ط، الکبری الامیریۃ مصر)

(۱۸):وقد ذکروا ان المستحب ان یصلی فی قمیص وازار و عمامۃ ولا یکرہ الاکتفاء بالقلنسوۃ ولا عبرۃ لما اشتھر بین العوام من کراھتہ ذلک وکذاما اشتھر ان المؤتم لو کان معتما لعمامۃ والامام مکتفیا علی قلنسوۃ یکرہ. (عمدۃالرعایۃ فی حل شرح الوقایہ، ج: ۱ ، ص: ۱۹۸ ، ط، میر محمد کتب خانہ کراتشی)

(۱۹):والمستحب ان یصلی فی ثلاثۃ اثواب، قمیص و ازار و عمامۃ و قال=

امام کا بلا عذر بغیر عمامہ کے عمامہ والوں کی امامت کرنا

﴿سوال﴾ اگر امام کو عذر سے یا بلا عذر عمامہ میسر نہ ہو اور مقتدی باندھ رہے ہیں تو کیا نماز میں کچھ نقصان نہ ہوگا؟

﴿جواب﴾ اگر چہ مقتدی سب متعمم ہوں اور امام بلاعمامہ ہو تو نماز کسی کی بھی مکروہ نہیں ہوتی (۲۰)۔

=الزيلعي والافضل ان يصلي في ثوبين لقولهﷺ اذا كان لاحد كم ثوبان فليصل فيهما، يعني مع العمامة . (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ونجاة الارواح للشر نبلا لي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأركانها، ص: ٢٢٩، ط، مكتبه رشيديه كوئٹه)

(وكذا في غنية ذوى الاحكام في بغية درر الحكام على هامش درر الالحكام في شرح غرر الاحكام، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ١، ص: ٥٩، ميرمحمد كتب خانه آرام باغ كراتشي)

(٢٠):قال العلامة عبدالحي نورالله مرقدهٗ: وقد سئلت غير مرة عن الصلاة بغير عمامة هل تكره، كما هو المشهور بين العوام فتجسسته في كتب الفقه، فلم اجد سوى قولهم: المستحب ان يصلي في ثلاثة اثواب، ازار و قميص وعمامة، وهو لايدل على كراهة الصحة بدونها كما حرره بعض علماء عصرنا ظانا ان ترك المستحب مكروه، وذلك لانه قد صرح في البحر الرائق وغيره ان المستحب لا تلزم منه الكراهة مالم يقم دليل خارجي عليه...الخ.

وافاد الوالد العلام في بعض تحريراته تكره الصلاة بدونها في البلاد التي عادة سكانها انهم لايذهبون الٰى الكبراء بدون العمامة بل ولايخرجون من بيوتهم الا متعممين، و أما في البلاد التي لايعتادون فيها ذلك فلا، و قد اشتهر بين العوام ان الامام ان كان غير=

بحالت نماز نمازی کے پیر کے نیچے کپڑ ادب جانا

﴿سوال﴾ دو شخص قریب نماز پڑھتے ہیں ایک کا کپڑا ایک کے پاؤں کے نیچے دب گیا اگر وہ شخص جس کے پاؤں کے نیچے کپڑ ادب گیا قصداً نکال دے نماز میں نقصان اور قصد ہوتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ مصلی کا بقصد اپنے کپڑ ادبا ہوا دوسرے مصلی کا چھوڑ دینا ناقص کرنے والا نماز کا نہیں ہے اس لئے کہ یہ چھوڑ دینا اس کا امتثالاً لامر الغیر نہیں ہے۔ یعنی دوسرے مصلی کے چھوڑانے سے نہیں چھوڑا بلکہ قصداً اپنے سے بلا اتباع امر دوسرے کے چھوڑ دیا ہے ہاں اگر بمجرد دوسرے کے چھوڑنے سے چھوڑ دے گا تو بوجہ اس کے اس نے نماز میں غیر خدائے تعالیٰ کا حکم مان لیا اور یہ منافی صلوٰۃ ہے نماز اس کی فاسد ہو جاوے گی۔ چنانچہ عبارت درمختار سے مستفاد ہوتا ہے۔ **حتی لو امتثل امر غیرہ فقیل تقدم فتقدم، او دخل فرجة الصف فوسع له فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برائه.** شامی میں لکھا ہے **وحاصله انه لافرق بین المسئلتین الا ان یدعی محل الاولیٰ علی ما اذا تاخر بمجرد الجذب بدون امر والثانية علی ما اذا فسح له بامره فتفسد فی الثانیه لانه امتثل امر المخلوق وهو فعل مناف للصلوٰة بخلاف الاولیٰ . فقط حرر محمد قاسم علی عفی عنه. محمد قاسم علی خلف مولانا محمد عالم علی مفتی امام شهر مراد آباد.**

قد صح الجواب فانہ موافق للحق والصواب محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ مسجد شاہی مراد آباد۔ الجواب صواب محمود حسن مدرس مدرسہ اسلامی شاہی مسجد مراد آباد۔

﴿الجواب﴾ اگر مصلی نے اپنے قصد سے اور اپنے ارادہ سے اس کا کپڑا چھوڑا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

=متعمم والمقتدون متعممین، فصلا تهم مکروهة، وهذا ایضاً زخرف من القول لا دلیل علیه، فاحفظ. (نفع المفتی والسائل، ذکر المکروهات المتفرقه، ص: ۱۱۲، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

امام زمین پر اور مقتدی جانماز پر

﴿سوال﴾ اگر امام جائے نماز بوریہ وغیرہ کی کھینچ کر کھڑا ہو جاتا ہو اور مقتدی لوگ فرش پر کھڑے ہوں یہ فعل امام کو کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر امام زمین پر اور سب مقتدی جانماز پر ہوں جب بھی کچھ کراہت نہیں ہوتی یہ فعل درست ہے (۲۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر مقتدی قالین پر اور امام بغیر فرش کے ہو تو اس کا مسئلہ

﴿سوال﴾ اگر مقتدی فرش قالین وغیرہ پر ہوں اور امام بغیر فرش کے ہو تو درست یا نہیں؟ یا مقتدی خطاوار ہیں؟

---

(۲۱): فی درر الحکام: وکذا یکره قیامه علی دکان وحده والقوم علی الارض للنهی عنه وللتشبه وکذا عکسه فی الاصح.....ثم قدر الاتفاع قامة ولابأس بما دونها ذکره الطحاوی وهو روایة عن أبی یوسف وقیل مقدار ذراع وعلیه الأعتماد. (الدرر الحکام فی شرح غرر الأحکام، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، ج: ۱، ص: ۱۰۸، ط، میرمحمد کتب خانه کراتشی)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب الصلاة، الفصل الرابع: مایکره فی الصلاة ومالایکره، ج: ۲، ص: ۱۴۵، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

ولابأس بالصلاة علی الطنافس واللبود وسائر الفرش...والصلاة علی الأرض وعلی ما أشبه الأرض أفضل. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الرابع فی بیان مایکره للمصلی أن یفعل فی صلاته ومالایکره، ج: ۲، ص: ۲۰۹، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

﴿جواب﴾ درست ہے کہ مقتدی فرش پر ہو اور امام نہ ہو کچھ مضائقہ نہیں (۲۲)۔فقط۔

امام کا مصلی پر رومال ڈالنا

﴿سوال﴾ زید عالم ہے اور امامت بھی کرتا ہے مگر بوجہ زیادہ ہونے اپنی عزت کے اپنا رومال بچھا کر امامت کراتا ہے یعنی مصلی ڈال کر اور مصلی پر کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے اور مقتدی بغیر فرش کے ہوتے ہیں تو ایسی نزاکت بڑھانا امام کو اپنے واسطے بہتر ہے یا نہیں اور نماز میں کچھ مکروہات نہیں ہوتا؟

﴿جواب﴾ اگر امام رومال یا مصلیٰ پر کھڑا ہو اور مقتدی زمین پر ہوں اس میں کچھ کراہت نہیں یہ امر درست و جائز ہے بلاخوف (۲۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کے باہر کے دروں میں امام کا کھڑا ہونا

﴿سوال﴾ امام کے محراب میں کھڑے ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور مکروہ ہے امام کو کہ وہاں کھڑا ہو۔لہٰذا گذارش ہے کہ مسجد کے باہر کے دروں میں کھڑا ہونا بھی حکم محراب میں ہے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ باہر کے دروں کا بھی محراب کا ہی حکم ہے۔اس میں بھی امام کو قیام مکروہ ہے (۲۴)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۲): (حاشیہ نمبر۲۱ ملاحظہ فرمائیں)

(۲۳):فی درر الحکام: وکذا یکرہ قیامہ علی دکان وحدہ والقوم علی الارض للنهی عنه وللتشبه وکذا عکسه فی الاصح...ثم قدر الاتفاع قامة ولابأس بما دونها ذکره الطحاوی وهو روایة عن أبی یوسف وقیل مقدار ذراع وعلیه الأعتماد. (الدرر الحکام فی شرح غرر الأحکام، کتاب الصلاة،باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها،ج: ۱،ص: ۱۰۸، ط، میرمحمد کتب خانه کراتشی/ وفی المحیط البرهانی، کتاب الصلاة، الفصل الرابع: مایکره فی الصلاة ومالایکره،ج: ۲،ص: ۱۴۵،ط،ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(۲۴):قال ابن ابی شیبة:حدثنا ابو بکر قال: حدثنا وکیع قال: حدثنا اسماعیل=

امام کا خفی امور کا سیٹی کی سی آواز سے ادا کرنا

﴿سوال﴾ اگر امام التحیات یا سجدہ یا سورۂ فاتحہ وغیرہ کہ جس کے واسطے حکم خفی پڑھنے کا ہے ایسا پڑھتا ہو کہ نزدیک کے مقتدی بھی سنتے اور سیٹی کی سی آواز مقتدی سنیں تو نماز میں کراہت ہوگی یا نہیں اور جب امام سے کہا جاوے تو یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی میری آواز سیٹی کی سی سنتا ہے تو میں اس وقت میں صاد ادا کیا کرتا ہوں۔

﴿جواب﴾ اگر آواز خفی امام کے آس پاس کے چند سن لیویں تو اس میں حرج نہیں اور کوئی کراہت نہیں (۲۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=بن ابراهيم بن المهاجر عن أبيه عن على: أنه كره الصلاة فى الطاق. (المصنف لابن أبى شيبة، كتاب الصلاة، ابواب متفرقة من الصلاة، باب الصلاة فى الطاق، ج: ۲، ص: ۴۶۸، رقم: ۴۷۲۵، ط، مكتبة الرشد رياض)

قال محمد رحمه الله: لابأس بأن يكون مقام الامام فى المسجد ورأسه فى السجود فى الطاق، ويكره أن يقوم فى الطاق. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع فى بيان مايكره للمصلى وما لايكره، ج: ۲، ص: ۲۱۰، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا فى رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، ج: ۲، ص: ۴۱۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۵): وفى القهستانى وغيره: أو من بقربه، بأو، وهو أوضح، ويبتنى على ذلك أن أدنى الجهر اسماع غيره: أى ممن لم يكن بقربه بقرينة المقابلة، ولذا قال فى الخلاصة والخانية عن الجامع الصغير: ان الامام اذا قرأ فى صلاة المخافتة بحيث سمع رجل أو رجلان لايكون جهراً، والجهر أن يسمع الكل اهـ: أى كل الصف الأول لاكل=

کن امور سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کن سے نہیں

نماز میں کوئی ایسا کلمہ چھوٹ جانا جس سے مطلب میں کوئی خرابی نہ آئے

﴿سوال﴾ عمرو نے نماز صبح کی پڑھائی دو کلموں کو دو آیتوں میں از روئے سہو کے چھوڑ گیا اول آیت وکذبوا بایاتنا کذابا میں کلمہ وکذبوا آیت دوسری ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا میں الکافر چھوڑ گیا اس صورت میں کوئی نقصان نماز میں صادر ہوا یا نہ ہوا؟ زید نے جو مقتدی تھا نماز اپنی لوٹائی اور کہا نماز نہیں ہوئی۔

﴿جواب﴾ یہ دو کلمے اگر چہ چھوٹ گئے مگر تاہم نماز درست ہوگی ہے کہ معنی درست ہیں اگر چہ دو کلمہ ترک ہوئے (۱) فقط زید نے نماز لوٹائی تو اس نے خطا کی کیونکہ اس صورت میں نہ معنی خراب ہوئے اور نہ نماز فاسد ہوئی۔ فقط۔

=المصلين، بدليل ما فى القهستانى عن المسعودية أن جهر الامام اسماع الصف الأول.اهـ. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۵۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى البحر الرائق: وفى الخلاصة: الامام اذا قرأ فى صلاة المخافتة بحيث سمع رجل أو رجلان لايكون جهرا والجهر أن يسمع الكل اهـ. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۵۸۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى النهر الفائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۲۲۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱):قال فى شرح المنية: وان ترك كلمة ـ من آية ـ فان لم تغير المعنى مثل ـ وجزاء سيئة مثلها ـ بترك سيئة الثانية لاتفسد. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: مسائل زلة القارئ، ج: ۲، ص:=

ضاد کو دال کے مشابہ پڑھنا

﴿سوال﴾ قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم پانی پتی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ حرف ضاد کو مشابہ بالدال وظاء نہ پڑھے ورنہ نماز نہ ہوگی کیونکہ نماز میں قرآن کا صحیح پڑھنا فرض ہے لہٰذا ہر ایک شخص کو مخرج سے ادا کرنے کی ہر حرف کی کوشش ہونی چاہیے اگر کوشش کرتا ہے اور تب بھی پورا حرف صحیح ادا ہو تو اس میں مواخذہ دار نہ ہوگا اگر بلاسعی مشابہ بالدال وظاء پڑھے گا تو معنی میں فرق آوے گا۔ لہٰذا اس تحریر میں حضور کیا فرماتے ہیں اور جو شخص کہ قاری ہو یا علم قرأت سیکھتا ہو وہ شخص کہ مشابہ بالدال وظاء پڑھے اس کے پیچھے اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ یا یہ اپنی نماز لوٹا دے یہ میں نے بھی دیکھا کہ اگر حرف ضاد کو مخرج سے ادا کرے تو ہرگز مشابہ بالدال نہیں نکلتا مشابہ بالظاء ادا ہوتا ہے اور باوجودیکہ یہ حرف شفیۃ میں سے نہیں ہے مگر ہونٹ ہلتے ہیں۔ اور زبان وہاں سے ہٹتی ہے تب مشابہ بالدال نکلتا ہے اصل مخرج سے مشابہ بالظاء مع تمامی شرائط کے ادا ہوتا ہے۔ قیاساً۔

﴿جواب﴾ یہ قول قاری صاحب کا درست ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہگار بھی ہے اور دوسرا لفظ بدل جانے سے معنی بدل گئے تو نماز بھی نہ ہوگی۔ اور اگر باوجود کوشش وسعی ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے اور جو شخص خود صحیح پڑھنے پر قادر ہے ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر جو شخص قصداً خالص دال یا ظاء پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی (۲)۔ فقط۔

=۳۹۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القارئ، ج: ۴، ص: ۴۵)

(۲):وان ذكر حرفا مكان حرف ولم يغير المعنى بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما أشبه ذلك لم تفسد صلاته وان غير المعنى فان أمكن الفصل بين الحرفين=

بغیر علم کے نماز نہ ہونے کا مطلب

﴿سوال﴾ جو شخص نماز کے فرائض اور واجبات نہ جانتا ہو تو لکھا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی اور دہقانی کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ امر صحیح نہیں کہ بدون علم کوئی نماز درست نہیں ہوتی بلکہ ادا ہونا شرائط وارکان کا ضرور ہے خواہ علم ہو یا نہ ہو مراد یہ ہے کہ اس کی بہت نمازیں درست نہیں ہوتیں کہ اس کو خبر فساد وکراہت کی نہیں اگر کچھ واقع ہوگا بے علمی سے اس کو خبر نہ ہووے گی۔ اعادہ نہ کرے گا تو بعض نماز کا نہ ہونا مراد ہے نہ سب کا لہٰذا دہقانی کے پیچھے نماز درست ہو جاتی ہے جب کوئی مفسد صلوٰۃ اس سے بظاہر واقع نہ ہوا ہو(۳)۔فقط۔

=من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل وان كان لايمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشايخ قال أكثرهم لاتفسد صلاته هكذا فى فتاوى قاضيخان. وكثير من المشايخ أفتوا به قال القاضى الامام أبو الحسن والقاضى امام ابو عاصم ان تعمد فسدت وان جرى على لسانه أو كان لايعرف التميز لاتفسد وهو أعدل الاقاويل والمختار هكذا فى الوجيز للكردرى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الخامس فى زلة القارئ، ج: ١، ص: ٧٩)

(وكذا فى الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، فصل فى القرأة فى القرآن خطأ الخ، ج: ١، ص: ١٤١، ١٤٣)

(وكذا فى جواهر الفقه،رفع التضاد عن احكام الضاد، ج: ٣، ص: ٣٦، ط، مكتبه دار العلوم كراتشى)

(٣):فى الدرالمختار: (والأحق بالامامة) تقديماً بل نصباً. مجمع الأنهر (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. =

امام کو لقمہ دینا

﴿سوال﴾ امام نے فرضوں میں تین آیت سے زیادہ پڑھ لی اور اس کو سہو واقع ہوا مقتدی نے پیچھے سے لقمہ دیا امام نے لقمہ لیا یا نہ لیا مقتدی کی نماز میں نقصان ہوا یا نہ ہوا؟ جیسا کہ مشہور ہے۔

﴿جواب﴾ اپنے امام کو لقمہ دینا مفسد نماز امام کا اور مقتدی کا کسی کا نہیں خواہ ضرورت لقمہ کی ہو یا نہ ہو امام لقمہ لے یا نہ لیوے خواہ کسی قدر ہی امام پڑھ چکا ہو۔ کسی حال کسی وجہ سے فساد کسی کی نماز میں نہیں ہوتا یہ ہی صحیح ہے اور جو مشہور ہے صحیح نہیں (۴)۔ اور نماز مندرجہ سوال کی صورت میں ہو جاتی ہے کیونکہ مراد اس لم یکن ذکراً سے یہ ہے کہ وہ کلام ناس سے نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= وفی الشامیة تحته: قوله: (بأحكام الصلاة فقط) أی وان كان غير متبحر فی بقية العلوم، وهو أولى من المتبحر، كذا فی زاد الفقير عن شرح الارشاد. قوله: (بشرط اجتنابه الخ) كذا فی الدراية عن المجتبى. وعبارة الكافی وغيره: الأعلم بالسنة أولى، الا أن يطعن عليه فی دينه، لأن الناس لايرغبون فی الاقتداء به. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ۲، ص: ۲۹۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فی الهدية العلائية لتلاميذ المكاتب الابتدائية، كتاب الصلاة، باب الامامة، ص: ۸۱، ط، دار ابن حزم بيروت لبنان)

(۴):فی مراقی الفلاح: ويفسدها فتحه أی المصلی على غير امامه لتعلميه بلاضرورة وفتحه على امامه جائز.

وفی حاشية الطحطاوی تحته: وقوله: (وفتحه على امامه جائز) لما روى أنه ﷺ قرأ فی الصلاة سورة المؤمنين فترک كلمة فلما فرغ قال: ألم يكن فيكم أبیؓ قال: بلى، قال: هلا فتحت علی؟ قال: ظننت أنها نسخت قال ﷺ: لو سنخت لأعلمتكم وقال:=

باب نماز میں وضوٹوٹ جانے کا بیان

جمعہ کے دن اگر کوئی شخص پہلی صف میں ہو اور اس کا وضوٹوٹ جائے تو اس کا حکم

﴿سوال﴾ ایک شخص جمعہ کے دن اول صف میں جماعت میں ہوتا ہے اگر اس کا وضو جاتا رہے تو وہاں تیمّم کرے یا صف کو چیر کر باہر آوے؟

﴿جواب﴾ جمعہ میں یا غیر جمعہ میں نمازی کو نماز میں کسی وجہ سے دوبارہ وضو وغیرہ کی حاجت ہو تو صف کو چیر کر باہر چلا جاوے۔ اور اگر صف کے آگے کو راستہ ہو تو اس طرف سے آگے نکل کر وضو کر آوے اگر اس کی واپسی تک جمعہ ختم ہو جاوے تو ظہر پڑھے(۱)۔

=اذا استطعمك الامام فاطعمه أى اذا استفتحك الامام فافتح عليه. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ص: ۳۳۳، ۳۳۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ولو أخذ الامام من الفاتح بعد ما انتقل الى آية أخرى هل تفسد صلاة الامام؟ حكى عن القاضى الامام أبى بكر الزرنجرى أنه قال: تفسد، وغيره من المشايخ قالوا: لاتفسد، ولاينبغى للامام أن يلجئ القوم الى الفتح، ولكن اذا قرأ مقدار مايجوز به الصلاة يركع، وان لم يقرأ مقدار مايجوز به الصلاة ينتقل الى آية أخرى، ولاينبغى للمقتدى، أن يفتح على الامام من ساعته. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس فى بيان مايفسد ومالايفسد، ج: ۲، ص: ۲۲۵، ۲۲۶، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا فى رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، ج: ۲، ص: ۳۸۱، ۳۸۲، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱):عن على بن طلق قال: قال رسول الله ﷺ: اذا فسا أحدكم فى الصلاة فلينصرف فليتوضا وليعد الصلاة. (رواه ابو داؤد، كتاب الطهارة، باب فيمن يحدث=

قطرہ آنے سے نماز کا ٹوٹ جانا

﴿سوال﴾ ایک شخص کو مرض قطرہ ہے اگر حالت نماز میں قطرہ نکل جائے تو نماز توڑے یا نہیں اگر وسواس اس کا امر ہوتا ہو کیا کرے؟

﴿جواب﴾ اگر قطرہ نکلا خود نماز فاسد ہوگی یہ کیا توڑے گا مگر وہاں جو وسوسہ ہو تو نہ توڑے بعد نماز دیکھ لیوے۔ اگر نکلا ہے تو اعادہ کرلیوے ورنہ نماز ہوگی (۲)۔ فقط۔

نماز میں امام کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے

﴿سوال﴾ ایک امام نماز پڑھا رہا ہے وضو ٹوٹ گیا تو کیا کرے؟

﴿جواب﴾ از سر نو وضو کر کے نماز پڑھاوے کہ بناء کے مسائل سے لوگ واقف نہیں ہوتے اور استیناف اولیٰ بھی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=فی الصلاة، ص: ۴۰، رقم: ۲۰۵، ط، دار السلام ریاض)

من سبقه حدث سماوی من بدنه موجب للوضوء فی الصلاة انصرف من فوره وتوضأ من غیر ان یشتغل بشئ غیر ضروری فی وضوئه وبنی علی صلوته عندنا ان لم یعرض له ماینافیها......ولکن الاستیناف افضل للبعد عن شبهة الخلاف. (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، تذییل فی الحدث، ص: ۴۵۲)

(وکذا فی مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلاة، باب الحدث فی الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۷۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲): واما عند خروج قطرة عن احلیله فتفسد صلاته فلینصرف ولیتوضأ. (معارف السنن، ج: ۱، ص: ۱۹۹، ط، ایجوکیشنل بریس کراتشی)

ومن تیقن فی الوضوء وشک فی الحدث فلاوضوء علیه الاصل فی هذا ان الیقین لایزول بالشک. (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، ص: ۱۴۵)

(۳):من سبقه حدث توضأ وبنی کذا فی الکنز.... والاستئناف أفضل کذا فی=

باب فوت شدہ نمازوں کی قضا پڑھنے کا بیان

قضا نمازیں کیسے ادا کی جائیں

﴿سوال﴾ میرے بائیں ہاتھ کی ایک انگلی خود بخود پک گئی تھی اور زخم شدید ہو گیا تھا۔ قریب ایک ماہ علاج شفاخانہ میں کرایا گیا شفاخانہ میں بعد لگانے مرہم کے ایک پارچہ کی پٹی دونوں وقت باندھی جاتی تھی۔ جس کو صبح وشام خاکروب شفاخانہ ایک گندہ پانی میں خاص اس کام کے واسطے مہیا تھا۔ سب مریضوں کی پٹیوں کو دھو کر اور صاف وستھرا کر کے کمپونڈر کو دے دیا کرتا تھا۔ پس وہی پیٹاں دوسرے روز کام میں مریضوں کی لائی جاتی تھیں۔ چنانچہ میں انہی کی پٹی بندھی ہوئی سے نمازیں پڑھتا رہا، اس صورت میں اس پارچہ پٹی بندھی ہوئی سے جو نمازیں پڑھی گئیں صحیح ہوئیں یا نہیں اور فرض میرے ذمہ سے ساقط ہو گئے یا نہیں دوسرے بعض اوقات بوجہ غلبہ تکلیف انگشت نمازیں فوت ہو گئیں اور یہ یاد نہیں کہ کون سے وقت کی قضا سے ہوئی ہیں پھر کس وقت کی مقرر کر کے نیت نماز کروں اور فرض قضا ادا کروں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ آپ کی جس قدر نمازیں گئی ہیں ان کو قضا کر لینا چاہیے اور جو نمازیں اور زمانہ میں اس ناپاک کپڑے سے پڑھی گئی ہوں ان کی بھی قضا آوے گی اول ظہر جو میرے ذمہ ہیں یا آخر ظہر جو میرے

=المتون. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب السادس فی الحدث فی الصلاة، ج: ١، ص: ٩٣)

وفی القدوری: فان سبقه الحدث انصرف وتوضأ وبنیٰ علی صلاته ان لم یکن اماما. فان کان اماماً: استخلف وتوضأ، وبنیٰ علی صلاته ما لم یتکلم، والاستئناف أفضل. (مختصر قدوری و معه اللباب، کتاب الصلاة، باب فی الحدث، ج: ٢، ص: ١٨٦، ١٨٧، ط، دار السراج المدینة المنورة)

(وکذا فی غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، تذییل فی الحدث، ص: ٤٥٢)

ذمہ ہیں اس طرح کی نیت کرلینی چاہیے(۱)۔ فقط والسلام۔

قضا نمازوں کے پڑھنے کا طریقہ

﴿سوال﴾ فدوی تابعدار حضور کی دس سال کی عمر سے اٹھارہ سال کی عمر تک بعض اوقات کی اکثر نمازیں فوت ہوگئی ہیں مگر یہ یاد نہیں کہ کون وقت کی پھر کیسے قضا نمازوں کی نیت کا جاوے؟

﴿جواب﴾ قضا نمازوں کو اپنی رائے اور خیال سے متعین کرلینا چاہیے کہ میرے ذمہ اس قدر نمازیں مثلاً فجر کی ہیں اور اس قدر ظہر کی ہیں۔ اس کے بعد اول ہر ظہر یا آخر ظہر کی نیت سے ہمیشہ جس قدر ادا ہوسکیں ادا کرلیا کریں(۲)۔

---

(۱):اذا أراد أن يقضى الفوائت، ذكر فى فتاوى أهل سمرقند أنه ينوى أول ظهر للّٰه عليه، وكذلك كل صلاة يقضيها، واذا أراد ظهراً أخرى ينوى أيضا أول ظهر للّٰه عليه، لأنه لما قضى الأول صار الثانى أول ظهر للّٰه عليه. (المحيط البرهانى، كتاب الصلاة، الفصل العشرون قضاء الفوائت، ج: ۲، ص: ۳۵۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

ولو نوى أول ظهر عليه، أو آخر ظهر عليه جاز، لأن الصلاة تعينت بتعيينه، وكذا الوقت تعين بكونه أولا أو آخرا، فان نوى أول صلاة عليه وصلى فما يليه يصير أولا أيضا فيدخل فى نيته أول ظهر عليه ثانيا، وكذا ثالثا الى مالايتناهى وكذا الآخر، وهٰذا مخلص من لم يعرف الأوقات التى فاتته أو اشتبهت عليه أو أراد التسهيل على نفسه. (تبيين الحقائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج: ٦، ص: ۲۲۰، ط، مكتبة الكبرى الاميرية مصر/ وفى الفتاوى العالمكيرية، مسائل شتى، ج: ٦، ص: ۴۴۳)

(۲):واذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلاة، فان اراد تسهيل الأمر عليه نوىٰ: أول ظهر عليه، أو آخره. (نور الايضاح ونجاة ومعه امداد الفتاح، ص: ۴۹۳،=

قضانماز کی جماعت

﴿سوال﴾ ایک مسجد میں نماز صبح کی چند آدمیوں نے باجماعت پڑھ لی چند آدمی باقی رہ گئے۔ انہوں نے قضانماز باجماعت پڑھی نماز ان کی صحیح ہوئی یا نہیں ہوئی اور جماعت قضاء کی درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جماعت قضا کی بھی درست ہے (۳) مگر اس طرح چند آدمی کو قضاء کر کے جماعت سے ادا کریں سخت بے حیائی و بے شرمی ہے۔ لازم ہے کہ اس کی معصیت کو پردہ کریں تو اس طرح کے فعل سے گنہگار ہوئے خداتعالیٰ معاف فرماوے (۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

=ط، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

اذا أراد أن يقضى الفوائت، ذكر فى فتاوى أهل سمرقند أنه ينوى أول ظهر لله عليه، وكذلك كل صلاة يقضيها، واذا أراد ظهراً أخرى ينوى أيضا أول ظهر لله عليه، لأنه لما قضى الأول صار الثانى أول ظهر لله عليه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون فى قضاء الفائتة ،ج: ۲، ص: ۴۵۴، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۳):فى التاتارخانية:واذا قضى الفوائت ان قضاها بجماعة، وكان صلاة يجهر فيها بالقراءة يجهر فيها الامام، وان قضاها وحده يخير ان شاء جهر، وان شاء خافت، والجهر أفضل. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون فى قضاء الفائتة ،ج: ۲، ص: ۴۵۴، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۴):فى الدر المختار: وينبغى أن لايطلع غيره على قضائه لأن التأخير معصية فلايظهرها.

وفى الشامية تحته: قوله: (وينبغى الخ) تقدم فى باب الأذان أنه يكره قضاء الفائتة فى المسجد، وعلله الشارح بما هنا من أن التأخير معصية فلايظهرها. وظاهره أن الممنوع هو القضاء مع الاطلاع عليه، سواء كان فى المسجد أو غيره كما أفاده فى المنح.=

باب امامت اور جماعت کا بیان

عالم وقاری میں امامت کے لئے کون افضل ہے

﴿سوال﴾ مذہب حنفیہ میں امامت عالم کی اولیٰ تر ہے قاری سے لیکن اگر قاری ہو اور ضروریات دین سے بخوبی واقف ہو اور عالم قاری نہ ہو تو عالم کی امامت سے قاری کی امامت اولیٰ ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر عالم واقف مسائل صلوٰۃ کا قرآن کو مایجوز به الصلوٰۃ پڑھتا ہے تو اس کو ہی امام بنانا چاہیے(۱) اور جو قرآن ایسا نہیں جانتا تو امامت اس کی درست ہی نہیں ہوئی کہ رکن نماز کا قرأت

= قلت: والظاهر أن ينبغى هنا الوجوب وأن الكراهة تحريمية، لأن اظهار المعصية معصية، لحديث الصحيحين "كل امتى معافى الا المجاهرين، وان من الجهار أن يعمل الرجل بالليل عملا ثم يصبح وقد ستره الله فيقول عملت البارحة كذا وكذا، وقد بات يستره ربه ويصبح يكشف ستر الله عنه، والله تعالىٰ اعلم. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج: ۲، ص: ۵۳۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱):فى الدرالمختار: (والأحق بالامامة) تقديماً بل نصباً. مجمع الأنهر (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة.

وفى الشامية تحته: قوله: (بأحكام الصلاة فقط) أى وان كان غير متبحر فى بقية العلوم، وهو أولى من المتبحر، كذا فى زاد الفقير عن شرح الارشاد. قوله: (بشرط اجتنابه الخ) كذا فى الدراية عن المجتبى. وعبارة الكافى وغيره: الأعلم بالسنة أولى، الا أن يطعن عليه فى دينه، لأن الناس لايرغبون فى الاقتداء به. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ۲، ص: ۲۹۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى الهداية: وأولى الناس بالامامة أعلمهم بالسنة، وعن أبى يوسف رحمه الله : أقرؤهم. =

ہے(۲) قرآن جب غلط پڑھا تو نماز فاسد ہوئی۔ایسی حالت میں قرآن صحیح پڑھنے والا امام ہوا گرچہ تھوڑے مسائل سے واقف ہو چہ جائیکہ بخوبی ہومگر مراد قاری سے یہ معروف قاری نہیں کیونکہ اعلیٰ درجہ ہے یہ فرض نہیں، غرض مایجوز به الصلوٰة بتصحيح الحروف كذا في عامة الكتب. واللہ تعالیٰ اعلم۔

قاری اور عالم میں امامت کو کون اہل ہے

﴿سوال﴾ امامت قاری کی بہتر ہے یا عالم کی؟

﴿جواب﴾ اگر عالم ایسا قرآن پڑھتا ہے جس سے نماز ہو جاوے تو قاری کو امام نہ ہونا چاہیے(۳) اور جو ایسا قرآن پڑھتا ہے کہ نماز فاسد ہو تو قاری امام ہووے۔

= وفى البناية تحته: (وأولى الناس بالامامة أعلمهم بالسنة) ش: أى بالفقه والاحكام الشرعية اذا كان يحسن من القرآن مايجوز به الصلاة، وهو قول الجمهور، واليه ذهب عطاءؒ والأوزاعیؒ ومالکؒ والشافعیؒ. (البناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب فى الامامة، ج: ۲، ص: ۳۲۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲):فى الهداية: فرائض الصلاة ستة:.....والقراء ة، لقوله تعالىٰ: فاقرأوا ما تيسر من القرآن [المزمل. الآية۲۰].

وفى البناية تحته: (والقراء ة) ش: أى الفريضة الثالثة قراء ة القرآن. (البناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب فى صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۵۷، ط، دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳):فى الكنز: والأعلم أحق بالامامة.

وفى النهر تحته: (والأعلم) بأحكام الصلاة أى بما يصلحها ويفسدها وهذا مراد من قال بالفقه وأحكام الشريعة اذا الزائد على ذلك غير محتاج اليه هنا ومن ثم وقع عبارة أكثرهم أى: بالسنة باعتبار أن تفضيل أحكام الصلاة لم تستفد الا منها وعلم من=

والدین کے نافرمان کی امامت

﴿سوال﴾ عبادت نافلہ بہتر ہے یا اطاعت والدین اور جو شخص اپنے والدین کی اطاعت نہ کرے وہ فاسق ہے یا نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اطاعت والدین کی امر مباح واجب ہے(۴) اور واجب عبادت نافلہ سے مقدم ہے پس اگر خدمت والدین سے فرصت نہ ہو تو نوافل کو ترک لازم ہے اور جو حقوق والدین ادا نہ کرے وہ فاسق

=تقييد الأعلم بما ذكرنا أنه لابد أن يكون حافظاً لمقدار ماتجوز به الصلاة لأنه اذا خلى عن ذلك لايكون عالماً بما يصلحها و حينئذ فلاحاجة الى التقييد به كما قيل نعم شرط الشارح كونه حافظاً لمقدار المفروض والواجب ولم أره منقولاً لكن القواعد لا تأباه وأقول: ذكر في الدراية معزياً الى المبسوط الأعلم أولى اذا قدر على القراءة قدر ما يحتاج اليه وهٰذا كما ترى صريح في اشتراط كونه حافظاً لمقدار الواجب أيضاً لظهور أنه يحتاج اليه في تكميل صلاته بل حفظ المسنون يحتاج اليه أيضا. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب الامامة والحدث في الصلاة، ج: ۱، ص: ۲۳۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار، كتاب الصلاة، فصل في صلاة الجماعة، ج: ۱، ص: ۵۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴):قال اللّٰه تبارك وتعالٰى: وقضىٰ ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسٰنا. الخ. وفي الجامع لاحكام القرآن تحت هذه الآية: وعلى هٰذا اذا أمرا أو أحدهما ولدهما بأمر وجبت طاعتهما فيه، اذا لم يكن ذلك الأمر معصية، وان كان ذلك المأمور به من قبيل المباح في أصله، وكذلك اذا كان من قبيل المندوب. (الجامع لاحكام القرآن، ج: ۱۳، ص: ۵۲، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

ہے۔امامت اس کی مکروہ تحریمہ ہے(۵)فقط کذا فی کتب الفقہ۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

عالم تارک جماعت کی امامت

﴿سوال﴾ اگر کوئی نماز باجماعت نہ پڑھتا ہو اور کبھی کبھی جماعت کی نماز پڑھتا ہو لیکن اکثر اوقات بلا جماعت تو افضل امامت کے واسطے وہ شخص خوان ناظرہ بہتر ہے کہ جو پنج وقتی نماز باجماعت ادا کرتا ہو یا اس طرح کا عالم؟

﴿جواب﴾ جو عالم ماہر ہے مگر اگر تارک جماعت ہے تو وہ فاسق ہے(۶) اگر چہ عالم ہو اس کی

---

(۵):عن انس بن مالکؓ عن النبیﷺ قال فی الکبائر: الشرک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس وقول الزور. (جامع الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء، ص: ۶۷۹، رقم: ۳۰۲۱، ط، دار السلام ریاض)

فی ملتقی الأبحر: ویکرہ امامة العبد والأعرابی والأعمی والفاسق.

وفی مجمع الأنہر تحتہ: (والفاسق) أی الخارج عن طاعة اللّٰہ تعالیٰ بارتکاب کبیرة لأنہ لا یھم بأمر دینہ، وکذا امامة التمام، والمرائی، والمتصنع، وشارب الخمر. (مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۶۲، ۱۶۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی منحة السلوک فی شرح تحفة الملوک، کتاب الصلاة، فصل فی الجماعة، ص: ۱۶۸، ۱۶۹)

(۶): فی معارف السنن: الجماعة واجبة عندنا فی القول الراجح، وقد تقدم أن الوجوب عندنا غیر الفرضیة، وسبق تفصیل المذاھب والأقوال فی حکم الجماعة...وکذا تقدم بیان أعذار ترک الجماعة، فتارکھا فاسق. (معارف السنن، کتاب الصلاة، باب ماجاء فیمن سمع النداء فلایجیب، ج: ۲، ص: ۲۶۶، ط، ایجوکیشنل بریس کراتشی)

امامت مکروہ تحریمہ ہے ناظرہ خواں صالح اس سے بہتر ہے امام بنانے میں کہ فاسق اگر چہ عالم ہو اس کی امامت مکروہ تحریمہ ہے اور اس کا امام بنانا حرام ہے چنانچہ ردالمحتار میں صریح صاف یہ لکھا ہے (۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر مقلد کی امامت

﴿سوال﴾ غیر مقلد کے پیچھے مقلدین امام کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر غیر مقلد متعصب نہیں اور بزرگوں کی شان میں بے ادب نہ ہو اور وہ شخص ایسا کام نہ کرے کہ جس سے حسب مذہب امام علیہ الرحمۃ نماز مکروہ یا فاسد ہوتی ہے تو ایسے غیر مقلد کے پیچھے ان شرائط کے ساتھ نماز پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے (۸)۔ فقط۔

---

(۷): وقال فی شرح المنیة: والأحکام تدل علی الوجوب، من أن تارکها بلاعذر یعزر وترد شهادته، ویأثم الجیران بالسکوت عنه. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ۲، ص: ۲۸۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی الشامیة ایضاً: وقوله: (وفاسق) من الفسق: هو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وآکل الربا ونحو ذلک، کذا فی البرجندی اسماعیل. وفی المعراج قال أصحابنا: لاینبغی أن یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لأنه فی غیرها یجد اماماً غیره اهـ. قال فی الفتح: وعلیه فیکره فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد المفتی به، لأنه سبیل الی التحول. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ۲، ص: ۲۹۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۸): فی الدر المختار: ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاة لم یکره، أو عدمها لم یصح، وان شک کره.

وفی الشامیة: فتحمل أن الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض أفضل من=

رنڈیوں کے ساتھ جانے والے کی امامت

﴿سوال﴾ ایک شخص قوم حجام سے امام مسجد ہے اور مسئلہ مسائل میں نماز وغیرہ سے خوب واقف ہے باوجود ہونے اور شخص خواندہ کے اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں باوجود کمینے ہونے کے تمام نمازی اس سے راضی ہیں مگر ایک دو آدمی بباعث فخر قوم کے اس سے ناراض ہیں اور وہ حجام رنڈی کے پیچھے مشعل بھی جلاتا ہے؟

﴿جواب﴾ شریف اگر متقی اور عالم ہو تو اس کی امامت بہ نسبت رذیل قوم کی امامت کے اولیٰ ہے(۹) مگر نماز اس رذیل کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے مگر جب وہ رنڈیوں وغیرہ میں جاتا ہے اور ان کے ساتھ ان کی خدمت کرتا پھرتا ہے تو فاسق ہے ایسے کی امامت مکروہ تحریمی ہے(۱۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=الانفراد اذا لم يجد غيره، والا فالاقتداء بالموافق أفضل.(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة،باب الامامة، ج:٢،ص: ٣٠٢،٣٠٣، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۹):في الهندية: الأولى بالامامة أعلمهم باحكام الصلاة هكذا في المضمرات، وهو الظاهر هكذا في البحر الرائق.....فان استووا في الحسن فأشرفهم نسبا كذا في فتح القدير. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالامامة، ج: ١، ص: ٨٣)

(۱۰)في الشامية: وقوله: (وفاسق) من الفسق: هو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا ونحو ذلك، كذا في البرجندي اسماعيل. وفي المعراج قال أصحابنا: لاينبغي أن يقتدى بالفاسق الا في الجمعة لأنه في غيرها يجد اماماً غيره اهـ. قال في الفتح: وعليه فيكره في الجمعة اذا تعددت اقامتها في المصر على قول محمد المفتي به، لأنه سبيل الى التحول. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ٢، ص: ٢٩٨، ط، دار عالم الكتب رياض)

رسوم وعرس وغیرہ کو اچھا جاننے والا اور برا جان کر کرنے والا دونوں کی امامت

﴿سوال﴾ مسئلہ جو شخص کہ رسوم وعرس وغیرہ کو اچھا جانے اس کے پیچھے نماز میں کچھ نقصان ہے یا نہیں یا لوٹانا ضروری ہے یا یہ کہ ان رسوم کو بُرا جانتا ہے مگر کرتا ہے اس کے پیچھے نماز میں کچھ نقصان ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ان دونوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے(۱۱) مگر اعادہ واجب نہیں ہے اول شخص کے پیچھے کراہت زیادہ ہے بہ نسبت دوسرے کے۔فقط۔

انعمت کو غلط پڑھنے والے کی امامت

﴿سوال﴾ مسئلہ نماز قاری کی ایسے شخص کے پیچھے کہ جو لفظ مخرج سے نہ ادا کرتا ہو مگر قدرے فرق حروف مشتبہ الصوت میں کرتا ہو تو نماز قاری اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں یا جو شخص عین کو ہر جگہ ادا کرتا ہو۔مگر انعمت

---

(۱۱):لایجوز مایفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السراج والمساجد عليها، ومن الاجتماع بعد الحول كالأعياد ويسمونه عرساً.(تفسیر مظهری، سورة آل عمران تحت آیت:۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفين)

فی ملتقى الأبحر: ويكره امامة العبد والأعرابى والأعمى والفاسق والمبتدع.

وفى مجمع الأنهر تحته: (والمبتدع) أى صاحب هوى لايكفر به صاحبه حتى اذا كفر أنه لم تجز أصلا. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۶۲، ۱۶۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ۲، ص: ۲۹۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

کی عین کوالف عادتاً پڑھتا ہو نہ عمداً کہ یہ الف ہے۔ایسے شخص کے پیچھے نماز قاری کی ہوگی یا نہیں اور خاص اس شخص کی نماز ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قاری کی نماز ایسے شخص کے پیچھے ہوجاتی ہے اور جو عین کو الف جان کر پڑھے نہ اس کی نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز نہ ہوگی (۱۲)۔فقط۔

گناہ کبیرہ کے مرتکب کی امامت

﴿سوال﴾ جو شخص غیبت کرتا ہے وہ بھی فاسق ہے یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی یا نہیں حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص عرس وسوئم وغیرہ کو کرے یا داڑھی منڈوائے وہ فاسق و بدعتی ہے اس کی امامت نہ چاہیے لہٰذا گذارش ہے کہ ہر گناہ کبیرہ سے فاسق ہوتا ہے یا یہی گناہ مذکورہ موجب فسق ہیں اور اگر ہر گناہ سے فاسق ہے تو ایسا امام تو بہت کم ملے گا۔ بلکہ غیبت نہ کرنے والا شاید کوئی ہوگا تو جو مقتدی کہ ان گناہوں سے احتیاط کرتا ہو۔وہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیا ترک جماعت اچھا ہے یا اعادہ نماز اولیٰ ہے یا اور کسی غیر محلّہ کی مسجد میں جانا مسجد محلّہ چھوڑ کر اچھا ہے تینوں صورتوں کی اجازت دیجئے یا ایک خاص تحریر فرما دیجئے کہ

---

(۱۲):وان ذكر حرفا مكان حرف ولم يغير المعنى بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما أشبه ذلک لم تفسد صلاته وان غير المعنى فان أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل وان كان لايمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشايخ قال أكثرهم لاتفسد صلاته هكذا فى فتاوى قاضيخان. وكثير من المشايخ أفتوا به قال القاضى الامام أبو الحسن والقاضى امام ابو عاصم ان تعمد فسدت وان جرى على لسانه أو كان لايعرف التميز لاتفسد وهو أعدل الاقاويل والمختار هكذا فى الوجيز للكردرى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الخامس فى زلة القارئ، ج: ۱، ص: ۷۹)

ترک جماعت ہی کرے یا اعادہ کرے یا سب برابر ہیں یا جو شخص قبروں کو چڑھاوا حرام جان کر کھاوے یا مجلس میلاد مروجہ یا سوئم وغیرہ کو بدعت جان کر شرکت کرتا ہو تو اس کے ساتھ ابتدائے سلام کرنا یا امامت کرانا درست ہے یا نہیں آیا ایسے شخص کی امامت بھی مکروہ تحریمی اور ابتدائے سلام سے گنہگار ہوگا؟

(۲) حضور فرماتے ہیں کہ ایسے شخصوں کی عیادت وشرکت جنازہ بھی نہ کرے یہ تو حدیث سے ثابت ہے کہ ہے ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر شرکت جنازہ وعیادت مریض کا ضروری حق ہے کیا حکم حدیث تنبیہاً ہے یا یہ لوگ کچھ اسلام ہی کامل نہیں رکھتے کیا ان ترک حقوق سے گنہگار نہ ہوگا؟ یا حکم حدیث علماء ومفتیان کے واسطے ہے نہ عامی کے لئے یا جو شخص نہایت ہی عابد زاہد ہے مگر مزامیر مروجہ صوفیان زمانہ حال ومیلاد وغیرہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان کر شرکت کرتا ہو تو ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور کیسے ہوگی تحریمی یا تنزیہی حضور اگر جواب موافق والا نامہ سابق ہی ہے تو جو ثواب عیادت مریض وسلام وشرکت جنازہ کا تھا اس سے ہم لوگ بالکل محروم رہے کیونکہ ہمارے تمام شہر میں کل بدعتی اور شرک کرنے والے ہیں۔ فقط دس بارہ ہی آدمی اس عقیدہ کے ہیں فقط۔

(۳) جس کسی سے گناہ مذکور ہوگیا تو کب تک اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی؟ بدعتی کے پیچھے نماز مسجد میں پڑھ کر پھر انہیں فرضوں کو گھر آ کر لوٹا وے تو ثواب مسجد کا ملے گا یا نہیں کیونکہ مسجد میں فساد کا اندیشہ ہے اور حضور نے جو فتنہ وفساد کو تحریر فرمایا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

﴿جواب﴾ (۱) جو شخص کسی کبیرہ کا مرتکب ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے (۱۳) پس جو شخص

---

(۱۳): في الشامية: وقوله: (وفاسق) من الفسق: هو الخروج عن الاستقامة، و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا ونحو ذلك، كذا في البرجندي اسماعيل. وفي المعراج قال أصحابنا: لاينبغي أن يقتدى بالفاسق الا في الجمعة لأنه في غيرها يجد اماماً غيره اهـ. قال في الفتح: وعليه فيكره في الجمعة اذا تعددت اقامتها في المصر على قول محمد المفتي به، لأنه سبيل الى التحول. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ۲، ص: ۲۹۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

غیبت کرتا ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے ہاں احیاناً اتفاقاً کسی سے غیبت سرزد ہوجائے تو اس پر یہ حکم نہ ہوگا۔ ایسے ہی جو شخص کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے اور پھر جلد توبہ بھی کرے وہ بھی اس حکم میں داخل نہیں ہے گو کتنی ہی مرتبہ اس سے اس فعل کا صدور ہو۔ بشرطیکہ توبہ صرف زبانی نہ ہو بلکہ سچی توبہ دل سے ہو(۱۴) مگر بشریت سے پھر صدور ہوجاتا ہو مگر ایسی حالت میں نہ ترک جماعت کرے، نہ اعادہ کرے۔ البتہ اور امام مسجد حتی الوسع تلاش کرے اگر نہ ہوسکے تو تنہا پڑھنے سے ایسے شخص کے پیچھے پڑھ لینا بہتر ہے ایسے لوگوں سے ابتداء سلام بھی ایسی جگہ درست ہے کہ یہ امید نفع دینی ہو یا اندیشہ ضرر ہو اور دونوں امر نہ ہوں تو انقطاع کلی ہی چاہیے اور امام بنانا تو ایسے شخص کو سخت گناہ ہے۔ ہاں تبدیل امام سے مجبور ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیے۔ فقط۔

(۲) ایسے لوگوں کی عیادت اور شرکت جنازہ بھی ان ہی مسلمانوں کے حقوق اسلام میں داخل فرمایا

---

(۱۴):عن عبدالرحمن ابن أبی عمرة قال: سمعت أبا هريرة قال: سمعت النبیﷺ قال: ان عبداً أصاب ذنباً، وربما قال: أذنب ذنباً. فقال: رب اذنبت ذنباً، وربما قال: اصبت فاغفرلی۔ فقال ربه: أعلم عبدی ان له ربا يغفر الذنب ويأخذ به؟ غفرت لعبدی، ثم مكث ماشاء الله، ثم أصاب ذنباً. أو أذنب ذنباً. فقال: رب أذنبت۔ أو أصبت آخر۔ فاغفره. فقال: أعلم عبدی أن له ربا يغفر الذنب ويأخذ به؟ غفرت لعبدی، ثم مكث ماشاء الله ثم أذنب ذنباً۔ وربما قال: أصاب ذنبا۔ قال: قال رب أصبت۔ أو أذنبت آخر۔ فاغفره لی. فقال: أعلم عبدی أن له ربا يغفر الذنب، ويأخذ به؟ غفرت لعبدی۔ ثلاثا۔ فليعمل ماشاء. وفی عمدة القاری تحت هذا الحديث: ”فليعمل ماشاء“ معناه: مادمت تذنب فتتوب غفرت لک. وقال النووی فی الحديث: ان الذنوب ولو تكررت مائة مرة بل ألفاً وأكثر وتاب فی كل مرة قبلت توبته، أو تاب عن الجميع توبة واحدة صحت توبته. (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالیٰ: يريدون ان يبدلوا كلٰم الله.”الفتح:۱۵“، ج: ۲۵، ص: ۲۴۵، رقم: ۷۵۰۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

گیاہے جو نیک اور پرہیز گار ہیں اور جو لوگ فساق فجار ہیں ان سے کسی طرح میل محبت نہ چاہئے بالکل انقطاع چاہئے (١٥)۔

(٣) ایسے ہی جو لوگ مزامیر سنتے ہیں وہ فاسق ہیں گو کیسے ہی عابد زاہد ہوں اور ان کی امامت بے شک مکروہ تحریمی ہے اور جب اور شخص کو امام نہ بنا سکے اور دوسری جگہ نہ جا سکے تو لاچاری اور مجبوری کے وقت ایسے لوگوں کی امامت درست ہے (١٦)۔فقط۔

(٤) جب تک وہ توبہ نہ کرے اس وقت تک اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(١٥):فی المرقات: فان هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق، فانه ﷺ لما خاف على كعب بن مالك وأصحابه النفاق حين تخلفوا عن غزوة تبوك أمر بهجرانهم خمسين يوماً، وقد هجر نساءه شهراً، وهجرت عائشة ابن الزبير مدة. الخ. (المرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب،الفصل الاول، باب ماينهى عنه من التهاجر و التقاطع و اتباع العورات، ج: ٩، ص: ٢٣١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى بذل المجهود:وقال السيوطى:والمراد حرمة الهجران اذا كان الباعث عليه وقوع تقصير فى حقوق الصحبة، والأخوة، وآداب العشرة، كاغتياب، وترك نصيحة، وأما ما كان من جهة الدين والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب الى وقت ظهور التوبة. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب فى هجرة الرجل أخاه، ج: ١٣، ص: ٣١٩، ط، دار البشائر الاسلامية،بيروت لبنان)

(١٦):عن أبى امامة، عن النبى ﷺ قال: ان الله عزوجل بعثنى رحمة وهدى للعالمين، وأمرنى أن أمحق المزامير [والكنارات]۔ يعنى البرابط والمعازف والأوثان التى كانت تعبد فى الجاهلية.الخ. (مسند احمد، مسند الأنصار، ص: ١٦٤٢، رقم: ٢٢٥٧١، ط، بيت الأفكار الدولية رياض) =

مراہق کی امامت

﴿سوال﴾ مراہق کتنی عمر کا ہوتا ہے اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مراہق کی امامت نادرست ہے اور تیرہ برس کا لڑکا مراہق ہے(۱۷)۔

= فی الدر المختار: استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلاة والسلام: استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر أی بالنعمة.

وفی الشامیة تحته: قوله: (فسق) أی خروج عن الطاعة، ولایخفی أن فی الجلوس علیها استماعاً لها، والاستماع معصیة فهما معصیتان. (الرد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فی اللبس، ج: ۹، ص: ۵۰۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی مراقی الفلاح: ولذا کره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعاً، فلایعظم بتقدیمه للامامة، واذا تعذر منعه ینتقل عنه الی غیره مسجده للجمعة وغیرها وان لم یقم الجمعة الا هو تصلی معه.

وفی حاشیة الطحطاوی تحته: قوله: (فتجب اهانته شرعاً فلایعظم بتقدیمه للامامة) تبع الزیلعی، ومفاده کون الکراهة فی الفاسق تحریمة. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتا ب الصلاة، فصل فی بیان الأحق بالامامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۷):ولایصح اقتداء البالغ غیرالبالغ فی الفرض وغیره وهو الصحیح لان صلاة البالغ اقوی للزومها ولایجوز بناء القوی علی الضعیف. (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، کتاب الصلاة، من لایصح الاقتداء به، ص: ۵۱۶) =

جامع مسجد کا امام بدعتی و فاسق ہوتو کیا کیا جائے

﴿سوال﴾ اگر جامع مسجد کا امام بدعتی ہو یا فاسق ہو اس وجہ سے اپنی مسجد محلّہ میں جمعہ کر لینا اولیٰ ہے یا نہیں اور اگر بدعتی امام کے پیچھے مقتدی بھی بدعتی ہوں تو ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بدعتی کی اقتداء سے اپنا جمعہ اور جماعت الگ کر لینا بہتر ہے بدعتی کے پیچھے اس جیسوں کی نماز بھی مکروہ ہے(۱۸)۔فقط۔

= فلايصح اقتداء بالغ بصبی مطلقاً سواء كان فی فرض لأن صلاة الصبی ولو نوى الفرض نفل، أو فی نفل لأن نفله لايلزمه أى، ونفل المقتدی لازم مضمون عليه فيلزم بناء القوى على الضعيف....و قال بعض المشايخ: يصح اقتداء البالغ بالصبی فی التراويح، والسنن المطلقة، والنفل، والمختار عدم الصحة، بلاخلاف بين أصحابنا نقله السيد عن العلامة مسكين. (حاشية الطحطاوی على المراقی الفلاح، كتاب الصلاة، باب الامامة، ص: ۲۸۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ۱، ص: ۶۲۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۸):فی مراقی الفلاح: (وكره امامة العبد).....(والمبتدع) بارتكابه ما أحدث على خلاف الحق المتلقی عن رسول اللهﷺ: ”من علم أو عمل أو مال بنوع شبهة، أو استحسان“ وروى محمد عن أبی حنيفة رحمه الله تعالىٰ وأبی يوسف أن الصلاة خلف أهل الأهواء لاتجوز والصحيح أنها تصح مع الكراهة خلف من لاتكفره بدعته، لقولهﷺ: ”صلوا خلف كل بر وفاجر وصلوا على كل بر وفاجر وجاهدوا مع كل بر وفاجر“. رواه الدارقطنی كما فی البرهان. (مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، كتاب الصلاة فصل فی بيان الأحق بالامامة، ص: ۳۰۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) =

بدعتی کی امامت

﴿سوال﴾ بدعتی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مکروہ تحریمہ ہے(۱۹)۔

رسول اللہ کو غیب داں جاننے والے کی امامت

﴿سوال﴾ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب داں جانے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرتا ہو اس کے پیچھے نادرست ہے(۲۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= (وكذا في مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، ج: ١، ص: ١٦٢، ١٦٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ٢، ص: ٢٩٩، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۹):في نورالايضاح: وكره امامة العبد....والفاسق، والمبتدع.

وفي امداد الفتاح تحته: والمراد المبتدع الذى لاتكفره بدعته فان كفر بها لاتصح امامته كما قدمناه. (امداد الفتاح شرح نورالايضاح ونجاة الارواح، كتاب الصلاة، فصل في الأحق بالامامة، وترتيب الصفوف، ص: ٣٤٢، ٣٤٣، ط، مكتبه رشيدية كوئٹه)

(۲۰):ثم اعلم ان الانبياء عليهم الصلاة والسلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ماعلمهم الله تعالىٰ أحيانا. وذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ قل لايعلم من فى السموات والارض الغيب الا=

مشرک بدعتی فاسق کی امامت

﴿سوال﴾ مشرک بدعتی گور پرست ظالم فاسق غیر مقلد جو مسلمانوں کی برائیاں حکام سے کرے اور مسجد میں کفار کو بٹھاوے اور خاطر کرے ان سب کے پیچھے نماز درست یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ہر مسلمان کے پیچھے جس کے معاصی کفر تک نہ پہنچے ہوں نماز ہو جاتی ہے مگر اجر وثواب بہت کم ہوتا ہے اور جس کی نوبت کفر تک پہنچ گئی ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی (۲۱)۔

=اللّٰه. كذا في المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلى القارى، مسئلة فى أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ۱۳۷،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

اعتقاد اينكه كسے غير حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفى وجلى در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرك است. (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوى، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه)

وتجوز الصلاة خلف كل بر وفاجر، لقوله عليه السلام: صلوا كل بر و فاجر. ولأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة، وأهل الهواء، والبدع، من غير نكير. وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف البدع فمحمول على الكراهة، اذ لا كلام فى كراهة الصلاة خلف الفاسق والمبتدع. هذا اذا لم يؤد الفسق أو البدعة الى حد الكفر، أما اذا أدى اليه فلا كلام فى عدم جواز الصلاة خلفه. (شرح العقائد النسفية، الكلام فى العقائد المتفرقة، ص: ۳۶۹، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۲۱):(وتكره امامة العبدوالاعمىٰ والفاسق والمبتدع) أى صاحب هوى لايكفر به فان كفر به لايصح الاقتداء به اصلاً كما لايخفى. (الدر المنتقى فى شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۶۲، ۱۶۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

=

بدعتی کی امامت کا حکم

﴿سوال﴾ بدعتی کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے(۲۲)۔فقط۔

بدعقیدہ شخص کی امامت

﴿سوال﴾ جمعہ کی نماز جامع مسجد میں باوجودیکہ امام بدعقیدہ ہو پڑھے یا دوسری جگہ پڑھ لے؟

﴿جواب﴾ جس کے عقیدے درست ہوں اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے(۲۳)۔فقط۔

= وتجوز الصلاة خلف كل بر وفاجر، لقوله عليه السلام: صلوا كل بر و فاجر. ولأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة، وأهل الهواء، والبدع، من غير نكير. وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف البدع فمحمول على الكراهة، اذ لا كلام فى كراهة الصلاة خلف الفاسق والمبتدع. هذا اذا لم يؤد الفسق أو البدعة الى حد الكفر، أما اذا أدى اليه فلا كلام فى عدم جواز الصلاة خلفه. (شرح العقائد النسفية، الكلام فى العقائد المتفرقة، ص: ٣٦٩، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(٢٢):فى ملتقى الأبحر: ويكره امامة العبد والأعرابى والأعمى والفاسق والمبتدع.

وفى مجمع الأنهر تحته: (والمبتدع) أى صاحب هوى لايكفر به صاحبه حتى اذا كفر أنه لم تجز أصلا. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، ج: ١، ص: ١٦٢، ١٦٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ وكذا فى رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ٢، ص: ٢٩٩، ط، دار عالم الكتب رياض)

(٢٣):قال رسول اللهﷺ: ان سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم علماؤكم=

دائی کے شوہر کی امامت

﴿سوال﴾ ایک شخص کی بیوی پیشہ دائی کا کرتی ہے اور بے پردہ باہر پھرتی ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس کی بیوی دائی ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بدعتی کے پیچھے جمعہ پڑھنا

﴿سوال﴾ اگر بدعتی امام کے پیچھے جمعہ پڑھا ہو تو اس کا اعادہ کرے یا نہیں اگر اعادہ کرے تو کس طرح کرے؟

﴿جواب﴾ اگر بدعتی امام کے پیچھے جمعہ پڑھا ہو تو اس کا اعادہ نہ کرے(۲۴)۔فقط۔

=فانهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم. ورواه الحاكم فى مستدركه فى فضائل الأعمال عن يحيىٰ بن يعلى به سنداً ومتناً، الا أنه قال فليؤكم خياركم. وسكت عنه.

وروى الدار قطنى ثم البيهقى فى سننهما عن ابن عمر رضى اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰهﷺ: اجعلوا أئمتكم خياركم فانهم وفدكم بينكم وبين اللّٰه تعالىٰ، قال البيهقى: اسناده ضعيف، وقال ابن القطان: فيه الحسين بن نصر لايعرف. (البناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب فى الامامة، ج: ۲، ص: ۳۳۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲۴):فى ملتقى الابحر: وتكره امامة العبد والأعرابى والأعمى والفاسق والمبتدع وولد الزنا فان تقدموا جاز.

وفى مجمع الأنهر تحته: (فان تقدموا جاز) لقوله عليه السلام "صلوا خلف كل بر وفاجر" والفاسق اذا تعذر منعه تصلى الجمعة خلفه، وفى غيرها ينتقل الى مسجد=

امام کا جماعت شروع کرنے میں کسی کا انتظار

﴿سوال﴾ جو امام مسجد ایسا ہو کہ جس وقت تک مسجد میں ایک یا دو شخص مخصوص نہ آجاویں چاہے جماعت کا وقت معمولہ بھی گزرنے کے قریب ہو اور وقت میں بھی تاخیر ہوتی ہو مگر اپنے دنیاوی نفع کے باعث یا تعلقات کے سبب سے ان اشخاص کا انتظار کرے اور بغیر ان کے جماعت میں تاخیر کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر بوجہ دنیا کے کسی دنیادار رئیس کا انتظار کرتا ہے اور حاضرین کی رعایت نہیں کرتا تو امام ومکبر گنہگار رہیں مگر نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے (۲۵)۔

=آخر وكان ابن عمر وانس رضى الله تعالىٰ عنهما يصليان الجمعة خلف الحجاج مع أنه كان افسق أهل زمانه كما فى التبيين. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، ج: ١، ص: ١٦٢، ١٦٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٢٥):رئيس المحلة لاينتظر مالم يكن شريراً والوقت متسع. (درمختارمع الشامى، كتاب الصلاة، باب الأذان، ج: ٢، ص: ٧٢، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى الشامية: ولوانتظر قبل الصلاة ففى اذان البزازية: لو انتظرالاقامة ليدرك الناس الجماعة يجوز لواحد بعد الاجتماع لاالا اذا كان داعراً شريراً اهـ. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ٢، ص: ١٩٨)

قال: أما الفاسق. فتجوز الصلاة خلفه، لقوله عليه الصلاة والسلام: صلوا خلف كل بر وفاجر، ولأن الصحابة والتابعين رضى الله تعالىٰ عنهم، لم يمتنعوا عن الجمعة خلف الحجاج مع أنه كان أفسق أهل زمانه. (المحيط البرهانى، كتاب الصلاة، الفصل السادس فى بيان من أحق بالامامة، ج: ٢، ص: ١٧٨، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

کسی شخص کی یہ خواہش کہ امام اس کی وجہ سے جماعت میں تاخیر کرے

﴿سوال﴾ کوئی متولی مسجد یا خادم مسجد ایسا کہتا ہو کہ جب تک ہم اس مسجد میں نہ آجاویں جماعت نہ کھڑی ہو بلکہ بعض مرتبہ اگر کوئی اجنبی شخص وقت نماز معمولہ مسجد میں بعد میں آجائے امام کے مصلیٰ پر تکبیر جماعت کے واسطے کہہ دے تو وہ متولی مسجد خفا ہو اور کہے کہ تو نے میری تکبیر اولیٰ قضا کرادی ابھی تو وقت بھی نہ تھا تو نے بغیر ہمارے تکبیر کیوں کہی تو ایسا شخص متولی یا حافظ یا عالم کہ جس نے نماز کو اپنے قبضہ میں کیا ہو نہ یہ کہ متولی پابند نماز ہو تو ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو ایسا شخص متولی ہو کہ اپنے واسطے ایسی تاکید کرے اور تاخیر کرے وہ گنہگار ہے اور ایسوں کا انتظار بھی درست نہیں ہاں عوام مسلمین کا انتظار درست ہے۔ بشرطیکہ دوسروں کو جو حاضر ہو چکے ہیں تکلیف نہ ہو اور وقت بھی مکروہ نہ آجائے مگر رئیس اور دنیا داروں کا انتظار نہ کرے وقت پر جب سب یا اکثر حاضر ہو گئے تو نماز پڑھ لیوے (۲۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام یا واعظ کا اپنی اجازت کے بغیر امامت یا وعظ نہ کرنے دینا

﴿سوال﴾ امام مسجد کو یا واعظ مسجد کو اختیار ہے کہ کسی کو بغیر اجازت کے امام جماعت اولیٰ نہ بننے دے یا واعظ اور کسی واعظ کو اپنی مسجد مقبوضہ میں وعظ نہ کہنے دے ایسا مختار ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں؟

---

(۲۶): وینتظر المؤذن الناس ویقیم للضیعف المستعجل ولاینظر رئیس المحلة وکبیرھا کذا فی معراج الدرایة. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، باب الثانی فی الاذان، الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة وکیفیتھما، ج: ۱، ص: ۵۷)

وفی الشامیة: ولوانتظر قبل الصلاة ففی اذان البزازیة: لو انتظرالاقامة لیدرک الناس الجماعة یجوز لواحد بعد الاجتماع لاالا اذا کان داعراً شریراً اھ. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۹۸)

﴿جواب﴾ امام مسجد اور واعظ اگر کسی کو امام نہ ہونے دے وعظ نہ کہنے دے کسی مصلحت شرعیہ اور رفع فساد کے واسطے تو درست ہے کہ انتظام کی بات ہے دوسرے شخصوں کو بھی اس کی رعایت چاہیے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے کہ دوسرے کی جگہ میں بدون اذن کے امام نہ بنے (٢٧)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبرستان میں نماز باجماعت ہو تو سترہ کسی کے لئے ضروری ہے

﴿سوال﴾ قبرستان میں اگر کوئی شخص امامت کرے اور پیش نظر اس کے کوئی قبر ہو تو سترہ کر لیوے

---

(٢٧): عن أبی مسعود البدریؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ....ولایؤم الرجل فی بیته ولا فی سلطانه ولایجلس علی تکرمته الا باذنه قال شعبة: فقلت لاسماعیل: ماتکرمته؟ قال: فراشه. وفی البذل تحت هٰذا الحدیث: (ولا یؤم الرجل فی بیته ولا فی سلطانه) أی محل ولایته، أو فی محل یکون فی حکمه، ولذلک کان ابن عمرؓ یصلی خلف الحجاج، وتحریره أن الجماعة شرعت لاجتماع المؤمنین علی الطاعة وتألفهم وتوادهم، فاذا أم الرجل الرجل فی سلطانه أفضی ذلک الی توهین أمر السلطنة وخلع ربقة الطاعة، وکذا اذا أمه فی قومه وأهله أدی ذلک الی التباغض والتقاطع، فلایتقدم رجل علی ذی السلطنة لاسیما فی الاعیاد والجمعات، ولاعلی امام الحی ورب البیت الا بالاذن، نقله القاری عن الطیبی. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، من احق بالامامة، ج: ٣، ص: ٤٥٣، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

فی الدرالمختار: وأعلم أن صاحب البیت ومثله امام المسجد الراتب أولی بالامامة من غیره مطلقاً.

وفی الشامیة تحته: قوله: (مطلقاً) أی وان کان غیره من الحاضرین من هو أعلم وأقرأ منه. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ٢، ص: ٢٩٧، ط، دار عالم الکتب ریاض)

مگر پیش نظر مقتدیوں کے قبر ہوتو نماز مقتدیوں کی جائز ہوگی یا نہیں؟ اور سترہ امام کا اس صورت میں مقتدیوں کو کافی ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قبرستان میں نماز پڑھے تو سب کے واسطے امام اور مقتدی کو سترہ کی حاجت ہے سترہ امام کا مقتدی کو کافی ہونا مرد و حیوان اور انسان کے واسطے ہے اور قبور کا حضور مشابہ بشرک و بت پرستی کے ہے اس میں کافی نہیں ہے ہر ہر نمازی کے سامنے پردہ واجب ہے (۲۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ۔

نوافل کی جماعت کا مسئلہ

﴿سوال﴾ نوافل کو باجماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان میں تہجد اور اوابین کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۲۸): قال الشيخ: وفی الجامع الصغير للامام محمد: ان الصلاة مكروهة اذا كان فی قبلة المصلی قبر الا أن يكون بين المصلی وبينه حائل، أو كان القبر عن يمينه أو عن شماله، قال الراقم: ليس عندی الجامع الصغير والم أجد لفظه فيما عندی من المراجح، وقال فی فتح القدير [ا :۲۹۷] من المكروهات: ويكره وقدامه عذرة كما يكره أن تكون قبلة المسجد الی حمام أو مخرج أو قبر، فان كان بينه وبين هذه حائل لايكره اهـ. (معارف السنن، كتاب الصلاة، باب ماجاء أن الارض كلها مسجدا الا المقبرة والحمام، ج: ۳، ص: ۲۹۶، ط، ايجو كيشنل بريس كراتشی)

وتكلموا أيضاً فی معنی الكراهة الی القبر قال بعضهم لان فيه تشبها باليهود و قال بعضهم لان فی المقبرة عظام الموتی وعظام الموتی أنجاس وأرجاس وهٰذا كله اذا لم يكن بين المصلی وبين هٰذه المواضع حائط أو سترة اما اذا كان لايكره. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف، ج: ۵، ص: ۳۱۹، ۳۲۰)

﴿جواب﴾ جماعت نوافل کی سوائے ان مواقع کے کہ حدیث سے ثابت ہیں مکروہ تحریمہ ہے فقہ میں لکھا اگر تداعی ہو اور مراد تداعی سے چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے۔ پس جماعت صلوٰۃ کسوف تراویح استسقاء کی درست ہے اور باقی سب مکروہ ہیں (۲۹) کذا فی کتب الفقہ۔

جماعت ثانیہ کا حکم

﴿سوال﴾ جماعت دوسری کرنا جائز ہے یا نہیں اور دوسری جماعت کے ہوتے ہوئے اکیلئے نماز

(۲۹):عن انس بن مالکؓ أن جدته مليكةؓ دعت رسول اللهﷺ لطعام صنعته له، فأكل منه، ثم قال: قوموا فلأصلى لكم، قال انس فقمت الى حصير لنا قد اسود من طول مالبس، فنضحته بماء، فقام رسول اللهﷺ وصففت أنا واليتيم وراءه والعجوز من ورائنا فصلى لنا رسول اللهﷺ ركعتين ثم انصرف. (رواه البخارى، كتاب الصلاة على الحصير، ص: ۸۳، رقم: ۳۸۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ولايصلى التطوع بجماعة الا فى شهر رمضان، وعن شمس الأئمة السرخسى: أن التطوع بالجماعة انما يكره اذا كان على سبيل التداعى، أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان بواحد، لايكره، واذا اقتدى بواحد، اختلف فيه، وان اقتدى أربعة كره اتفاقاً. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العاشر فى بيان التطوع، ج: ۲، ص: ۲۹۲، ۲۹۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

واعلم ان النفل بالجماعة على سبيل التداعى مكروه على ماتقدم ماعدا التراويح وصلوة الكسوف والاستسقاء.(غنية المستملى فى شرح منية المصلى، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲)

(وكذا فى اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب كراهة الجماعة فى النوافل والوتر سوى التراويح وصلاة الكسوف والاستسقاء والعيدين بالتداعى، ج: ۷، ص: ۸۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

پڑھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ جماعت دوسری کرنا اس مسجد محلّہ میں جہاں نمازی معین ہیں مکروہ ہے تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے (۳۰)۔ دوسری جماعت کی شرکت سے مگر فساد ہونے کا اندیشہ ہوتو وہاں نہ پڑھے دوسری جگہ چلا جاوے۔

---

(۳۰):قال الشافعي: وانا قد حفظنا أن قد فاتت رجالا معه (ﷺ) الصلاة، فصلوا بعلمه منفردين وقد كانوا قادرين على أن يجمعوا، وان قد فاتت الصلاة فى الجماعة قوماً فجاؤوا المسجد، فصلى كل واحد منهم منفرداً، وقد كانوا قادرين على أن يجمعوا فى المسجد اهـ. ذكره الشافعي رحمه اللّٰه تعالىٰ فى الأم [ا : ۱۳۶] تعليقا، وجزم به فلا بد أن يكون حجة، وقال فى موضع آخر [ا : ۱۳۶] من الأم: وانما كرهت ذلك لهم (أى تكرار الجماعة فى المسجد) لأنه ليس مما فعل السلف قبلنا بل قد عابه بعضهم اهـ.

وقال العلامة العثمانیؒ تحته: قوله: قال الشافعي الخ. قلت: المجتهد لايحكى عن السلف أمرا وهو جازم به الا وله أصل صحيح عنده، فقول الشافعي: وانا قد حفظنا الخ، حجة لامحالة، وفيه دلالة صريحة على أن الصحابة اذا فاتتهم الجماعة كانوا يصلون فرادى من غير أن يجمعوا الصلاة ثانية، وقوله: قد عابه بعضهم، يدل على كراهة الجماعة عند السلف، والمراد بالسلف فى كلام المجتهدين هم الصحابة والتابعون رضى اللّٰه عنهم، وبهذا ظهر أن ماحكاه فى رد المحتار عن أنس رضى اللّٰه عنه أن أصحابه النبیﷺ كانوا فاتتهم الجماعة فى المسجد صلوا فى المسجد فرادى [ا : ۴۱۰] له أصل، لأن الشافعي رحمه اللّٰه حفظ ذلک عنهم، فقول بعض الناس: "أنه لا أصل له" رد عليه. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب كراهة تكرار الجماعة فى مسجد المحلة، ج: ۴، ص: ۲۸۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

فى الدر المختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان واقامة فى مسجد محلة لافى=

جماعت ثانیہ کا حکم

﴿سوال﴾ مسجد میں ایک مرتبہ نماز جماعت اولیٰ کے ساتھ ہوگئی اب تھوڑی دیر کے بعد نمازی اور جمع ہوگئے تو اب دوسری جماعت کی جاوے تکبیر پڑھی جاوے یا نہیں اور اسی مصلیٰ پر یہ دوسرا امام کھڑا ہو جہاں کہ پہلا کھڑا تھا یا دوسری جگہ فاصلہ دے کر؟

﴿جواب﴾ مسجد محلّہ میں دوسری جماعت مکروہ ہے۔ ثواب جماعت کا اس میں نہیں ملتا (۳۱)۔ فقط۔

=مسجد طريق أو مسجد لا امام له ولامؤذن.

وفي الشامية تحته: قوله: (ويكره) أى تحريما......يكره تكرار الجماعة في المسجد محلة بأذان واقامة، الا اذا صلى بهما فيه أو لا غير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان، ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز اجماعا، كما في مسجد ليس له امام ولا مؤذن يصلى الناس فيه فوجا فوجا. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاه، باب امامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، ج: ۲، ص: ۲۸۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳۱):قال: واذا دخل القوم مسجداً قد صلى فيه أهله كرهت لهم أن يصلوا جماعة باذان واقامة لكنهم يصلون وحدانا بغير أذان ولا اقامة. لحديث الحسن قال كانت الصحابة اذا فاتتهم الجماعة فمنهم من اتبع الجماعات ومنهم من صلى في مسجد بغير اذان ولااقامة وفي الحديث أن النبى ﷺ خرج ليصلح بين الانصار فاستخلف عبدالرحمٰن بن عوف فرجع بعد ماصلى فدخل رسول اللّٰه ﷺ بيته وجمع أهله فصلى بهم بأذان واقامة فلو كان يجوز اعادة الجماعة في المسجد لما ترك الصلاة في المسجد والصلاة فيه أفضل وهٰذا عندنا. (المبسوط السرخسى، كتاب الصلاة، باب=

جماعت ثانیہ کا حکم

﴿سوال﴾ جماعت ثانی مسجد میں درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جماعت مسجد میں دوبارہ کرنا مکروہ ہے منفرد پڑھنا بلا کراہت جائز ہے (۳۲)۔ فقط۔

مسجد میں الگ نماز پڑھ کر جماعت کرنے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ مسجد میں نماز الگ پڑھ کر بعد کو ایک شخص کے ہمراہ نماز پڑھ لینا درست ہے یا نہیں؟

=الأذان، ج: ۱، ص: ۱۳۵، ط،دار المعرفة بيروت لبنان/ وفى رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاه، باب امامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، ج: ۲، ص: ۲۸۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳۲):قال فى كنز العباد نقلا عن الكافى: لايجوز تكرار الجماعة عندنا. وفى الجامع الصغير: رجل دخل مسجدا قد صلى أهله فيه، فانه يصلى بغير أذان واقامة، لأن فى تكرار الجماعة تقليلها بأن كل واحد لايخاف فوت الجماعة، فيكون مكروها، كذا فى القطوف الدانية لشيخنا المحدث الكنكوهى [ص:۱۳]. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب كراهة تكرار الجماعة فى مسجد المحلة، ج: ۴، ص: ۲۷۸، ۲۷۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

فى الدر المختار: ولو فاتته طلبها فى المسجد آخر. الخ.

وفى الشامية تحته: قوله: (ولو فاتته ندب طلبها) فلاتجب عليه الطلب فى المساجد بلاخلاف بين أصحابنا، بل ان أتى مسجداً للجماعة آخر فحسن، وان صلى فى مسجد حية منفرداً فحسن. وذكر القدورى: يجمع بأهله ويصلى بهم، يعنى وينال ثواب الجماعة، كذا فى الفتح. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاه، باب امامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، ج: ۲، ص: ۲۹۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ ظہر اور عشاء میں درست ہے (۳۳)۔ فقط۔

رمضان المبارک میں تہجد کی جماعت کا حکم

﴿سوال﴾ بعض قصبات میں رواج ہے کہ رمضان شریف میں بعض حفاظ نماز تہجد میں باہم قرآن شریف سنتے سناتے ہیں اور دو چار آدمی اور بھی جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے گھر جا کر جگاتے ہیں اور کسی روز بے اطلاع سب مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں سو یہ جماعت درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نوافل کی نماز تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح وکسوف واستسقاء کے اگر چار مقتدی ہوں تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے خواہ خود جمع ہوں خواہ بطلب آویں اور تین میں خلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں (۳۴)۔ کذا فی کتب الفقہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۳۳): ثم بعد اتمامه اقتدىٰ متنفلا ان شاء وهو أفضل ليدرك بها فضيلة الجماعة فى الظهر والعشاء لجواز النفل بعدهما ولو مع الامام وليس مكروهاً لانه ليس على سبيل التداعى كما قدمناه، وان شاء لايتطوع لأن الناس فيه بالخيار والأفضل الاقتداء متطوعاً لأنه مشروع فى الظهر والعشاء. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ونجاة الارواح، كتاب الصلاة، باب ادارك الفريضة، ص: ۴۹۶، ط، مكتبه رشيديه كوئٹه)

ثم بعد الاتمام اقتدى متنفلاً ان شاء وهو أفضل لعدم لكراهة الا فى العصر والفجر للنهى عن التنفل بعدهما، وفى المغرب للمخالفة. (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة، ص: ۴۵۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۴): عن انس بن مالكؓ أن جدته مليكةؓ دعت رسول اللهﷺ لطعام صنعته له، فأكل منه، ثم قال: قوموا فلأصلى لكم، قال انس فقمت الى حصير لنا قد اسود من طول مالبس، فنضحته بماء، فقام رسول اللهﷺ وصففت أنا واليتيم وراءه والعجوز=

وقت مقررہ سے پہلے کی جماعت کا حکم

﴿سوال﴾ اگر کچھ لوگ قبل وقت معین کے اور امام معین کی جماعت کر لیں۔ بعدہ کچھ نمازی جماعت بعد کو معہ امام معین کے کریں تو جماعت اولیٰ کون سی ہوگی؟

﴿جواب﴾ اگر چند لوگ وقت معینہ سے پہلے اور امام معین سے الگ اپنی جماعت کر لیں تو اس جماعت معہود و معمولہ قوم میں کراہت نہ آوے گی اور یہی جماعت اولیٰ شمار ہوگی (۳۵)۔

=من ورائنا فصلى لنا رسول اللهﷺ ركعتين ثم انصرف. (رواه البخارى، كتاب الصلاة على الحصير، ص: ٨٣، رقم: ٣٨٠، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فى الدر المختار: ولايصلى الوتر ولاالتطوع بجماعة خارج رمضان أى يكره ذلك لو على سبيل التداعى، بأن يقتدى أربعة بواحد كما فى الدرر.

وفى الشامية: قوله: (أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلايكره، وبثلاثة بواحد فيه خلاف. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب والوتر والنوافل، مطب: فى كراهة الاقتداء فى النفل على سبيل التداعى وفى صلاة الرغائب، ج: ٢، ص: ٥٠٠، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فى اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب كراهة الجماعة فى النوافل والوتر سوى التراويح وصلاة الكسوف والاستسقاء والعيدين بالتداعى، ج: ٧، ص: ٨٩، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(٣٥):ولو صلى بعض أهل المسجد باقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والامام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للاولىٰ كذا فى المضمرات. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة الباب الثانى فى الاذان، الفصل الاول فى صفته وأحوال=

مقرر وقت سے پہلے تکبیر کہنا

﴿سوال﴾ اگر وقت کی وسعت ہو اور چند آدمی وضو کرتے ہوں اور ایک شخص جلدی کر کے معہ چند آدمیوں کے تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دے اور یہ لوگ کوئی تکبیر اولیٰ سے رہ جائے کوئی رکعت سے رہ جاوے تو تکبیر کہنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر وقت کے اندر وسعت ہے اور کوئی ضرورت شرعی بھی نہیں تو ایسے وقت میں تکبیر کا کہنا اگرچہ گناہ نہیں مگر مستحسن بھی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ بعض وقت مسجد میں تشریف لاتے اور قلت لوگوں کی دیکھتے تو کچھ اقامت صلوٰۃ میں توقف فرماتے تھے (۳۶) لہٰذا انتظار کر لینا بہتر ہے۔ بشرطیکہ پہلے آنے والوں کو کوئی حرج نہ ہو (۳۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=المؤذن، ج: ۱، ص: ۵۴)

یکره تکرار الجماعة فی المسجد محلة بأذان واقامة، الا اذا صلی بهما فیه أو لا غیر أهله أو أهله. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاه، باب امامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، ج: ۲، ص: ۲۸۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۳۶): عن محمدبن عمرو ـ وهو ابن الحسن ـ قال: سألنا جابراً عن وقت صلاة رسول الله ﷺ، فقال: کان یصلی الظهر بالهاجرة، والعصر والشمس حیة، والمغرب اذا غربت الشمس، والعشاء اذا کثر الناس عجل، واذا قلوا أخر، والصبح بغلس. وفی البذل تحت هٰذا الحدیث: (اذا کثر الناس) أی اجتمع الناس فی أول وقتها (عجل، واذا قلوا) أی اذا کانوا فی أول الوقت قلیلاً ولم یجتمع أکثرهم (أخر) منتظراً بهم. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب فی وقت صلاة النبی ﷺ وکیف کان یصلیها، ج: ۳، ص: ۴۱، ۴۲، ۴۳، رقم: ۳۹۷، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۳۷): فی حاشیة الطحطاوی: أما الانتظار قبل الشروع فی غیر مایکره تأخیره=

مقررہ وقت جماعت سے پہلے جماعت کرنا

﴿سوال﴾ جماعت اوقات معینہ کے قبل اگر کچھ جماعت کرلیں خواہ معینہ جماعت کے یہ لوگ ہوں خواہ باہر کے تو ان کے جماعت ہوگی یا معینہ اوقات والوں کی؟

﴿جواب﴾ مسجد محلّہ میں حق امام ومؤذن واہل محلّہ کا ہے اور جماعت کرنا ان ہی کو لائق ہے لہٰذا اگر دوسرے لوگ جماعت کریں تو ثواب جماعت کا نہ ہوگا اور جماعت اہل محلّہ کی ہووے گی اگر ان کو جلدی ہے تو دوسری جگہ جا کر جماعت کرلیویں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔اور اگر یہ بھی اسی محلّہ کے ہیں اور چند آدمی ہیں۔ جب بھی یہی حکم ہے(۳۸)۔فقط۔

=كمغرب، وعند ضيق وقت، فالظاهر عدم الكراهة ولو لمعين، الا اذا ثقل على القوم. (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل الشروع فى الصلاة، ج: ۱، ص: ۲۲۰، ط، المكتبة العربية كوئٹه)

(۳۸):جماعة من أهل المسجد أذنوا فى المسجد على وجه المخافتة بحيث لايسمع غيرهم وصلوا، ثم حضر قوم من أهل المسجد ولم يعلموا ماصنع الفريق الأول، فأذنوا على وجه الجهر والاعلان ثم علموا ما صنع الفريق الأول، فلهم أن يصلوا بالجماعة على وجهها، ولاعبرة للجماعة الأولى، لأنها ما أقميت على وجه السنة باظهار الأذان والاقامة، فلايبطل حق الباقين. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثانى، ج: ۲، ص: ۱۵۶، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

ولو صلى بعض أهل المسجد باقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والامام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للاولىٰ كذا فى المضمرات. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة الباب الثانى فى الاذان، الفصل الاول فى صفته وأحوال المؤذن، ج: ۱، ص: ۵۴)

کسی کی تکبیر اولیٰ فوت ہوجائے یا نماز قضا ہوجائے تو اس کی تلافی

﴿سوال﴾ ایک شخص جماعت کا بلکہ تکبیر اولیٰ کا پابند ہے اب اتفاقاً اس کو کسی وقت تکبیر اولیٰ نہیں ملی اور وقت میں بھی اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ دوسری مسجد میں جا کر شریک تکبیر اولیٰ ہو۔ اب مجبوراً اس کو مسبوق ہونا پڑا۔ اب وہ یہ چاہتا ہے کہ میں کوئی کام ایسا کروں تا کہ مجھ کو دنیا و مافیہا کے برابر ثواب ہوجاوے جس سے میں یوں سمجھ لوں کہ گویا میری تکبیر اولیٰ گئی ہی نہیں تو وہ کون سا کام ایسا کرے کہ جس سے تکبیر اولیٰ کے جانے کی تلافی ہوجاوے اور اگر نماز قضا ہوجاوے تو سوائے نماز کے اور کون سا کام ایسا کرے جس سے اس کے ثواب کی تلافی ہوجاوے گویا نماز قضا ہوئی ہی نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ نیت سے ثواب تکبیر اولیٰ کا مل گیا ہے (۳۹) اور قضا نماز کرنے سے تلافی فوت صلوٰۃ کی ہوجاتی ہے (۴۰)۔ فقط۔

---

(۳۹): عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قال اللہ عزوجل: اذا هم عبدی بسیئة فلاتکتبوها علیه، فان عملها فاکتبوها سیئة، واذاهم بحسنة فلم یعملها فاکتبوها حسنة، فان عملها فاکتبوها عشراً. وفی فتح المهلم تحت هذا الحدیث: قوله: (فلم یعلمها) الخ. ظاهر الحدیث حصول الحسنة بمجرد الترک، سواء کان ذلک لمانع، ام لا، ویتجه أن یقال: یتفاوت عظم الحسنة بحسب المانع، فان کان خارجیا مع بقاء قصد الذی هم بفعل الحسنة: فهی عظیمة القدر، ولاسیما ان قارنها ندم علی تفویتها، واستمرت النیة علی فعلها عند القدرة.

قوله: (فاکتبوها حسنة) الخ: انما کتبت الحسنة بمجرد الارادة، لأن ارادة الخیر سبب الی العمل، وارادة الخیر خیر، لأن ارادة الخیر من عمل القلب. (فتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم، کتاب الایمان، باب اذا هم العبد بحسنة کتبت واذا هم بسیئة لم تکتب، ج: ۲، ص: ۱۴۳، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۴۰): والظاهر أن المراد بالمأثم ترک الصلاة فلایعاقب علیها اذا قضاها،=

امام کو قعدہ میں پا کر دوسری مسجد میں نماز کیلئے جانا

﴿سوال﴾ ایک شخص مسجد میں آیا حالت جماعت میں جب تک وضو کیا امام نماز ختم کر کے قعدہ میں تھا وہ شریک قعدہ نہیں ہوا دوسری مسجد میں پوری جماعت کے واسطے چلا گیا لہٰذا اس مسجد سے نکلنے اور شریک جماعت نہ ہونے سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس نماز کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا گناہ ہے گویا اعراض کیا صلوٰۃ سے لہٰذا اس صلوٰۃ میں شریک ہونا چاہیے کہ صورت اعراض نہ ہو(۴۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فجر کی سنتیں فرض کے بعد پڑھنے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ بعد تکبیر فرض فجر کے شریک جماعت ہو جاوے یا سنت پڑھ کر درصورت پڑھنے کے کس جگہ خارج وغائب مسجد یا داخل مسجد اور درصورت شریک جماعت ہو جانے کے بعد فرض کے سنت پڑھے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر جگہ سنت پڑھنے کی پردہ نہیں تو شریک فرض کی جماعت کا ہو جاوے شرط ادا سنت کی ایسی حالت میں یہ ہے کہ پردہ سے پڑھے اور ایک رکعت امام کے ساتھ پالیوے اور جماعت کے روبرو کھڑے ہو کر پڑھنا سخت معصیت ہے(۴۲) اور جب یہ سنت رہ گئی تو بعد فرض کے کہیں بھی نہ پڑھے بلکہ اگر

=وأما اثم تأخيرها عن الوقت الذى هو كبيرة فباق لايزول بالقضاء المجرد عن التوبة بل لابد منها هٰذا. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج: ۲، ص: ۱۴۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴۱):لو فاتت احدهم تكبيرة الافتتاح او ركعة او ركعتان ويمكنه ادراكها فى غيره لايذهب اليه لانه صار محرزا فضيلة الجماعة فى مسجده فلا يترك حقه. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، فصل فى احكام المسجد، ص: ۶۱۳)

(۴۲):فى الدر المختار: لايتركها بل يصليها عند باب المسجد ان وجدمكاناً،=

پڑھتا ہے تو بعد طلوع شمس کے پڑھے کہ نفل ہوجاویں گے(۴۳) بعد فرض فجر کے نفل کو مطلقاً منع حدیث میں

=والا تركها.

وفى الشامية تحته: قوله: (عند باب المسجد) أى خارج المسجد كما صرح به القهستانى.....فان لم يكن على باب المسجد موضع للصلاة يصليها فى المسجد خلف سارية من سوارى المسجد، وأشدها كراهة أن يصليها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة والذى يلى ذلک خلاف الصف من غير حائل. ومثله فى النهاية والمعراج.

قوله: (والا تركها) قال فى الفتح: وعلى هذا: أى على كراهة صلاتها فى المسجد ينبغى أن لايصلى فيه اذا لم يكن عند بابه مكان. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب ادراک الفريضة، ج: ٢،ص: ٥١٠، ٥١١،ط، دارعالم الكتب رياض)

وقال الامام عالم بن العلاء الهندى رحمه اللّٰه تعالٰى: رجل انتهى الى الامام، والناس فى صلاة الفجر ان خشى أن تفوته ركعة من الفجر بالجماعة، ويدرک ركعة، صلى سنة الفجر ركعتين عند باب المسجد، ثم يدخل المسجد ويصلى مع القوم، وان خاف أن تفوته الركعتان جميعا لو اشتغل بالسنة، يدخل مع القوم فى صلاتهم. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الحادى عشر فى التطوع قبل الفرض وبعده الخ، ج: ٢، ص: ٣٠٨، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۴۳): فان النبى ﷺ صلى ركعتى الفجر ثم صلى الفجر ولان لهذه السنة من القوة ماليس لغيرها قال ﷺ صلوها فان فيها الرغائب وان انفردت بالفوات لم تقض عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما اللّٰه تعالٰى لأن موضعها بين الاذان والاقامة وقد فات ذلک بالفراغ من الفرض وعند محمد رحمه اللّٰه تعالٰى يقضيها اذا ارتفعت الشمس قبل الزوال. (المبسوط السرخسى، كتاب الصلاة، ج: ١، ص: ١٦٢، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

=

فرمایا ہے یہ مسئلہ بھی مختلفہ ہے(۴۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= (وكذا فى التسهيل الضرورى لمسائل القدورى، كتاب الصلاة، فى ادراك الفريضة، ص: ۷۳، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۴۴):عن ابن عباسؓ قال شهد عندى رجال مرضيون وأرضاهم عندى عمر أن النبىﷺ نهى عن الصلاة بعد الصبح حتى تشرق الشمس وبعد العصر حتى تغرب. وفى عمدة القارى تحت هٰذا الحديث: احتج به أبو حنيفة على أنه: يكره أن يتنفل بعد صلاة الفجر حتى تطلع الشمس وبعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس، وبه قال الحسن البصرى وسعيد بن المسيب والعلاء بن زياد وحميد بن عبدالرحمٰن، وقال النخعى: كانوا يكرهون ذلك، وهو قول جماعة من الصحابة. وقال ابن بطال: تواترت الأحاديث النبىﷺ: أنه نهى عن الصلاة بعد الصبح وبعد العصر. (عمدة القارى، كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس، ج: ۵، ص: ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۳، رقم: ۵۸۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

قال اذا فاتته ركعتا الفجر لايقضيهما قبل طلوع الشمس، لأنه يبقى نفلاً مطلقاً وهو مكروه بعد الصبح.

وفى البناية تحته: التنفل مكروه بعد أن يصلى فرض الفجر لما مر بيانه. (البناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة، ج: ۲، ص: ۵۷۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وأجاز الشافعى وأصحابه وطائفة من السلف ـ منهم: عطاء، وعمرو بن دينار ـ أن تصلى ركعتا الفجر بعد سلام الامام من صلاة الصبح. وأبى ذلك مالك وأكثر العلماء لنهيهﷺ عن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس. (الاستذكار، كتاب صلاة الليل،=

مغرب کی نماز میں تیسری رکعت پانے والا باقی نماز کس طرح ادا کرے

﴿سوال﴾ ایک شخص نماز مغرب میں تیسری رکعت میں شریک ہوا اور وہ رکعت کامل امام کے ساتھ اس کو ملی۔ بعد سلام امام کے مقتدی کھڑا ہو کر دو رکعت پڑھ کر بیٹھا اور التحیات اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرا اور اول رکعت میں تشہد میں نہیں بیٹھا اکثر لوگ اس طریقہ کو پسند کرتے ہیں اور اکثر دوسرے طریقہ کو وہ یہ کہ امام کے سلام کے بعد کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے پھر دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیرے ان دونوں طریقوں میں کونسا طریقہ صحیح و درست ہے اگر دونوں صحیح ہیں تو افضل کونسا ہے جواب بہت جلد مدلل بقرآن وحدیث وفقہ تحریر فرماویں۔ اور وہ رکعت معہ قرأت کے پڑھے یا نہیں اور قرأت سراً پڑھے یا جہراً؟ بینوا وتوجروا۔

﴿جواب﴾ بعد سلام امام کے مقتدی کھڑا ہو کر الحمد سے سورت ملا کر رکعت پوری کرے اور اس میں التحیات پڑھے درود نہ پڑھے پھر دوسری رکعت میں الحمد سورت کے ساتھ پڑھ کر التحیات مع درود پڑھے پھر سلام پھیرے یہی طریقہ جائز و درست ہے اور سوائے اس کے درست نہیں (۴۵) اور قرأت خواہ سراً پڑھے

=باب ماجاء ركعتى الفجر، ج: ۵، ص: ۳۰۹، ط، دار قتيبة دمشق، ودار الوغى حلب القاهرة)

(وكذا فى شرح الزرقانى على المؤطا، كتاب صلاة، باب ماجاء ركعتى الفجر، ج: ۱، ص: ۲۳۵، ط، مطبعة الخيرية)

(۴۵): فى التاتارخانية: وان كان مسبوقاً بركعة فى المغرب يقضى ركعة بقراء ة وقعد، وان كان مسبوقاً بركعتين يقوم ويصلى ركعة بقراء ة، ثم يقعد، وهذه قعدته الأولى، وما قعد مع الامام للمتابعة، ثم يقوم ويصلى ركعة بقراء ة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث والثلاثون فى بيان حكم المسبوق واللاحق، ج: ۳، ص: ۱۰۶، ط، مكتبه زكريا ديوبند) =

یا جہراً اختیار رہے (۴۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقیم نے مسافر کی اقتداء کی تو باقی نماز کس طرح ادا کرے

﴿سوال﴾ مثلاً نماز ظہر وغیرہ میں مسافر کی مقیم نے اقتداء کی اور فقط قعدہ ایک رکعت کو پایا اب باقی رکعتوں میں قرأت کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ فقط قعدہ ملنے کی صورت میں اول رکعت میں قرأت نہ پڑھے اور اخیر رکعتوں میں پڑھے اور رکعت ثانی سے تیسری اور چوتھی بلاقرأۃ پڑھے اس واسطے کہ لاحق ہو کر مسبوق ہوا اور لاحق کے ذمہ قرأت نہیں بخلاف مسبوق کے چنانچہ درمختار میں واقع ہے **ثم صلی مانام فیه بلاقرأة ثم ماسبق به بها**

= وفی الهندية: لو أدرک رکعة من المغرب قضی رکعتين وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات. (الفتاوی العالمكيرية، کتاب الصلاة، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق، ج: ۱، ص: ۹۱)

(۴۶): ملتقی الأبحر: وخير المنفرد فی نفل الليل وفی الفرض الجهری ان کان فی وقته.

وفی مجمع الأنهر تحته: (وفی الفرض الجهری ان کان فی وقته) أی اذا اراد المنفرد أداء الجهری خير ان شاء جهر لكونه امام نفسه، وان شاء خافت اذ ليس خلفه من يسمعه. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ۱۵۶، ط، دارالکتب العلمية بيروت لبنان)

أما اذا کان منفرداً ان کانت صلاة يخافت فيها يخافت، وان جهر يكون مسيئا، وان کانت صلاة يجهر فيها فهو بالخيار ان شاء جهر وأسمع نفسه، وان شاء أسر وقرأ فی نفسه، هكذا ذکر فی عامة الروايات. (الفتاوی التاتارخانية، کتاب الصلاة، فصل فی القراءة، ج: ۲، ص: ۶۰، ط، مکتبه زکريا ديوبند)

ان کان مسبوقاً (٤٧). واللہ تعالیٰ اعلم۔کتبہ سراج الدین فرخ آبادی۔الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ(٤٨)۔

امام کے ساتھ جماعت میں کب تک شریک ہوسکتا ہے

﴿سوال﴾ ایک شخص نے بحوالہ حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب مرحوم بیان کیا کہ مولوی صاحب ممدوح فرماتے تھے کہ اگر امام کے السلام علیکم کہنے سے پیشتر مقتدی اقتداء امام کی کرے تو اقتداء درست ہے آیا یہ مسئلہ آپ کی تحقیق میں درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جواب مولوی احمد علی صاحب مرحوم کا درست ہے خروج عن الصلوٰۃ السلام کی

---

(٤٧): (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج: ٢، ص: ٣٤٥، ٣٤٦، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(٤٨):فی الدرالمختار :واللاحق من فاتته الرکعات کلها أو بعضها لکن بعد اقتدائه بعذر کغفلة وزحمة وسبق حدث وصلاة خوف ومقیم ائتم بمسافر...ثم صلی ما نام فیه بلاقراء ة، ثم ماسبق به بها ان کان مسبوقاأیضاً.

وفی الشامیة: قوله: (ومقیم الخ) أی فهو لاحق بالنظر للأخیرتین، وقد یکون مسبوقاً أیضا کما اذا فاتته أول صلاة امامه المسافر.

قوله: (ماسبق به بها الخ) أی ثم صلی اللاحق ما سبق به بقراء ة ان کان مسبوقاً أیضاً، بأن اقتدی فی أثناء صلاة الامام ثم نام مثلا، وهٰذا بیان للقسم الرابع وهو المسبوق اللاحق. وحکمه أنه یصلی اذا استیقظ مثلاً ما نام فیه، ثم یتابع الامام فیما أدرک، ثم یقضی مافاته اهـ. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب فیما لو اتی بالرکوع والسجود أو بهما مع الامام أو قبله او بعده، ج: ٢، ص: ٣٤٤، ٣٤٦، ط، دار عالم الکتب ریاض)

میم کہنے پر ہوتا ہے نہ قبل تلفظ میم (۴۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آذان کہہ کرلوگ نہ آئیں تو مؤذن کہاں نماز پڑھے

﴿سوال﴾ خالی مسجد میں اذان کہہ کر بعد انتظار علیحدہ نماز پڑھ لے تو ثواب جماعت کا ہوگا یا نہیں یا کسی اور مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھ لے؟

﴿جواب﴾ جس مسجد میں اذان کہی ہے اسی میں نماز پڑھنی چاہیے دوسری مسجد نہ جاوے (۵۰)۔ فقط۔

---

(۴۹):فی البحر: وفی النوازل:لو قال "السلام" ودخل فی الصلاة لایکون داخلا فثبت أن الخروج لایتوقف علی "علیکم".

وفی منحة الخالق تحته: قوله: (لایکون داخلاً) أی لو اقتدی به انسان بعد قوله: "السلام" قبل أن یقول "علیکم" لایصیر داخلاً فی صلاته لأنه اقتداء بغیر مصل. (البحر الرائق ومعه منحة الخالق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۵۸۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۶۲، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۵۰):عن أبی الشعثاء قال: خرج رجل من المسجد بعد ما أذن فیه بالعصر، فقال أبو هریرة: اما هٰذا فقد عصی أبا القاسم ﷺ. وفی العرف الشذی تحت هٰذا الحدیث: یکره الخروج بعد الأذان تحریماً لمن کان داخل المسجد، وهٰذا الحکم مقتصر علی من کان داخل المسجد. (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی کراهیة الخروج من المسجد بعد الأذان، ج: ۱، ص: ۲۱۹، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان) =

غیر آباد مسجد میں نماز کا حکم

﴿سوال﴾ جس مسجد میں جماعت ہوتی ہے اس میں نماز پڑھنا افضل ہے یا جس مسجد میں جماعت نہیں ہوتی اس میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر اس غیر آباد مسجد میں جا کر اذان وتکبیر سے اپنی الگ نماز پڑھ لے تو بہتر ہے امید ہے کہ اس کی وجہ سے وہاں جماعت ہونے لگے (۵۱) ۔فقط۔

مستقل تارک جماعت کو کیا کہیں گے

﴿سوال﴾ تارک جماعت فاسق معلن ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو شخص ترک جماعت ہمیشہ بلا عذر کرتا ہے وہ فاسق معلن ہے اور جو احیاناً بوجہ عذر ترک کرتا ہو وہ نہیں ہے (۵۲)۔

= لولم تحضر جماعته يصلى المؤذن وحده فيه ولايذهب الى مسجد آخر فيه جماعة. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى،احكام المسجد، ص: ٦١٣)

مؤذن مسجد لايحضر مسجده أحد قالوا يؤذن هو ويقيم ويصلى وحده فذلك أحب من أن يصلى فى مسجد آخر. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، فصل فى المسجد، ج: ١ ،ص: ٦٧)

(٥١):عن عقبة بن عامر قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول: يعجب ربك عزوجل من راعى غنم فى رأس شظية بجبل يؤذن للصلاة ويصلى، فيقول الله عزوجل: انظروا الى عبدى هٰذا يؤذن ويقيم للصلاة يخاف منى قدغفرت لعبدى وأدخلته الجنة. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب الأذان فى السفر، ص: ١٧٩، ١٨٠، رقم: ١٢٠٣، ط، دار السلام رياض)

(٥٢):فى العرف الشذى:الجماعة واجبة فى القول الراجح لنا فتاركها فاسق.=

نابالغ لڑکے صف میں کہاں کھڑے ہوں

﴿سوال﴾ نابالغوں کو صف میں کھڑا ہونا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نابالغ اگر ایک ہو تو اس کو صف کے ایک طرف کھڑا ہونا چاہیے زیادہ ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں صف کے بیچ کھڑے ہونے کا حکم نہیں (۵۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=(العرف الشذی شرح سنن الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فیمن یسمع النداء فلایجیب، ج: ۱، ص: ۲۲۹، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

وفی معارف السنن: الجماعة واجبة عندنا فی القول الراجح، وقد تقدم أن الوجوب عندنا غیر الفرضیة، وسبق تفصیل المذاهب والأقوال فی حکم الجماعة...وکذا تقدم بیان أعذار ترک الجماعة، فتارکها فاسق. (معارف السنن، کتاب الصلاة، باب ماجاء فیمن سمع النداء فلایجیب، ج: ۲، ص: ۲۶۶، ط، ایجوکیشنل بریس کراتشی)

(۵۳): ثم یصف الصبیان لقول أبی مالک الأشعری أن النبی ﷺ صلی، وأقام الرجال یلونه، وأقام الصبیان خلف ذلک، وأقام النساء خلف ذلک، وان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال. (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، باب الامامة، ص: ۳۰۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ویقتضی أیضاً أن الصبی الواحد لایکون منفرداً عن صف الرجال بل یدخل فی صفهم، وأن محل هذا الترتیب انما هو حضور جمع من الرجال وجمع من الصبیان فحینئذ تؤخر الصبیان. (البحر الرائق، باب الامامة، ج: ۱، ص: ۶۱۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ایک بالغ مقتدی کے ساتھ کئی نابالغ مقتدی کیسے کھڑے ہوں

﴿سوال﴾ جماعت میں ایک مقتدی بالغ ہو اور باقی لڑکے نابالغ ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں؟

﴿جواب﴾ سب لڑکے مقتدی کے پاس کھڑے ہوں اگر قریب بلوغ ہوں (۵۴) اور سب چھوٹے ہوں تو مقتدی امام کی برابر اور لڑکے پیچھے کھڑے ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بدعتیوں کی مسجد میں نماز نہ پڑھنا

﴿سوال﴾ ایسی مسجد میں کہ لوگ وہاں بدعات وممنوعات وغیرہ مثلاً تثویب بعد اذان کہتے ہوں جانا اور نماز جماعت میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں؟ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہم ایک مسجد میں تثویب سن کر چلے آئے تھے اور فرمایا تھا کہ نکلو اس بدعتی کی مسجد سے چنانچہ ترمذی شریف اور فتح القدیر وبحر الرائق وغیرہ میں ہے۔

روی عن مجاهد قال دخلت مع عبدالله بن عمر مسجد او قد اذن فيه فثوب المؤذن فخرج عبدالله بن عمر رضی الله عنه من المسجد وقال اخرج بنا من هذا

---

(۵۴):فی الشامية: قال: وكذا لو كان المقتدى رجلاً وصبياً يصفهما خلفه لحديث أنس "فصففت أنا واليتيم وراءه والعجوز من ورائنا". (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ۲، ص: ۳۱۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى البحر الرائق، باب الامامة، ج: ۱، ص: ۶۱۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى نهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ۱، ص: ۲۴۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

المبتدع (۵۵). اور فتح القدیر بحر الرائق عینی شرح کنز وغیرہ میں ہے۔ روی ان علیا رضی اللّٰہ عنہ رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد(۵۶).

﴿جواب﴾ یہ بدعت فی العمل تھی اگرچہ گناہ ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز اولیٰ نہیں (۵۷) مگر چونکہ اس زمانہ میں اتقی الناس بہت تھے اور جگہ جگہ ایسے شخص متقی کا اقتداء حاصل ہوسکتا تھا اور کوئی حرج نہ تھا تو آپ چلے آئے مگر اب یہ امر نہیں تو ایسے جزوی امور پر تشدد مناسب نہیں خود حضرت ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ نے حجاج کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ جب مدینہ میں آیا تھا حالانکہ وہ فاسق تھا (۵۸)۔ لہٰذا اب بھی ایسے نازک وقت

(۵۵):(جامع الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، ص: ۵۵، رقم: ۱۹۸، ط، دار السلام ریاض/ وفتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، ج: ۱، ص: ۲۵۰، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان/ والبحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، ج: ۱، ص: ۴۵۳، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(۵۶):(فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، ج: ۱، ص: ۲۵۰، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان/ والبحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، ج: ۱، ص: ۴۵۳، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(۵۷):فی مراقی الفلاح: (وکرہ امامۃ العبد).....(والمبتدع) بارتکابه ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول اللّٰہ ﷺ: "من علم أو عمل أو مال بنوع شبهة، أو استحسان" وروى محمد عن أبي حنيفة رحمه اللّٰہ تعالیٰ وأبي يوسف أن الصلاة خلف أهل الأهواء لاتجوز والصحيح أنها تصح مع الكراهة خلف من لاتكفره بدعته، لقوله ﷺ: "صلوا خلف كل بر وفاجر وصلوا على كل بر وفاجر وجاهدوا مع كل بر وفاجر". رواه الدارقطني كما في البرهان. (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلاۃ فصل فی بیان الأحق بالامامۃ، ص: ۳۰۳، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(۵۸):فی مجمع الأنهر :(فان تقدموا جاز) لقوله عليه السلام "صلوا خلف=

میں جزوی امور پر ترک جماعت کرنا موجب زیادہ نزاع کا ہے اس سے پرہیز رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعد نماز سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھنے کا وظیفہ

﴿سوال﴾ بعض لوگوں کو بندہ نے اکثر دیکھا ہے بعد نماز فرضوں کے ہاتھ سر پر رکھ کر دعائیں پڑھتے ہیں ارشاد فرماویں کہ وہ کیا دعائیں ہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾ بعد فرض کے مقدم رأس پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے **بسم اللّٰہ الذی لا الہ الاھو الرحمٰن الرحیم اللّٰھم اذھب عنی الھم والحزن** (٥٩)۔ اس کی تصحیح کسی عالم سے کرالینا زیروزبر کی درستی وہ کردیویں گے۔ فقط والسلام۔

=کل بر وفاجر" والفاسق اذا تعذر منعه تصلی الجمعة خلفه، وفی غیرها ینتقل الی مسجد آخر وکان ابن عمر وانس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما یصلیان الجمعة خلف الحجاج مع أنه کان افسق أهل زمانه کما فی التبیین. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلاة، ج: ١، ص: ١٦٢، ١٦٣، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(٥٩):عن أنس بن مالک رضی أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان اذا صلی وفرغ من صلاته مسح بیمینه علی رأسه وقال بسم اللّٰه الذی لا اله الا هو الرحمٰن الرحیم اللّٰهم اذهب عنی الهم والحزن، وفی روایة مسح جبهته بیده الیمنی وقال فیها اللّٰهم اذهب عنی الغم والحزن. رواالطبرانی فی الأوسط والبزار بنحوه بأسانید وفیه زید العمی وقد وثقه غیر واحد وضعفه الجمهور، وبقیة رجال أحد اسنادی الطبرانی ثقات وفی بعضهم خلاف. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الأذکار، باب الدعاء فی الصلاة وبعدها، ج: ١٠، ١١٠، ط، دار الکتاب العربی بیروت لبنان/ وکذا فی مجمع البحرین فی زوائد المعجمین، کتاب الأدعیة، باب الدعاء عقب الصلوات، ج: ٨، ص: ٣٤، ط، مکتبة الرشد ریاض)

دھوبی کے پاس سے کپڑا بدل کر آنے کا مسئلہ

﴿سوال﴾ کسی کا کپڑا دھوبی کے پاس سے جاتا رہے اور وہ دھوبی کسی کا کپڑا اس کا بدل کر دیدے اس کپڑے کو لینا اور اس سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر کپڑا دھوبی کے یہاں بدلا گیا تو اگر اپنا کپڑا اچھا ہے اس کپڑے سے یا مساوی ہے اس سے نماز پڑھنا اور استعمال کرنا اس کا درست ہے اور اپنا خراب تھا یہ اچھا آیا تو درست نہیں (۶۰) بعد تحقیق تمام اگر نشان نہ لگے تو خود حاجت مند ہے تو استعمال کرے ورنہ صدقہ کردیوے (۶۱)۔

---

(۶۰):وعن أبی حرة الرقاشی، عن عمه، قال: قال رسول اللہ ﷺ: ألا لاتظلموا، ألا لایحل مال امرئ الا بطیب نفس منه. رواه البیهقی فی شعب الایمان، والدار قطنی فی المجتبیٰ. وفی المرقات تحت هٰذا الحدیث: (لایحل مال امرئ) أی مسلم أو ذمی (الا بطیب نفس) أی بأمر أو رضا. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ج: ٦، ص: ١٣٤، ١٣٥، رقم: ٢٩٤٦، ط، دار الکتب ریاض)

(۶۱):اخرج ابن أبی شیبة عن الحسن قال: اذا کان الیها محتاجاً فلیأکلها. (المصنف لابن أبی شیبة، کتاب البیوع والأقضیة، باب مارخص فیه من اللقطة، ج: ٧، ص: ٤٥٠، رقم: ٢١٩٤٩، ط، مکتبة الرشد ریاض)

وان کان الملتقط محتاجا فله أن یصرف اللقطة الی نفسه بعد التعریف. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب اللقطة، الفصل الثانی: فی تعریف اللقطة ومایصنع بها بعد التعریف، ج: ٧، ص: ٤٢٨، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(وکذا فی مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب اللقطة، ج: ٢ ،ص: ٥٢٩، ٥٣٠، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

امامت تراویح یا فرائض کے لئے عمر کا تعین

﴿سوال﴾ اگر حافظ بلا اجرت کا واسطے رمضان کے قرآن سنانے کو نہ ملے اور حافظ نابالغ بلا اجرت کا ملے تو اس کا نابالغ کی امامت جائز ہے یا نہیں دیگر یہ کہ امامت فرائض یا تراویح کے واسطے کم از کم کتنی عمر کا امام ہوسکتا ہے کیا جب تک کہ اس کا احتلام ہوا ہو؟

﴿جواب﴾ نابالغ کی امامت حسب اصل مذہب درست نہیں (٦٢) اس لئے ایسے موقع میں سورت سے تراویح پڑھ لیں پندرہ سالہ لڑکا قابل امامت ہے۔ اگر چہ کوئی علامت اس میں ظاہر نہ ہو (٦٣)۔

---

(٦٢): فلايصح اقتداء بالغ بصبى مطلقاً سواء كان فى فرض لأن صلاة الصبى ولونوى الفرض نفل، أو فى نفل لأن نفله لايلزمه أى، ونفل المقتدى لازم مضمون عليه فيلزم بناء القوى على الضعيف....و قال بعض المشايخ: يصح اقتداء البالغ بالصبى فى التراويح، والسنن المطلقة، والنفل، والمختار عدم الصحة، بلاخلاف بين أصحابنا نقله السيد عن العلامة مسكين. (حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب الامامة، ص: ٢٨٨، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ١، ص: ٦٢٨، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى غنية المستملى فى شرح منية المصلى، كتاب الصلاة، من لايصح الاقتداء به، ص: ٥١٦)

(٦٣): عن نافع عن ابن عمرؓ: قال: عرضنى رسول اللهﷺ يوم أحد فى القتال. وانا ابن اربع عشرة سنة. فلم يجزنى. وعرضنى يوم الخندق، وأنا ابن خمس عشرة سنة. فأجازنى.

قال نافع: فقدمت على عمر بن عبدالعزيز، وهو يومئذ خليفة. فحدثته هذا=

بدعتی کے پیچھے جو جمعہ پڑھا جائے اس کا اعادہ کیوں نہ کیا جائے

﴿سوال﴾ والا نامہ سابقہ میں حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ بدعتی کے پیچھے کی نماز کا اعادہ اولیٰ ہے اس عریضہ سے پہلے عریضہ کے جواب میں نماز جمعہ کے اعادہ کو منع فرمایا لہٰذا اس کا کیا مطلب ہے کیا ظہر اس کا اعادہ نہیں ہے یا دیگر ہی اوقات کا اعادہ ہے؟

=الحديث. فقال ان هٰذا لحد بين الصغير والكبير. فكتب الٰى عماله أن يفرضوا لمن كان ابن خمس عشرة سنة. ومن كان دون ذٰلک فاجعلوه فى العيال.

وقال شيخ الاسلام العلامة محمد تقى العثمانى دامت بركاتهم تحت هذا الحديث: قوله: (ان هذا لحد بين الصغير والكبير) به استدل من جعل سن البلوغ خمس عشرة سنة فى الغلام والجارية جميعاً، وهو قول الأوزاعى، والشافعى وأحمد بن حنبل وأبى يوسف، ومحمد رحمهم اللّٰه، كما فى المغنى لابن قدامة [۴: ۵۱۴]، وبه قال ابن وهب، وأصبغ وعبدالملک بن ماجشون، وعمر بن عبدالعزيز، وجماعة من أهل المدينة، واختاره ابن العربى كما فى تفسير القرطبى [۵: ۳۵]، وهو المفتى به عند المشايخ الحنفية. (تكمة فتح الملهم، كتاب الامارة، باب سن البلوغ، ج: ۳، ص: ۳۱۷، ۳۱۸، ط، دار أحياء التراث العربى بيروت لبنان)

فى الدر المختار: بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزل والأصل هو الانزل والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الانزال صريحا لأنه قلما يعلم منها فان لم يوجد فيهما شىء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى.

وفى الشامية تحته: قوله: (وبه يفتى) هذا عندهما، وهو رواية عن الامام، وبه قالت الأئمة الثلاثة. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام، ج: ۹، ص: ۲۲۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾ بدعتی کے پیچھے کی نماز کا اعادہ اس صورت میں ہے کہ اس نماز کے بعد اسی قسم کے نوافل مکروہ نہ ہوں اور جمعہ کو اگر اعادہ کیا جائے گا تو بوجہ اشتراط جماعت وخطبہ وغیرہا جمعہ ادا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جمعہ کا اعادہ نہیں۔ فقط۔

داڑھی منڈانے والے کی امامت

﴿سوال﴾ داڑھی منڈانے والے کے پیچھے فجر وعصر کا نماز پڑھ کر اعادہ نماز کرنا اولیٰ ہے یا نہ کرنا اعادہ کا اولیٰ ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾ فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہوجاتی ہے اور اگر اس کا ثبوت کفر ہوجائے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی (۶۴) اول تو اس کے پیچھے نہ پڑھے اور اگر پڑھ ہی لے تو اعادہ کرلینا اچھا ہے بعض فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر اور فجر کے بعد بھی جائز ہے۔

جس شخص کے یہاں پردہ شرعی نہ ہو اس کی امامت

﴿سوال﴾ مسئلہ جس شخص کے یہاں پردہ نہ ہو وہ امامت کے قابل ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس کے یہاں پردہ شرعی نہ ہووے اس کی امامت درست نہیں ہے (۶۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۶۴): وتجوز الصلاة خلف كل بر وفاجر، لقوله عليه السلام: صلوا كل بر و فاجر. ولأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة، وأهل الهواء، والبدع، من غير نكير. وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف البدع فمحمول على الكراهة، اذ لا كلام فى كراهة الصلاة خلف الفاسق والمبتدع. هذا اذا لم يؤد الفسق أو البدعة الى حد الكفر، أما اذا أدى اليه فلا كلام فى عدم جواز الصلاة خلفه. (شرح العقائد النسفية، الكلام فى العقائد المتفرقة، ص: ۳۶۹، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۶۵): فى مراقى الفلاح: ولذا كره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين=

قاتل کی امامت

﴿سوال﴾ خونی قتل کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾ خونی نے اگر اپنے فعل سے توبہ کرلی ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے(٦٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=فتجب اهانته شرعاً، فلايعظم بتقديمه للامامة، واذا تعذر منعه ينتقل عنه الى غيره مسجده للجمعة وغيرها وان لم يقم الجمعة الا هو تصلى معه.

وفى حاشية الطحطاوى تحته: قوله: (فتجب اهانته شرعاً فلايعظم بتقديمه للامامة) تبع الزيلعى، ومفاده كون الكراهة فى الفاسق تحريمة. (حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتا ب الصلاة، فصل فى بيان الأحق بالامامة، ص: ٣٠٢، ٣٠٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٦٦):عن أبى عبيدة بن عبدالله عن ابيه قال قال رسول اللهﷺ التائب من الذنب كمن لاذنب له.وقال العلامة السندى تحت هذا الحديث: قوله: (التائب من الذنب) اطلاق الذنب بشمل الذنوب كلها، فيدل الحديث على أن التوبة مقبولة من أى ذنب كان. وظاهر الحديث يدل على أن التوبة اذا صحت بشرائطها فهى مقبولة.. (كفاية الحاجة فى شرح سنن ابن ماجة مع مصباح الزجاجة، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ١٥٦١، رقم: ٤٢٥٠، ط، بيت الافكار الدولية المملكة السعودية)

ملفوظات

الزاق مناکب والقدم کا مطلب

﴿۱﴾ الزاق مناکب والقدم سے اتصال صفوف ومحاذات اعضا مراد ہے اور جو حقیقت لحوق مراد ہو تو کعب باکعب کس طرح متصل ہوسکتا ہے کہ آدمی اوپر سے عریض قدم کے پاس سے دقیق اگر اقدام کو فراخ کرے اور پھیلا کرر کھے تو خشوع کے خلاف ہے اور موجب کلفت کا ہے اور حکم تراصوا فی الصفوف دلیل محاذات اور اتصال صفوف ہے (۶۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پابند رسوم کفار کی امامت

﴿۲﴾ جو شخص رسوم کفار کا پابند ہو اور شریک ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی (۶۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۶۷): عن أبی القاسم الجدلی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: أقبل رسول اللّٰه ﷺ علی الناس بوجهه فقال: أقیموا صفوفکم ثلاثا، واللّٰه لتقیمن صفوفکم أو لیخالفن اللّٰه بین قلوبکم. قال: رأیت الرجل یلزق منکبیه بمنکب صاحبه، ورکبته برکبة صاحبه، وکعبه بکعبه. وفی البذل تحت هذا الحدیث: (قال) أی نعمان بن بشیر: (فرأیت الرجل) أی من الصحابة المصلین بالجماعة بعد صدور ذلک القول من رسول اللّٰه ﷺ (یلزق) أی یلصق (منکبه بمنکب صاحبه، ورکبته برکبة صاحبه، وکعبه بکعبه) ولعل المراد بالالزاق المحاذاة، فان الزاق الرکبة بالرکبة، والکعب بالکعب فی الصلاة مشکل، وأما المنکب بالمنکب فمحمول علی الحقیقة. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف، ج: ۳، ص: ۲۰۸، رقم: ۶۲۰، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۶۸): فی ملتقی الأبحر: ویکره امامة العبد والأعرابی والأعمی والفاسق والمبتدع.

=

جماعت ثانیہ کا حکم

﴿۳﴾ جماعت ثانیہ مکروہ ہے لہٰذا علیحدہ پڑھ لینا اولیٰ ہے(٦٩)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

طمع دنیار کھنے والے کی امامت

﴿۴﴾ نماز اس امام کے پیچھے ادا ہوجاتی ہے اگر چہ وہ طمع دنیا رکھتا ہے اس کے پیچھے پڑھ لینا چاہیے جدا پڑھنے سے بہر حال بہتر ہے(٧٠)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= وفی مجمع الأنهر تحته: (والمبتدع) أی صاحب هوی لایکفر به صاحبه حتی اذا كفر أنه لم تجز أصلا. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، ج: ١، ص: ١٦٢، ١٦٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ٢، ص: ٢٩٩، ط، دار عالم الكتب رياض)

(٦٩):قال: واذا دخل القوم مسجداً قد صلى فيه أهله كرهت لهم أن يصلوا جماعة باذان واقامة لكنهم يصلون وحدانا بغير أذان ولا اقامة. لحديث الحسن قال كانت الصحابة اذا فاتتهم الجماعة فمنهم من اتبع الجماعات ومنهم من صلى فی مسجد بغير اذان ولااقامة وفی الحديث أن النبیﷺ خرج ليصلح بين الانصار فاستخلف عبدالرحمٰن بن عوف فرجع بعد ماصلى فدخل رسول اللهﷺ بيته وجمع أهله فصلى بهم بأذان واقامة فلو كان يجوز اعادة الجماعة فی المسجد لما ترک الصلاة فی المسجد والصلاة فيه أفضل وهٰذا عندنا. (المبسوط السرخسی، كتاب الصلاة، باب الأذان، ج: ١، ص: ١٣٥، ط،دار المعرفة بيروت لبنان)

(وكذا فی رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاه، باب امامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، ج: ٢، ص: ٢٨٨، ط، دار عالم الكتب رياض)

(٧٠):فی البحر: وفی الفتاوی: لو صلى خلف فاسق أو مبتدع ينال فضل=

=الـجـمـاعة لكن لاينال كما ينال خلف تقى ورع....فان أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل والا فالاقتداء أولى من الانفراد. (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ١، ص: ٦١٠، ٦١١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكـذا فـى الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السادس فى بيان من هو أحق بالامامة، ج: ٢، ص: ٢٥٢، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكـذا فـى رد الـمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ٢، ص: ٣٠١، ط، دار عالم الكتب رياض)